شرع محمدی

زیر نگرانی

جناب مرزا محبوب بیگ صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ ہائیکورٹ لاہور

مؤلفہ

رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی صاحب ایم اے سی آئی ای - سر ایڈرک ولسن صاحب

مسٹر مُلّا صاحب و نیز دیگر کتب ہائے مختلف

اور

استاد بیلی صاحب میکناٹن صاحب و سراجیہ و فتاوے عالمگیری وغیرہ وغیرہ

بحوالہ

فیصلہ جات ہائی کورٹ ہائے کلکتہ - مدراس بمبئی - الہ آباد - پٹنہ - لاہور و رنگون و عدالتہائے
جوڈیشل کمشنر صوبہ اودھ و ممالک متوسط و سندھ وغیرہ وغیرہ مشہورہ انڈین لا رپورٹس ہائے
کلکتہ ویکلی نوٹس و کلکتہ لا جرنل و بمبئی لا رپورٹر - مدراس لا ٹائمز - مدراس لا جرنل - الہ آباد
لا جرنل - الہ آباد ویکلی نوٹس - سنٹرل پراونس لا رپورٹ - لوئر برہما لا رپورٹ پٹنہ لا ٹائمز
پنجاب ریکارڈ - پنجاب لا رپورٹر - پنجاب ویکلی رپورٹر - انڈین کیسس وغیرہ وغیرہ -

جس کو

دیوان عطر سنگھ مالک آفتاب پنجاب جنرل لا ایجنسی متصل پُرانی کوتوالی سٹی لاہور

نے سنہ ۱۹۲۶ء میں

کریمی پریس لاہور میں باہتمام میر قدرت اللہ پرنٹر طبع کرا کر شائع کیا

قیمت فی جلد (ـــــ)

مختصر فہرست کتب قانونی موجودہ کتبخانہ آفتاب پنجاب جنرل لائبریری ایجنسی متصل پرانی کوتوالی سٹی لاہور

شرح قانون شہادت ایکٹ نمبر ۱ سنہ ۱۸۷۲ء

مطبوعہ سنہ ۱۹۲۶ء معہ ایکٹ حلف و

بیمہ جات صرافی۔ اس نسخہ عظیم کو حتی الوسع مکمل بنانے کے واسطے زمانہ حال کی تمام مستند کتب مروجہ ہندوستان و انگلستان سنہ ۱۹۲۵ء تک کی امداد لی گئی ہے یعنی قانون شہادت مسٹر ہائلی سٹوکس مسٹر فیلڈ مسٹر مارک مسٹر دگمو میسرز امیر علی و ڈوواف مسٹر سٹیفن کا ڈائجسٹ مسٹر ٹیلر مسٹر فین مسٹر کننگھم مسٹر شارکی مسٹر بسٹ و ہائیکورٹ کلکتہ الہ آباد و بمبئی۔ مدراس لاہور۔ پٹنہ۔ رنگون پنجاب ریکارڈ پنجاب لاء رپورٹ پنجاب ویکلی رپورٹ۔ اودھ کیس۔ انڈین کیس وغیرہ وغیرہ سے جس سے شائقین خود خیال فرماسکتے ہیں کہ یہ نسخہ کسقدر مستند اور قابل داد ہے۔ اسکی ضخامت قریباً ہزار صفحہ ہے۔ بلحاظ عمدگی کاغذ چھپائی صحت اور حجم کی قیمت علی

رہبر عرائض و دستاویز نویسی

ہر ایک قسم کے عرضیدعوی جواب دعوی۔ درخواست عرضی استغاثہ۔ دعوے مال۔ درخواست مال۔ استغاثہ ضمانت نامہ مچلکہ متفرق درخواست ہائے۔ وثیقہ جات از قسم تمسک۔ ہنڈی رہن نامہ۔ بیعنامہ۔ وصیت و تحریر وغیرہ کے نمونہ جات درج ہیں اس کے علاوہ مجموعہ ضابطہ دیوانی مجموعہ ضابطہ فوجداری۔ تعزیرات ہند۔ ایکٹ دادرسی خاص۔ ایکٹ حصول اراضی۔ ایکٹ گارڈین نابالغان۔ ایکٹ دیوالیہ۔ ایکٹ شفع پنجاب۔ ایکٹ جانشینی۔ ایکٹ وراثت۔ ایکٹ پروبیٹ۔ ایکٹ میعاد۔ ایکٹ تعین مالیت۔ ایکٹ رسوم عدالت۔ ایکٹ قماربازی۔ ایکٹ آبکاری ایکٹ اسلحہ۔ ایکٹ نظربندی عادی مجرمان۔ ایکٹ مداخلت بیجا مویشی ایکٹ اقوام جرائم پیشہ۔ ایکٹ افیون۔ ایکٹ ریلوے۔ ایکٹ مجالس بلدیہ۔ ایکٹ مالگذاری پنجاب۔ ایکٹ دخل رعیتانہ پنجاب ایکٹ انتقال اراضی پنجاب۔ . . . .

. . . ایکٹ انفکاک رہن۔ ایکٹ سٹامپ۔ ایکٹ رجسٹری کی ضروری ضروری ہدایات معہ حوالجات درج ہیں۔ مزید برآں ہائیکورٹ کے قواعد نسبت داخل اپیل ہائے نگرانی ہائے و درخواست ہائے کے۔ ترجمہ کاغذات کے اور چھپائی رسل کے بھی درج کردیئے گئے ہیں۔ غرضیکہ یہ کتاب اپیل نویسوں عرائض نویسوں وثیقہ نویسوں اور محرران وکلاء کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے قیمت صرف چار روپیہ (للعہ) اور مجلد چار روپیہ آٹھ آنہ (للعہ)

شرح قانون سٹامپ جلد بدلیعنی ایکٹ نمبر ۲ سنہ ۱۸۹۹ء ترمیم شدہ

تاحال مطبوعہ سنہ ۱۹۲۶ء

قانون سٹامپ اور دوسرے قوانین کے درمیان فرق یہ ہے کہ اس قانون کا عملدرآمد اکثر از خود ہوا کرتا ہے یعنے لوگ اسکو اپنے معاملات میں خود ہی استعمال کرتے ہیں اور اسکی سمجھنے کا بار نہ صرف قانون دان اصحاب پر پڑتا ہے بلکہ غیر قانون دان پر بھی ہوتا ہے لہٰذا یہ نہایت ہی ضروری ہے کہ ایکٹ ہذا عملاً اور معناً حتی الوسع واضح ہو تاکہ لوگ جرمانے وغیرہ دل پر مناسب سٹامپ ادا کیا جانتے ہیں اور جو کسی طرح سٹامپ سے گریز کرنیکی نیت نہیں رکھتے پورا پورا اور صاف صاف ان پابندیوں کو سمجھ سکیں جو انپر واجب ہیں۔ ایسی ہی صورتیں ہیں جنمیں ہم پاتے ہیں کہ ایکٹ ہذا کے احکام سے جیسے کہ وہ اب ہیں گریز کیجاتی ہے اسلئے یہ شرح قانونی استعداد سے باامداد و توجہ بڑے بڑے نامی گرامی وکلاء کے تیار کیگئی ہے اور اس میں فیصلجات اعلیٰ عدالت ہائے ہندوستان یعنی کلکتہ بمبئی مدراس اور الہ آباد و پنجاب و پٹنہ و بہار و اودھ کے درج کیئے ہیں۔ اور انڈین لاء رپورٹ ہائے کلکتہ و بمبئی و مدراس و الہ آباد و لاہور و پٹنہ و رنگون و ویکلی نوٹس الہ آباد و الہ آباد لا جرنل و کلکتہ ویکلی رپورٹر و کلکتہ ویکلی نوٹس و کلکتہ لا جرنل و بنگال لاء رپورٹ و ویکلی رپورٹر و انڈین کیسز مدراس لا جرنل و مدراس ویکلی نوٹس و لاء ویکلی پنجاب ریکارڈ و پنجاب لاء رپورٹر و پنجاب ویکلی رپورٹر و لوئر برہما رپورٹ و اپر برہما رپورٹ و اودھ کیسز و بمبئی لاء رپورٹر و سندھ لاء رپورٹر و پٹنہ لاء ویکلی و تمبر و قواعد مرتبہ گورنمنٹ ہند . . . . و پنجاب وغیرہ کو اس حسن خوبی سے درج کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا بخوبی اپنے مطلب پر پہونچ جاتا ہے اور جو تغیر و تبدل اسمیں ہوا حسب موقعہ عنوان جا بجا درج کر دیا گیا ہے اور قیمت بلحاظ محنت و لاگت کے بالکل معمولی رکھی گئی ہے۔ یعنی للعہ۔ مجلد للعہ

ڈائجسٹ ویکلی نوٹس کلکتہ از سنہ ۱۹۰۵ء لغایت سنہ ۱۹۰۹ء فی سال ۔ ۱۲؎

ڈائجسٹ انڈین لاء رپورٹ ہر چہار ہائیکورٹ از سنہ ۱۹۱۶ء لغایت سنہ ۱۹۲۲ء فی سال

المشتہر دیوان عطر سنگھ مالک آفتاب پنجاب جنرل لائبریری ایجنسی متصل پرانی کوتوالی سٹی لاہور

مدوار فہرست مضامین

حصہ اول
تمہید مضامین ۔ اشخاص ۔ ماخذ
باب اول
برٹش انڈیا میں شرع محمدی کا رواج

باب دوم
نومسلم

دفعات	خلاصہ مضمون

باب یازدہم

ہبہ بربستر مرگ و اقرارات

8

ضمیمہ ب
قانون شفع پنجاب ایکٹ نمبر ۱ سنہ ۱۹۱۳ء
کی
ضروری دفعات

تمام شد

دیباچہ

کوئی زمانہ تھا جبکہ ملک ہندوستان میں تمام فوجداری اور دیوانی معاملات کا فیصلہ قاضیوں اور مفتیوں کی وساطت سے بموجب شرع محمدی کے کیا جاتا تھا لیکن انگریزی راج اور انگریزی قوانین کے رائج ہو جانے کے زمانہ سے شرع محمدی کے اصول معاملات فوجداری میں اب عمل پذیر نہیں ہیں۔ اور معاملات دیوانی میں بھی سوائے نکاح۔ وراثت اور سوائے صوبہ پنجاب کے دیگر صوبجات میں مقدمات شفعہ کے دیگر معاملات کا تصفیہ شرع محمدی کے اصول کے مطابق نہیں کیا جاتا۔ بلکہ قوانین تعزیرات ہند اور دیگر قوانین مجریہ برٹش گورنمنٹ کے کیا جاتا ہے۔

شرع محمدی کے ٹھیٹھ اصول تو اب اہل اسلام پر بھی حاوی نہیں کئے جاتے۔ بلکہ جو قانون شرع محمدی اس وقت ملک میں عمل پذیر ہے اسے زیادہ موزوں الفاظ میں ماہران قانون اینگلو انڈین محمڈن لاء کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ اور شرع محمدی کے اصول صرف اس حد تک نافذ کئے جاتے ہیں جہاں تک کہ وہ پولیسی عاعدل و انصاف اور نیک نیتی کے مطابق ہیں ؁

صوبہ پنجاب میں شرع محمدی کے اصول تابع رواج کے ہیں۔ دیہات کے مسلمان جو زیادہ تر زراعت پیشہ ہیں۔ وہ تو عام طور پر قانون رواج کے پابند ہیں۔ شہری مسلمان یا دیہات کے ایسے مسلمان جو زراعت پیشہ نہیں ہیں شرع کے پابند سمجھے جاتے ہیں۔

شریعت کے اصولوں کو واضح طور پر بیان کرنے کے لئے ایک ضخیم کتاب درکار ہے۔ لیکن اس رسالہ میں شریعت کے موٹے موٹے اصولوں کو عام فہم الفاظ میں معہ اسناد کے بیان کر دیا گیا ہے۔ جس سے ان امور کے سمجھنے میں آسانی ہو جن کی بابت عام طور پر عدالتوں میں تنازعات ہوتے ہیں ؁

نابالغان کی ولائت کے متعلق شرع کے احکام اب تابع ایکٹ گارڈین و وارڈ ۱۸۹۰ء

کے ہیں اس لئے جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوئی ہے ایکٹ مذکور کی دفعات کا اقتباس درج کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح سے وراثت کے معاملہ کے متعلق ایکٹ وراثت ہند کی ضروری دفعات کا اقتباس دیا گیا ہے۔

شرع محمدی کے متعلق جو فیصلجات مختلف ہائیکورٹ ہائے اور دیگر عدالت اعلیٰ ہائے ہند سے اور پریوی کونسل سے صادر ہوئے ہیں ان کا اپنی اپنی مناسب اور موزوں جگہ پر حوالہ دیا گیا ہے اور یہ فیصلہ جات ۱۹۲۵ء تک درج کئے گئے ہیں ؛

کتاب کو ہر طرح سے کارآمد اور مفید بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور امید ہے کہ اردو خواں صاحبان قانون پیشہ کے لئے مفید مطلب ثابت ہوگی ؛

دیوان عطر سنگھ

مسائل شرع محمدیؐ

حصہ اول

تمہید ـ مضامین ـ اشخاص ـ ماخذ

باب ـــ اول

برٹش انڈیا میں شرع محمدی کا رواج

۱ـ عدالت ہائے برٹش انڈیا میں اہل اسلام کے تمام مقدمات میں نہیں ـ بلکہ بعض معاملات میں شرع محمدی کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہے ـ اور شرع محمدی کے عملدرآمد کا اختیار بموجب آئین ہائے پارلیمنٹ و ایکٹ ہائے گورنمنٹ ہند عدالتہائے کو حاصل ہے۔

(دیکھو شیخ قدرت اللہ بنام ماہنی موہن ـ بنگال لارپورٹ جلد ۴ صفحہ ۱۳۴ و ۱۶۹ ـ ابراہیم بنام منی ـ مدراس ہائی کورٹ جلد ۶ صفحہ ۲۶ و ۳۱ ـ براجا کشور بنام کیبرنی چندر بنگال لارپورٹ جلد ۷ صفحہ ۱۹ و ۲۵ـ

آئین ہائے پارلیمنٹ کا ذکر مد نمبر ۶ میں اور ایکٹہائے ہند کا ذکر مدات نمبر ۷ تا نمبر ۱۳ میں کیا

گیا ہے ؛

۲۔ جہاں تک برٹش انڈیا کا تعلق ہے۔ شرع محمدی کے خاص قواعد تین حصص میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں ؛

(۱) وہ قواعد جن کی نسبت واضعان قوانین نے ہدایت کر دی ہے کہ ان پر اہل اسلام کے مقدمات میں عملدرآمد کیا جائے۔ مثلاً قواعد نسبت وراثت و جانشینی ؛

(۲) وہ قواعد جن پر اہل اسلام کے مقدمات میں بروئے عدل و انصاف و نیک نیتی عملدرآمد کیا جاتا ہے۔ مثلاً قواعد شرع محمدی نسبت حق شفع ؛

(۳) وہ قواعد جن پر بالکل عملدرآمد نہیں ہوتا خواہ فریقین اہل اسلام ہی ہوں۔ مثلاً محمدی قانون فوجداری و محمدی قانون شہادت ؛

شرع محمدی کے خاص قواعد جن پر عدالتہائے برٹش انڈیا اہل اسلام کے مقدمات میں عملدرآمد کرتی ہیں صرف وہ قواعد ہیں جن کا تذکرہ ضمن ہائے (۱)، (۲) میں اوپر کیا گیا ہے دیگر امور کے متعلق برٹش انڈیا کے اہل اسلام ملک کے عام قانون کے پابند ہیں ؛

۳۔ شرع محمدی کے جن قواعد کے عملدرآمد کی صریحاً ہدایت کی گئی ہے ان پر مقدمات اہل اسلام میں اس حد تک عملدرآمد کیا جاتا ہے۔ جہاں تک وہ کسی قانون مجریہ سرکار کے رو سے تبدیل یا منسوخ نہ ہو گئے ہوں ؛

یہ صریحاً ہدایت کی گئی ہے کہ مقدمات جانشینی میں اگر فریقین مسلمان ہوں تو فیصلہ بموجب شرع محمدی کیا جاوے گا۔ شرع محمدی میں خاص ہدایت ہے کہ جو شخص مذہب اسلام سے منحرف ہو جاوے وہ جانشینی سے محروم ہوگا۔ لیکن ایکٹ آزادی مذاہب نمبری ۲۱ ۱۸۵۰ء میں اس کے برخلاف ہدایت ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا قواعد پر عمل درآمد نہیں کیا جاتا ہے۔

۴۔ جن قواعد شرع محمدی کے عمل درآمد کی نسبت صریح ہدایت نہیں ان پر عمل درآمد بروئے عدل و انصاف و نیک نیتی کیا جاوے گا۔ بشرطیکہ ان معاملات کے متعلق کسی قانون نافذ الوقت میں کوئی حکم درج نہ ہو۔

چونکہ شرع محمدی کے قواعد شفع کی نسبت کوئی صریح ہدایت نہیں ہے۔ کہ وہ اہل اسلام کے مقدمات میں ناطق ہوں گے۔ اس لئے جن صوبہ جات میں ان قواعد کا عمل درآمد مقدمات اہل اسلام میں کیا جاتا ہے وہ بوجہ عدل و انصاف و نیک نیتی کے کیا جاتا ہے۔ لیکن پنجاب اور

اودھ میں یہ صورت نہیں ہے۔ کیونکہ وہاں پر شفع کے متعلق خاص ایکٹہائے نافذ ہو چکے ہیں اور ان صوبہ جات میں اہل اسلام بمثل دیگر رعایا کے ان ایکٹہائے کے پابند ہیں۔ (دیکھو ۱۹)
اسی طرح سے اس امر کی نسبت کوئی صریح ہدایت نہیں ہے کہ شرع محمدی کے قواعد فوجداری اہل اسلام پر حاوی ہوں گے اور مقدمات فوجداری کے متعلق تعزیرات ہند اور ضابطہ فوجداری موجود ہیں اس لئے شرع محمدی کے قواعد فوجداری بوجہ عدل و انصاف و نیک نیتی مقدمات اہل اسلام پر عمل پذیر نہیں ہو سکتے۔ اس لئے برٹش انڈیا کے اندر اہل اسلام عام قانون فوجداری کے پابند ہیں۔
شرع محمدی اس ملک کا اس حد تک قانون ہے جہاں تک واضعان قوانین نے اُسے برٹش انڈیا کے لئے اختیار کر لیا ہے ان تمام حالات میں شرع محمدی میں کوئی خاص ہدایت نہیں ہے۔ عدالتہائے کو عدل و انصاف و نیک نیتی کے مطابق عمل در آمد کرنا چاہیئے۔ (بنگال لا رپورٹ جلد ۷ صفحہ ۵ ۱۸۷۱ع)

۵۔ ان قواعد پر جن کا ذکر مد ۲ ضمن (۲) میں کیا گیا ہے عملدر آمد نہیں کیا جاوے گا۔ اگر حاکم عدالت کی رائے میں وہ عدل و انصاف و نیک نیتی کے مخالف ہوں۔ لیکن جن قواعد کا تذکرہ ضمن (۱) میں کیا گیا ہے اور جن کے مقدمات اہل اسلام میں عملدر آمد کرنے کی نسبت واضعان قوانین نے صریح ہدایت فرمائی ہے ان پر ہر صورت میں عملدر آمد کیا جاوے گا۔ خواہ حاکم عدالت کی رائے میں وہ مطابق عدل و انصاف و نیک نیتی کے نہ ہوں۔

شرع محمدی کے قواعد نسبت شفع مد ۲ کے ضمن (۲) کے زیر تحت آتے ہیں اور عدالتہائے صوبہ مدراس ان پر عملدر آمد نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ ہائی کورٹ مدراس نے یہ قرار دیا ہے کہ ان قواعد سے چونکہ ایک شخص کو اپنی جائداد اولاً اپنے پڑوسی کے پاس فروخت کرنی ہوتی ہے اس لئے یہ قواعد عدل و انصاف و نیک نیتی کے برخلاف ہیں۔ لیکن برخلاف اس کے ہائی کورٹ بمبئی و الہ آباد نے ان قواعد کو تسلیم کیا ہے (دیکھو ابراہیم بنام منی) مدراس ہائی کورٹ ۱۸۷۱ع جلد ۶ صفحہ ۲۶)۔
جن قواعد کی نسبت عدالتہائے کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ ان کے مطابق عمل در آمد کیا جاوے۔ ان قواعد پر عملدر آمد بلا خیال اس امر کے کہ آیا وہ عدل و انصاف و نیک نیتی کے مطابق ہیں کیا جاوے گا۔
شرع محمدی کے قواعد نسبت نکاح کے متعلق خاص ہدایت ہے کہ ان پر صوبہ جات بنگال اودھ و آسام میں عمل در آمد کیا جاوے۔ ان قواعد میں سے ایک قاعدہ یہ ہے کہ طلاق جو مرد کی طرف سے کہا جائے خواہ وہ بروجہ جبر ہی ہو جائز ہے۔ اس لئے عدالتہائے برٹش انڈیا ایسے طلاق کو تسلیم کرنے میں عذر نہیں کر سکتیں۔ خواہ ایسا طلاق ان کے اپنے خیالات میں عدل و انصاف

ونیک نیتی کے برخلاف ہی کیوں نہ ہو (ابراہیم بنام عنایت اور ۔ ۴ بنگال ہائیکورٹ رپورٹ اپیل کیسیس صفحہ ۱۳)

۶۔ (۱) بلاد ہائے کلکتہ ۔ مدراس و بمبئی کے متعلق ایکٹ گورنمنٹ ہند ۱۹۱۵ء دسنہ جلوس ۵ و ۶ جارج پنجم باب (۶۱) کی دفعہ ۱۱۲ میں حسب ذیل حکم ہے :۔

"عدالت ہائی کورٹ کلکتہ ۔ مدراس و بمبئی نالشات برخلاف باشندگان کلکتہ ۔ مدراس و بمبئی کے متعلق اپنے اختیارات ابتدائی کے استعمال میں معاملات وراثت و جانشینی بسنبت اراضی کرائی ومال میں اور معاملات معاہدہ ولین دین میں مابین فریقین کے جبکہ ہر دو فریق ایک ہی ذاتی قانون یا ایسے رواج کے پابند ہوں جو قانون کی تاثیر رکھتا ہو اس ذاتی قانون یا رواج کے مطابق فیصلہ کریں گی اور جبکہ فریقین جدا جدا ذاتی قانون کے پابند ہوں تو اس قانون یا رواج کے مطابق فیصلہ کرینگی جس کے تابع کہ مدعا علیہ ہو" اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر دونوں فریقین اہل اسلام ہوں تو معاملات مذکور الصدر میں شرع محمدی کے مطابق عمل ودرآمد کیا جاوے گا ۔ اس طرح سے جہانکہ دادو ستد مابین دو اشخاص کے ہو جن میں سے ایک ہندو اور ایک اہل اسلام ہو اور اس دادوستد کے متعلق ہندو برخلاف اہل اسلام کے نالش کرے تو ان کے مابین تنازعہ کا فیصلہ مطابق شرع محمدی کے کیا جاوے گا ۔ (اعظم النساء بنام ڈیل ۶ مدراس ہائی کورٹ رپورٹ ۵۵ ۴ ۔ ۵۷ ۴ و ویسٹ وبوہلر صاحب کا مقدمہ دہرم شاستر صفحہ ۲) مگر ان میں سے ہر ایک صورت میں جس شرع محمدی پر عمل درآمد کیا جاوے گا وہ اس کا ایسا حصہ ہوگا جو برٹش انڈیا کے عام قانون کے رو سے منسوخ نہ کیا گیا ہو۔

(۲) جن حالات کی بابت فقرہ مذکورہ بالا یا کسی دیگر قانون نافذ الوقت میں حکم درج نہیں ان میں عدالت عدل و انصاف و نیک نیتی کے مطابق فیصلہ کرے گی ؛

(۳) عدالتہائے خفیفہ بلدہ ہائے اس قانون کی پابند ہوں گی جن کے مطابق عدالتہائے ہائی کورٹ بہ اشتعال اپنے ابتدائی دیوانی اختیارات سماعت کے عملدرآمد کریں گی ۔ (دیکھو دفعہ ۱۶ ایکٹ عدالتہائے خفیفہ بلدہ ہائے نمبر ۵ ا ۱۸۸۲ء ۔

جس قسم کے احکام مد تحتی (۱) میں درج ہیں ویسے ہی احکام ایکٹ ایسٹ انڈین کمپنی ۱۷۸۱ء دسنہ جلوس ۲۱ جارج سوم باب (۷۰) کی دفعہ ۱۷ میں درج تھے ۔ جو سپریم کورٹ کلکتہ پر حاوی تھے اور نیز ایسٹ انڈیا ایکٹ ۱۷۹۷ء دسنہ جلوس ۳۷ جارج سوم باب ۱۴۲) کی دفعہ ۱۳ میں جو عدالتہائے ریکارڈر مدراس و بمبئی پر حاوی تھا ۔ ایکٹہائے مذکور اور نیز ایکٹ عدالتہائے ہائی

کورٹ سنہ ۱۸۶۱ء و سنہ ۱۸۶۵ء و سنہ ۱۹۱۱ء منسوخ ہو چکے ہیں - اور ان کی بجائے ایکٹ گورنمنٹ ہند سنہ ۱۹۱۵ء نافذ کیا گیا ہے - لیکن اس تنسیخ سے کسی چارٹر یا لیٹرز پیٹنٹ بوجہ زیر تحت ایکٹہائے مذکور پر کوئی اثر نہیں ہوا - (دیکھو دفعہ ۱۳۰ - ایکٹ گورنمنٹ ہند سنہ ۱۹۱۵ء)-

جس قانون کے مطابق معاملات وراثت و جانشینی و معاہدہ و لین دین میں عمل درآمد کیا جاتا ہے اُسے نواب گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل تبدیل و منسوخ کر سکتے ہیں - (دیکھو دفعہ ۱۳۱ و ضمیمہ اول ایکٹ گورنمنٹ ہند سنہ ۱۹۱۵ء - دراصل اسلامی قانون معاہدہ بموجب ایکٹ معاہدہ ہند سنہ ۱۸۷۲ء اور دیگر ایکٹہائے کے بالکل منسوخ ہو چکا ہے - اور ایسا بوجہ ان اختیارات کے کیا گیا ہے جو نواب گورنر جنرل بہادر بہ اجلاس کونسل کو بموجب ایکٹ کونسل ہائے ہند سنہ ۱۸۶۱ء کے حاصل ہیں - موخر الذکر ایکٹ بھی منسوخ ہو چکا ہے - اور اس کی بجائے ایکٹ گورنمنٹ ہند سنہ ۱۹۱۵ء نافذ ہو چکا ہے (رام چند چندر بنام راجکمار - ۱۴ بنگال لا رپورٹ ۷۶ - بنی چندر بنام رابش چندر - ۱۴ کلکتہ ۱۸۷) - سود کے متعلق یہ مشتبہ ہے کہ آیا شرع محمدی کا قاعدہ جس کے رو سے سود کی ممانعت کی گئی ہے ایکٹ تنسیخ قانون سود نمبری ۲۸ مجریہ سنہ ۱۸۵۵ء کے رو سے منسوخ کیا گیا ہے - رام رلی بنام ہری چندر - ۳ بنگال لا رپورٹ (مقدمہ ابتدائی) ۱۳۰ - میاں خاں بنام بی بی جان ۵ بنگال لا رپورٹ ۵۰۰ (منسوخ شدہ) یہ سوال ایک تازہ ترمقدمہ پریوی کونسل میں پیدا ہوا تھا - مگر اس کا کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا ہمیرہ بی بی بنام زبیدہ بی بی ۴۳ - انڈین اپیلز ۲۹۴ - ۳۰۰ - ۳۸ الہ آباد ۵۸۱ - ۵۸۷ - ۵۸۸ - دیکھو دفعہ ۶۵ - ایکٹ گورنمنٹ ہند سنہ ۱۹۱۵ء اور دفعات ۱۹ و ۴۴ - چارٹر ہائی کورٹہائے کلکتہ مدراس و بمبئی :

دفعہ مذکور کے آخری حصہ میں یہ حکم ہے کہ جب فریقین جدا جدا ذاتی قانون کے تابع ہوں تو ان کے مابین تنازعہ کا فیصلہ اس قانون کے مطابق کیا جاوے گا جس کا مدعا علیہ تابع ہو - یہ بیان کرنا آسان نہیں ہے کہ ان الفاظ سے کیا مراد ہے - فیصلہ جات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان الفاظ سے کیا مراد نہیں ہے - ان میں یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ ان الفاظ سے کیا مراد ہے - مگر ان الفاظ کی مناسب تعبیر خواہ کچھ ہی ہو - ان سے یہ مراد نہیں ہے کہ جہاں ایک ہندو ایک اہل یوروپ سے اراضی خرید کرے جو اس کی زوجہ کے حق مہر کے تابع ہو - اور زوجہ مذکور نسبت نفاذ حق خود نالش برخلاف ہندو خریدار کے رجوع کرے تو ہندو خریدار اس سے بہتر حالت میں ہو سکتا ہے جس میں ایک اہل یوروپ خریدار ہوتا - صرف بدیں وجہ کہ ہندو دہرم شاستر

اصول مہر کو تسلیم نہیں کرتا۔ سرکیز بنام پرسنو بائی ۶ کلکتہ ۷۹۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶ (سنہ جلوس ۲۱ جارج سوم باب ۷۰ دفعہ ۱۷) اعظم النسا بنام ڈیل ۶ مدراس ہائی کورٹ ۴۵۵۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶ (۳۷ جارج سوم باب ۱۴۲ دفعہ ۱۳) لکشمی داس بنام درات ۶ بمبئی ۱۶۸۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴ محمد بنام نرائن ۸ بمبئی ۵۸۔ ۳۶۳۔ ۳۶۸ ؛

۷۔ صوبہ جات بنگال متحدہ و آسام میں ماسوائے ان حصص کو جو ہائی کورٹوں کے معمولی دیوانی اختیار سماعت کے حدود کے اندر نہیں ہیں۔ بموجب دفعہ ۳۷۔ ایکٹ نمبر ۱۲ بابت سنہ ۱۸۸۷ء۔ عدالت ہائے دیوانی ممالک مذکور معاملات جانشینی۔ وراثت۔ ازدواج یا کسی مذہبی رسوم یا مکان جبکہ فریقین مسلمان ہوں تو شرع محمدی کے مطابق فیصلہ کریں گی۔ سوائے اس کے کہ مسئلہ شرع کسی قانون مجلس واضعان قوانین کے روسے تبدیل یا منسوخ ہو گیا ہو۔

جن حالات کی بابت نفقرہ ہذا میں ذکر نہیں یا کسی دیگر قانون نافذ الوقت میں حکم درج نہیں انہیں عدالت عدل و انصاف و نیک نیتی کے مطابق فیصلہ کرے گی۔

ایکٹ مذکور الصدر میں رواج کو صریحاً تسلیم نہیں کیا گیا۔ اس لئے ایکٹ ہذا کے بموجب ایسے رواج کے ثابت کرنے کے متعلق جو شرع محمدی کے متناقض ہو شہادت نہیں لی جا سکتی۔ (جمایا بنام دلیوان۔ الہ آباد جلد ۲۳ صفحہ ۲۰۔ حاکم خاں بنام گل خاں کلکتہ لاء رپورٹ جلد ۸ صفحہ ۶۰۳۔ ۶۰۸)۔

دفعہ مذکور کی ضمن (۱) مفصل نہیں ہے۔ مثلاً ہبہ کی نسبت اس میں کوئی ذکر نہیں ہے اس لئے عدالتہائے نے قرار دیا ہے کہ شرع محمدی کا اعلان صرف ان معاملات پر محدود نہیں ہے۔ جن کا ضمن اول میں ذکر ہے۔ بلکہ فریقین کا ذاتی قانون بوجہ انصاف عدل و نیک نیتی کے تمام معاملات پر حاوی ہوگا۔ ماسوائے اس حالت کے شرع کا مسئلہ کسی قانون رائج الوقت کے متضاد ہو۔ پس بمقدمہ یوسف علیؒ بنام کلکٹر صاحب سیرہ (انڈین لاء رپورٹ کلکتہ جلد ۹ صفحہ ۱۳۸) یہ قرار دیا گیا کہ معاملات ہبہ کے متعلق فیصلہ بموجب شرع محمدی کیا جاوے۔ کیونکہ یہ عدل و نیک نیتی کے مطابق ہے بمقدمہ عظیم النسا بیگم بنام کلیمنٹ ڈیل (مدراس ہائی کورٹ رپورٹ جلد ۶ صفحہ ۴۹۴) یہ قرار دیا گیا ہے کہ شرع محمدی صرف ان معاملات پر ہی حاوی نہیں ہے جس میں ہر دو فریقین مسلمان ہوں۔ بلکہ ان معاملات پر بھی حاوی ہے جن میں ایک فریق کسی مسلمان

سے حقوق حاصل کرے (شرع محمدی سید امیر علی صفحہ ۳۴۳ و ۳۴۵)۔

جس رواج وراثت کا کوئی خاص خاندان تابع ہو، اُسے ہندوستان میں مدت سے تسلیم کیا گیا ہے عبدالحسن بنام سونا دیرو ۔ ۴۵ کلکتہ ۴۵۹ - ۴۶۰ - ۴۵ انڈین اپیلز ۱۰ - ۱۴۱ - پس خاندان کے ایسے رواج جانشینی کے ثابت کرنے کے لئے شہادت لی جاسکتی ہے جو شرع محمدی کے متضاد ہو۔ خواہ رواج مذکور ایسا صریح تسلیم نہ کیا جاتا ہو جیسا کہ ایکٹ مذکور میں ذکر ہے۔ محمد اسمعیل بنام لالہ شوسکھ ۵ ابمبئی لا رپورٹر ۷۰۲ - ۱۷ کلکتہ ویکلی نوٹس ۹۷ (پریوی کونسل) علی اصغر بنام کلکٹر بلند شہر ۳۹ الہ آباد ۵۷۴ ۔ لیکن ایسی صورت میں بار ثبوت اس فریق کے ذمہ ہوگا جو رواج پر انحصار کرے ۴۵ کلکتہ ۴۵۰ - ۴۵ انڈین اپیلز ۱۰ - جس میں دیارام بنام سوہیل سنگھ پنجاب ریکارڈ نمبر ۱۱۰ سنہ ۱۹۰۶ء کو پسند کیا گیا۔ ایسے رواج کے ثابت کرنے کے لئے کونسے امور ضروری ہیں۔ دیکھو ۴۵ کلکتہ ۴۵۰ - ۴۶۰ - ۴۵ انڈین اپیلز ۱۰ - ۱۴۱ محولہ بالا۔

الفاظ عدل و انصاف و نیک نیتی کی تعبیر پریوی کونسل نے یہ کی ہے کہ ان سے مراد انگریزی قانون کے قواعد کی اس حد سے ہے جس تک کہ وہ ہندوستانی سوسائٹی اور حالات پر عائد ہو سکتے ہیں۔ وعقیلہ بنام شیخ مسیح الدین - ۱۱ بمبئی ۵۵۱ - ۵۶۱ - ۱۴ - انڈین اپیلز ۸۹ - ۹۶۔

۸ - ان ممالک میں جو بلدہ مدراس سے باہر ہیں۔ دفعہ ۱۶ - ایکٹ نمبر ۳ سنہ ۱۸۷۳ء ایکٹ عدالتہائے دیوانی مدراس میں یہ ہدایت ہے کہ تمام معاملات نسبت وراثت - جانشینی - ازدواج یا کسی مذہبی رسوم یا ارکان کا فیصلہ جب کہ فریقین مسلمان ہوں شرع محمدی یا ایسے رواج کے مطابق جو بمنزلہ قانون ہوگا۔ اور جہاں کوئی خاص رواج یا قاعدہ موجود نہیں وہاں موافق عدل و انصاف اور نیک نیتی کے کیا جاوے گا۔

۹ - ان ممالک میں جو بوقت موجودہ بلاد بمبئی سے باہر ہیں دفعہ ۲۶ - ایکٹ ۴ سنہ ۱۸۲۷ء میں ہدایت کی گئی ہے کہ تجویز نالشات میں ایکٹہائے پارلیمنٹ و آئین ہائے گورنمنٹ متعلقہ مقدمہ کے مطابق عملدرآمد ہوگا۔ اور بعدم موجودگی ایکٹہائے و آئین ہائے قانون مصرحہ ذیل ملحوظ ہوگا۔ (۱) اس ملک کا رواج جہاں نالش دائر ہو۔ اگر کوئی ایسا رواج نہ پایا جاوے تو (۲) مدعاعلیہ کا قانون شخصی اور بصورت نہ ہونے کسی رواج یا خاص قانون کے (۳)۔ عدل و انصاف و نیک نیتی کے مطابق فیصلہ ہوگا۔

اس دفعہ میں کسی خاص قاعدہ شرع محمدی کا ذکر نہیں ہے۔ شرع محمدی کے جن قواعد کا استعمال ممالک مذکورالذکر میں کیا جاتا ہے صرف وہ عدل و انصاف و نیک نیتی کی بنا پر کیا جاتا ہے

ہائی کورٹ بمبئی نے مقدمہ رام راؤ بنام رستم خاں (سنہ ۱۹۰۱ء)، ۲۶ بمبئی ۱۹۸ میں ایسے رواج کو تسلیم کیا ہے جو صوبہ بمبئی میں متوفی مسلمانوں کی قبروں پر رسوم کی ادائیگی کے متعلق تھا اور اہل اسلام دھارواڑ کی نالش پر حکم امتناعی بنام مشتری قبرستان بدیں مضمون جاری فرمایا کہ وہ باشندگان مذکور کو مذہبی رسومات کی ادائیگی میں روک نہ کریں۔ بموجب مد ہذا کے اس رواج کے متعلق شہادت دی جاسکتی ہے جس کے بموجب عورتوں کے کسی بڑی رشتہ دار کی وراثت سے محروم کیا جاتا ہو۔ عبد الحسن بنام سونا دارو - ۴۵ کلکتہ ۴۵۹ - ۴۵ انڈین اپیلز ۱۰۔

۱۰ ممالک پنجاب وصوبہ سرحدی شمالی و مغربی میں بموجب دفعہ ۲ ایکٹ قوانین پنجاب نمبر ۴ سنہ ۱۸۷۲ء و آئین صوبہ سرحدی شمالی و مغربی نمبر ۷ سنہ ۱۹۰۱ء میں حسب ذیل ہدایت ہے۔

تنازعات متعلق وراثت۔ نسبت ناطہ۔ ازدواج۔ طلاق۔ مہر۔ ولایت۔ نابالغی۔ ولد الحرامی قرابت خاندان۔ وصیت۔ ترکہ زمین۔ ہبہ۔ تقسیم جائداد۔ اور رسوم مذہبی و مکانات مذہبی فیصلہ کرنے کا قاعدہ یہ ہوگا:

(الف) اس رواج کے مطابق جو اہالی معاملہ میں رائج ہو اور انصاف و عدل یا نیک نیتی کے مخالف نہ ہو۔ اور اس قانون یا کسی اور قانون کے رو سے تبدیل یا منسوخ نہ ہو گیا ہو اور جس کو کسی حاکم مجاز نے کالعدم قرار نہ دیا ہو:

(ب) جن مقدمات میں فریقین اہل اسلام ہوں ان میں شرع محمدی کے مطابق فیصلہ کیا جاوے گا۔ الّا ایسی حالتوں میں جہاں احکام شرع کسی قانون مجریہ سرکار کے رو سے تبدیل و منسوخ ہو گئے ہوں۔ یا اس ایکٹ کے احکام کے مخالف ہوں۔ یا کسی ایسے رواج سے ان کی ترمیم ہو گئی ہو جس کا ضمن ماسبق میں ذکر ہے:

ان مقدمات میں جن میں کوئی خاص حکم دوسری طرح کا نہیں حاکم عدل و انصاف اور نیک نیتی کے مطابق فیصلہ کریگا:

اسی قسم کی ہدایت دفعات ۴ و ۵ - اجمیر مارواڑ لاز۔ ریگولیشن نمبر ۳ سنہ ۱۸۷۷ء میں ہے۔

رواج۔ اہل اسلام میں بموجب ان کے قانون اور مذہب کے کنچنوں کو اسی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جس نگاہ سے عیسائی مذہب و قانون میں۔ اسی لئے عدالت چیف کورٹ پنجاب نے کنچنوں کے اس رواج کو تسلیم نہیں کیا کہ یہ پیشہ بطور خاندانی پیشہ کے استعمال کیا جاوے بہ فیصلہ عدالت پریوی کونسل تک بحال رہا۔ ۴۱ کلکتہ ۱۰۰۴-۴۰ انڈین اپیلز ۱۹۳ (پنجاب

ریکارڈ ۵۲ سنہ ۱۸۸۳ء)۔ ایک مقدمہ میں فریقین مسلمہ طور پر امراء کے طوائف تھے۔ تجویز کیا گیا کہ کوئی خاص رواج بسبی بکجیدی کی جائداد کی وراثت کے متعلق ثابت نہیں ہوا۔ اور بنابریں ضرور ہے کہ شرع محمدی کا اطلاق کیا جاوے (۱۲ پنجاب ریکارڈ سنہ ۱۸۹۲ء)۔
اسی طرح دہلی کے کنچنوں کے ایک مقدمہ میں مسئلہ وراثت بروئے شرع محمدی فیصلہ کیا گیا (۵۲ پنجاب ریکارڈ سنہ ۱۸۹۳ء)۔

۱۱۔ صوبہ اودھ میں تنازعات مابین اہل اسلام کے متعلق بموجب دفعہ ۳۔ اودھ لاز ایکٹ نمبر ۱۸ سنہ ۱۸۷۶ء وہی قاعدہ جاری ہے جو پنجاب میں ہے۔

۱۲۔ ممالک متوسط کے متعلق ایکٹ لاز صوبہ متوسط کی دفعہ ۵۔ ایکٹ ۲۰ سنہ ۱۸۷۵ء میں حسب ذیل قاعدہ درج ہے:۔
معاملات جانشینی نسبت ناطہ۔ ازدواج۔ مہر۔ ولایت نابالغی۔ ولد الحرامی۔ قرابت خاندان۔ وصیت۔ ترکہ وصیتی۔ ہبہ۔ تقسیم جائداد اور رسوم مذہبی و مکانات مذہبی میں جبکہ فریقین مسلمان ہوں فیصلہ مطابق شرع محمدی ہوگا۔ سوائے اس کے کہ مسئلہ شرع محمدی کسی قانون مجلس واضعان قوانین کے روسے تبدیل یا منسوخ ہو گیا ہو۔ یا اس ایکٹ کے احکام کے متناقض ہو۔
بشرطیکہ جب کسی جماعت یا گروہ اشخاص یا ارکان خاندان کے درمیان کوئی ایسا رواج جاری ہو جو زیر دفعہ ہذا ان کے ذاتی قانون کے نقیض ہو۔ اور جو اس قانون کے نقیض نہ ہونے کی صورت میں قانوناً قابل پابندی ہوتا تو ایسے رواج پر باوجود کسی امر مندرجہ دفعہ ہذا کے عمل درآمد ہوگا:۔
اور بصورت ایسی حالت کے جس کی نسبت ضمن متذکرہ بالا یا کسی دیگر قانون میں کوئی حکم نہیں ہے عدالت مطابق عدل و انصاف و نیک نیتی فیصلہ کرے گی۔
(نوٹ) طلاق کا صراحتاً بالتفصیل ذکر نہیں کیا گیا۔ گو عنوان شادی میں یہ قیاساً شامل ہے۔

۱۳۔ برہما میں بموجب دفعہ ۱۳ برہما لاز ایکٹ سنہ ۱۸۹۸ء تمام معاملات متعلق وراثت جانشینی۔ ازدواج۔ اور رسوم مذہبی و مکانات مذہبی کا فیصلہ جبکہ فریقین مسلمان ہوں بموجب شرع محمدی ہوگا۔ ماسوائے اس کے کہ مسئلہ شرع کسی قانون کے روسے تبدیل یا منسوخ

ہو گیا ہو۔ یا کسی ایسے رواج کے جو بمنزلہ قانون ہو منقبض ہو جن تنازعات کا تذکرہ صریحاً نہیں کیا گیا یا جن کی نسبت کسی اور قانون میں کوئی حکم نہیں ہے تو۔ ان میں فیصلہ مطابق عدل و انصاف و نیک نیتی ہوگا ؁

باب دوم

نو مسلم

۱۴۔ لفظ مسلمان جو ایکٹہائے وقانون ہائے میں اور نیز مدات ۱ تا ۱۳ میں استعمال کیا گیا ہے صرف اس مسلمان پر ہی حاوی نہیں ہے۔ جو پیدائش سے مسلمان ہو۔ بلکہ اس پر بھی جس کا مذہب مسلمان ہو۔ اندریں صورت شرع محمدی کے مسائل صرف پیدائشی مسلمانوں پر ہی حاوی نہیں ہیں۔ بلکہ نو مسلموں پر بھی ہیں۔ بشرطیکہ تبدیل مذہب نیک نیتی سے کیا گیا ہو نہ کہ صرف ظاہرا طور پر۔ (۹۔ موررز انڈین اپیل ۱۹۹۔ ۳۴ و ۲ و ۱۰۔ موررز انڈین اپیل ۱۱ ۵۔ ۳۷۔ ۵ ۸ ۳ و ۵ ۴۔ الہ آباد ۳۴ ۳ ؎)

مثال۔ ایک عیسائی الف جس کی شادی ایک عیسائی عورت ب کے ہمراہ ہو چکی ہے لیکن وہ ایک عورت دیسی عیسائی ج کے ہمراہ رہتا ہے اور اس کے ہمراہ ہم بستری کرتا ہے بدیں خیال کہ ان کا تعلق جائز ہو جاوے۔ الف و ج مسلمان ہو جاتے ہیں اور الف ج کے ساتھ ب کی حین حیات میں اہل اسلام کے دستور کے مطابق نکاح کر لیتا ہے یہ نکاح جائز نہیں ہے۔ اور نہ یہ تبدیل مذہب نیک نیتی سے کی گئی کہی جاسکتی ہے چونکہ اس کی نیت صرف یہ تھی کہ جو حقوق کثرت ازدواج کی شرع محمدی کے بموجب حاصل ہیں ان سے فائدہ اٹھایا جاوے۔ (۱۴ موررز انڈین اپیل ۳۰۹)۔ نیز دیکھو ۸ کلکتہ ۲۴۴۔ ۵ لاہور ۴۴ ؎)

اگر لڑکے کے والدین میں سے کوئی مسلمان ہو تو شیعہ مسلک کے مطابق قانون کی یہ تاثیر ہے کہ وہ لڑکا مسلمان ہے (۲ اوبکلی رپورٹ صفحہ ۵۱۲) ؎

لیکن ولسن صاحب قانون حنفی سے اس کا مقابلہ کر کے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اگر والدین میں سے ایک مسلمان ہو تو یہ لازمی ہے کہ بچے کو بطور مسلمان تربیت کیا جاوے۔ لیکن اگر وہ ضروری

ارکان اسلام میں سے کسی ایک ارکن کو بھی پورا کئے بغیر جوان ہو جاوے۔ تو مسلمان نہ سمجھا جاوے گا۔ اس کے متعلق ضروری ہے کہ اسلام و امام میں جو تفاوت ہے وہ مد نظر رکھی جائے۔ پس جو شخص مذہب اسلام کا پیرو ہے۔ یعنی خداوند تعالیٰ کے واحد لاشریک ہونے اور حضرت محمد صاحب کو پیغمبر تسلیم کرتا ہے۔ مسلمان ہے۔ اور شرع محمدی کا تابع ہے جب تک کوئی شخص کلمہ توحید کا ورد کرتا ہے اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ کسی خاص رسم و رواج کا پابند ہو یا کسی خاص اصول کا پابند ہو۔ جن کا تعلق امام سے ہے دشرح محمدی سید امیر علی صفحہ ۳۶) ۞

۱۵۔ یہ امر فیصلہ طلب ہے کہ آیا تبدیل مذہب اسلام جو بعد از دواج برضامندی ہر دو فریقین نیک نیتی اور قانون سے بچاؤ کی غرض کے بغیر کیا جاوے۔ حقوق حاصل شدہ از دوج پر مؤثر ہوتا ہے یا نہیں ؛

الف و ب دونوں مسلمانوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا اور عیسائی طریق میں نکاح کیا اس کے کچھ عرصہ بعد دونوں پھر مسلمان ہو گئے۔ اور دوبارہ اسلامی دستور کے بموجب نکاح کر لیا۔ الف کی وفات کے بعد ب نے الف کے رشتہ داران پر شرع محمدی کے بموجب بحیثیت بیوہ الف کی جائداد کے ۱/۴ حصہ کی نالش کی۔ جواب دعویٰ یہ تھا کہ الف نے ب کو اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے محمدی دستور کے مطابق طلاق دے دیا تھا۔ بالفرض اگر طلاق ثابت ہو جائے تو کیا طلاق جائز ہے۔ اور ب کو جائداد سے محروم کیا جا سکتا ہے خصوصاً جبکہ نکاح اول ان کا عیسائی طریق میں ہوا تھا۔ اور طلاق محمدی طریق میں دیا گیا۔ اس سوال کی نسبت عدالت پریوی کونسل نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ کیونکہ اس نالش میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ طلاق ثابت نہیں ہوا (۲۵ کلکتہ ۵۳۷ - ۵۴۶ - ۲۵ انڈین اپیل ۴۳) ۞

۱۶۔ صوبہ بمبئی کے خوجہ اور کچھی میمن معاملات وراثت و جانشینی میں خاص اس کے عدم ثبوت کی صورت میں شرع محمدی کے نہیں بلکہ دھرم شاستر کے پابند ہیں ۞

خوجہ اور کچھی میمن دراصل ہندو تھے۔ انہوں نے قریباً ۴۰۰ سال ہوئے مذہب اسلام اختیار کر لیا۔ لیکن انہوں نے وراثت کے متعلق ہندو دھرم شاستر کی پیروی کو قائم رکھا اس لئے ان کے متعلق ہندو دھرم شاستر وراثت بوجہ رواج کے عمل درآمد کیا جاتا ہے۔ یہ رواج ان کے مابین ایسا زبردست ہے کہ اگر وراثت کا قاعدہ جو ہندو دھرم شاستر کے قواعد

وراثت کے برخلاف ہو پیش کیا جائے۔ تو اس کا ثابت کرنا اس فریق کے ذمہ ہوگا جو ایسے قاعدہ کو پیش کرے۔ ۲۷ بمبئی ۹۶۶-۳۳ انڈین اپیل ۹۶-۸ بمبئی لاء رپورٹر ۲۵-۹۳۹-۲۰ بمبئی ہائی کورٹ رپورٹ ۲۹۴-۳۰۵-۲۳ بمبئی ۱۴۳-۶ بمبئی ۴۵۲-۹ بمبئی ۱۱۵-۱۰ بمبئی ۲-۱ بمبئی ہائی کورٹ رپورٹ ۲۱۶-لیکن جہاں تک کچھی میمن ہندوستان سے باہر چلے جاویں اور اہل اسلام میں مثلاً ممباسہ میں آباد ہو جاویں۔ تو یہ قیاس کہ دونوں نے مسلمانوں کا رواج وراثت اختیار کر لیا ہے جلدی سے تسلیم کیا جانا چاہیئے۔ پس جہاں کہ ایک کچھی میمن خاندان کچھ سے ممباسہ چلا گیا اور وہاں پچاس سال سے آباد ہو گیا تو بموجب شہادت موجودہ مقدمہ یہ قرار دیا گیا کہ خاندان شرع محمدی کے قانون وراثت کے تابع تھا-۴۳ انڈین اپیل ۳۵-۱۸ بمبئی لاء رپورٹر ۴۳۵ محولہ بالا- ایکٹ کچھی میمن نمبری ۴۶ سنہ ۱۹۲۰ع کی دفعہ ۲ میں حسب ذیل ہدایت ہے جو
"کوئی کچھی میمن جو (الف) سن بلوغت کو حاصل کر چکا ہے اور (ب) برٹش ہند کا باشندہ ہے نمونہ مقررہ میں حاکم مقررہ کے روبرو اس امر کا اقرار کر سکتا ہے کہ وہ ایکٹ ہذا کا مفاد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کے بعد اقرار کنندہ اور اس کے نابالغ طفلان اور ان کی اولاد شاملات وراثت و جانشینی میں شرع محمدی کے تابع ہوں گے"۔

۱۷- ایک کچھی میمن اپنی جملہ جائداد کی وصیت کر سکتا ہے۔

اس قسم کا رواج بمقدمہ ایڈوکیٹ جنرل بنام جمیابائی ۴۱ بمبئی ۱۸۱-ایڈوکیٹ جنرل بنام کرم علی ۲۹ بمبئی ۱۳۳-۸ ۱۴۸-۴۹ ثابت کیا گیا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اسی قسم کا رواج بمبئی کے کھوجوں کے اندر بھی موجود ہے۔ بموجب شرع محمدی کے کوئی شخص اپنی جائداد کے ایک ثلث حصہ سے زیادہ کی وصیت نہیں کر سکتا۔ مقدمہ محولہ بالا میں ہمین صاحب حاکم نے قرار دیا کہ ایک کچھی میمن کی وصیت کی تفسیر بموجب شرع محمدی کے کی جانی چاہیئے۔

۱۸- ہلائی میمن جو بمبئی میں سکونت رکھتے ہیں تمام معاملات میں شرع محمدی کے تابع ہیں۔ ۳۴ بمبئی ۶۴۷-۷۴ بمبئی ۱۴۶۱-

۱۹- گجرات کے سنی بوہرہ اور بروچ کے مسلمان گبراڑی بھی معاملات وراثت و جانشینی میں دھرم شاستر کے پابند ہیں۔

یہ فرقہ جات دراصل ہندو تھے۔ اور بعد ازاں انہوں نے مسلمان مذہب اختیار کر لیا۔ گجرات کے سنی بوہرہ بمبئی کے بوہروں سے مختلف ہیں۔ موخر الذکر شیعہ فرقہ کے اسمعیلیہ

سالک سے ہیں۔ (۲۰ بمبئی ۵۳ و ۲۰ بمبئی ۱۸۱ - و ۳۰ بمبئی ۱۹۷)؛

۲۰۔ جبکہ ہندوستان میں دستور ہے ضلع کوئمباٹور کے لوباکون میں پسران دختران کو وراثت میں خارج کرتے ہیں۔ ۳۰ مدراس ۱۲۸۔ کوئمباٹور کے لوبائی سمان دراصل ہندو تھے جو تامل زبان بولا کرتے تھے۔ اور بعد ازاں مسلمان ہوگئے۔ ان کے اندر بھی اناث کو وراثت سے خارج کرنے کا ہندو دستور برابر موجود ہے۔

باب سوم
اہل اسلام کے فرقہ جات ومسالک

۲۱۔ مسلمان مذہباً دونوں سنی و شیعہ میں منقسم ہیں؛

بمبئی کے کچھی میمن اور ہالائی میمن اور گجرات کے بوہرہ اور بھروچ کے گرازی فرقہ سنی سے ہیں۔

بمبئی کے خوجہ اور بوہرہ بھی سنی فرقہ سے ہیں۔ شیعہ و سنی میں فرق یہ ہے کہ اول الذکر نماز کے وقت ہاتھ سیدھے نیچے کو رکھتے ہیں اور موخر الذکر سامنے کو ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں (شرع محمدی سید امیر علی صفحہ ۳۸)۔

ایک سنی مسلمان شیعہ ہوسکتا ہے۔ اس کے لئے کسی خاص تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف نماز میں چند الفاظ کی تبدیلی ہوتی ہے۔ سنی جو کلمہ شہادت پڑھتے ہیں اس کے الفاظ یہ ہیں "میں گواہ ہوں کہ خدا صرف ایک ہے اور میں گواہ ہوں کہ حضرت محمدؐ خداوند تعالے کے نبی ہیں"۔ شیعہ لوگ اس کے ساتھ الفاظ ذیل ایزاد کرتے ہیں۔ "اور میں گواہ ہوں کہ حضرت علیؓ وفاداروں کے حاکم۔ نیک لوگوں کے امام اور نبی کے جانشین ہیں" (شرع محمدی سید امیر علی صفحہ ۳۱)

۲۲۔ فرقہ سنی کے چار مسالک ہیں یعنی (۱) حنفی (۲) مالکی (۳) شافعی (۴) حنبلی۔ ہندوستان کے سنی مسلمان زیادہ تر حنفی مسالک ہیں؛

ہندوستان کے مسلمان زیادہ تر سنی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہر ایک نالش میں قیاس

اغلب یہ ہوتا ہے کہ فریقین سنی فرقہ سے ہیں۔ الا اس صورت میں کہ یہ ثابت کیا جائے کہ فریقین شیعہ ہیں (۰ ۳ کلکتہ ۹۸۳ - ۹۸۶)۔

حنفی و شافعی فرقہ میں صرف فرق یہ ہے کہ اول الذکر نماز کے وقت لفظ "آمین" نیچی آواز سے بولتے ہیں لیکن موخرالذکر بلند آواز سے (شرع محمدی سید امیر علی صفحہ ۳۸)۔

۲۳۔ فرقہ شیعہ کے تین مسالک ہیں (۱) اثنا عشریہ (۲) اسمعیلیہ (۳) زیدیہ۔ بمبئی کے خوجہ و بوہرے اسمعیلیہ مسالک کے ہیں۔

نوٹ:۔ اثنا عشریہ کے تین فرقہ جات ضمنی ہیں (۱) اخباری (۲) اصولی (۳) معتزلہ۔

مسلک معتزلہ کو مسٹر امیر علی نے اپنی کتاب شرع محمدی میں کبھی تو ایک علیحدہ فرقہ ظاہر کیا ہے اور کبھی فرقہ شیعہ کا ایک ضمنی مسلک۔ دیکھو سید امیر علی کی شرع محمدی جلد دوم صفحہ ۲۱ و ۱۵۸۔

۲۴۔ جس فرقہ کے فریقین ہوں اس فرقہ کی شرع محمدی کے وہ پابند ہوں گے۔

سنی شرع سنیوں پر اور شیعہ شرع شیعوں پر اطلاق پذیر ہوگی۔ اور ہر ایک مسالک کے خاص قواعد اس مسالک پر حاوی ہوں گے۔ (۲ مورز انڈین اپیلز ۴۴۱ ۴۷۷)۔

۲۵۔ ایک مسلمان جلنس ذکور یا اناث جو سن بلوغ کو پہنچ چکا ہو۔ اپنے فرقہ یا مسالک کے اصولوں سے دست بردار ہو سکتا ہے جس فرقہ یا مسالک میں وہ ہو اور کسی دوسرے فرقہ یا مسالک کے اصولوں پر کاربند ہو سکتا ہے اور اس کے بعد وہ اسی قانون کا پابند ہوگا جو اس جدید فرقہ یا مسالک پر حاوی ہو۔

برٹش انڈیا میں عدالت دیوانی کا یہ فرض ہے کہ ہر مقدمہ میں اس فرقہ یا مسلک کا قانون استعمال کرے جس کے فریقین پابند ہوں۔ ایسی نالشات میں جو ایسے فریقین کے درمیان ہوں جو مختلف فرقوں یا مسالک شرع محمدی کے پابند ہوں تو ایسی حالت میں اس خاندان کا قانون یا رواج متعلق ہوگا جس سے ابتدائی حق پیدا ہوئے ہے۔ (۱۲ - الہ آباد ۲۹۰) یہ مقدمہ مابین شیعہ مدعیان و سنی مدعا علیہ تھا اور ایک متوفیہ عورت کے ترکہ کی وراثت کا تنازعہ تھا عدالت ابتدائی نے بحق مدعیان فیصلہ کیا۔ اور ہائی کورٹ و پریوی کونسل نے بحق مدعا علیہ اور ہر سہ عدالت ہائے نے اپنے فیصلہ جات کا مدار اس سوال پر رکھا کہ آیا متوفیہ بوقت وفات شیعہ تھی یا سنی۔ اس مقدمہ میں جب جسٹس بنھرم صاحب نے یہ رائے ظاہر کی کہ وراثت

ترکہ مالک جائداد کے قانون کے مطابق ہونی چاہیئے۔ اور اس بات کا کچھ لحاظ نہیں ہوگا۔ کہ متوفی نے کچھ وصیت کی تھی یا نہیں۔ مقدمہ بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ گو فریقین شیعہ ہوں۔ تاہم اگر متوفی سنی ہو تو مقدمہ میں قانون سنی حاوی ہوگا ؛

یہ امر شتبہ ہے کہ جب ایک دفعہ ایک قانون کی پابندی اختیار کر لی جائے تو پھر اس کو ترک کیا جا سکتا ہے یا نہیں ؛

شافعی مسلک کے شخص کے حنفی مسلک اختیار کرنے کی بابت دیکھو انبگال ہائی کورٹ رپورٹ ۲۳۶۔ حنفی مذہب کے مطابق ایسی عورت جو بلوغت کو پہنچ چکی ہو۔ اور اس کے باپ یا دادا نے اس کا نکاح نہ کیا ہو خود اپنا خاوند انتخاب کر سکتی ہے۔ لیکن شافعی مذہب میں ایسا جائز نہیں ؛

۲۶۔ ایک سنی عورت کسی شیعہ مرد سے شادی کرنے کی وجہ سے شرع محمدی فرقہ شیعہ کی پابند نہیں کہی جا سکتی ؛

اسی طرح سے شیعہ عورت سنی مرد سے شادی کرنے کی وجہ سے سنیہ قانون کی پابند نہیں کہی جا سکتی ؛ د ۴۔ الہ آباد ۲۰۵ ؛

باب چہارم

شرع محمدی کے ماخذ اور اسکی شرح

۲۷۔ شرع محمدی کے حسب ذیل چار ماخذ ہیں (۱) قرآن مجید (۲) حدیث یعنی احکام وعمل و اقوال حضرت پیغمبرؐ جو ان کی حیات میں قلم بند نہیں ہوئے۔ لیکن لوگوں کو زبانی یاد تھے اور ذمہ دار اشخاص نے جمع کئے (۳) اجماع۔ حضرت محمدؐ کے ہمراہیوں اور ان کے پیراؤں کے فیصلجات۔ (۴) قیاس۔ وہ قیاسات جو ہر سہ مذکورہ بالا ماخذ کے مقابلہ سے اخذ کئے گئے۔ جبکہ کسی خاص معاملہ یا متنازعہ کا ان میں صریحاً ذکر نہ تھا۔ مارے صاحب کی تمہید صفحہ ۲۲۷۔

قیاس میں دلیل سے کام لیا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابو حنیفہ جنہوں نے حنفی مسلک قائم کیا دلیل کی طرف اس قدر مائل تھا کہ وہ اکثر اوقات ایک واحد شخص کی زبانی یاد بات پر دلیل کو ترجیح دیتا تھا۔ مگر سنی فرقہ کے دیگر مسالک کے بانی بہت کم قیاس کی

طرف رجوع کرتے ہیں۔ مارلے صاحب کی تمہید صفحہ ۲۳۷۔

۲۸۔ عدالتہائے کو اختیار نہیں ہے کہ وہ شرع محمدی کے موافق فیصلہ کرتے وقت قرآن شریف کی کسی سورت کی تعبیر ان نتائج کے متناقض کریں جو قدیم الایام و اعلےٰ درجہ کے مسلمان مصنفوں نے اخذ کئے ہیں ؛

جس صورت میں کہ قرآن مجید کا ایک خاص سورۃ بار بہ (قانون سنی) اور امامیہ (قانون شیعہ) میں مختلف طریقہ پر تعبیر کیا گیا تھا۔ پریوی کونسل نے یہ قرار دیا کہ حاکم عدالت کو اختیار تھا کہ اس کی تعبیر مختلف طریق میں کرتا (۲۵ کلکتہ ۹ و ۱۸-۱۹۶-۲۰۴)؛

۲۹۔ نہ تو قدیم سندات اور نہ ہی احکام حضرت پیغمبرؐ سے ایسے الفاظی نتائج بصورت جدید قواعد قانون اخذ کرنے چاہئیں جب کہ ایسے قواعد سے خالص انصاف میں امداد نہ ہوتی ہو ؛

(دیکھو ۲ الہ آباد ۲۳۶-۲۵۴-۳۰۰-انڈین اپیل ۴۹۴)؛

شرع محمدیؐ کا ایک قاعدہ ہے کہ ہبہ تا دوام صرف اس صورت میں جائز ہے جبکہ یہ خیرات کی غرض سے ہو۔ اس سوال کا جواب کہ آیا ایک مسلمان کی طرف سے اپنے اطفال اور ان کی اولاد کے حق میں ہبہ بغرض خیرات ہے۔ کلکتہ ہائی کورٹ کے ججان کی کثرت رائے نے فیصلہ نفی میں دیا تھا۔ لیکن مسٹر جسٹس امیر علی نے یہ رائے ظاہر کی کہ یہ بغرض خیرات تھا۔ اور انہوں نے حضرت محمدؐ نبی علیہ السلام کے اس قول پر مدار کیا "کہ ایک شخص کا اپنے خاندان کو متبرک ہبہ کرنا بدیں غرض کہ وہ محتاج نہ ہوں۔ غریبوں کو خیرات دینے سے زیادہ متبرک ہے۔ صدقہ کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ کوئی شخص اپنے خاندان کو دیدے" بر طبق اپیل پریوی کونسل نے فیصلہ کثرت رائے سے اتفاق کیا۔ اور مسٹر جسٹس امیر علی کی رائے کی نسبت یہ رائے ظاہر فرمائی کہ کسی امر متنازعہ کے متعلق صرف حضرتؐ کے اقوال پر انحصار کرنا درست نہیں ہے۔ جبکہ یہ معلوم نہ ہو کہ وہ اقوال کس موقعہ پر استعمال کئے گئے تھے۔ پریوی کونسل کے تمام حکام نے یہ بھی رائے ظاہر فرمائی کہ شرع محمدی کا اصل قاعدہ وہی ہے جو کلکتہ ہائی کورٹ کے ججان نے ظاہر کیا ہے۔ اور جو قاعدہ مسٹر جسٹس امیر علی نے حضرت محمدؐ نبی علیہ السلام کے اقوال سے اخذ کرنے کی کوشش کی ہے وہ ذریعہ انصاف نہیں ہے۔ (۲۲ کلکتہ ۶۱۹-۶۳۲-۲۲و-انڈین اپیل ۷۶-۸۶)؛

اب وقف بحق طفلان و اُن کی اولاد کے بموجب ایکٹ جوازیت وقف مسلمانان نمبری ۶ ۱۹۱۳ء قانوناً جائز ہے ؛

۳۰۔ کسی جدید قاعدہ قانون پر صرف اس وجہ سے عمل درآمد نہیں کیا جاوے گا کہ فی زمانہ کے قانون دانوں کی رائے میں وہ قدیم احکام قانون سے اخذ کیا جا سکتا ہے۔ خواہ وہ احکام کیسے ہی مستند کیوں نہ ہوں۔ جبکہ قدیم زمانہ کے قانون دانوں نے ان سے ایسے قواعد اخذ نہیں کیے۔

(۲۵-الہ آباد ۲۳۶-۲۵۴ (د ۳-انڈین اپیل ۹۴) ؛ ۱۴ الہ آباد ۴۲۹-۴۴۸۔

۳۱۔ سنی حنفی مسالک کے اصل اسناد یہ ہیں۔ امام ابوحنیفہ صاحب جو حنفیہ کے قانون کے جاری کنندہ ہیں اور ان کے دو شاگرد ابو یوسف و امام محمدؒ ؛

قانون حنفیہ کا عام اصول تعبیر یہ ہے کہ جس صورت میں ابوحنیفہ اور اُن کے ہر دو شاگردوں ابو یوسف و امام محمدؒ میں اختلاف رائے ہو تو شاگردوں کی رائے کو ترجیح دیجاتی ہے - ۱۴ الہ آباد ۴۲۹-۴۴۸-۸ الہ آباد ۱۴۹-۱۶۶-۱۶۷ ؛

اگر ابوحنیفہ و امام محمدؒ میں اختلاف رائے ہو تو فیصلہ مطابق رائے ابو یوسف ہوگا۔
۸-الہ آباد صفحہ ۱۶۲۔

جس صورت میں دونوں شاگردوں کا آپس میں اور اپنے استاد سے اختلاف رائے ہو تو فیصلہ ابو یوسف کی رائے کے مطابق ہوگا ؛

(۱۰ کلکتہ ویکلی نوٹ ۹۴۹-۹۸۸-۱۴-الہ آباد ۴۲۹-۴۴۸-۸ الہ آباد ۱۶۶-۱۶۷-۱۶۲ - و نیز دیکھو ۱۰-الہ آباد ۳۲۲-۳۲۳-جن میں قرار دیا گیا کہ امام محمدؒ کی رائے کو ابو یوسف کی رائے پر ترجیح دیجانی چاہیئے۔ کیونکہ عدالت نے خیال کیا کہ مقدمہ ۲ کلکتہ ۱۱۶ اجلاس کامل میں ایسا قرار دیا گیا تھا - حالانکہ یہ درست نہ تھا) ؛

مگر یہ قواعد ناقابل تبدیل نہیں ہیں ؛

ان ہر سہ سندات کی وقف کے بارہ میں اینگلو محمڈن لاء میں اختلاف ہے۔ مگر امام محمدؒ کی رائے پر عموماً دیگر دونوں اماموں میں سے کسی ایک کی رائے کو ترجیح دیجاتی ہے۔ لیکن اگر ان میں سے کسی رائے کی مصنف ہدایہ یا فتاوائے عالمگیری یا کسی دیگر مستند مصنف نے پیروی کی ہو تو اس رائے کو سب پر ترجیح ہوگی ؛

بمقدمہ شیخ عبدالشکور بنام رحیم النساء ۶- این ڈبلیو ۹۴ میں ہائی کورٹ الہ آباد نے ابوحنیفہ کی رائے کو بالمقابل دونوں شاگردوں کے ترجیح دی ہے۔ لیکن ۸ الہ آباد ۱۶۲ میں ہائی کورٹ مذکور نے اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے یہ قرار دیا کہ جس صورت میں ابوحنیفہ یا امام محمدؒ کا اتفاق رائے ہو تو ابویوسف کی رائے قابل وقعت ہے ؛

برخلاف اس کے کلکتہ ہائی کورٹ نے ۲۰ کلکتہ ۱۱۶ میں یہ قرار دیا کہ ابویوسف کے مقابلہ میں امام محمدؒ کی رائے زیادہ وزندار ہے۔ لیکن اس مقدمہ میں مدار فیصلہ جات عدالتہائے انگریزی پر تھا جو امام محمدؒ کی رائے کی تائید کرتے تھے ؛

۳۲- قواعد قرابت اور عادلانہ خیالات جن کو انگلستان کی عدالتہائے چانسلری عام طور پر تسلیم کرتی ہیں اسلامی طریق میں لازم نہیں ہیں بلکہ اس طریق میں مقدمات کے فیصلہ کرنے میں اکثر اوقات ان کا حوالہ دیا جاتا ہے اور ان کی امداد لی جاتی ہے ۳۴ انڈین اپیل ۲۹ - ۳۰۱ - ۳۰۲ - ۳۸ الہ آباد ۵۸۱ - ۵۸۹ - نیز دیکھو ہدایہ کتاب ۲۰ صفحہ ۳۳۴ " نسبت فرائض قاضی "

حصہ دوم

خاندانی تعلقات

باب پنجم

نکاح۔ مہر۔ طلاق و ولایت

فصل اول

نکاح

۳۳- نکاح ایک معاہدہ ہے جس کی غرض جواز مباشرت اور تولید اولاد ہے

(ہدایہ ۲۵۔ بیلی صاحب ۴)

یہ تعریف بیلی صاحب نے کنز اور کنایہ سے اخذ کی ہے۔

چونکہ شرع محمدی کے بموجب نکاح صرف ایک معاہدہ ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ معاہدہ کے متعلق آزادی حاصل ہو۔ اس لئے جو نکاح جبر یا دھوکہ سے ہو تو جس فریق کی رضامندی اس طریق میں حاصل کی گئی ہو اس کی درخواست پر نکاح فسخ کیا جاتا ہے (بیلی صاحب ۴) اگر رضامندی دھوکا یا جبر سے حاصل کی گئی ہو تو نکاح فاسد ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اُسے بعد میں تسلیم نہ کر لیا گیا ہو۔ اور جب خاوند کی رضامندی اس طریق میں حاصل کی گئی ہو وہ پابند نہیں ہے کہ متوفی زوجہ کے ورثا کو حق مہر ادا کرے (۱۲ الہ آباد ۳۴۳)۔

مسلمانوں میں نکاح ایک سول معاہدہ ہے اور جس طرح دیگر معاہدہ کی صورت ہے ویسے ہی ان کے واسطے فریقین کی رضامندی ضروری ہے۔ (پنجاب ریکارڈ نمبر ۲۷ سنہ ۱۹۰۹ء پنجاب لاء رپورٹر نمبر ۱۱ بابت ۱۹۰۹ء)۔ قانون شیعہ کے مطابق نکاح دو قسم کا ہے۔ (۱) مستقل (۲) متاع یا عارضی مگر قانون سنی نکاح متاع کو بالکل تسلیم نہیں کرتا (بیلی حصہ ۲ صفحہ ۱۸)

۳۴ (۱) ہر ایک مسلمان جو عاقل اور بالغ ہو معاہدہ نکاح کر سکتا ہے۔

(۲) نابالغ یا فاترالعقل کا نکاح اونکے ولی جائز طور پر کر سکتے ہیں۔ بصورت عدم موجودگی شہادت بلوغت ۱۵ سال کی عمر کے بعد قیاس کیجاتی ہے۔

(بیلی صاحب ۴۔ ہدایہ ۵۲۹)۔

فیصلہ ۸ ویکلی رپورٹر ۳۔ جس میں غالباً میکناٹن صاحب کی رائے پر مدار کرتے ہوئے یہ قرار دیا گیا تھا کہ ۱۶ سال کی عمر کے اختتام پر بلوغت قیاس کی جاتی ہے۔ صریحاً غلط ہے۔

یہ امر قابل توجہ ہے کہ ایکٹ سن بلوغت ہند ۱۸۷۵ء کے احکام معاملات نکاح۔ مہر اور طلاق پر حاوی نہیں ہیں۔

جب مسلمان عورت سن بلوغ کو پہنچ جائے تو وہ اپنے ذاتی قانون کے بموجب معاہدہ کرنے کے قابل ہو جاتی ہے (پنجاب ریکارڈ نمبر ۳۷ بابت ۱۹۰۹ء۔ پنجاب لاء رپورٹر ۱۱۸ سنہ ۱۹۰۹ء)۔

(ڈائی جسٹ مارلے صاحب جلد اول صفحہ ۳۰۳ میں یہ قرار دیا گیا کہ ایک لڑکی کا یہ بیان کہ وہ بالغ ہے۔ بشرطیکہ اس کی شکل و شباہت سے متناقض خیال پیدا نہ ہو اس کی بلوغت کو ثابت کرتا ہے۔

جبکہ نکاح کی رضامندی بذریعہ جبر یا فریب کے حاصل کی گئی ہو تو ایسا نکاح ناجائز ہوتا ہے۔ الا اس صورت میں کہ اُسے بعد میں تسلیم نہ کر لیا گیا ہو۔ ۳۱-الہ آباد ۳۴۳ جہاں عورت کی بیماری کو مخفی رکھا گیا ۵ ۴ بمبئی ۱۵۱ (جہاں کہ عورت کے حاملہ ہونے کو مخفی رکھا گیا) ؛

(۳۵) معاہدہ نکاح کے جواز کے واسطے یہ ضروری ہے کہ ایجاب کے الفاظ فریقین معاہدہ میں سے ایک فریق کی طرف سے بولے جاویں اور دوسرے فریق کی طرف سے قبول کئے جاویں۔ نیز یہ ضروری ہے کہ یہ الفاظ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورت گواہان کی حاضری و سماعت میں جو عاقل و بالغ ہوں بولے جاویں اور تمام معاملہ ایک ہی مجلس نکاح میں تکمیل پانا چاہیئے۔ اگر ایجاب ایک مجلس میں کہا جاوے تو قبول کا اظہار جو دوسری مجلس میں کیا جاوے نکاح کو جائز نہیں کر سکتا ؛

ہدایہ ۲۵ و ۲۶ بیلی صاحب ۱۰-۱۴- ایجاب کے معمولی الفاظ یہ ہیں۔ "میں تمہارے ساتھ نکاح کرتا ہوں" اور قبول کے الفاظ یہ ہیں: "میں رضامند ہوں" لیکن الفاظ ایسے ہونے چاہئیں جن سے مداومت معاہدہ پائی جاوے ؛

دفعات ۱۱۸ و ۱۳۴ - ایکٹ شہادت ہند معاہدہ نکاح سے متعلق نہیں۔ کیونکہ ایکٹ شہادت قانون ضابطہ ہے۔ حالانکہ قانون نکاح متعلقہ شرع محمدیؐ قانون اصلی ہے ؛

امام شافعی کے نزدیک دو مرد مسلمان گواہ ہونے چاہئیں۔ ایک مرد اور دو عورتوں کا ہونا کافی نہیں ہے ؛

شیعہ مذہب کے رو سے جواز نکاح کے واسطے دو گواہوں کا ہونا قطعاً ضروری نہیں۔ بیلی صاحب حصہ دوم-۴-

حنفی مذہب میں جیسا کہ صریح طور پر جواز نکاح کے لئے مذہبی رسوم کا ہونا لازمی ہے۔ ویسا شیعہ مذہب میں نہیں ؛

شیعہ مذہب میں دو قسم کے نکاح تسلیم کئے گئے ہیں۔ ایک باقاعدہ اور دائمی۔ دوسرا بے قاعدہ اور عارضی جسکو متعہ کہتے ہیں ؛

اگر ایک مسلمان کسی اہل کتاب عورت سے نکاح کرے تو اس صورت میں بجائے مسلمان گواہوں کے اگر دو اہل کتاب گواہان ہوں تو صحت نکاح کے لئے کافی ہے۔ (شرح وقایہ معہ عمدۃ الرعایہ نسخہ

عربی جلد ۲ صفحہ ۱۱) :

بمقدمہ بدل عورت بنام سرکار ۱۹۰۷ کلکتہ ۹ (صفحہ ۱۸ میں) مسٹر جسٹس امیر علی نے یہ رائے ظاہر فرمائی ہے کہ اگر جائز نکاح ہوتا تو ملا معہ دو ضروری گواہان اور وکلا کے جنہوں نے صیغہ پڑھا تھا موجود ہوتا۔ لیکن اس سے ان کا منشا یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جس نکاح میں موجودگی دو گواہان کے ایجاب قبول کانی طور پر ادا کئے گئے ہوں۔ صرف ملا کی غیر حاضری سے ایسا نکاح فاسد ہوگا۔ کیونکہ وہ اپنی کتاب شرع محمدی (جلد دوم) کے صفحہ ۲۸۲) میں فرماتے ہیں کہ جو نکاح بعد ایجاب وقبول دو گواہان کی موجودگی میں ہو وہ جائز ہے :

معاہدہ نکاح کے جواز کے لئے ضروری نہیں کہ کوئی تحریر ہو یا کوئی مذہبی رسوم ادا کی جاویں اگرچہ ان امور کا موجود ہونا اس امر کی شہادت ہے کہ دراصل نکاح ہوا :

معاہدہ نکاح جس میں مسلمان عورت اپنی آزادی مرضی سے رضامند نہ ہو اس کو پابند نہیں کرتا۔ پنجاب ریکارڈ نمبر ۳۲ ۱۹۰۹ء = ۱۱۸ پنجاب لاء رپورٹر ۱۹۰۹ء :

اگر عورت جس کے ساتھ نکاح کیا جائے ایسی عورت ہو جس کی پہلے شادی ہو چکی ہو تو قبول صریحاً ہونا چاہیے۔ لیکن اگر عورت کی شادی پہلی دفعہ ہو تو یہ ضروری نہیں ہے۔ اور صرف مسکرانا، ہنسنا یا خاموش رہنے سے قبول تصور کیا جاتا ہے " (شرع محمدی سید امیر علی صفحہ ۳۴۳)

لیکن ہدایہ جلد اول صفحہ ۷۰۹ و فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۴۰۸ میں درج ہے کہ اگر ہنسی بذاتہ یا تمسخرانہ ہو تو اس سے قبول تصور نہیں کیا جا سکتا۔ (شرع محمدی سید امیر علی صفحہ ۳۴۴) :

اسی طرح رد المحتار کے بموجب اگر ہنسی تحقیریہ ہو تو اس سے قبول متصور نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی اونچی آواز سے چلانا قبول کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر لڑکی آہستہ آواز سے رو دے تو یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ اُسے اپنے والدین سے علیحدگی کا افسوس ہے۔ (شرع محمدی سید امیر علی صفحہ ۳۴۲)

لیکن اگر باپ شادی سے پہلے اپنی لڑکی کو کہے کہ میں تمہارا نکاح کرنے لگا ہوں اور نہ ہی مہر کا ذکر کرے اور نہ ہی شوہر کا نام بتا دے اور لڑکی خاموش رہے تو اس صورت میں خاموشی بمنزلہ قبول نہیں ہے۔ اور اُسے اختیار ہے کہ بعد ازاں نکاح فسخ کرائے (فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۴۰۶) :

اگر بالغ لڑکی کی رضامندی سوائے باپ بھائی یا دادا و چچا کے کوئی دوسرا شخص حاصل کرے تو یہ صریح الفاظ میں ہونی چاہیے۔ (ہدایہ صفحہ ۹۶) :

منگنی یا سگائی کا اگرچہ ہندوستان میں رواج ہے۔ لیکن کوئی فریق قانوناً اس کا پابند نہیں ہو سکتا۔ اگر سگائی کی تکمیل عقد سے نہ کی جاوے اور صیغہ نہ پڑھا جاوے۔ تو اس کی تعمیل نہیں کرائی جا سکتی (شرع محمدی سید امیر علی صفحہ ۳۴۵):

شرع ملکی و شیعہ کے بموجب نکاح کا جواز گواہان کی موجودگی پر منحصر نہیں ہے۔ لیکن شرع شریعت حنفی کے بموجب گواہان کی موجودگی ضروری ہے۔ شریعت حنفیہ کے بموجب نہ صرف گواہان کی موجودگی ضروری ہے۔ بلکہ اُنہیں شرائط نکاح کا بھی علم ہونا چاہیئے۔ اور وہ اس قابل ہوں کہ جن اشخاص کی طرف سے ایجاب و قبول کیا گیا ہو اُن کی شناخت کر سکتے ہوں اگر عورت نے اپنے آپ کو ایسے طور پر پوشیدہ کیا ہوا ہو یا گھونگھٹ نکالا ہوا ہو کہ گواہان میں سے کوئی اُسکی شناخت نہ کر سکتا ہو اور نہ ہی یہ کہہ سکتا ہو کہ آیا اُس عورت نے یا کسی دوسری عورت نے جو کمرہ میں موجود ہو رضامندی دی تھی تو اُنکی شہادت قابل اعتبار نہ ہوگی۔ (شرح محمدی سید امیر علی صفحہ ۳۴۹)۔

گواہان کی موجودگی اس وقت ضروری ہے جبکہ معاہدہ کیا جائے اور ایجاب و قبول کے الفاظ بولے جائیں۔ دونوں گواہان کے لئے ضروری ہے کہ وہ دونوں فریقین کی طرف سے الفاظ ایجاب و قبول کو سنیں۔ اگر ایک گواہ ایک فریق کے الفاظ سنے اور دوسرے کے نہ سنے تو معاہدہ فاسد ہوگا (شرع محمدی سید امیر علی صفحہ ۳۵۰):

گواہان کے لئے چار امور ضروری ہیں۔ آزادی۔ عاقل پن۔ بلوغت۔ اور اسلام (شرع محمدی سید امیر علی صفحہ ۳۵۳):

۳۶۔ معاہدہ نکاح خود دولہا اور دولھن کے وکلا یا ان کے وکلا کی معرفت جیسی کہ صورت ہو تکمیل پا سکتا ہے۔ اور کارندوں کا فعل اپنے آقاؤں کو پابند کرتا ہے۔ اور مندرجہ ذیل قواعد نسبت نکاح قابل پابندی ہیں:-

(۱) ایک شخص دونوں فریقوں کا وکیل ہو سکتا ہے۔ اور ایک ہی طرح کے الفاظ سے دونوں کو پابند کر سکتا ہے۔

(۲) ضروری نہیں کہ کسی خاص عورت یا مرد کی جانب سے ایجاب و قبول کے واسطے خاص وکالت ہو۔ بلکہ کارندگی عام ہو سکتی ہے۔ اس طرح پر خواہ کسی عورت یا مرد کیساتھ جیسی کہ صورت ہو نکاح کیا جاوے۔ یا یہ کہ کسی ایسے مرد یا عورت سے نکاح کیا جائے جو خاص حلیہ کا ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ

(۱) جس وکیل کو عام طور پر اختیار دیا گیا ہو وہ مجاز نہیں کہ اپنے ساتھ یا اپنے وارڈ (یعنی جو شخص اس کے زیر ولایت ہو) کے ساتھ نکاح کر دے۔

(۲) عام اختیار سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ عورت کی جانب سے غیر مساوی نکاح کر دے۔ اور نہ وکیل کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ اپنے موکل مرد کا نکاح مناسب مہر سے زیادہ تعداد پر کر دے۔

(ہدایہ صفحہ ۴۲ تا ۴۴۔ بیلی صاحب صفحہ ۷۵ لغایت ۹۰)۔

اختیار کارندگی مطابق شرع محمدی اور ایکٹ معاہدہ ہند میں یہ فرق ہے کہ ایکٹ کی دفعہ ۲۱۵ کے رو سے اس امر کا بار ثبوت ذمہ مالک ہوتا ہے کہ معاملہ اس کے مضر ہے یا کسی امر کو بددیانتی سے مخفی رکھا گیا ہے اور مالک کو اختیار دیا گیا ہے کہ صراحتاً معاہدہ کو فسخ کر دے۔

اگر ایک شخص اپنے وکیل کو یہ ہدایت کرے کہ اس کا نکاح کسی گورے رنگ کی عورت سے کیا جائے اور وکیل اس کا نکاح کالے رنگ کی عورت سے کر دے تو ایسا معاہدہ نکاح جائز نہیں ہے۔ لیکن معاہدہ جائز ہوگا۔ اگر ہدایت ہو کہ کسی اندھی عورت سے نکاح کیا جاوے اور وکیل کسی آنکھوں والی عورت سے نکاح کرے (یعنی ایسی ہدایت کا مطلب یہ ہے کہ کسی عورت سے نکاح کر دیا جائے۔ خواہ وہ اندھی ہی ہو (ہدایہ ۴۳۔ بیلی ۷۸)۔

امام ابو حنیفہ کی رائے اس کے مخالف ہے۔ کہ ایک وکیل کے عام اختیار سے یہ مراد نہیں کہ وہ عورت کی جانب سے غیر مساوی نکاح کر دے۔

۳۷۔ جو نکاح بعدم حاضری گواہان کیا جاوے وہ فاسد ہوتا ہے۔ لیکن باطل نہیں ہوتا (بیلی صاحب صفحہ ۱۵۵)۔

ناجائز نکاح کی قانونی تاثیر کے متعلق دیکھو مد ۲۱۔

لیکن بمطابق شیعہ کے بموجب گواہان کی عدم موجودگی سے نکاح فاسد نہیں ہوتا (شرع محمدی سید امیر علی صفحہ ۳۲۵)۔

۳۸۔ نکاح کے جواز کے لئے ضروری ہے کہ عورت کسی دوسرے شخص کی زوجہ نہ ہو اور کہ مرد چار عورتوں کا خاوند نہ ہو۔ کیونکہ شرع محمدی کے رو سے کسی مسلمان کو اس سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت نہیں۔

ہدایہ ۱۰۳۔ بیلی صاحب ۳۰۔ ۱۵۴ جماعت چہارم۔

نکاح کے وقت شوہر و زوجہ کے مابین یہ اقرار کہ زوجہ کو اختیار ہوگا کہ جب وہ چاہے خاوند سے

طلاق حاصل کرے جائز ہے - بدر النسا بنام صفی اللہ - ۲ بنگال لار پورٹ ۲۴۴ - نیز دیکھو
بنوں بی بی بنام فیاض بخش - ۱۵ بنگال لا رپورٹ ضمیمہ ۵ -
چار عورتوں میں متنسہ والی زوجہ شامل نہیں -
شرع محمدی کے بموجب چار زندہ بیویوں کی موجودگی میں پانچویں بیوی کے ساتھ شادی
فاسد ہے مگر باطل نہیں - پنجاب ریکارڈ نمبر ۱ سنہ ۱۹۰۸ع) -
۳۹ - ایک عورت کے لیے جائز نہیں کہ اس کا ایک وقت میں ایک سے زیادہ شوہر ہو
بیلی صاحب ۱۴۴ - ۱۵ - ایک مرد کے لئے جائز نہیں کہ وہ دوسرے مرد کی زوجہ کے ساتھ نکاح
کرے بیلی صاحب ۳۰ -
۴۰ - جو نکاح کسی بیوہ یا مطلقہ عورت کے ساتھ کیا جاوے فاسد ہو گا - اگر میعاد عدت
کے گذرنے سے پہلے کیا جاوے جس میعاد کا گذرنا اس کے لئے بعد وفات خاوند یا طلاق لازمی
تشریح - اگر نکاح طلاق سے فسخ ہوا ہو تو میعاد عدت حائضہ عورت کے لئے تین حیض اور
دوسری عورتوں کے لئے تاریخ طلاق سے تین مہینے ہے - اگر شوہر فوت ہو جائے تو بیوہ
کے لئے چار ماہ دس یوم میعاد عدت ہے - لیکن اگر عورت حاملہ ہو تو بہر حال عدت
کی میعاد تا وضع حمل ہے -

ہدایہ ۱۲۸ و ۱۲۹ - بیلی ۳۸ - ۱۵۱ - ۳۵۲ - ۳۵۸ -
ایک مسلمان عورت کو طلاق ملا ہوا تھا - اور اوس نے بلا گذارنے عدت کے شادی دوسری
کر لی تو تجویز ہوا کہ ایسی شادی بموجب شرع محمدی کالعدم ہے - اور نالش جو خاوند سے زنا
شوئی کے لئے کی خارج ہوئی - ۱۲ پنجاب ریکارڈ سنہ ۱۸۸۱ع)
معمولی میعاد عدت برائے بیوہ بموجب شرع محمدی جو سینوں سے متعلق ہے چار ماہ
دس یوم ہے - معمولی میعاد برائے زوجہ مطلقہ جس کا عورت کو لحاظ رکھنا ہے تین
ماہ قمری ہیں (۳۸ پنجاب ریکارڈ سنہ ۱۸۸۸ع) -
ایک مسلمان مطلقہ عورت نے ایام عدت کے درمیان نکاح ثانی کر لیا قرار دیا گیا کہ نکاح ثانی
باطل ہے - (۳۴ پنجاب ریکارڈ فوجداری سنہ ۱۸۸۲ع) اور شوہر کی نالش اعادہ زناشوئی
خارج ہوئی (۱۳ پنجاب ریکارڈ سنہ ۱۸۷۳ع) -
جو نکاح بیوہ ایام عدت یعنی وفات شوہر اول سے ۴ ماہ ۱۰ یوم کے اندر کرلے وہ باطل ہے

باوجودیکہ وہ بوقت وفات نہ ہو اول حاملہ ہو اور بعد ازاں قبل از نکاح ثانی کے بچہ جس جگہ ہو۔ ۴۴ لاہور ۱۹۲

اگر برٹش انڈیا میں کوئی شخص خلاف احکام مذکورہ ۳۹ و ۴۰ نکاح کرے تو سات برس تک کی قید اور جرمانہ کا مستوجب ہوگا۔ (ملاحظہ ہو دفعہ ۴۹۴ تعزیرات ہند) اور جس شخص کے ساتھ نکاح کیا جاوے وہ بھی بموجب دفعہ ۱۰۹ تعزیرات ہند اعانت کا مرتکب ہوگا۔

یہ احکام بنقیض شرع محمدی ہیں (۱۱ ویکلی رپورٹر ۱۲۵)

یہ تجویز کیا گیا کہ دو اجناس کے مابین تعلق جس کا مدار نہ تو معاہدہ پر اور نہ ہی غلامی پر ہو زنا کاری ہے۔ ہدایہ کے بموجب ایسے جرم کی سزا موت ہے۔ اگر مجرم کا پہلے نکاح ہوا ہوا ہو اور اگر نکاح نہ ہوا تو سزا تازیانہ ہے۔

زمانہ حال کے معتزلہ فرقہ میں ایک سے زیادہ زوجہ قطعاً ممنوع ہے لیکن یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا یہ رواج کافی طور پر قائم ہو گیا ہے۔ اور عدالتیں اس کو تسلیم کر کے نفاذ دے سکتی ہیں۔ اور یہ امر بھی مشتبہ ہے کہ اگر کوئی شخص جو ایسے رواج کی موجودگی کو تسلیم کرتا ہے اپنی پہلی زوجہ کی حیات میں جس کو اس نے طلاق نہیں دیا دوسرا نکاح کرے تو کیا نتائج پیدا ہوں گے۔ بیوہ نے جو شادی قبل اختتام عدت کی ہے یہ ناجائز اور کالعدم ہے۔

اور محض یہ واقعہ کہ قبل انقضائے ایام عدت اوس نے وہ بچہ جن لیا تھا۔ جس سے یہ بوقت وفات خاوند خود حاملہ تھی۔ اس شادی کو جائز نہیں کرتا۔ جو قبل انقضائے عرصہ مذکور کی گئی تھی (پنجاب ریکارڈ نمبر ۹۷ بابت ۱۹۰۹ء)

حنفی فرقہ کے مسلمانوں میں خاوند اپنی طلاق دی ہوئی بیوی کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا جب تک کہ موخر الذکر دوسرے مرد کے ساتھ شادی کر کے بذریعہ موت یا طلاق اس سے جدا نہ کی گئی ہو۔ پنجاب ریکارڈ ۹۷ بابت ۱۹۰۸ء۔

۴۱ - (۱) ایک مسلمان مرد کسی اہل کتاب عورت مثلاً مسلمان۔ عیسائی۔ یا یہودی سے شادی کر سکتا ہے۔ لیکن بت پرست یا دشانہ آتش پرست کے ساتھ نہیں لیکن بت پرست دیا آتش پرست) عورت کے ساتھ نکاح (اگر آغاز سے بموجب شرع محمدی نہیں) باطل نہیں بلکہ صرف فاسد ہے۔

(۲) لیکن ایک مسلمان عورت کا نکاح کسی غیر مسلمان مرد کے ساتھ خواہ وہ اہل کتاب یعنی عیسائی ہو یا یہودی یا غیر اہل کتاب یعنی بت پرست یا آتش پرست محض فاسد ہے لیکن باطل نہیں۔

(ہدایہ ۴۰۔ بیلی ۴۰۔ ۲۴۲۔ ۱۵۱۔ ۱۵۴۔ کتاب سے مراد الہامی مذہب کی کتاب سے ہے۔ اہل کتاب سے مراد اوس شخص سے ہے جو کسی کتابی مذہب کا پیرو ہو۔ مثلاً عیسائی یا یہودی۔ پریوی کونسل کے بعد ایک مقدمہ میں یہ سوال پیدا ہوا تھا کہ آیا ایک بدھ مذہب کی پیروکار عورت اہل کتاب ہو سکتی ہے مگر اس کا کچھ فیصلہ نہیں کیا گیا تھا۔ دیکھو ۱۲ انڈین اپیل ۵۶۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۱۲ کلکتہ ۶۶۶۔ ۶۷۴۔ اوس مقدمہ میں محترم ججان پریوی کونسل نے اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ اون تمام صورتوں میں جن میں شرع محمدی کے مطابق غیر لقینی یا مذہبی اختلاف ایک سچے متعقد یعنی مسلمان کے ہمراہ نکاح کرنے کا مانع ہو ایسا نکاح جائز ہوگا اگر غیر مستحق مذہب اسلام کو قبول کرلے۔ اس مذہب کا قبول کرنا خواہ وہ بذریعہ تبدیلی مذہب کے ہو یا ادر طور پر نکاح سے قبل یا اوسکے موقعہ پر ہونا چاہیئے ۱۲ انڈین اپیل ۵۶۔ ۶۴۔ ۱۲ کلکتہ ۶۶۶۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔

اگر فریقین میں سے کوئی ایک عیسائی ہو تو نکاح بموجب ایکٹ نکاح عیسائیاں نمبر ۱۵ سنہ ۱۸۷۲ء ہونا چاہیئے ورنہ نکاح فاسد ہوگا۔ (دیکھو دفعہ ۴) ایکٹ مذکور اگر اون احکام کے بموجب نکاح کیا جاوے تو یہ جائز ہوگا۔ خواہ مسلمان مرد یا عورت کا نکاح عیسائی کے ہمراہ ہوا ہو لیکن اگر نکاح اس طریق میں نہ ہو بلکہ اسلامی دستور کے مطابق کیا جاوے تو ایسا نکاح جائز نہیں ہوگا۔ (۳۱۔ الہ آباد ۲۲۹)۔ لیکن چونکہ شرع محمدی کے بموجب عورت کا یہ فعل ارتداد سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے سوائے اغراض مندرجہ ایکٹ آزادی مذہب مجریہ سنہ ۱۸۵۰ء کسی اور غرض کے لئے عدالتیں اس عورت کو مسلمان تسلیم نہ کریں گی۔

جن حالتوں میں سنیوں کے درمیان اختلاف مذہب دائمی نکاح کا مانع نہیں ان حالتوں میں شیعوں کے درمیان نکاح متعہ کا بھی مانع نہیں۔ یعنی شیعہ مرد کتابی عورت سے متعہ کر سکتا ہے لیکن شیعہ عورت ایسے مرد سے متعہ نہیں کر سکتی جو اس کے ہم مناسب اور ہم موقعہ نہ ہو۔ اور شیعوں کے نزدیک صرف یہودی اور عیسائی ہی کتابی نہیں بلکہ آتش پرست بھی کتابی ہیں شیعہ پارسی عورت سے متعہ کر سکتا ہے۔

بموجب شریعت شیعہ کے ایک مسلمان عورت غیر مسلمان مرد سے جائز نکاح نہیں کرسکتی اور نہ ہی شیعہ مرد اوس عورت سے نکاح کرسکتا ہے جو اہل کتاب نہ ہو۔ لیکن اہل کتاب عورت کی حالت میں اثنائے عشریہ کی رائے کے بموجب اس کے ساتھ صرف نکاح متعہ ہی کیا جاسکتا ہے۔ بیلی صاحب حصہ دوم ۲۹۔ ٹائپ پی۔ ۳۱۔

کم از کم اخباری مسلک کے بموجب کسی شیعہ مرد یا عورت کا نکاح ایسی عورت یا مرد سے منع ہے جو شیعہ نہ ہو نہ سنی مسلمانوں اور کافروں کے درمیان اور نہ مجوسی اور کتابی میں کوئی فرق کیا گیا ہے۔

ایک شیعہ مسلمان عورت ایک عیسائی مرد کے ساتھ رسوم الاسلام کے مطابق جائز نکاح نہیں کرسکتی (۱۹۱۰ الہ آباد ۵۷ س)۔

سُنی مسلمان شیعہ عورت سے شادی کرسکتا ہے۔ (دفعہ ۱۰ تمثیل ڈائجسٹ پنجاب سول لا آنریبل ڈاکٹر رائیگن صاحب)۔

سُنی عورت شیعہ کے ساتھ ازدواج کرنے سے قانون شیعہ کی پابند نہیں ہوجاتی (۲۸ الہ آباد ۲۰۵)۔

بموجب شرع محمدی کے زوجین میں سے کسی ایک کا اسلام سے مرتد ہوجانا فی الفور بغیر کسی جوڈیشل ڈگری کے عقد نکاح کو توڑ دیتا ہے (۴۲ پنجاب ریکارڈ ۱۸۷۶ء۔ ۱۳۲ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۱ء۔ ۱۶ پنجاب ریکارڈ ۱۸۹۹ء)

اگر عورت بوقت وفات خاوند حاملہ ہو تو وہ وضع حمل سے پہلے شادی ثانی جائز طور پر نہیں کرسکتی۔ اور نہ ہی میعاد عدت "یعنی ۴ ماہ ۱۰ یوم گذرنے سے پہلے کرسکتی ہے اگر میعاد مذکور کے گذرنے سے پہلے وضع حمل ہوجائے تو بھی میعاد مذکور کا گذارنا لازم ہے۔ (پنجاب لا رپورٹر نمبر ۷۴ ۱۹۰۹ء)۔

۲۴۔ قرابت نسبی کی بنا پر رشتہ داران ذیل سے نکاح منع ہے:۔

(۱) ماں یا دادی سے (سلسلہ متصاعدہ میں)

(۲) دختر یا پوتی یا نواسی سے ایسے سلسلہ متنزلہ میں اور ہمشیرہ حقیقی علاتی و اخیافی سے

(۳) بھتیجی و بھانجی سے اسی سلسلہ متنزلہ میں۔

(۴) پھوپی و خالہ سے خواہ پدری ہوں یا مادری اسی سلسلہ متصاعدہ میں۔

جس عورت کے ساتھ نکاح کا کیا جانا قرابت نسبی کی بناء پر ممنوع ہو۔ اوس کے ساتھ نکاح باطل ہے۔

(ہدایہ ۷۲۔ بیلی ۴۲)

بیلی صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۱۹۵ میں رائے ظاہر فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنے علاتی سوتیلے بھائی کی اخیافی سوتیلی بہن سے نکاح کر سکتا ہے کیونکہ اس صورت میں کوئی خاص قرابت نسبی نہیں ہے۔

۴۳۔ مصاہرت کی بناء پر مندرجہ ذیل عورتوں سے نکاح منع ہے:۔

(۱) ناکح کی اپنی زوجہ کی ماں یا دادی سے اسی سلسلہ متصاعدہ میں۔

(۲) ناکح کی اپنی زوجہ کی دختر یا پوتی یا نواسی سے اسی سلسلہ متنزلہ میں۔

(۳) ناکح کے اپنے باپ یا دادا کی زوجہ سے اسی سلسلہ متصاعدہ میں۔ اور

(۴) ناکح کے اپنے بیٹے یا پوتے یا نواسے کی زوجہ سے (اسی سلسلہ متنزلہ میں)

جس عورت کے ساتھ نکاح کا کیا جانا بوجہ مصاہرت کے ممنوع ہے اوس کے ساتھ نکاح باطل ہے۔

ہدایہ ۷۰۔ بیلی ۴۲۔ ۲۹۔ ۱۵۴۔

اس مد میں زوجہ کے لفظ میں بیوہ اور متوفی کی زوجہ اور مطلقہ زوجہ بھی شامل ہے اور نیز اس لفظ میں ایسی عورت بھی شامل ہے جس کے اور اس مرد کے درمیان جس کی مصاہرت زیر بحث ہے کسی وقت ناجائز تعلق ہم بستری رہا ہو۔ یا ناجائز بے تکلفی رہی ہو۔ لیکن اس لفظ میں ایسی عورت شامل نہیں جس کا پہلا نکاح فاسد تھا۔ اور ہم بستری نہیں ہوئی تھی۔ مد ہذا و دیگر اغراض کے لئے خلوت صحیحہ ہم بستری کے مساوی ہے۔ (ولسن صاحب صفحہ ۱۱۶)

خلوت صحیحہ سے مراد ہے مرد اور عورت کا ایسے حالات میں یکجا تنہا جمع ہونا کہ ان کے زفاف یا وطی کے لئے کوئی امر شرعی یا جسمانی یا رواجی مانع نہ ہو۔

۴۴۔ مرد اوس عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے ممنوع ہے۔ جس کے ساتھ حمل رضاعت کی وجہ سے اس کا ایسا رشتہ ہو کہ اگر وہ حمل بید الشئی ہوتا تو وہ عورت اس مرد کی نسبی ممنوعہ درجوں میں سے ہوتی۔ اور بعض رضاعی رشتوں میں نکاح

جائز ہے۔ مثلاً بہن کی مادر رضاعی۔ رضاعی بہن کی ماں سے۔ رضاعی پسر کی بہن۔ رضاعی بھائی کی بہن۔ جس عورت کے ساتھ نکاح کا کیا جانا بوجہ حمل رضاعت کے ممنوع ہے اوس کے ساتھ نکاح باطل ہے۔

ہدایہ ۶۸-۶۹۔ بیلی ۳۰-۱۵۴-۱۹۴۔

حقیقی بھائی یا بہن کی حقیقی ماں سے نکاح منع ہے اس وجہ سے کہ وہ اس کی ماں یا سوتیلی ماں ہے۔ لیکن بہن کی مادر رضاعی سے نکاح منع نہیں۔ خواہ وہ بہن کی مادر رضاعی ہو یا رضاعی بہن کی ماں ہو یا رضاعی بہن کی رضاعی ماں ہو۔ قیاس چاہتا ہے کہ بھائی کی رضاعی ماں یا رضاعی بھائی کی ماں یا رضاعی بھائی کی رضاعی ماں بھی منع نہیں ہوگی۔

حقیقی بیٹے کی حقیقی بہن بھی منع ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ دختر یا سوتیلی دختر ہے لیکن مرد کو جائز ہے کہ اپنے بیٹے کی رضاعی بہن یا رضاعی بیٹے کی بہن یا رضاعی بیٹے کی رضاعی بہن سے نکاح کرے۔

اس غرض کے لئے دو شخصوں کے درمیان قرابت رضاعت قائم ہو اور اس سبب سے ان کی مناکحت منع ہو یہ ضروری ہے کہ دونوں اشخاص کی شیرخوارگی یا ایک کی شیرخوارگی اور دوسرے کی پیدائش (جیسی کہ صورت ہو) دو یا اڑھائی سال کے ایک ہی عرصہ کے اندر واقعہ ہوئی ہو۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ مدت جس کے اندر دو بچوں کی شیرخوارگی یا ایک کی شیرخوارگی اور دوسرے کی ولادت ہونی چاہیئے ٹھیک اڑھائی سال ہے۔ لیکن امام شافعی کے نزدیک دو سال اور امام شافعی کی رائے کے ساتھ امام ابوحنیفہ کے دونوں شاگردوں کی رائے کا اتفاق ہے۔ (ہدایہ صفحہ ۶۸۔ اور بیلی صاحب جلد ۲ صفحہ ۱۵-۱۶)۔

شیعہ مذہب کے مطابق رشتہ رضاعت کے قائم کرنے اور مناکحت کے ممنوع قرار دینے کے لئے شیرخوارگی کا فعل صرف ایک دفعہ ہی ہونا کافی نہیں بلکہ کم از کم پندرہ دفعہ یا ایک دن اور ایک رات شیرخوارگی ہونی چاہیئے۔

۴۵۔ مرد ایسی دو عورتوں کو بھی ایک وقت میں زوجہ بنانے سے ممنوع ہے

جن کا آپس میں ایسا رشتہ ہو کہ اگر ان میں سے ایک جنس ذکور میں سے ہوتی تو اون کے درمیان مناکحت ممنوع ہوتی لیکن اس امر کی نسبت اختلاف رائے ہے کہ آیا ایسی صورت میں زوجہ ثانی کے ساتھ نکاح باطل ہے یا فاسد ہائی کورٹ کلکتہ نے قرار دیا ہے کہ ایسا نکاح باطل ہے ۲۳ کلکتہ ۱۳۰ ۔ مگر ہائی کورٹ بمبئی نے قرار دیا ہے کہ وہ فاسد ہے ۔ ۱۴ بمبئی ۴۸۵ ۔

ہدایہ ۲۸ و ۷۹ ۔ بیلی صاحب صفحہ ۱۳۱ ۔ ۱۵۳ ۔

ایک مرد اپنی زوجہ کا حین حیات میں زوجہ کی بہن سے نکاح نہیں کر سکتا ۔ ایسے ازدواج کی اولاد ولد الحرام ہوتی ہے ۔ اور وارث نہیں ہو سکتی ۔ ۲۳ کلکتہ ۱۳۰ مگر ہائی کورٹ بمبئی کی رائے میں ایسا نکاح صرف فاسد ہے اور اوس کی اولاد ولد الحرام نہیں ہے ۔ لیکن مرد اپنی متوفیہ یا مطلقہ زوجہ کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے ۔ بیلی صاحب ۳۳ ۔

۲۶۴ ۔ (۱) جو نکاح جائز نہیں ہے وہ یا تو باطل ہے یا فاسد ۔

(۲) باطل نکاح وہ ہے جو بذات خود خلاف قانون ہو ۔ اور جہانکہ نکاح کی ممانعت دوامی اور قطعی ہو ۔ اس لئے جس عورت کے ساتھ نکاح بر بناء قرابت نسبی یا مصاہرت یا حلِ رضاعت کے ممنوع ہے اس کے ہمراہ نکاح باطل ہے ۔ کیونکہ ایسی عورت کے ہمراہ نکاح کی ممانعت دوامی اور قطعی ہے ۔

(۳) فاسد نکاح وہ ہے جو بذات خود ناجائز نہیں ہے مگر بوجہ دیگر ناجائز ہے ۔ مثلاً جہانکہ ممانعت عارضی یا بوجہ تعلق کے ہو یا جبکہ ناجوازیت کسی اتفاقیہ حالت سے پیدا ہوتی ہو ۔ جیساکہ گواہان کی عدم موجودگی کی وجہ سے ۔ پس مندرجہ ذیل قسم کے نکاح فاسد ہیں :۔

(الف) جو نکاح گواہان کی عدم موجودگی میں کیا جاوے ۔

(ب) اوس شخص کا نکاح جس کے ہاں چار زوجگان موجود ہوں پانچویں زوجہ کے ہمراہ

(ج) اوس عورت کے ساتھ نکاح جو کسی دوسرے شخص کی بیوی ہو ۔

(د) اوس عورت کے ہمراہ نکاح جو مدت عدت گذار رہی ہو ۔

(ہ) ایسا نکاح جو بوجہ تفاوت مذاہب کے ممنوع ہے ۔

(ی) اوس عورت کے ساتھ نکاح جسکا زوجہ کے ساتھ ایسا رشتہ ہو کہ اگر اون میں سے ایک جنس ذکور میں ہوتی تو اون کے درمیان مناکحت ممنوع ہوتی۔
مذکورہ بالا قسم کے نکاح فاسد کیوں ہیں اور باطل کیوں نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ قسم (الف) میں ممانعت اتفاقیہ حالت سے پیدا ہوتی ہے۔ قسم (ب) میں مرد چار عورتوں میں سے ایک کو طلاق دیکر محبتہ کو دور کر سکتا ہے۔ قسم (ج) میں محبت عورت کے پہلے خاوند کے اوسے طلاق دینے سے دور ہو سکتی ہے۔ قسم (د) میں مدت عدت کے گذر جانے پر رکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ قسم (ی) میں اعتراض عورت کے مسلمان۔ عیسائی یا یہودی مذہب اختیار کرنے سے یا مرد کے مذہب اسلام اختیار کرنے سے دور ہو سکتا ہے۔ اور قسم (ی) میں مرد اوس عورت کو جو نئی زوجہ کے ساتھ رشتہ ممنوعہ رکھتی ہو طلاق دیکر عذر کو دور کر سکتا ہے۔ مثلاً اگر ایک مرد کی دو زوجہ الف و ب ہوں اور وہ ج کے ساتھ نکاح کرے جو الف کی ہمشیرہ ہو تو وہ الف کو طلاق دیکر ج کو اپنے لئے حلال کر سکتا ہے۔
بیلی صاحب صفحہ ۱۵۰ - ۱۵۵۔
امام ابو حنیفہ باطل و فاسد نکاح کے درمیان مندرجہ بالا تمیز کو تسلیم نہیں کرتا۔ بلکہ اس تمیز کو اوس کے دونوں شاگرد ابو یوسف و امام محمد تسلیم کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے بموجب کوئی نکاح باطل نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ایسی عورت کے ساتھ بھی جس کے ہمراہ نکاح بوجہ قرابت نسبی مصاہرت و حمل رضاعت کے نکاح ممنوع ہے۔ کیونکہ اوسکے قول کے بموجب "آدم کی تمام بیٹیاں اولاد پیدا کرنے کے قابل ہیں جو نکاح کی اصل غرض ہے اسلئے وہ معاہدہ مذکور (یعنی معاہدہ نکاح) کے قابل ہیں۔ بیلی صاحب صفحہ ۱۵ و ۱۵۴ و ۱۵۵۔ امام ابو حنیفہ کی رائے میں اوس عورت کے ساتھ جسکے ہمراہ نکاح بوجہ قرابت نسبی۔ صراحت یا حمل رضاعت کے ممنوع ہے نکاح صرف فاسد ہے جسکا نتیجہ یہ ہو کہ ایسے نکاح سے جو اولاد تولد ہو وہ جائز ہوگی اور اپنے باپ کی جائداد کی وارث ہوگی۔ دیکھو بیلی صاحب ۱۵۰۔ مگر امام ابو حنیفہ کی رائے کی پیروی عدالت ہائے برٹش ہند میں کی جانی ممکن نہیں۔
شرع شیعہ میں فاسد اور باطل نکاح کے درمیان کسی تمیز کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اس شرع کے بموجب نکاح یا تو صحیح ہوتا ہے یا باطل۔ جو نکاح مطابق شرع اہل

سنت کو فاسد ہیں وہ شریعت اہل شیعہ کے بموجب باطل ہیں -

۴۷ - نکاح صحیح سے عورت کو جو حقوق حاصل ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

(الف) حق مہر -

(ب) حق گذارہ -

(ج) شوہر کے گھر میں سکونت رکھنے کا حق -

اور عورت کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے خاوند کی عفت مآب زوجہ بنی ر[illegible]
اور اوس سے مباشرت کرنے دے - ایسے نکاح سے ہر دو فریقین کے درمیان [illegible]
زوجہ ممنوع قائم ہوتا ہے - اور ہر دو فریقین کو مساوی حقوق جانشینی حاصل ہوتے
ہیں - لیکن شوہر کو اپنی زوجہ کی جائداد کے متعلق کوئی حق حاصل نہیں ہوتا -

بیلی صاحب ۱۳۱ - ۲۱ بمبئی ۷۷ و ۴۸ -

جائز نکاح کے واسطے مسلمانوں میں ہم بستری ضروری نہیں ہے - (تشریح دفعہ ۱۷
قانون دیوانی پنجاب آنریبل ڈاکٹر راٹیگن صاحب)

۴۸ - جو نکاح کہ باطل ہے - اوس کی وجہ سے فریقین کے نہ تو کوئی حقوق پیدا
ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی پر کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے - باطل نکاح کی اولاد
ولد الحرام ہوتی ہے -

بیلی صاحب صفحہ ۱۵۶ -

۴۹ - (۱) فاسد نکاح کی ہم بستری سے قبل کوئی قانونی تاثیر نہیں ہوتی -

(۲) لیکن اگر ہم بستری واقعہ ہو تو عورت کو حق مہر معجل یا غیر معجل کا جس کی رقم
کم ہو حق حاصل ہو جاتا ہے - اور جو اولاد ایسے نکاح کے دوران میں تولد ہو یا حمل میں
آوے وہ ایسی ہی ولد الحلال ہوتی ہے جیسی کہ صحیح نکاح کی -

لیکن فاسد نکاح کے فریقین کے درمیان ہم بستری کے بعد فریقین کو . . .
ایک دوسرے کی جانشینی کا کوئی حق حاصل نہیں ہوتا -

(۳) فاسد نکاح کو کوئی ایک فریق ایک ہی حکم سے فسخ کر سکتا ہے -

(۴) عورت کیلئے لازم ہے کہ عدت طلاق کو ملحوظ رکھے مگر عدت وفات کا رکھنا اوس کو لازمی
نہیں ہے - بیلی صاحب صفحہ ۱۵۷ - ۱۵۸ - ۴۹۴ -

۵۰ - (۱) جبکہ مرد اور عورت کے مابین مدت تک اور مسلسل بطور شوہر و زوجہ کے باہم محبت ہوتی رہی ہو تو گواہان کی شہادت کے بغیر نکاح کا قیاس کیا جاویگا۔ اگرچہ مدت تک مباشرت سے نکاح کا قیاس پیدا ہوتا ہے مگر یہ قیاس زبردست نہیں اور یہ اوس صورت میں حاوی نہیں ہوتا۔ جبکہ عورت اپنے بیان کردہ شوہر کے گھر لائے جانے سے قبل فاحشہ تھی۔ قیاس ہذا کی تردید اس امر کے ثابت کرنے سے کی جاسکتی ہے کہ فریقین کا رویہ شوہر و زوجہ کے تعلق کے متضاد ہے۔

(۲) نکاح اس اقبال سے بھی قیاس کیا جاسکتا ہے جو کسی فریق نے بدین مضمون کیا ہو کہ اوس کا نکاح دوسرے فریق کے ہمراہ ہوا تھا۔ اور اوس اقبالی کو دوسرے فریق نے قبول کیا ہو۔ اور اوس صورت سے کہ نکاح بوجہ اون اسباب کے جن کا ذکر مدات ۸۳ تا ۵۴ میں کیا گیا ہے ناجائز ہو۔

(۳) جہانتک ایک مرد نے ایک بچہ کی ولدیت کو تسلیم کیا ہو۔ یہ قیاس کیا جاوے گا کہ اوس مرد کا اوس بچہ کی ماں کے ساتھ جائز نکاح ہوا تھا۔ سوائے اوس حالت کے کہ اون کے درمیان نکاح ہونے کے متعلق کوئی ایسی ناقابل گذر رکاوٹ ہو جسکا ذکر مدات ۸۳ تا ۵۴ میں کیا گیا ہے۔

میگناٹن صفحہ ۵۸ - ۲ - ۱۵۲ - ۳ مورز انڈین اپیل ۲۹۵ - ۸ مورز انڈین اپیل ۱۳۶
۳۷ انڈین اپیل ۱۰۵ - ۱۰۹ - ۲۳ الہ آباد ۳۴۵ - ۳۵۰ - ۱۱ مورز انڈین اپیل ۹۴
۲۱ انڈین اپیل ۵۶ - ۶۵ - ۲۱ کلکتہ ۶۶ - ۶۷ - ۴ - ۲۳ - انڈین اپیل ۹۰
تاریخ ویسٹ پراونس رپورٹ ۷۷ - ۱ ایکٹ شہادت ہند کی دفعہ ۵۰ ملاحظہ طلب ہے
بیلی صاحب صفحہ ۴۱۲ - بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۵ - ۱۱ - مورز انڈین اپیل ۱۷۷
۱۸۳ - ۱۹۴ - ۸ - ۴ انڈین اپیل ۴ ۱۱ - ۱۲۰ - ۱۲۱ - ۳ - ۲ بمبئی لا رپورٹر ۶۳۶
۶۴۲ - ۶۴۳ -
بیلی صاحب صفحہ ۴۰۸ -
۳ - انڈین اپیل ۲۹۱ - ۳۱۱ - ۳۱۲ - ۲ - کلکتہ ۱۸۶ - ۱۸۹ - ۲۰۰ - ۵ - ۴ - انڈین اپیل ۷۸ - ۸۱ - ۸۲ - ۴ - ۵ کلکتہ ۸۷۸ - ۸۸۹ - ۸۹۰ -

جس صورت مین ایک بیٹے کو اوس کا باپ اور تمام ارکان خاندان برابر جائز بیٹا سمجھتے

ہوں تو از روے شرع محمدی یہ قیاس پیدا ہوتا ہے کہ پسر مذکور کی ماں اوس کے باپ کی بیوی تھی - ۱۷ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۲ء -

۵۱ - شریعت اہل شیعہ دو قسم کے نکاح کو تسلیم کرتی ہے - (۱) مستقل نکاح (۲) عارضی نکاح یا متاع -

(۲) ایک شیعہ مرد کسی عورت کے ساتھ جو مذہب محمدی - عیسائی یا یہودی کی پیرو ہو متاع کر سکتا ہے - لیکن آتش پرست عورت کے ساتھ بھی کر سکتا ہے - لیکن کسی دوسرے مذہب کی پیرو کار عورت کے ہمراہ متاع نہیں کر سکتا - لیکن ایک شیعہ عورت کسی غیر شیعہ مرد کے ساتھ متاع نہیں کر سکتی -

بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۲۹ - ۴۰ -

(۳) نکاح متاع کی جوازیت کے لئے ضروری ہے کہ (۱) مباشرت کی مدت قائم کر لی جاوے ایسی مدت ایک یوم ہو یا ایک ماہ یا ایک سال یا کئی ایک سال - (۲) کچھ حق مہر مقرر کیا جاوے جہانتک مدت اور مہر مقرر کیا جاوے معاہدہ جائز ہے - لیکن اگر مدت مقرر کی جاوے مگر مہر کی رقم مقرر نہ کی جاوے تو معاہدہ باطل ہے - اور اگر مہر کی رقم مقرر کیجاوے مگر مدت تخصیص نہ کیجاوے تو معاہدہ اگرچہ بطور متاع کے باطل ہے مگر بطور مستقل نکاح کے عمل میں آسکتا ہے -

بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۹ ۲ و ۴۰ -

بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۴۲ -

بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۴۱ -

(۴) نکاح متاع سے مندرجہ ذیل نتائج پیدا ہوتے ہیں -

(الف) نکاح متاع سے زوجہ کو اپنے خاوند کی جائداد پر کوئی حق یا دعوے پیدا نہیں ہوتا - مگر جو اولاد ایسے نکاح کی موجودگی میں پیدا ہو وہ ولد الحلال ہوتی ہے - اور اپنے باپ کی جائداد کی وارث ہوتی ہے -

(بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۴۴ - ۱۷ بمبئی لا رپورٹر ۱۳ (پریوی کونسل)

(ب) جہانتک ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان مباشرت نکاح متاع سے شروع ہو - مگر جس مدت کے لئے نکاح مذکور کیا گیا ہو اوس کی نسبت کوئی شہادت موجود نہ ہو - اور اون میں مباشرت جاری رہے تو کسی مخالف شہادت کی عدم موجودگی

میں یہ قیاس کیا جاویگا کہ مباشرت کی کل مدت میں متاع موجود تھا۔ اور کہ جو بچہ اوس مدت میں تولد ہوئے وہ ولد الحلال تھے۔ اور اپنے باپ کی جائداد کے وارث ہونگے۔

(۱۷ ابمبئی لاء رپورٹر ۱۳۱ جس میں کہ مباشرت دس سال تک رہی تھی)۔

(ج) نکاح متاع مدت کے گذرنے پر خود بخود فسخ ہوجاتا ہے۔ نکاح متاع کی صورت میں کسی طلاق کے حق کو تسلیم نہیں کیا جاتا لیکن خاوند کو مجاز ہے کہ مدت مقررہ کے انقضاء سے قبل یہ مدت بحق زوجہ کرنے سے معاہدہ نکاح کو فسخ کردے۔

(بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۳۴۳ - ۳۴۴ کلکتہ ۲۷۶)۔

(د) اگر نکاح متاع میں ہم بستری نہ ہوئی ہو تو زوجہ نصف مہر کی مستحق ہوگی۔ مگر ہم بستری کے ہونے کی صورت میں وہ جملہ حق مہر کی مستحق ہوگی۔ اور خاوند ہبہ مدت کرنے سے معاہدہ کو فسخ کردے۔ اگر عورت انقضائے مدت سے قبل خاوند کو چھوڑ کر چلی جاوے تو خاوند مجاز ہے کہ رقم مہر میں سے بالتناسب رقم مجرائی کرلے۔

(بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۳۴۱ - ۳۴۴ کلکتہ ۲۷۶ - ۳۴ ۲۸ - ۸۵ ۷)۔

(ہ) جس عورت کا نکاح بطور متاع کے ہوا ہو وہ بموجب شریعت شیعہ کے کفاف گذارہ کی مستحق نہیں ہے۔

(بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۹۷)

ہائیکورٹ کلکتہ نے ۸ کلکتہ ۷۳۶ میں قرار دیا ہے کہ متاع شدہ عورت بوجہ زوجہ ہونے کے بموجب دفعہ ۴۸۸ مجموعہ ضابطہ فوجداری گذارہ کی مستحق ہوگی مگر یہ سند درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ شریعت الاسلام کے مطابق لفظ زوجہ عورت پر واقعی حاوی نہیں رہتا جس کے ساتھ نکاح متاع کیا جاوے۔ بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۳۴۴ شرع اہل سنت نکاح متاع کو بالکل تسلیم نہیں کرتی بیلی صاحب صفحہ ۱۸۔

ضمن (۱) میں لفظ استقلال صرف بطور مترادف لفظ عارضی کے استعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ کسی مسلمان کا نکاح خواہ وہ اہل سنت ہو یا اہل شیعہ ایسا استقلال نہیں ہے جیسا کہ ایک عیسائی یا پارسی کا ہوتا ہے۔ کیونکہ خاوند جس وقت چاہے عورت کو طلاق دے سکتا ہے۔

۵۲- صحیح العقل بالغ مرد یا عورت کو اختیار ہے کہ کسی ولی کے بلا توسط نکاح کرے

لیکن شاید ایسے نکاح کو جو جائز طور پر بالغ عورت نے کیا ہو۔ ولیوں کی درخواست پر (یعنی ایسے رشتہ داروں کی تحریک پر جو عورت کے نابالغ ہونے کی صورت میں اس کے ولی ہوتے) عدالت دیوانی فسخ کر سکتی ہے۔ یا اوس کو فسخ کرنا چاہیئے جب کہ وہ یہ ثابت کریں کہ خاوند اس قدر کم حیثیت ہے کہ اس سے خاندان کے اعتبار یا مفاد کو ضرر پہونچتا ہے۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں معلوم ہوتا کہ ایسی وجوہات پر ولی خود بخود بلا حصول حکم عدالت نکاح کو فسخ نہیں کر سکتا۔ عورت کا مرد کی نسبت کم حیثیت ہونا کسی طرح سے مانع نکاح نہیں ہے۔

بیلی ۔ ۵۱ ۔

بمقدمہ اصغر علی بنام محبت علی ۲۲ ویکلی رپورٹر صفحہ ۴۳۰۔ ایک مسلمان لڑکی کے باپ نے اس کو نابالغہ ظاہر کر کے مدعی کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔ مدعی نے حقوق زناشوئی کا دعوی کیا لیکن اس وجہ سے ناکام رہا کہ لڑکی نا بالغہ تھی۔ اور نکاح پر رضامند نہ ہوئی تھی۔ بعدہٗ مدعی نے لڑکی کے باپ پر ظاہرا خلاف ورزی معاہدہ کی بابت نالش کی قرار دیا گیا کہ ایسی نالش میں وہ زوجہ سے محروم رہنے کے عوض میں ہرجانہ وصول کر سکتا ہے۔ لیکن گو ان تحائف کی قیمت جو اسنے دلہن اور اس کے کنبہ کو دئے بطور مہر ہرجانہ بابت خلاف ورزی معاہدہ وصول نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر فریب ثابت ہو اور ظاہر ہو کہ تحائف باہمی معاملہ اور راہ و رسم کا قدرتی نتیجہ تھے تو وہ ایسا ہرجانہ وصول کر سکتا ہے۔ جو بروے حالات ثابت ہو۔ اصل اصول شرع محمدی کا ہدایہ صفحہ ۴۴ پر اس طرح درج ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے سے کم حیثیت مرد کے ساتھ نکاح کرے تو ولیوں کو حق ہے کہ بے عزتی کو رفع کرنے کے لئے اون کو علیحدہ علیحدہ کر دیں لیکن بیلی صاحب نے اپنی شرح محمدی صفحہ ۶۷ میں بحوالہ فتاوائے عالم گیری کہا ہے کہ غیر کفو ہونے کی بناء پر علیحدگی صرف عورت کے حکم سے ہو سکتی ہے۔ شرع محمدی سید امیر علی میں بحوالہ فتاوائے عالم گیری مرقوم ہے۔ کہ اسلام اور آزادی کے سوائے کسی اور امر میں مساوات کا لحاظ سوائے عرب کے کسی دوسرے ملک میں ہمیشہ ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ بمقدمہ محمدی بنام بہرام آگرہ جلد (۱) صفحہ ۱۳۰ قرار دیا گیا کہ اگر باپ کی بلا رضامندی نکاح ہوا ہو تو اس کو اختیار ہے کہ دولہا کے غیر کفو ہونے کی بناء پر نکاح

کو فسخ کردے۔ خواہ لڑکی کی ماں اور بھائی نے رضامندی دیدی ہو۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ عورت مرد کے برابر کی حیثیت کی ہو۔ کیونکہ مرد کسی کم حیثیت عورت سے ہم بستری کرنے سے کم حیثیت نہیں ہو جاتا۔ (ہدایہ ۴۰)

عام رواج یہ ہے کہ باپ یا کوئی دیگر رشتہ دار ولی پہلے معاہدہ نکاح کرلیتا ہے۔ اور پھر بعد ازاں لڑکی کی رضامندی حاصل کرتا ہے۔ (ولسن ۱۰۷)

خاموشی بمنزلہ رضامندی کے ہے۔ الا اوس صورت میں کہ ولی تایا چچا سے دور کا رشتہ دار ہو۔ مزید براں اگر رضامندی بوجہ ناواقفیت قانون جس سے لڑکی کو حق انکار حاصل ہے۔ دیجائے تو ایسی رضامندی بھی قابل پابندی ہے۔ (ہدایہ ۳۵)

لیکن بالغ عورت کی حالت میں جو باکرہ نہ ہو صریحاً رضامندی ضروری ہے۔

بمقدمہ عبداللطیف خاں۔ ۱۳ الہ آباد ۳۴۳۔ یہ قرار دیا گیا کہ اگر کسی غلط بیانی یا دھوکہ سے رضامندی حاصل کی گئی ہو تو نکاح جائز ہے۔ الا اس صورت میں جب کہ اصل حالات کا اس فریق کو جس کے ساتھ دھوکا کیا گیا ہو علم ہو جاوے۔ وہ اپنی رضامندی کا اظہار کردے اس مقدمہ میں دلہن کے باپ نے اس امر کو ظاہر نہیں کیا تھا کہ لڑکی ایسی مرض میں مبتلا تھی جس کی وجہ سے مباشرت ناممکن تھی۔ اور جس مرض سے وہ فوت ہوئی۔

امام شافعی کے نزدیک بالغہ لڑکی اپنا نکاح خود نہیں کرسکتی۔ اس کا باپ یا باپ کی عدم موجودگی میں اس کا دادا لڑکی کی رضامندی یا بلا رضامندی نکاح کرسکتا ہے (امبلی ۲۳۶)۔

ناکح کا کم حیثیت ہونا شیعہ مذہب میں وجہ فسخ نکاح نہیں۔

۵۳ - اور معاہدوں کی طرح معاہدہ نکاح بھی اگر وکیل کو اختیار نہ ہو (ایسے شخص کو فضولی کہتے ہیں)، تو اس شخص کی منظوری مابعد سے جائز ہو جاتا ہے۔ جس کو اس نے اپنا موکل ظاہر کیا تھا۔ لیکن اگر وکیل کے عدم اختیار کے سوا کسی اور وجہ سے جو اس وقت موجود تھی۔ نکاح باطل ہو تو منظوری مابعد سے نکاح جائز نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ سقم جس کی وجہ سے نکاح باطل تھا بعد ازاں دور ہو جائے۔

(بیلی ۸۵ تا ۸۸)

تمثیل - اگر ایک فضولی ایسے موکل کا نکاح کردے جس کی پہلے چار زوجگان زندہ اور غیر مطلقہ موجود ہوں تو موکل کو منظوری مابعد کے ذریعہ سے یہ اختیار نہیں

کہ ان زوجگان میں سے کسی ایک کی وفات یا طلاق کے بعد اس نکاح کو جائز کرے گو اس کو یہ اختیار ہے کہ اس عورت کے ساتھ وہ پھر نکاح کرے جس کے ساتھ فضولی نے اس کا نکاح کر دیا تھا۔
اگر فضولی کسی شخص کا نکاح کر دے تو امام شافعی کے نزدیک موکل کی منظوری مابعد سے وہ نکاح جائز نہیں ہو سکتا۔

۵۴۔ بنگال اور آسام کے بعض اضلاع میں مقامی ایکٹوں کے رو سے لوگوں کی اقتضائے رائے پر یہ امر چھوڑا گیا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو مسلمان رجسٹرار کے روبرو نکاح کی رجسٹری کرائیں۔ لیکن رجسٹرار کو یہ اختیار نہیں کہ کسی موقعہ نکاح پر خود بخود حاضر ہو۔
(ایکٹ بنگال نمبر ۱ مجریہ ۱۸۷۶ء)۔

فصل دوم
نکاح نابالغان

۵۵۔ ایک لڑکا یا لڑکی جو بالغ نہیں ہوا۔ (جسے بعد ازاں نابالغ موسوم کیا جائے گا) معاہدہ نکاح کرنے کے قابل نہیں ہے۔ لیکن ایسے لڑکے یا لڑکی کا نکاح ان کے ولی کی طرف سے کیا جا سکتا۔

جس لڑکے یا لڑکی نے سن بلوغت حاصل کر لیا ہو یعنی پندرہ سال کی عمر پوری کر لی ہو وہ مجاز ہے کہ جس لڑکی یا لڑکے کے ہمراہ چاہے اپنا نکاح کر لے۔ اور ولی مداخلت کرنے کا مجاز نہیں ہے اگر جوڑی برابر کی ہو۔ میگناٹن صاحب صفحہ ۵۸۔ دفعات ۱۴۔۱۲۔
ا کی ایک دختر ذ ہے۔ اور ب کا ایک لڑکا س۔ دونوں دونوں نابالغ تھے۔ ا و ب نے دونوں کے نکاح کا معاہدہ کیا قبل از نکاح ب نے ایک اقرار نامہ بحق ا تحریر کر دیا کہ ذ کا نکاح ہمراہ س کئے جانے کے عوض میں وہ ذ کو بابت خرچ پاندان پانسو روپیہ ماہوار دیا کرے گا۔ اور اس ادائیگی کے لئے اوس نے اپنی بعض جائداد کو

مکفول کیا۔ نکاح کے کچھ عرصہ بعد رقم ادائیگی مذکور کر کے بند کر دی۔ کیا وہ رقم بقایا اب سے وصول کرنے کی مجاز ہے۔ عدالت پریوی کونسل نے قرار دیا ہے کہ وہ مستحق ہے۔ اگرچہ بموجب کامن لاء انگریزی کے وہ مستحق نہیں۔ کیونکہ وہ فریق معاہدہ نہ تھی۔ اور لارڈ شپ نے رائے ظاہر کی کہ ہندوستان میں اور ان اقوام میں جن کی حالت بمثل اہل اسلام کے تھی۔ جن کے اندر نابالغان کا نکاح اونکے والدین یا ولی کرتے ہیں۔ سخت بے انصافی واقع ہوگی اگر ایسے معاہدات کے متعلق اقرار نامہ کئے جانے پر کامن لا کے اصول حاوی کیا جاوے

۲۷ انڈین اپیل ۱۵۲ - ۳۲ الہ آباد ۱۴۰ -

۵۶ - ایک نابالغ کے نکاح کا اختیار اس کے (۱) باپ (۲) دادا (سلسلہ متصاعدہ میں) (۳) برادران و دیگر رشتہ داران جنس ذکور کو موجب درجہ جانشینی مندرجہ نقشہ عصبات - بصورت عدم موجودگی رشتہ داران والد - والدہ اور والدہ کے چچا یا تایا یا پھوپھی و خالہ اور دیگر رشتہ داران والدہ کو (ممنوع درجہ کی حدود میں) اختیار حاصل ہے - اور بعدم موجودگی رشتہ داران والدہ یہ اختیار گورنمنٹ کو حاصل ہوتا ہے -

ہدایہ ۳۶ و ۳۹ -

یہ امر کہ عدالت نے نابالغ کی ذات کا ولی مقرر کیا ہے ولی نکاح اس اختیار سے محروم نہیں کرتا جو اسے نابالغ کے نکاح کرنے کی بابت حاصل ہے - مگر چونکہ اس صورت میں نابالغ عدالت کی سپردداری میں ہوتا ہے - ولی نکاح کو چاہیئے کہ عدالت کی اجازت نسبت نکاح تجویزہ کے لینے کے بغیر اون کا نکاح کرے - ۲۴ کلکتہ ۱۵۳ -

یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا ولی کے مرتد الاسلام ہو جانے سے اس کے حقوق دربارہ نکاح کرنے نابالغ کے زائل ہو جاتے ہیں - شرع محمدی کے بموجب ایک مرتد اسلام شخص کسی نابالغ کا نکاح کرنے کا مجاز نہیں - (ہدایہ ۳۹۲) برخلاف اس کے ایکٹ ۲۱ مجریہ ۱۸۵۰ء کے بموجب کسی رواج یا قانون کی وجہ سے کوئی شخص بوجہ تبدیل مذہب اپنے حقوق یا جائداد سے محروم نہیں ہوتا - اس لئے عدالت ہائی کورٹ کلکتہ نے بمقدمہ سوچھو بنام راتان ویکلی رپورٹر ۲۳۵ یہ تجویز کیا کہ ایک ہندو باپ بوجہ عیسائی ہو جانے کے اپنے بچوں کی حفاظت کے حقوق سے محروم نہیں ہوتا - لیکن ایک دیگر مقدمہ - ۱۳ بنگال لاء رپورٹ ۱۶ میں یہ تجویز کیا گیا کہ ایک مسلمان

جس نے یہودی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ بوجہ مرتد اسلام ہو جانے کے اپنی دختر کا نکاح نہیں کر سکتا۔ اس مقدمہ میں مقدمہ موچھو ویکلی رپورٹر ۵ ۳ ۲ کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ اور ہائی کورٹ بمبئی نے بمقدمہ ۵ ۲ بمبئی ۱ ۵ ۵ یہ تجویز کیا کہ ایک ہندو جو مسلمان ہو جاوے۔ اپنے لڑکے کو دوسرے ہندو کی تبنیت کے لئے دینے کا مجاز ہے۔ چونکہ نکاح میں دینے کا حق بموجب ایکٹ مذکور ایک استحقاق ہے۔ اس لئے فیصلہ جو موچھو کے مقدمہ میں کیا گیا وہ درست معلوم ہوتا ہے۔

..... شرع اہل شیعہ میں صرف والد اور دادا اور نانا ہی سلسلہ متصاعدہ میں ولی نکاح تسلیم کئے گئے ہیں۔ بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۶۔

۵۷۔ اگر نابالغ کا نکاح اس کے باپ یا دادا نے کیا ہو تو معاہدہ نکاح جائز اور قابل پابندی ہے۔ اور نابالغ بلوغت کو پہونچکر اسے فسخ نہیں کر سکتا۔

ہدایہ ۳۷۔ بیلی ۵۰۔

۵۸۔ اگر نکاح نابالغ اس کے کسی ولی ماسوائے باپ یا دادا نے کیا ہو تو نابالغ کو اختیار رہیگا کہ سن بلوغت کو پہونچکر نکاح کو فسخ کر دے۔ ایسے اختیار کو "خیار البلوغ" کہتے ہیں۔

لیکن لڑکی کو علامت بلوغت کے نمودار ہوتے ہی اگر وہ خاموش رہے اس کا یہ حق زایل ہو جاویگا۔ الامر دکی صورت میں خیار البلوغ اُس وقت تک استعمال ہو سکتا ہے جب تک کہ وہ معاہدہ کو صریح اظہار یا اس کے مساوی کسی فعل مثلاً ادائیگی مہر یا آغاز مباشرت سے تسلیم نہ کرے۔

ہدایہ ۳۸۔ بیلی ۵۰۔ ۵۲۔ میگناٹن صاحب صفحہ ۵۸۔ اور ۱۸۔

درصورت عدم موجودگی والد کے والدہ ازروئے شرع محمدی اپنی منکوحہ دختر کی جو نابالغ ہو اور اپنے خاوند سے نہ ملی ہو سرپرست جائز ہے۔ ازروے شرع محمدی جو معاہدہ نکاح کا منجانب نابالغ کے اس کا باپ یا دادا کرے۔ وہ واجب التعمیل ہے۔ اور نابالغ بالغ ہو کر اس کو منسوخ نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر معاہدہ نکاح کا کسی اور سرپرست نے کیا ہو تو نابالغ بالغ ہو کر اس کی تعمیل سے انکار کر سکتا ہے۔ جہاں کوئی سرپرست باپ کے رشتہ داروں میں سے نہ ہو۔ وہاں والدہ کے رشتہ داروں میں سے کوئی سرپرست نابالغ کو نکاح میں دے سکتا ہے۔

۵۲ پنجاب ریکارڈ ۱۸۷۵ء)۔
اگر عقد نکاح دور کا رشتہ دار اسی صورت میں کرے کہ قریبی رشتہ دار موجود اور بچہ کی سرپرستی کرنے کے قابل ہو۔ تو اس کا جواز یا عدم جواز قریبی رشتہ دار کی منظوری پر منحصر ہوتا ہے۔
اگر عقد نکاح باپ یا دادا کے سوائے کوئی اور سرپرست کردے تو نابالغ مجاز ہے کہ بالغ ہو کر اس کو مسترد کردے۔ بشرطیکہ اس میں اس کی طرف سے ایسی دیر واقع نہ ہو جاوے جس میں اس کی رضامندی سمجھی جاوے۔ جب کوئی عورت اپنے عقد نکاح مسترد کرنے کی اوّل ہی معقول موقعہ پر خاموشی اختیار کرے تو اس میں اس کی رضامندی پائی جانی چاہیئے (۵۷ پنجاب ریکارڈ ۱۸۷۹ء۔ ۵۱ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۴ء)۔
اگر باکرہ عورت ایسے وقت خاموش رہے۔ جب اوس کو اوّل ہی اوّل مناسب موقعہ ازدواج کو مسترد کرانے کا حاصل ہو تو قیاس کیا جاویگا۔ کہ اس نے منظور کر لیا۔ (دفعہ ۳۷، تشریح ڈائی جسٹ پنجاب سول لا۔ آنریبل ڈاکٹر رائیگن صاحب)۔
شادی کے بعد عورت کا محض سکوت اختیار کرنا تا وقتیکہ یہ صاف طور پر نمایاں نہ ہو کہ یہ عقد سے رضامند ہو گئی تھی۔ رضامندی کے مساوی نہیں۔ جس سے یہ شادی کی ناجوازی کی صورت میں دادرسی حاصل کرنے کے قابل نہ رہے۔ پنجاب ریکارڈ ۳۷ سنہ ۱۹۰۹ء پنجاب لا رپورٹر ۱۸ سنہ ۱۹۰۹ء۔
بموجب شرع شیعہ کے جو نکاح باپ یا دادا کے سوا کسی اور نے کیا ہو وہ اسوقت تک بالکل ناقابل تاثیر ہے جب تک کہ نابالغ سن بلوغت کو حاصل کرکے اوسے تسلیم نہ کرے لا رپورٹ انڈین اپیل جلد ضمیمہ ۱۹۱۲ - ۲۶ - ویکلی رپورٹر ۲۶۔

۵۹ - جس صورت میں کہ حق انفساخ نکاح کا استعمال کیا جائے تو اس حق استعمال کرنے پر ہی نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ لیکن جب تک انفساخ نہ ہو نکاح جائز ہے۔ اور اگر انفساخ سے پہلے فریقین میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو دوسرے فریق کو تمام حقوق جانشینی حاصل ہوتے ہیں۔

بیلی ۵۱ - ہدایہ ۳۷ - ۳۸ -
ہدایہ صفحہ ۳۷) اور فتاوائے عالمگیری میں یہ ہدایت ہے کہ "انفساخ نکاح کے لئے قاضی کی ڈگری کی ضرورت ہے۔ جس صورت میں خیار البلوغ کی وجہ سے نکاح فسخ کرا تا ہو۔

اور جب تک ایسی ڈگری حاصل نہ کی جاوے فریقین کو مادی حقوق جانشینی وراثت کے حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن رد المطہر (جلد ۲ صفحہ ۵۰۲) میں ہدایت ہے کہ "عدالت کی ڈگری کی ضرورت صرف اس وجہ سے ہے کہ جوڈیشل شہادت پیدا ہو جائے۔ اور آئندہ تنازعات بند ہو جائیں اسی لئے عدالت ہائی کورٹ کلکتہ نے بمقدمہ ۱۹ کلکتہ ۹۷ یہ قرار دیا ہے کہ جو معاہدہ نکاح نابالغ کی طرف سے ولی نے کیا ہو اس کے مسترد کرانے کے لئے عدالت کی ڈگری کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے جس نابالغ لڑکی کا نکاح ایام نابالغی میں اس کے ولی نے کیا ہو اور جو سن بلوغت کو حاصل کر کے اس نکاح کو مسترد کر دے۔ اور کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کر لے تو وہ ازدواج مکرر کی مجرم نہیں قرار دی جا سکتی۔

ولسن صاحب کی رائے کے بموجب عدالت کی ڈگری ضروری ہے۔ لیکن یہ امر بحث طلب ہے۔ کہ آیا اگر عورت انفساخ نکاح کا اظہار کرنے کے بعد اور عدالت کا حکم انفساخ صادر ہونے سے پیشتر شوہر کو مباشرت کرنے دے تو کیا اوسکا یہ اثر ہوگا کہ اوس کا حق انفساخ نکاح زائل ہو جاوے

قانون شیعہ ۔ شیعوں کے قانون کے بموجب اگر نابالغ کا نکاح اس کے باپ یا دادا کی طرف سے نہ کیا گیا ہو تو نکاح ناجائز ہے۔ الا اس صورت میں کہ نابالغ سن بلوغت کو حاصل کر کے صریحاً رضامندی کا اظہار کرے۔ اور اگر نابالغ ایسے اظہار سے پہلے فوت ہو جاوے تو دوسرا فریق نکاح متوفی کا جانشین نہیں ہو سکتا۔

۶۰۔ احکام مدایت ۵۷ تا ۵۹ جو متعلق بہ نکاح نابالغان ہیں لفظ بہ لفظ مجنون اشخاص کے نکاح پر حاوی ہوتے ہیں۔

بیلی صاحب ۵۰ لغایت ۵۴۔

۶۱۔ نالش نسبت قرار داد اس امر کے کہ کوئی مرد یا عورت دوسرے کا خاوند و زوجہ نہیں ہے جیسا کہ وہ اپنے آپ کو غلط طور پر ظاہر کرتا ہے۔ اہل اسلام کے مابین عدالت دیوانی میں ہو سکتی ہے۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اگر کسی شخص کو یہ اختیار حاصل نہ ہو کہ وہ بذریعہ عدالت دیوانی کسی عورت کو جو اپنے آپ جھوٹ طور پر ایسے مرد کی زوجہ ظاہر کرتی ہو خاموش رکھے تو ایسے شخص کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس کے وارثان کو اس کی وفات کے بعد جھوٹے دعوؤں سے تکلیف ہو۔ جس عدالت میں ایسی نالش دائر ہوگی وہ عدالت مدعی کے

حق میں ڈگری صادر کرنے سے پہلے اس امر کا خیال رکھے گی کہ یہ کامل طور پر ثابت کیا جاوے
کہ مدعا علیہ حقیقتاً ظاہر کرتا ہے کہ نکاح متنازعہ ہو چکا ہے۔ اور کہ مدعی نے مدعا علیہ کے
اس دعوے کے متعلق رضامندی کا اظہار نہیں کیا۔ اور نہ ہی اسکو تسلیم کیا اور علاوہ ازیں
عدالت کو ضروری ہے کہ یہ بھی تحقیق کرے کہ نکاح متنازعہ دراصل واقعہ ہوا تھا۔ ۲۰۔ الہ آباد
صفحہ ۹۶۔

مہر

۶۷۔ مہر زر نقد یا جائداد کی ایک رقم ہے۔ جس کی زوجہ بعوض نکاح اپنے خاوند سے وصول کرنے کی مستحق ہے۔

بیلی صاحب ۱۹۱۔ ۸ الہ آباد ۱۴۹ (صفحہ ۱۵۷۔ رائے مسٹر جسٹس محمود صاحب)
شرع محمدی کے نزدیک نکاح ایک سول معاہدہ ہے جو بمانندہ بیع ہے۔ بیع انتقال جائداد اور بعوض قیمت ہوتا ہے۔ معاہدہ نکاح میں زوجہ جائداد ہوتی ہے۔ اور مہر قیمت ہوتی ہے۔ ۸ الہ آباد ۱۴۹۔

مسٹر عبدالرحیم اپنی کتاب محمڈن جورسپروڈنس کے صفحہ ۳۳۴ پر تحریر فرماتے ہیں کہ مہر معاوضہ منجانب خاوند بابت معاہدہ نکاح کے نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک ذمہ داری ہے جو شرع محمدی میں بطور اظہار عزت زوجہ کے لازمی قرار دیتی ہے۔

شرع محمدی کے بموجب ایک مرد اپنی زوجہ کو جس وقت چاہے بلا اظہار کسی وجہ کے طلاق دے سکتا ہے۔ مہر کا منشاء یہ ہے کہ خاوند پر ایک قسم کی روک رہے کہ وہ اس اختیار کو جب چاہے نکاح کو فسخ کر دے۔ ناجائز طور پر استعمال نہ کرے۔ اس غرض کے لئے ضروری ہے کہ مہر کے دو حصص کئے جاویں ایک مہر معجل اور دوسرا غیر معجل جو بصورت وفات یا طلاق ادا کیا جاوے۔

خرچ پاندان ـ اس فقرہ کے لفظی معنی اخراجات پان دان ہیں۔ لیکن یہ خرچ معزز خاندانوں میں خصوصاً شمالی ہند میں زوجہ کو دیا جاتا ہے۔ اور نکاح سے پہلے یا بعد

مقرر کیا جاتا ہے۔ جس صورت میں فریقین نکاح نابالغ ہوں تو یہ خرچہ ان کے والدین یا ولیوں کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے۔ ایک مقدمہ میں جس میں لڑکے کے باپ نے لڑکی کے باپ سے اقرار کیا کہ وہ خرچ پاندان کے لئے پانصد روپیہ ماہوار ادا کیا کرے گا۔ اور اس رقم کا بار بعض جائداد غیر منقولہ پر ڈالدیا۔ پریوی کونسل نے قرار دیا کہ لڑکی اپنے خسر سے یہ رقم بذریعہ نالش وصول کر سکتی ہے۔ اگرچہ وہ فریق اقرار نامہ نہ تھی۔ اور یہ بھی قرار دیا گیا کہ اگرچہ مدعیہ نے اپنے خاوند کے ساتھ رہنا چھوڑ دیا تھا تاہم خسر اس رقم کی ادائیگی کا ذمہ وار ہے۔ کیونکہ اقرار نامہ میں اس امر کی نسبت کوئی شرط نہ تھی۔ کہ یہ خرچہ صرف اسی صورت میں ادا کیا جاویگا جب مدعیہ اپنے خاوند کے مکان میں بود و باش رکھے گی۔ ۳۲۔ الہ آباد ۴۱۱ (پریوی کونسل)۔

لیکن جو اشیاء ہنوز وجود میں نہ آئی ہوں۔ مثلاً فصل سال آئندہ اور نیز ایسی اشیاء جن کو مسلمان استعمال کرنے سے ممنوع ہیں۔ مثلاً شراب یا سور کا گوشت اور شوہر کی جانب سے عورت کی ذاتی خدمت مہر کی اغراض کے لئے جائداد متصور نہیں ہو سکتیں۔

۶۳۔ (۱) خاوند کو اختیار ہے کہ جس قدر وہ مناسب سمجھے حق مہر مقرر کرے۔ خواہ ایسی رقم اُس کے مقدور سے زیادہ ہو۔ اور خواہ اسکی ادائیگی کے بعد اس کے وارثان کے لئے کچھ بھی باقی نہ رہے۔ لیکن رقم مہر کسی صورت میں دس درم سے کم نہ ہونی چاہیئے۔

(۲) جہاں پر معاہدہ مہر کے متعلق نالش کی جاوے عدالت کو واجب ہے۔ کہ جو رقم معاہدہ میں درج ہو اس کی ڈگری صادر کرے الّا اوس صورت میں کہ کسی قانون واضعان قانون کی رو سے اسکی مخالف حکم ہو۔

ہدایہ ۴۴۔ بیلی ۹۲۔ ۲ الہ آباد ۵۷۳۔ ۹ بمبئی لار پورٹر ۱۸۸۔ ۱۳ کلکتہ ویکلی نوٹ ۱۵۲۔

دس درم مساوی ہیں تین یا چار روپیہ کے۔ ۳۲ الہ آباد ۱۶۷۔ لیکن مسٹر شاما چرن سرکار ٹیگور لا لکچرز میں درم کی مقدار انگریزی میں دو پنیں بیان کرتا ہے۔ اور گریڈی صاحب کہتے ہیں ایک حساب سے دس درم چھ شلنگ ۸ پنیں کے مساوی ہوتے ہیں۔ ۳ الہ آباد ۵۷۳ میں غلطی سے دس درم مساوی ۱۰۷ روپیہ کے قرار دئے گئے تھے۔

دفعہ ۵۔ اودھ لاز ایکٹ مجریہ ۱۸۷۶ء دفعہ ۳۔ اجمیر مارواڑ۔ ریگولیشن نمبر ۳ مجریہ ۱۸۷۷ء

دفعہ ۶۲ میں یہ ہدایت ہے کہ جس صورت میں عورت معاہدہ مہر کے مطابق دعویدار ہو تو خواہ معاہدہ میں کچھ ہی کیوں نہ ہوں لیکن عدالتیں ایسی رقم کی ڈگری صادر کرینگی جو خاوند کی مقدور کے مطابق ہوں - خواہ یہ ڈگری خاوند کی حیات میں صادر کی جائے یا اوس کی وفات کے بعد - لیکن جس صورت میں نکاح علاقہ اودھ میں ہوا ہو - اور نکاح کے بعد زوجہ آگرہ میں اپنے خاوند کے ہمراہ رہتی رہی ہو - اور آگرہ میں ہی حق مہر کی نالش کرے - اور خاوند کی طرف سے یہ عذر ہو کہ رقم مہر زیادہ مقرر کی گئی تھی تو عدالت آگرہ مجاز نہیں کہ دفعہ مذکور کے بموجب رقم مہر میں کمی کرے - ۲۶ - الہ آباد ۷۷۴ - نیز دیکھو ۱۹ کلکتہ ۶۸۹ -

ایک مقدمہ بنابر مہر میں مدعیہ نے ؏ للعہ؁ مہر مبیحہ میں سے اپنے متوفی خاوند کے ورثاء سے للعہ؁ کا دعوے کیا ماتحت عدالت اپیل نے مدعیہ کے حق میں - ؏ للعہ؁ اور خرچہ کی ڈگری جس میں سے الـ للعہ؁ بابت تاوان جو مدعیہ نے دینا تھا دلائی کیونکہ دستاویز مہر بلا اسٹامپ تھی - یہ خیال کرکے کہ خالص اعـ سـ مدعیہ کے وہ پانے کے واسطے ایک رقم معقول تھی - مدعا علیہم کی اپیل پر چیف کورٹ سے تجویز ہوا کہ بموجب حالات مقدمہ یہ رقم غیر معقول اور نامناسب نہیں ہے (۷ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۱ء) -

جہاں حق مہر کا فی الواقعہ اقرار ہو - یعنی جہاں ایک رقم کا اقرار کیا گیا ہو اور فریقین کو موقعہ پیش آنے پر اس کا ادا کرنا مدنظر ہو - تو عدالت اوس کے نمائشی ہونے یا اس وجہ سے کم نہیں کریگی کہ خاوند غریب ہے لیکن جہاں رقم نام زد کی گئی ہو جو صریحاً محض برائے نام ہو تو معاہدہ نافذ نہیں کیا جائے گا - اور چونکہ مقدمہ ہذا میں ۰ ۷ ہزار روپیہ متدعویہ بظاہر نمائشی یا رسم کے طور پہ بیان کیا گیا تھا لہذا یہ قابل نفاذ معاہدہ نہیں ہے (پنجاب ریکارڈ ۴۱ ۱۹۱۲ء - نیز دیکھو پنجاب لاریورٹر ۵۶ ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۰۸) -

شیعہ مسلک میں مہر کی کوئی شرعی رقم مقرر نہیں - بیلی صاحب کی کتاب حصہ دوم ۷ ۶۸۹ - شیعہ مسلک کے بموجب مہر میں ذاتی خدمت بھی ہو سکتی ہے - خواہ خاوند عورت ...... کی خدمت کرے یا دوسرے شخص سے کرائے - خدمت سے مراد ذلیل خدمت نہیں - تبادلہ جائداد بعوض مہر بیع تامہیا سہ کہاتا ہے - ؛ (بک محمڈن لا سید امیر علی صفحہ ۷۹)

۷۴- مہر کی رقم خواہ نکاح سے پیشتر- یا بوقت نکاح یا بعد نکاح مقرر کیجا سکتی ہے جس صورت میں کہ شوہر نابالغ ہو تو اس کے باپ کو اختیار ہے کہ وہ نابالغ کی طرف سے مہر مقرر کرے- اور ایسا معاہدہ جو خواہ بعد نکاح ہی کیا گیا ہو شوہر پر قابل پابندی ہے-

۳ الہ آباد ۲۶۶-۳۱ کلکتہ ویکلی نوٹ ۱۵۳-

۷۵- اگر مہر شرعی تعداد سے کم مقرر ہو تو زوجہ کو حق ہے کہ شرعی مقدار تک کمی کو پورا کرالے-

ہدایہ ۴۲- بیلی صاحب صفحہ ۹۳-

معاہدہ نکاح متاع باطل اور فاسد ہے- سوائے اسکے کہ اس میں مہر کی صریح شرط ہو اور مہر ایسی چیز کا ہونا چاہیئے جو شرح میں جائز متصور ہو سکتی ہے- لیکن متاع میں مہر کی اقل تعداد مقرر نہیں جیساکہ سنیوں میں نکاح کی صورت میں یا شیعوں میں دائمی نکاح کی صورت میں ہوتا ہے-

۷۶- اگر مہر کی رقم مقرر نہ کی گئی ہو تو عورت مہر مثل کی حقدار ہوگی- خواہ معاہدہ نکاح اس شرط پر ہوا ہو کہ عورت مہر طلب نہ کرے گی- مہر مثل کے تعین کرنے میں اس امر کو ملحوظ رکھا جاویگا کہ زوجہ کے باپ کے خاندان کی دیگر عورتوں مثلاً باپ کی بہن کا مہر کیا تھا-

ہدایہ ۴۵-۵۳- بیلی صاحب ۹۲-۹۵-

شیعہ مسالک کے بموجب مہر مثل پانصد درم سے زیادہ نہیں ہونا چاہیئے- (بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۷۱)-

اگر کابین نامہ میں رقم مہر مقرر ہو تو زوجہ اس رقم کی مستحق ہوگی- (بیلی ۹۵)-

مہر مثل کی رقم کا مقرر کرنا عدالت کے اقتضائے رائے پر ہوگا- (ایضاً)

یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا خاوند کی وسعت اور اوس کی سوشیل حالت کا بھی لحاظ رکھا جاویگا یا نہ- اگرچہ یہ امر یقینی ہے کہ ان امور کا لحاظ مقدم نہیں ہے- (۴ ویکلی رپورٹر ۱۱) ۲- الہ آباد ۳۷۵ میں پوری رقم مہر معترہ کی ڈگر صادر کی گئی- حالانکہ اس وقت خاوند کو اوس رقم کے ادا کرنے کا مقدور نہ تھا-

جب یہ ثابت نہ کیا جاوے کہ کوئی رقم بطور حق مہر کے تعین کی گئی تھی تو حق مہر شرعی سمجھنا چاہیئے۔ پنجاب ریکارڈ ۴۸ ۱۸۹۲ء۔

۶۷۔ (۱) رقم مہر کے دو حصص ہوتے ہیں۔ (۱) مہر معجل وہ ہے جو اس وقت قابل ادائیگی ہے جب تقاضا کیا گیا ہو۔

(۲) مہر غیر معجل یا موجل اختتام زوجیت پر خواہ یہ اختتام بعد وفات یا طلاق ہو قابل ادا ہوگا۔

(۳) جس صورت میں کہ بوقت نکاح یہ قرار نہ دیا گیا ہو کہ مہر معجل ہوگا یا موجل تو شرع شیعہ کے بموجب تمام مہر معجل تصور ہوگا۔ لیکن شرع سنی کے بموجب کچھ حصہ اس کا معجل ہوگا اور کچھ حصہ موجل اور تناسب کی شرع بموجب رواج تعین کی جاوے گی۔ اور بصورت عدم موجودگی رواج کے بموجب حیثیت فریقین اور رقم مہر مقرر شدہ کے۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ جس صورت میں کہ مہر کی کوئی خاص رقم بطور مہر معجل مقرر نہ کی گئی ہو تو عدالت کو بموجب شرح سنی یہ اختیار ہے یا نہیں کہ وہ کل رقم کو مہر معجل قرار دے۔ عدالت ہائی کورٹ بمبئی نے ایک مقدمہ میں قرار دیا ہے کہ عدالت کو ایسا اختیار حاصل ہے۔

۱۹ ویکلی رپورٹر ۱۵ ۳ دیریوی کونسل ۲۳ مدراس ۷۱ ۳۔

۱۔ الہ آباد ۳ ۸ ۴۸۔ ۱۔ الہ آباد ۶ ۰ ۵۔ ۳۳۔ ۱۔ الہ آباد ۲۹۱۔ ۲۔ بمبئی ہائی کورٹ ۲۹۱۔ ۱۴۔ الہ آباد ۲ ۶ ۵۔ ۳۵ بمبئی ۶ ۸ ۳۔

۱۔ الہ آباد ۳ ۸ ۴ میں عدالت نے پانچ ہزار روپیہ کا پانچواں حصہ بطور مہر معجل قرار دیا کیونکہ زوجہ کسبی عورت تھی۔

۱۔ الہ آباد ۶ ۰ ۵ میں عدالت نے قرار دیا کہ ۵۱ ہزار روپیہ کا ایک ثلث تناسب مہر معجل تھا۔ اور یہی تناسب ۲ بمبئی ہائی کورٹ ۲۹۱ میں قرار دیا گیا۔ ان تمام مقدمات میں فریقین سنی تھے۔ اور معاہدہ نکاح میں اس امر کا بالکل ذکر نہ تھا۔ کہ آیا مہر معجل ہوگا یا غیر معجل۔

۶ مدراس صفحہ ۹ میں کل مہر معجل قرار دیا گیا۔ کیونکہ معاہدہ میں صریح شرط کوئی نہ تھی۔ اگر صریح شرط نہ ہو تو شیعہ مسالک میں مہر معجل و غیر معجل کا قیاس پیدا نہیں ہوتا۔ اگر یہ صریح شرط نہ ہو کہ ایک جزو غیر معجل ہوگا۔ تو کل عند الطلب واجب الادا ہوگا۔

اگر معجل زر مہر کی تعداد مقرر نہ ہوئی ہو تو عدالت کو اختیار ہے کہ کل رقم مہر کی ایک مناسب تعداد بلحاظ مہر وحیثیت زوجہ بروے رواج مہر معجل قرار دے۔ چنانچہ چیف کورٹ نے ایک دفعہ ایسی صورت میں کل رقم مہر کا ⅓ مہر معجل قرار دیا۔ (۹۱ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۳ء - ۵ پنجاب ریکارڈ ۱۹۱۶ء)۔

جب کہ نکاح کے وقت کوئی مہر مقرر نہ کیا جاوے اور نہ بعد یا قبل نکاح اس کی کچھ تصریح ہوئی ہو یا بالارادہ غیر معین رکھا گیا ہو۔ تو عورت مہر مثل یا رواجی کی مستحق ہوتی ہے مہر مثل عورت کے خاندان کے سوشیل حالت اور اس کی اپنی ذاتی اوصاف اور خاوند کی دولت اور حالات وقت اور عورت کے ارد گرد کی سوسائیٹی کی حالتوں کے لحاظ سے کم وبیش ہو سکتا ہے۔ سُنیوں میں واقعی ہم بستری سے یا خلوت صحیحہ سے مہر واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن شیعوں میں صرف واقعی ہم بستری پر واجب ہوتا ہے۔ (ہینڈ بک محمڈن لا بیّد امیر علی صفحہ ۶۸ - ۶۹)۔

خاوند مجاز ہے کہ اگر چاہے تو کل مہر کو مہر معجل تسلیم کرے۔ تاکہ وہ جائداد کا جائز انتقال بحق زوجہ خود کر سکے۔ اور ایسا انتقال صرف اس وجہ سے فاسد نہیں ہوگا۔ کہ اس کی نیت دوسرے قرضخواہ کو جس کے ہاتھ میں کوئی جائداد نہ تھی۔ نقصان پہنچانے کی تھی۔ الا اس صورت میں کہ دیوالیہ کا سوال پیدا ہو۔ ۸ الہ آباد ۱۴۸ - ۳۱ الہ آباد ۱۷۔

۶۸ - قرآن شریف کے بموجب عورت کو اختیار ہے کہ وہ اپنا حق مہر اپنے خاوند کو بخشدے اور اس لئے ایسی بخشش بوجہ عدم ادائیگی معاوضہ فاسد نہیں ہے جیسا کہ عام قانون ہند کے تحت ہونا چاہیئے۔ اور یہی صورت اس حالت میں ہے جب حق مہر وارثان خاوند کو اس کی وفات کے بعد بخشا جاوے۔

قرآن شریف سورۃ ۴ - آیت ۴۔

۴۳ بمبئی ۶۱۲۔

۶۹ - اگرچہ نکاح کا ضروری نتیجہ یہ ہے کہ زوجہ اپنے خاوند کو حق زناشوئی دیوے لیکن اگر مہر معجل بوقت تقاضا ادا نہ کیا جاوے تو وہ اپنی ذات اپنے خاوند کے حوالہ کرنے سے انکار کر سکتی ہے۔ لیکن اگر نکاح کے بعد ہم بستری ہو چکی ہو تو وہ اپنی ذات خاوند کے حوالہ کرنے سے انکار نہیں کر سکتی۔ خواہ مہر معجل ادا نہ ہی کیا گیا ہو۔

زوجہ کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ اگر اس کا مہر معجل ادا نہ ہو جائے تو وہ اپنے خاوند کے ساتھ ایک ہی مکان میں رہنے سے انکار کرے۔
ایسے انکار سے اس کا حق گذارہ یا وراثت زائل نہیں ہو سکتا۔
یہ امر مشتبہ ہے کہ اگر زوجہ برضا و رغبت ایک دفعہ خاوند سے ہم بستری کرے پھر بھی وہ ایسے انکار کی مجاز ہے یا نہیں۔ (۸ الہ آباد ۱۴۹ ملاحظہ طلب ہے)۔
امام ابو حنیفہ کی رائے کہ بعد ہم بستری بھی زوجہ انکار کر سکتی ہے۔ (نظائر میگناٹن صاحب صفحہ ۲۱۸)۔
امام ابو یوسف کی رائے امام ابو حنیفہ سے ملتی ہے۔
۶ نارتھ ویسٹ لوٹ ۹۴ - ۱ - الہ آباد ۴۸۳ - ۲ - الہ آباد ۸۳۱ - لیکن الہ آباد کے ہر دو فیصلجات ۸ الہ آباد ۱۴۹ سے منسوخ ہو چکے ہیں۔ فیصلہ جات ۱۱ مدراس ۳۲۷ ۱۷ کلکتہ ۷۰ - اور ۳۰ بمبئی ۱۲۲ میں موخرالذکر فیصلہ سے اختلاف رائے کیا گیا ہے۔ اور ۸ الہ آباد ۱۴۹ کی تائید کی گئی ہے۔
یہ متفقہ طور پر قرار دیا گیا ہے کہ ہم بستری سے پہلے انکار ہو سکتا ہے۔ ۳۵ بمبئی ۲۸۶۔
چونکہ ایک عورت بوقت نکاح کے حاملہ ہو اور وہ اپنے حاملہ ہونے کے امر واقعہ کو اپنے خاوند سے مخفی رکھے تو یہ اخفاء نکاح کو فاسد نہیں کرتا۔ اور زوجہ مہر معجل کے حصول کرنے کی مستحق ہے۔ ۴۵ بمبئی ۱۵۱۔

۷۰ — جو رقم بیوہ کو بابت مہر واجب الادا ہو وہ ایسا قرضہ ہے جو متوفی کی جائداد سے واجب الادا ہے۔ اور جو بمثل دیگر دیون کے ترکہ وصیتی سے اور جانشین کی تقسیم سے پہلے ادا کیا جانا چاہیئے۔

قرضہ مہر کو دیگر دیون پر ترجیح حاصل نہیں ہے۔ میگناٹن صاحب صفحہ ۲۷۴۔
چونکہ مہر قرضہ ہے۔ اس لئے بیوہ قرض خواہ اسے معاف کر سکتی ہے۔ خواہ ورثاء خاوند کی طرف سے منظور کیا جاوے یا نہ۔ ۳۲ بمبئی ۶۱۲۔
دفعہ ۲۳ - ایکٹ معاہدہ ہند مجریہ ۱۸۷۲ء قابل ملاحظہ طلب ہے۔
نیز دیکھو ۴۶ - الہ آباد ۲۸۔
لیکن جو بیوہ بموجب ایکٹ سن بلوغت ہند نمبر ۹ مجریہ ۱۸۷۵ء نابالغ ہو اس کا اپنے

استحقاق نسبت حق مہر کو ترک کرنا اوسے پابند نہیں کرتا خواہ اوس کی عمر سولہ برس سالی کی ہو اور اوس نے بموجب شرع محمدی کے سن بلوغت کو حاصل کر لیا ہو۔ ۱۴ مدراس ۱۰۲۶۔
ہبہ نسبت حق مہر بحق متوفی خاوند قانون کی فائدہ بخش تعبیر کے مطابق جائز ہے۔
بیلی صاحب صفحہ ۵۵۳۔ مگر رضامندی آزادانہ ہونی چاہیئے۔ جہاں کہ رضامندی آزادانہ نہ ہو مثلاً جہاں کہ بوجہ وفات خاوند سخت غم تھا۔ اور اس وجہ سے اوس کے دماغ پر گہرہ اثر تھا۔ اوس کا اپنا استحقاق نسبت مہر کو ترک کرنا جائز نہیں ہوگا۔ ۲۷ کلکتہ ۵۲۷۔

۷۱۔ (۱) بیوہ کو بوجہ حق مہر کے یہ استحقاق حاصل نہیں ہے۔ کہ وہ اپنے خاوند کی جائداد کے کسی خاص حصہ کی نسبت دعویدار ہو۔ لیکن جس صورت میں کہ وہ اپنے متوفی خاوند کی جائداد پر قابض ہو۔ جو قبضہ کہ اس نے جائز طور پر اور بلا جبر یا دغا حاصل کیا ہو۔ اور اس کا مہر یا اس کا کوئی جزو واجب الادا ہو اور ادا نہ کیا گیا ہو تو اُسے استحقاق ہے کہ وہ اپنے خاوند کے دیگر جانشینوں کے مقابلہ میں اس قبضہ پر قائم رہے جب تک کہ اس کا مہر اُس کو ادا نہ کیا جاوے۔ قبضہ قائم رکھنے کا استحقاق بعد ادائیگی مہر مفقود ہو جاتا ہے۔

(۲) جو بیوہ اپنے متوفی خاوند کی جائداد پر قابض ہو اُس کے لئے واجب ہے کہ وہ اس عرصہ کے لئے جس میں وہ قابض رہی ہو دیگر وارثان خاوند کو جائداد کے کرایہ و منافع کا حساب دے اگر وہ طلب کریں۔ لیکن ایسی صورت میں وہ اپنے مہر کی رقم پر سود کی مستحق ہے اور عدالت کو اختیار ہے کہ واجب شرح سے سود دلاوے۔

تشریح۔ اس مد کے بموجب قبضہ کے جائز ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے کہ ایسا قبضہ بروئے رضامندی خاوند یا اسکے دیگر وارثان کے حاصل کیا گیا ہو۔ صرف اس قدر ضروری ہے کہ قبضہ جائز طور پر اور بغیر جبر و دغا حاصل کیا گیا ہو۔

۴ امورز انڈین اپیل ۷۷ = ۳ کلکتہ ۱۲۰۔ ۳۳ انڈین اپیل ۹۴ - ۲۹ - ۳۰۱ - ۲۸ الہ آباد ۵۸۱۔ ۴ کلکتہ لاجرنل ۱۷۱۔ ۴ امورز انڈین اپیل ۷۷ ۳ صفحہ ۸۴(۳)۔ ۳۳ الہ آباد ۲۸۲۱۔ کلکتہ ۷۵۴ - ۸۰ - ۸۱ - ۳۸ کلکتہ ۵۴۷ - ۳۲ الہ آباد ۵۷۲ - ۳۴ مدراس ۱۲۱ (اجلاس کامل)۔

مثال

الف ایک بیوہ اور ایک ہمشیرہ چھوڑ کر فوت ہوا۔ اس کی وفات کے کچھ عرصہ بعد بیوہ نے

بعض اراضیات کے متعلق جو ترکہ الف تھیں اپنے نام داخل خارج کئے جانے کے لئے صاحب کلکٹر کو درخواست دی اور بیان کیا کہ وہ بوجہ حق جانشینی و بعوض اپنے مہر کے قابض ہے۔ ہمشیرہ نے اس درخواست کی مخالفت کی۔ لیکن داخلخارج بحق بیوہ منظور ہوئی اس کے دس سال بعد ہمشیرہ نے ترکہ الف کے ۱/۲ حصہ کے لئے جو اس کا حصہ تھا نالش کی۔ بیوہ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا کہ تاوقتیکہ اس کا مہر ادا نہ کیا جاوے وہ قبضہ رکھنے اور ترکہ سے فائدہ اٹھانے کی مستحق ہے۔ پریوی کونسل نے قرار دیا کہ بیوہ قبضہ قائم رکھنے کی مستحق ہے۔ اور ہمشیرہ کی نالش خارج ہونی چاہیئے۔ ۴ امورز انڈین اپیل ۷۷-۳۱۔ اس مقدمہ میں زوجہ بروقت رجوع نالش قابض جائداد تھی۔ اور پریوی کونسل نے قرار دیا ہے کہ بیوہ کا قبضہ جائز تھا۔ اگرچہ بیوہ کی درخواست نسبت داخلخارج کی مخالفت کی گئی تھی۔ کیونکہ قبضہ بیوہ نے ناجائز طور پر یا جبر سے یا دہوکہ سے حاصل نہیں کیا تھا۔ اس حق کو خواہ کسی نام سے موسوم کیا جاوے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس کا مدار بیوہ کے اس اختیار پر ہے کہ وہ اپنے مہر کی تعداد کے لئے قرض خواہ ہے۔ اور اوسے حق ہے کہ وہ اپنے خاوند کی اس جائداد پر قابض رہے۔ جس کا قبضہ اس نے جائز طور پر اور بلا جبر دھوکہ حاصل کیا ہو۔ تاوقتیکہ اس کا قرضہ ادا نہ کیا جائے۔ لیکن بیوہ ذمہ دار ہے کہ وہ تابع اپنے حقوق کے اس جائداد کے متعلق ورثاء کو منافع کا حساب دے۔

چونکہ خاوند کے ورثاء ذاتی طور پر قرضہ مہر ادا نہ کرنے کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ اس لئے کوئی ایک وارث اپنے حصہ کے قبضہ کے لئے نالش کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ بیوہ کو قرضہ مہر کا اپنا حصہ ادا کردے۔ ۳۳ الہ آباد ۱۸۲-۳۸ الہ آباد ۵۸۱-۳۴ انڈین اپیل ۲۹۴۔

جہاں مسلمان بیوہ جس کا مہر یا اس کا کوئی حصہ واجب الادا ہو اور ادا نہ کیا گیا ہو اپنے متوفی خاوند کی جائداد پر قبضہ رکھتی ہو شریک وارثوں کے مقابلہ پر (خواہ اپنے خاوند کے کسی قرض خواہ کے مقابلہ پر) جائداد پر قبضہ رکھنے کی مستحق ہے۔ اور اس وقت تک تقسیم کی نسبت اعتراض کر سکتی ہے۔ جب تک کہ اوس کا قرضہ مہر ادا نہ ہو۔ پنجاب ریکارڈ ۶۰ء ۱۹۰۰ء۔

جہانتک ایک مسلمان عورت اپنے خاوند یا اوس کے وارثان کی رضامندی صریح یا مفہوم سے خاوند کی جائداد پر قابض ہو تو اوسے تا ادائے مہر خود بار حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ اوس کا ایفا کرایہ و منافعہ سے کر سکتی ہے۔ اگرچہ بنوع دیگر اوس کے حقوق ایک معمولی قرض خواہ کے ہوتے ہیں

۵۴ کلکتہ لاجرنل ۱۷۱ -

ایک بیوہ کا استحقاق مہر اوسکی خاوند کی جائداد پر بار نہیں ہوتا - الا اس صورت میں کہ اپنے خاوند کی وفات کے وقت اوس کی جائداد پر قابض ہو - مگر وہ اپنے پران کی تاحد رقم مہر کے قرض خواہ ہوتی ہے - اور اوس کا حق اون قرضجات سے جو نکاح کے بعد برداشت ہوئے ہوں فائق ہوتا ہے - ۸۰ انڈین کیس ۶۹۲ - آل انڈیا رپورٹر ۶۹۲ -

جہانکہ ایک مسلمان بیوہ بوجہ اپنے حق مہر کے اپنے خاوند کی جائداد پر بابت غیر ادا شدہ حصہ مہر کے قابض ہو تو اوس کے خاوند کے وارثان اوس کے مہر کے ایفاء کرنے کے بغیر جائداد مذکور کا فیصلہ حاصل نہیں کر سکتے - نہ ہی ہر ایک حصہ دار جدا جدا نالش اوس کے برخلاف کر سکتا ہے - وہ سالم جائداد پر قابض رہنے کی مستحق ہے - جب تک کہ اوس کا سالم مہر اداء نہ کیا جاوے - ۷۸ انڈین کیس ۲۱۴ - آل انڈیا رپورٹر ۱۹۲۴ء الہ آباد ۷۲۹ -

۷۲ - (۱) بیوہ کو جو حق جائداد پر اس وقت تک قابض رہنے کا حاصل ہے جب تک اُسے مہر ادا نہ کیا جاوے - اس سے یہ مفہوم نہیں کہ اُسے جائداد رہن یا بیع کرنے کا بھی اختیار حاصل ہے -

(۲) اس امر کی نسبت اختلاف رائے ہے کہ آیا بیوہ کو جو حق اپنا قبضہ قائم رکھنے کا حاصل ہے وہ قابل انتقال و قابل وراثت ہے یا نہیں - ایک طرف تو یہ قرار دیا گیا ہے کہ ایسا استحقاق ذاتی ہے اور اس لئے یہ بذریعہ بیع ہبہ یا دیگر نوع سے منتقل نہیں ہو سکتا - نہ ہی یہ اس کی وفات پر اس کے وارث کو پہونچ سکتا ہے - برخلاف اسکے یہ بھی قرار دیا گیا ہے کہ ایسا استحقاق جائداد ہے - اور یہ قابل انتقال ہے لیکن وراثت میں پہونچ سکتا ہے -

(۳) بیوہ کا استحقاق مذکورہ بالا ایسا بار نہیں ہے - جیسا کہ مرتہن کو حاصل ہوتا ہے اس لئے بیوہ کے خاوند کی طرف سے مرتہن جائداد کو جس پر بیوہ .... بوجہ اپنے حق مہر کے قابض ہو نیلام کرا سکتا ہے - اور بیوہ کو استحقاق نہیں کہ وہ مرتہن کے مشتری کے برخلاف جائداد مذکور پر قابض رہے -

(۴) صرف یہ امر کہ بیوہ اپنے خاوند کی جائداد پر بوجہ اپنے حق مہر کے قابض رہی ہے اُسکے لئے نالش بغرض وصول رقم مہر کا مانع نہیں ہے -

۱۷ الہ آباد ۱۹ - (درمین) ۱۴ الہ آباد ۸۳۵ - ۳۴ مدراس ۱۴۲ - ۲۳۸ - (بیع) ۱۶ الہ آباد ۵۰

۲۹ الہ آباد ۴۰۶ - ۲۰ الہ آباد ۲۶۲ - ۷ الہ آباد ۳۵۳ (قابل وراثت) ۲۲ الہ آباد ۵۵۱ -

۵۶۱ - ۳۴ الہ آباد ۱۲۱ - ۳۴ مدراس ۱۲۱ - ۲۳ - ۴۰ بمبئی ۳۴ - ۴۷ - ۴۹ - ۲۵ مدراس

۶۵۸ - ۲۳ الہ آباد ۳۲۴ -

(۵) جہانتکہ بیوہ جو بوجہ حق مہر کے اپنے خاوند کی جائداد پر قابض ہو بیدخل کی جاوے وہ جائداد کا فیصلہ حاصل کرنے کے لئے نالش کرسکتی ہے -

۴۰ بمبئی ۳۴ - ۴۴ - ۵۰ - (نالش منجانب بیوہ دوارثان شریک بیوہ) ۷ الہ آباد ۳۵۳ -

(نالش منجانب وارثان بیوہ) -

قرضہ مہر محفوظ قرضہ نہیں ہے بلکہ ایک سادہ قرضہ ہے - جو ان قرضہ جات کے ممثل ہے - جو جائداد متوفی سے واجب الادا ہوں - بیوہ کا بار مہر ایسا ہے جو اوس حالت میں حاصل ہوتا ہے جبکہ وہ اپنے خاوند کی جائداد کا قبضہ بامن حاصل کرلیوے - اور وہ اوس جائداد پر وارثان خاوند خود کے برخلاف اوس وقت تک قابض رہیگی جب تک کہ اوس کا دعوئے مہر کا ایفاء نہ کیا جاوے - یہ اوس حصہ پر حاوی نہیں ہے جو اوس کے قبضہ میں بطور وارث خاوند خود ہو - اور اوسے یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے خاوند کی جائداد سے کسی دیگر قرض خواہ کو اپنی رقم واجب الوصول کے حصول کرنے میں رکاوٹ پیدا کرے -

۵ الہ آباد ۴۳۸ -

یہ ظاہر ہے کہ اگر حق ہذا وراثت میں پہونچتا ہو تو بیوہ کے ورثاء اس جائداد پر قابض ہونے کے مستحق ہیں - جس جائداد پر بیوہ بوقت وفات قابض تھی تاوقتیکہ قرضہ مہر ادا نہ کیا جاوے - لیکن اگر بیوہ نے خود قبضہ حاصل نہ کیا ہو تو اوس کے وارثان قبضہ حاصل نہیں کرسکتے - ۲۶ الہ آباد ۵۵۸ - پس اگر استحقاق قابل انتقال ہے تو منتقل الیہ بالمقابل دیگر ورثاء کے قبضہ رکھنے کا مستحق ہے جب تک کہ مہر اداء نہ کیا جاوے -

مسٹر جسٹس ٹنڈیل صاحب نے بمقدمہ ۲۲ - الہ آباد ۵۵۱ - (صفحہ ۵۶۱) یہ قرار دیا ہے کہ حق ہذا قابل انتقال ہے -

انتقال جائداد منجانب بیوہ باطل ہے - مگر انتقال استحقاق نسبت قرضہ مہر واستحقاق قبضہ جائز ہوگا -

ایک مرتہن باقبضہ زر رہن کی وصولی کے لئے برخلاف راہن کے نالش نہیں کر سکتا۔ وہ زر رہن صرف جائداد مرہونہ سے ہی وصول کر سکتا ہے۔ لیکن بیوہ کا قبضہ بالکل مرتہن باقبضہ کی مانند نہیں ہے۔ اور اوسے وارثان خاوند ش کے برخلاف قرضہ مہر کے متعلق نالش کرنے کا مانع نہیں ہے۔

۷۳۔ وصولی مہر کی نالشات کی میعاد تین سال ہے۔ اور اس میعاد کا آغاز اسطرح ہوگا

(۱) مہر معجل کی وصولی کی میعاد اس وقت سے شروع ہوگی جب تقاضا کیا گیا ہو۔ اور ادائیگی سے انکار کیا گیا ہو۔ لیکن جب کہ اثناء ازدواج میں تقاضا نہ کیا جاوے تو وفات یا طلاق کی وجہ سے اختتام زوجیت کے وقت سے۔

(۲) مہر غیر معجل یا موجل کی وصولی کی میعاد طلاق یا وفات کی وجہ سے اختتام زوجیت سے۔

دیکھو مدات ۱۰۳ و ۱۰۴۔ ضمیمہ اول۔ ایکٹ میعاد۔ مجریہ ۱۹۰۸ء۔

۷۴۔ جو رقم بطور معاوضہ نکاح مقرر کی جاوے اس کی وصولی کے لئے زوجہ برخلاف خاوند یا کسی دیگر شخص اقرار کنندہ کے نالش کرنے سے بدیں وجہ ممنوع نہیں ہے۔ کہ بوقت نکاح وہ نابالغہ تھی اور فریق معاہدہ نہ تھی۔ خصوصاً اس صورت میں جب کہ رقم مذکور کا بار کسی خاص جائداد پر ڈالا گیا ہو۔ جس سے جائداد مذکور ایک قسم کی امانت قرار پائی ہو اور جس سے زوجہ مذکورنے ہی صرف مفاد اٹھانا تھا۔

۳۲ الہ آباد ۱۰۴ (پریوی کونسل)۔

فصل چہارم

شوہر و زوجہ کے باہمی حقوق اور ذمہ واریاں

ذمہ واری ہائے زوجہ

۷۵۔ بپابندی حق انکار بصورت عدم ادائیگی مہر جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ زوجہ پر واجب ہے کہ:۔

(الف) شوہر کے گھر میں سکونت رکھے۔ لیکن ضروری نہیں کہ وہ اس کے پیچھے جگہ بہ جگہ جاوے جب کہ خاوند سفر کر رہا ہو۔)
(ب) جب کبھی ضرورت ہو صحت اور شرم وحیا کا لحاظ رکھ کر مناسب اوقات و مناسب مقامات میں شوہر کو مباشرت کرنے دے۔
(ج) شوہر کے تمام دیگر مناسب احکام کی تعمیل کرے۔
(د) خواہ مہر ادا ہوا ہو یا نہ ہو عقد نکاح کے وقت سے عفت مآب زوجہ بنی رہے۔ اور عورت کو چاہیئے کہ اجنبیوں کے ہمراہ ہر طرح کی نامناسب بے تکلفی سے کنارہ کرے اور بلا ضرورت عوام کے سامنے نہ ہو۔ یہ امر کہ نامناسب بے تکلفی اور بلا ضرورت عوام کے سامنے ہونے سے کیا مراد ہے۔ فریقین کی سوشیل حیثیت اور مقامی رواج پر منحصر ہے۔

بیلی صاحب ۱۴ و ۷، ۳۴ لغایت ۵۰ ۴۔ نظائر میگناٹن صاحب صفحہ ۵۷۔
اگر زوجہ اپنے خاوند کے ہمراہ جگہ بہ جگہ جانے سے انکار کرے تو قدیم اہل الرائے کے بموجب وہ گذارہ کی مستحق نہ تھی۔ لیکن موجودالوقت میں مرد کو حق نہیں ہے کہ وہ زوجہ کو سفر میں اپنے ہمراہ جانے کے لئے مجبور کرے (بیلی ۴۳۸)۔
خاوند کا حق مباشرت تابع امور صحت و شرم وحیا ہے۔ خلوت صحیحہ جائز ہے جو کہ بوجہ شرم وحیا قانون یا صحت کوئی امر مانع مباشرت نہ ہو۔ (بیلی صاحب ۴۳۷ و ۹۸)
(یہ امر ملاحظہ طلب ہے کہ عورت کی ماتحتی صرف ذاتی رویہ کے متعلق ہے)۔ لیکن اسکی آزادی نسبت جائداد کرنے معاہدہ قائم رہتی ہے گویا کہ وہ ناکتخدا ہے۔
یہ امر بھی توجہ طلب ہے کہ زوجہ کی ذمہ داریوں میں۔ بچوں کو دودھ پلانے کی ذمہ داری ماں کے لئے جو ضروری ہے۔ شامل نہیں ہے۔ الا بوقت ضرورت اشد۔ اگر بچہ گود میں ماں کے ہو تو ماں کے لئے لازم نہیں ہے کہ اس کو دودھ پلائے۔ لیکن بچہ کی پرورش باپ کے ذمہ ہے۔ اور یہی صورت دایہ کے ملازم رکھنے کے متعلق ہے۔ یہ بھی اغلب ہے کہ ماں بوجہ خرابی صحت یا کسی دیگر کافی وجہ کے دودھ پلانے کے ناقابل ہو۔ جن حالات میں اس کو دودھ پلانے کے لئے مجبور کرنا اس کے ساتھ بے انصافی ہوگا۔ (اس مسئلہ کی وجہ یہ ہے کہ یہ قیاس کر لیا گیا ہے کہ دایہ آسانی سے میسر ہو سکتی ہے۔)

(لیکن جس صورت میں دایہ دستیاب نہ ہو سکتی ہو تو ماں کو دودھ پلانے کے لئے مجبور کیا جاسکتا ہے۔ تاکہ کہیں بچہ ضائع نہ ہو جاوے (ہدایہ ۱۴۵) ۔)
(لیکن عورت کو جائز نہیں کہ جس صورت میں وہ زوجہ ہو اس فرض کی ادائیگی کے لئے کوئی معاوضہ حاصل کرے) (لیکن بعد از طلاق اور اختتام عدت وہ ملازم رکھی جاسکتی ہے) جیسا کہ کوئی دیگر عورت اور اگر وہ اسی یا کمتر معاوضہ پر اس فرض کو ادا کرنے پر رضامند ہو تو اسے ترجیح دیجانی چاہیئے۔ ایک عورت اپنی سوکن کے بچہ کو دودھ پلانے کے لئے معاوضہ لے سکتی ہے۔ (ہدایہ ۱۴۵) ۔

۷۷۔ نافرمان زوجہ کے خلاف شوہر کو مندرجہ ذیل چارہ جویاں حاصل ہیں:۔

(الف) طریقہ ہائے متذکرہ آئندہ میں سے کسی طریق سے اس کو طلاق دینا۔

(ب) اس کو گذارہ دینے سے انکار کرنا۔

(ج) اعادہ حقوق زناشوئی کی نالش کرنا۔

شوہر طلاق تو اپنی مرضی اور رغبت سے بلا اظہار نافرمانبرداری یا کسی دیگر وجہ کے دلیسکتا ہے۔
(اگر عورت نشیزہ یا باغی ہو جاوے تو اس وقت تک گذارہ کی مستحق نہیں جب تک وہ اپنے شوہر کے پاس واپس نہ آجاوے۔ الفاظ شوہر کے پاس واپس آنے کے معنے یہ ہیں کہ مباشرت کے حقوق پوری طرح سے دئے جائیں۔ اور اس لئے یہ شرط عدالت دیوانی میں گذارہ میں کامیاب ہونے سے پہلے پوری ہونی چاہیئے۔)

اس امر کے متعلق فیصلجات میں اختلاف رائے ہے کہ جب خاوند کا یہ کہنا کہ وہ اپنی زوجہ کو اس صورت میں گذارہ دینے کے لئے تیار ہے جب کہ وہ اس کے ہمراہ رہنے پر رضامند ہو تو اس کا منشا یہ ہے کہ عورت بطور زوجہ اس کے ہمراہ رہے۔ ہائی کورٹ مدراس نے بمقدمہ ۶ مدراس ۱۷۳ یہ قرار دیا ہے کہ یہ امر ضروری ہے کہ عورت بطور زوجہ ہمراہ رہنے کے لئے رضامند ہو۔ لیکن ہائی کورٹ بمبئی نے (۱۲ بمبئی ۲۶۹) میں اس کے مخالف رائے ظاہر کی ہے۔

خاوند کا اپنی زوجہ کو جو اس کے ہمراہ رہنے سے انکار کرے گذارہ دینے سے انکار کرنے کا حق اس نالش میں جواب دعوےٰ نہیں ہو سکتا۔ جو زوجہ کی طرف سے شوہر کے باپ کے برخلاف اس قرارنامہ کی بناء پر کیا جاوے۔ جو دونوں کے باپوں کے

درمیان بحیثیت ولی بوقت نکاح ہوا ہو جب کہ زوجہ و شوہر دونوں نابالغ تھے۔
۳۲ الہ آباد ۱۰۴۳۔
ایسی نالشات کے متعلق بموجب مد ۱۲۰۔ ایکٹ میعاد ۱۹۰۸ء میعاد ۶ ماہ ہے۔
لیکن جو تجویز چیف کورٹ نے بمقدمہ ۷۰ پنجاب ریکارڈ ۱۸۷۹ء کی کہ جب کبھی شوہر یا زوجہ مباشرت سے پرہیز کرتے رہے اور پھر شروع کرتے رہے۔ وقتاً فوقتاً عہد شکنی ہوتی رہی اگر اس کا خیال کیا جائے تو ایسی نالش کبھی زائد المیعاد نہیں ہوسکتی۔

۷۷۔ ٹھیٹھ شرع محمدی کے رو سے نافرمان زوجہ اپنی آزادی سے محروم کیجا سکتی ہے اور اس کو خفیف بدنی سزا بھی دیجا سکتی ہے۔ لیکن یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا اینگلو محمڈن لا نے ان امور کو جائز قرار دیا ہے یا نہیں۔

قرآن شریف سورۃ ۴ و ۵۔ آیت ۳۴۔ بیلی ۱۳۔
دفعہ ۳۲۳ و ۳۲۵ تعزیرات ہند میں بالارادہ ضرر یا بالارادہ ضرر شدید پہونچانا۔ اور دفعات ۳۳۹ لغایت ۳۴۲ میں مزاحمت بیجا اور حبس بیجا کی سزائیں درج ہیں۔
سوال صرف یہ ہے کہ آیا عام مستثنےٰ مندرجہ دفعہ ۷۹۔ تعزیرات ہند (یعنی کوئی امر جرم نہیں جس کو ایسا شخص کرے جس کا اس کو کرنا قانوناً جائز ہو) نے شوہر کو سزا سے محفوظ کردیا ہے ؟ خاوند کے ذاتی قانون یا ہندوستان کے عام قانون کے رو سے شوہر کا فعل جائز خیال کیا جاسکتا ہے) ۔ لیکن عام قانون میں کوئی ایسی شرط درج نہیں جس سے خاوند اپنے ایسے فعل کی جوابدہی سے مستثنےٰ سمجھا گیا ہو مگر کسی ہائی کورٹ میں ابھی تک اس قسم کا مقدمہ نہیں پہونچا۔)
مسٹر جسٹس محمود نے بمقدمہ ۷ الہ آباد ۴۶ میں یہ قرار دیا کہ کسی جماعت کی عبادت میں خلل ہوا ہو یا نہ۔ جب کہ کسی شخص نے بلند آواز سے کوئی خاص اذاں دی۔ لیکن مجرم زیر دفعہ ۷۹۔ تعزیرات ہند محفوظ ۔۔۔ ہے اگر اس قسم کی اذان مسلمانوں کے مذہبی قانون سے جائز تھی۔
نیز فیصلہ ۸۔ الہ آباد ۴۹ ا قابل ملاحظہ ہے۔

۷۸۔ اینگلو محمڈن لا کے رو سے زنا کرنے کی علت میں زوجہ کسی تاوان کی مستوجب نہیں اور نہ وہ کسی حق سے محروم ہوتی ہے۔ لیکن اگر زنا کے وقت

خاوند سے علیحدہ رہ کر زیر دفعہ ۴۸۸ ضابطہ فوجداری گذارہ پاتی ہو تو زنا کے ثبوت ہونے پر حکم گذارہ منسوخ کیا جاوے گا۔

اس وجہ سے خاوند اس کو طلاق دینے کا مجاز ہے۔ لیکن وہ مہر معجل سے محروم نہیں کی جا سکتی فوجداری شریعت محمدی کے رو سے اگر منکوحہ مرد یا عورت زنا کرے تو سنگین جرم سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اگر مرتکبان زنا میں سے کوئی منکوحہ نہ ہو تو صرف دو دن کی سزا دی جاتی ہے۔ اگر کوئی مرد منکوحہ عورت سے زنا کرے تو دفعہ ۴۹۷ تعزیرات ہند کے رو سے صرف مرد کو سزا ملتی ہے۔

تعزیرات ہند نے شریعت محمدی کے اس حصہ کو منسوخ کر دیا ہے۔

شیعہ مسلک کے رو سے متعہ والی زوجہ بدکار ہو جانے سے مہر سے محروم نہیں ہو سکتی۔ بشرطیکہ وہ شوہر کے پاس اس کے حسب ضرورت رہ سکے۔

فصل پنجم

خاوند کی ذمہ واریاں

۷۹۔ خاوند پر واجب ہے کہ:۔

(الف) بپابندی اُن امور کے جن کا ذکر مدات مابعد میں کیا گیا ہے۔ زوجہ کو گذارہ دے۔

(ب) اگر اس کی ایک سے زیادہ زوجگان ہوں تو ہر ایک کو علیحدہ سونے کا کمرہ بہم پہونچائے۔ اور ہر ایک کو اپنی سوسائٹی میں مساوی شریک کرے اور اور طرح پر یکساں سلوک کرے۔

(ج) بہر حال زوجہ کو ایک ایسا کمرہ استعمال کرنے دے جس میں خاوند کے سوا اور کسی کو آنے کی اجازت نہ ہو۔

(د) مناسب عرصہ کے بعد زوجہ کو اپنے والدین اور بچوں کو جو پہلے خاوند کے نطفہ سے ہوں ملنے دے۔ اور کم از کم برس میں ایک دفعہ درجہ ممنوعہ کے اندر نسبی رشتہ داران سے ملاقات کرنے دے۔ لیکن خاوند پر شرعاً واجب نہیں

کہ اجنبیوں سے ملنے دے۔ یا شادیوں کی ضیافتوں یا عام مجمعوں میں جانے دے
(بیلی صاحب صفحہ ۴۴۱ - ۴۴۳ و ہدایہ صفحہ ۱۴۰)
بعض حنفی مفتیان کا شافعی مفتیان کے ساتھ اس امر پر اتفاق رائے ہے کہ گذارہ کے لئے صرف شوہر کی حیثیت کا لحاظ کرنا چاہیئے۔
شافعی مذہب میں خاوند پر نابالغ زوجہ کا گذارہ بھی واجب ہوتا ہے۔
مقدار گذارہ مقرر کرنے میں شافعی مذہب کے مطابق صرف خاوند کی مقدرت اور حیثیت کا لحاظ کرنا چاہیئے۔ عورت کے ادنیٰ حیثیت ہونے کی وجہ سے اس کے گذارہ کی مقدار میں کمی نہیں ہو سکتی۔
شیعہ مذہب کے مطابق متعہ سے عورت کو گذارہ کا حق نہیں پیدا ہوتا۔ ضابطۂ فوجداری مجریہ ہند کی دفعہ ۴۸۸ کے رو سے عورت کو یک صد روپیہ ماہوار تک گذارہ مل سکتا ہے۔ لیکن خاوند کو اختیار ہے کہ عورت کو طلاق دیکر آئندہ گذارہ کے بارے سے اپنے آپ کو سبکدوش کرے۔
۸ کلکتہ صفحہ ۵۳۶ میں قرار دیا گیا تھا۔ کہ گذارہ کا دعوےٰ شخصی قانون پر مبنی ہوتا ہے اس لئے عدالت دیوانی میں سماعت ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ حق اس حق سے بالکل مختلف ہے جو ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۴۸۸ کے رو سے عطا کیا گیا ہے اس مقدمہ میں یہ خیال کیا گیا تھا کہ اغراض دفعہ ۴۸۸ کے لئے متعہ والی عورت بھی زوجہ میں شامل ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ واضعان قانون کا یہ منشا نہ تھا۔ شرائع الاسلام میں لکھا ہے کہ زوجہ میں متعہ والی عورت شامل نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس امر کی طرف ہائیکورٹ کو توجہ نہیں دلائی گئی (۵ کلکتہ صفحہ ۵۵۸ - اور ۷ بمبئی صفحہ ۱۸۰)۔
یہ امر خالی از شبہ نہیں ہے کہ متعہ کی غیر منقضی میعاد کو فسخ کرنے سے مرد متعہ کرنے والی عورت کو مہر مقررہ کے کل یا جزو سے محروم نہیں کر سکتا۔ لیکن سوالات مندرجہ ذیل کی نسبت اسناد قطعی نہیں ہیں۔
(الف) اگر زوجہ ہبہ یا فارغ خطی قبول کرے اور آئندہ شوہر کے بس میں رہنا ترک کردے اور خصوصاً جب کہ وہ کسی دوسرے مرد سے تعلق پیدا کرے تو آیا خاوند کم مقدار میں مہر ادا کرنیکا مجاز ہے یا نہیں۔

(ب) آیا فارغطی سے میعاد ادائیگی مہر میں جلدی ہو جائے گی یا مہر کے دعوے کے واسطے اس کو انقضائے میعاد متعہ تک انتظار کرنا پڑے گا۔

نکاح متعہ میں صرف اظہار کی قسم کا طلاق ہو سکتا ہے۔ نہ کہ کسی اور طرح کا۔ نیز نکاح متعہ سے نالش اعادہ حقوق زناشوئی نہیں ہو سکتی۔ الاعورت مہر کا دعوے اسیطرح کر سکتی ہے۔ جس طرح معمولی قرضہ کا لیکن اگر عورت اپنی ذمہ داریوں کو حسب معاہدہ پورا نہ کرے تو خاوند کو اختیار ہے کہ خواہ دعوے کی تردید کرے اور خواہ حسب حالات ہرجانہ کا دعوے کرے۔

متعہ سے حق وراثت پیدا نہیں ہوتا البتہ ایسے حق کی صراحتاً شرط قرار دی جا سکتی ہے۔

قرار دیا گیا کہ (۱) گذارہ زوجہ کا سوال متعلق بہ نکاح ہے اور اوس پر جیسا کہ دفعہ ۵ ایکٹ قوانین پنجاب (۴ ۱۸۷۲ء) میں قرار دیا گیا ہے فریقین کے ذاتی قانون کا اطلاق ہے۔

(۲) شرع محمدی میں اجازت نہیں ہے کہ بقایا گذارہ کا دعوے بجز اس کے کیا جاوے کہ فریقین نے اسے سابق میں معین کر لیا ہو یا اس کی نسبت رضامند ہو گئے ہوں۔ (۵ پنجاب ریکارڈ ۱۸۹۰ء)۔

شرع محمدی کے رو سے خاوند اپنی بیوی کو صرف اسی حالت میں گذارہ دینے کا پابند ہے جب کہ وہ اس کی اطاعت میں رہے۔

اگر عورت خاوند کے پاس رہنے سے انکار کرے یا کسی اور طرح سے اس کی اطاعت سے انحراف کرے تو وہ اسے گذارہ دینے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا (۱ ا بمبئی صفحہ ۷۷)۔

گذارہ میں خوراک۔ کپڑے و دیگر اخراجات ضروری شامل ہیں۔ (بیلی ۴۴۲)۔

زوجہ جائز طور پر اپنے حق گذارہ آئندہ سے دست بردار نہیں ہو سکتی۔ (بیلی ۴۴۶) گذارہ کی بجائے ماہوار رقم کی ادائیگی یا اس کے ادا کرنے کا اقرار جائز ہے۔ (بیلی صاحب ۴۴۲)۔

لیکن زوجہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنے بچوں کو جو پہلے خاوند کے نطفہ سے ہوں بلا رضامندی اپنے موجودہ خاوند کے ہمیشہ کے لئے اپنے ہمراہ رکھے۔ (بیلی ۴۴۵ - ۴۵۰)۔

۸۰ - برٹش انڈیا میں خاوند حقوق زوجہ کی نگہداشت ترک کرنے سے بعیضہ

دیوانی یا فوجداری قانوناً کسی تاوان کا مستوجب نہیں لیکن اس قاعدہ کی شائد مندرجہ ذیل مستثنیٰ ہے ۔
اگر خاوند اس مکان میں جس میں زوجہ رہتی ہو بت پرست آشنا رکھے تو شاید یہ امر زوجہ کے لئے مذہباً ایسا دل دکھانے والا متصور ہو سکتا ہے ۔ کہ قانونی معنی میں اس کو بیرحمی سمجھا جاوے ۔ اور اس وجہ سے زوجہ کو خاوند سے علیحدہ رہ کر گذارہ کا مستحق کرے ۔
لیکن اگر آشنا اہل کتاب یعنی عیسائی یا یہودی ہو تو یہ صورت پیدا نہ ہوگی ۔

زوجہ کا گذارہ

(۸۱ ۔ خاوند کے لئے لازم ہے کہ زوجہ کو (الا اوس صورت میں کہ وہ بوجہ صغرسنی مباشرت کے ناقابل ہو) ۔ اس وقت تک گذارہ دے ۔ جب تک وہ فرمانبردار رہے اور اس کے مناسب احکام کی تعمیل کرتی رہے ۔ لیکن خاوند پر ایسی زوجہ کا گذارہ واجب نہیں جو غیر مطلقہ ہو یا کسی دیگر نوع سے اس کی غیر فرمانبردار ہو ۔ الا اوس صورت میں کہ غیر فرمانبرداری یا غیر مطلقہ ہونے کا سبب عدم ادائیگی مہر معجل ہو ۔
(دہلی ۱۸۴۴ء ۲۴۴) ۔
(۲۱ بمبئی ۷۷ صفحہ ۸۲) ۔
۸۲ ۔ اگر خاوند زوجہ کو گذارہ دینے میں لاپرواہی کرے یا انکار کرے ۔ بلا کسی قانونی عذر کے تو زوجہ عدالت دیوانی میں گذارہ کے لئے نالش کر سکتی ہے ۔ لیکن عرصہ ماسبق کے گذارہ کے لئے ڈگری کی مستحق نہ ہوگی ۔ الا اوس صورت میں کہ بناء دعوے کوئی خاص اقرار ہو ۔ یا وہ زیر دفعہ ۴۸۸ ضابطہ فوجداری تعین گذارہ کی درخواست دے سکتی ہے ۔ جس صورت میں کہ عدالت کو اختیار ہوگا کہ وہ خاوند کو حکم دے کہ وہ اپنی زوجہ کا گذارہ ادا کرے جس کی تعداد یک صد روپیہ ماہوار سے زائد نہ ہوگی ۔
(۶ کلکتہ ۱۸۷۱) ۔

۱۵ اودلیکلی رپورٹر ۲۹۶ -
ایسی ڈگری کا ایفاء بذریعہ قرقی جائداد یا قید مدعا علیہ جس کی میعاد چھ ماہ تک ہو سکتی ہے
یا دونوں طریق سے ہو سکتی ہے - (بیلی ۴۳۴ ہدایہ ۱۴۱) -
شرع محمدی کے بموجب حقوق زوجیت کی تعمیل نہ صرف اون طریق سے کی جاسکتی ہے -
جو عدالت ہائے دیوانی ہندوستان میں استعمال کئے جاتے ہیں - بلکہ قاضی کی اقتضائے رائے
کے مطابق دیوں یا دیگر سزا سے بھی کی جاسکتی ہے - (شرع محمدی میں یہ بھی اجازت ہے
کہ اس قسم کے تنازعات دونوں خاندانوں کے چیدہ ثالثوں کی معرفت تصفیہ کئے جائیں) -
مسالک شفیعہ کے مطابق زوجہ سابقہ گذارہ کی بھی مستحق ہے - خواہ اوس کے متعلق
کوئی اقرارنامہ نہ ہو - ۱۴ مدراس ۲۱۱ -

۸۳ - زوجہ میعاد عدت کے لئے جو طلاق کے بعد ہو گذارہ کی مستحق ہے لیکن اوس بیوہ کو میعاد عدت کے لئے جو بوجہ وفات خاوند ہو گذارہ کا استحقاق حاصل نہیں -

ہدایہ ۱۴۵ - بیلی ۴۵۰ -
۲۵ کلکتہ ۹ -
میعاد عدت کے لئے دیکھو ۵۳ مع نوٹ زیر تحت آں -
اگر حکم گذارہ بحق زوجہ زیر تحت دفعہ ۴۸۸ ضابطہ فوجداری صادر کیا جاوے تو بصورت
طلاق میعاد عدت کے ختم ہونے پر حکم مذکور کی تاثیر زائل ہو جاوے گی - لیکن اس سے
پیشتر نہیں - بمقدمہ عبد العلی ۷ بمبئی ۱۸۰ - بمقدمہ دین محمد ۵ - الہ آباد ۲۲۶ - شاہ ابو ہنام الفت
بی بی ۱۹ - الہ آباد - ۵۰ -
ایک مسلمان عورت طلاق کے بعد میعاد عدت کے لئے گذارہ کا دعوے زیر دفعہ ۴۸۸
ضابطہ فوجداری کر سکتی ہے - (پنجاب لا رپورٹر ۸۵ سنہ ۱۹۰۵ع) -

۸۴ - اگر بوجہ تشدد یا دھمکی تشدد یا خاوند کی اون ذمہ داریوں کو جو بروے شرع خاوند کے ذمہ اس کی زوجہ کی ذات کے متعلق ہیں ادا نہ کرنے کے زوجہ خاوند کے ہمراہ رہنے سے انکار کرے یا خاوند اس کو گھر سے نکال دے یا چھوڑ کر کسی جگہ چلا جائے تو زوجہ مجسٹریٹ کے پاس درخواست دیگر گذارہ مقرر کرا سکتی ہے - جس کی تعداد

یک صد روپیہ ماہوار تک ہو سکتی ہے - لیکن اگر بعد ازاں یہ ثابت ہو کہ عورت زنا کاری کی حالت میں رہتی ہے تو حکم گزارہ منسوخ ہو سکتا ہے -

دیکھو صفحہ ۸۸۴ ضابطہ فوجداری ۱۹۱۸ء -

۸۵ - سوائے فعل مباشرت کے کسی اور فعل مثلاً ضرر - جبر - مجرمانہ - مزاحمت بیجا کی بابت جس طرح پر کہ انکی تعریف تعزیرات ہند میں مذکور ہے - زوجہ کو شوہر کے برخلاف وہی چارہ جوئی حاصل ہے جو کسی اجنبی کے مقابلہ میں -

فصل ہفتم

اعادہ حقوق زناشوئی

۸۶ - (۱) اگر زوجہ بلا کسی جائز وجہ کے اپنے خاوند کے ساتھ مباشرت کرنے سے انکار کرے تو خاوند کو استحقاق ہے کہ وہ زوجہ کے برخلاف اعادہ حقوق زناشوئی کا دعوے کرے -

(۱۱ موز انڈین اپیل ۵۵۱) -

(۲) تشدد جو اس قسم کا ہو جس کی وجہ سے زوجہ کا اپنے خاوند کے پاس رہنا اس کی سلامتی کے لئے مضر ہو ایسی نالش میں کافی جواب ہو سکتا ہے - نیز شوہر کا ان ذمہ واریوں کو ادا کرنا جو بروئے معاہدہ نکاح خاوند کے ذمہ اس کی زوجہ کی ذات کے متعلق ہیں - بشرطیکہ یہ مناسب طور پر ثابت کیا جاوے کافی وجہ ہو سکتی ہے - کہ عدالت کی امداد خاوند کو نہ دی جاوے -

(۱۱ مور ختہ انڈین اپیل ۵۵۱ - ۷ بمبئی لاء رپورٹر ۶۰۲ - ۶۰۸ - ۲۹ - الہ آباد ۲۲

۳۰ - الہ آباد ۳۲۳ -

(۳) نکاح سے پہلے یہ اقرار کہ نکاح کے بعد زوجہ اپنے والدین کے گھر میں رہنے کی مجاز ہے باطل ہے - اور نالش اعادہ حقوق زناشوئی میں بطور جواب سماعت نہیں ہو سکتا - (۲۷ بمبئی لاء رپورٹر ۲۸۰ - ۲۷ کلکتہ ویکلی نوٹس ۷۹۳ - ۱ - لاہور ۷۵۹) -

اسی طرح سے جو اقرار مابعد نکاح مابین خاوند و زوجہ جو تاریخ اقرار سے کچھ عرصہ

پہلے ایک دوسرے سے علیحدہ رہتے ہوں - بدیں مضمون کیا جاوے کہ وہ مباشرت ازسرنو شروع کر دیں - لیکن اگر زوجہ خاوند کے ساتھ رضامند نہ ہو تو اُسے اختیار ہوگا کہ اُس سے علیحدہ ہو جائے کالعدم ہے - اور شوہر کی طرف سے نالش اعادہ حق زنا شوئی میں جواب نہیں ہوسکتا -

(۷ بمبئی لارپورٹر ۳ ۶۰)

(۴) نالش اعادہ حق زناشوئی میں معجل مہر کی عدم ادائیگی جواب ہو سکتی ہے - لیکن ایسے جواب کی تاثیر صرف یہ ہے کہ ایسی صورت میں عدالت شوہر کے حق میں قطعی ڈگری صادر نہیں کرے گی - بلکہ ڈگری بہ ادائیگی مہر ہوگی - اگر نکاح کے بعد ہم بستری ہو چکی ہو تو معجل مہر کی عدم ادائیگی ایسی نالش میں عذر نہیں ہو سکتی -

(۵ بمبئی ۸۶ ۲ - ۶ بمبئی لارپورٹر ۲۸ ۷ بمبئی لارپورٹر ۲ ۰ ۲ - ۶۶۱۱ - ۳۰ بمبئی ۲ ۱۲) -

(۵) ایک تازہ تر مقدمہ میں جس میں فریقین بھرُوچ کے فرد مسلمان تھے - عدالت ہائیکورٹ بمبئی نے شوہر کے حق میں اعادہ حقوق زناشوئی کی ڈگری صادر فرمانے سے بدیں وجہ انکار کر دیا کہ خاوند برادری سے خارج کیا جا چکا ہے - اور زوجہ اس کے ہمراہ رہنے کی پابند نہیں ہو سکتی -

(۱۳ بمبئی ۶ ۶ ۳) -

حصول حق ازدواج کے دعوے میں قرار پایا کہ عدم ادائیگی مہر معجل معقول جواب دعوے نہیں ہے - اور اس کی ادائیگی پر ڈگری کا مشروط کیا جانا جوڈیشل امتیاز ہے - جو عدالتیں بلحاظ روئداد خاص مقدمہ عمل میں لاسکتی ہیں - البتہ عدالت بیوی کی ذاتی حفاظت اور دیگر جائز حقوق سے فائدہ اٹھانے کی شرائط پر ڈگری کو مبنی کرنے کی مجاز ہے -

(۴ پنجاب ریکارڈ ۱۸۹۱ع) -

ایک مقدمہ میں جو مابین اہل اسلام فرقہ سُنی بابت بازیافت حقوق زنا شوئی تھا - چیف کورٹ نے قرار دیا کہ مہر معجل کے نہ ادا ہونے پر ایسی نالش عدالت دیوانی میں ممنوع السماعت نہیں ہے - درحالیکہ زوجہ ایک شوہر کے ہمراہ آباد رہ چکی ہو مگر عدالت مجاز ہے کہ پرچہ ڈگری میں مہر معجل کے ادا کرنے کی شرط لگا دے جو کل زر مہر کی ایک مناسب مقدار ہوگی - جس کی تشخیص بلحاظ مہر و حیثیت زوجہ و بردے رواج ہونی چاہئے - (۵ پنجاب ریکارڈ ۱۸۹۱ع) -

ایسی نالش میں جو ڈگری صادر ہو اگر اس کی تعمیل سے زوجہ انکار کرے تو اس کی جائداد قرق ہو سکتی ہے ۔ یا جیل خانہ دیوانی میں قید کی جا سکتی ہے ۔ یا دونوں باتیں ہو سکتی ہیں لیکن عدالت کو اختیار ہے کہ بوقت صادر کرنے ڈگری یا بعد ازاں یہ ہدایت کرے کہ اس ڈگری کی تعمیل میں عورت جیل خانہ دیوانی میں نہیں رکھی جا سکتی ۔ قواعد ۲۳۰ و ۲۳۳ ۔ احکام ۲۱ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء ۔

مدعی شوہر نے اپنی زوجہ پر دعوئے اعادہ زناشوئی کا اور مرد پر جس کے ساتھ عورت کبطور زوجہ رہتی تھی ۔ دلائے جانے بازو عورت کا دائر کیا ۔ مدعا علیہ نے خود شوہر کی سامعت اور چشم پوشی کا عذر پیش کیا ۔ چیف کورٹ نے قرار دیا کہ عدالت کو اس عذر پر بھی تنقیح نکالنا چاہیئے تھا ۔ کیونکہ عدالت دیوانی مجاز ہے کہ شوہر کو برخلاف اپنی زوجہ کے ڈگری دینے سے انکار کرے اگر ثابت ہو کہ جس چلن کی نسبت شوہر شاکی ہو مدعی دانستہ اس سے چشم پوشی یا اس میں عرصہ دراز تک سامعت کرتا رہا ہے ۔ (۱۵۰ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۳ء ۔ ۲ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۵ء) ۔

بازو عورت کے مقدمہ میں جب کہ مرد و عورت دونوں نابالغ ہوں تو بروئے شرع محمدی عدالت پر لازمی نہیں کہ ڈگری صادر کرے ۔ اور اس لئے اگر مناسب سمجھے تو ڈگری صادر کرنے سے انکار کرے ۔ (۵۳ پنجاب ریکارڈ ۱۸۹۴ء) ۔

شرع محمدی میں بے رحمی کے وہی معنی ہیں جو انگریزی قانون میں ہیں ۔ اور اگر زوجہ کو خاوند کے گھر واپس بھیجنے میں عورت کے لئے خطرہ ہو تو عدالت واپس بھیجنے سے انکار کر سکتی ہے ۔ اس صورت میں عدالت شوہر کو مدد دینے سے انکار کرنے کی مجاز ہے جب کہ وہ اُن ذمہ داریوں کے ایفاء میں سخت قاصر رہے ۔ جو معاہدہ نکاح کے رو سے اس کے ذمہ واجب ہیں ۔ اور ایسی صورتیں بھی ہو سکتی ہیں ۔ جن میں عدالت شوہر پر شرائط عائد کر کے دست اندازی کرنے کی مجاز ہے ۔ انگلستان میں قرار دیا گیا ہے کہ اگر واقعی تشدد نہ بھی ہوتا ہم مسلسل نامہربانہ سلوک قانونی معنے میں بیرحمی کے درجہ تک پہونچ سکتا ہے ۔ (۱۱ مورز انڈین اپیل ۵۷۱ - ۶۱۵) ۔

بیرحمی سے مراد اس تشدد سے ہے جس سے زوجہ کی صحت و سلامتی میں خلل واقعہ ہوتا ہو یا معقول اندیشہ یا احتمال خلل ہو (۱۱ مورز انڈین اپیل ۶۱۱) ۔

اگر عورت نے اول بار بدسلوکی کو معاف کر دیا ہو اور شوہر دوسری بار بدسلوکی سے پیش آئے تو عورت کو اختیار ہے کہ شوہر سے علیحدہ ہو جائے اور اس امر کے لئے اس قدر بدسلوکی یا اس درجہ کی بیرحمی کی ضرورت نہیں۔ جیسی کہ اول بار ہوئی ہو۔
(۵ کلکتہ ۵۰۰ - ۱۹ کلکتہ ۸۴ م)۔

نالش اعادہ حقوق زناشوئی میں اگر طلاق کا عذر پیش کیا جائے تو صریحاً اور صاف شہادت انفساخ نکاح کی موجود ہونی چاہیئے - لیکن مقدمہ ہذا میں بوجہ تشدد کے دعوے خارج کیا گیا تھا۔ پنجاب لار پورٹ ۱۹۱۰ء صفحہ ۷۵ ۔

اگر زوجہ عیسائی ہو جاوے تو جو ڈگری اعادہ حقوق زناشوئی کی پیشتر اس کے عیسائی ہونے کے صادر کی گئی ہو مسلمان خاوند کی طرف سے اس کی تعمیل نہیں کرائی جا سکتی - (پنجاب لارپورٹ ۱۴۱ سنہ ۱۹۰۶ء = پنجاب ریکارڈ ۸۵ سنہ ۱۹۰۶ء)۔

۸۷ - یہ شرط کہ اگر زوجہ بالغ ہو تاہم اپنے والدین کے گھر میں رہنے کی مجاز ہے باطل ہے - اور شوہر باوجود اس شرط کے مجاز ہے - کہ زوجہ کو اپنے گھر میں لیجائے - بشرطیکہ اس نے مہر یا جزو مہر معجل ادا کر دیا ہو۔

میگناٹن صاحب صفحہ ۲۵۶ -

۸۸ - جس طرح شرع محمدی کے مطابق بیع میں یہ شرط ہوتی ہے کہ شئے میں نقص ہونے کی وجہ سے معاہدہ بیع فسخ ہو جائے گا - اسی طرح معاہدہ نکاح میں اگر یہ شرط ہو کہ ایک فریق میں خاص قسم کے نقص معلوم ہونے پر دوسرے فریق کو فسخ نکاح کا اختیار ہو گا تو شرط باطل ہے -

تشریح - ایسے نقائص سے بلالحاظ خاص شرط کے نہ تو شروع ہی سے نکاح باطل ہوتا ہے اور نہ عدالت دیوانی کے ذریعہ فسخ نکاح کی وجہ قرار دیا جا سکتا ہے - سوائے اس کے کہ خاص شرط ہو -

بیلی صاحب ۱۲۱ -

امام حنیفہ کے بموجب اس امر کے متعلق کہ عورت کی جسمانی حالت کی بابت جو حالات بیان کئے جاتے ہیں درست ہیں - زائد رقم مہر مقرر ہو سکتی ہے -

۸۹- اگر نکاح میعاد مقررہ کے واسطے مثلاً اتنے سالوں۔ مہینوں یا دنوں کے واسطے کیا جاوے تو صرف میعاد بلکہ نکاح بھی باطل ہے۔

بیلی ۱۸ ہدایہ ۳۳

۹۰- برٹش انڈیا کے درمیان مسلمانوں کے مابین نکاح کے فرض ہونے کی نسبت نالش کی جا سکتی ہے۔

۲۰ الہ آباد ۹۶- اس میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ کہ جب تک مرد کو یہ استحقاق حاصل نہ ہو کہ وہ بذریعہ عدالت دیوانی کے اوس عورت کو خاموش کرا سکے جو اس کی زوجہ ہونے کی دعویدار ہو۔ اوس مرد کو اور دوسرے اشخاص کو سخت نقصان پہونچ سکتا ہے۔ اور اس کے وارثان کو اوس کی وفات کے بعد جھوٹے دعوے جات کے ذریعہ تکلیف پہنچ سکتی ہے۔ ۲۰ الہ آباد ۹۶-۹۷-

۹۱- نالش منجانب ایک مسلمان بابت ہرجانہ نسبت عہد شکنی کرنے نکاح کے مدعی اس ہرجانہ کا مستحق نہیں ہے جو انگریزی قانون کے بموجب معاہدہ نکاح کی عہد شکنی کی بابت دلایا جا سکتا ہے۔ بلکہ وہ صرف اون زیورات پارچات اور دیگر اشیاء کی واپسی کا مستحق ہے جو اوس نے دی ہوں۔

۲۴ بمبئی ۹۹۴- میگناٹن ۲۵۰- نیز دیکھو ۱۴ کلکتہ ۲۷۷- (دوبارہ نکاح متاع)-

بقول ظفر ایسا نکاح جائز ہے۔ اگرچہ شرط میعاد باطل ہے۔

فصل ہشتم

شوہر یا زوجہ کی وفات پر پسماندہ کی حیثیت

۹۲- شوہر کی وفات پر زوجہ یا زوجگان کو نکاح ثانی کرنے کا اختیار کلی ہوتا ہے اور زوجہ کی وفات پر شوہر کو اختیار ہے کہ تعداد زوجگان چار تک پوری کرے۔ البتہ قیود متذکرہ ماسبق نسبت قرابت و عدت کو ملحوظ رکھنا واجب ہوگا۔ شوہر کی وفات پر مہر معجل عورت کو ورثاء شوہر سے واجب ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح عورت

کی وفات پر ورثاء عورت کو خود شوہر سے جیسی کہ صورت ہو واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن پچھلی صورت میں شوہر کو یہ حق ہے کہ اپنا حصہ ورثہ اور نیز متوفی عورت کے بطن سے جو بچگان اس کے زیر ولایت ہوں ان کا حصہ اپنے پاس رکھ لے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیوہ کو بطور استحقاق یہ حق نہیں کہ زمانہ عدت میں شوہر متوفی کے گھر میں رہے یا اسکی جائداد سے گذارہ پائے خواہ وہ حاملہ ہی ہو۔

(ہدایہ صفحہ ۱۴۵۔ بیلی صاحب ۴۵۴)۔

مقدمہ ۵۰ کلکتہ ۹۔ پریوی کونسل نے اس امر کو تسلیم نہیں کیا کہ زوجہ بعد وفات خاوند ایک سال تک اپنے خاوند کے مکان میں رہنے کی مجاز ہے۔ جو زوجہ کی طرف سے بربنا قرآن شریف سورۃ ۲۔ آیت ۲۴۰ پیش کیا گیا تھا۔ کیونکہ مفتیان کی رائے اس کے خلاف ہے۔

عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے میعاد عدت اسی مکان میں بسر کرے جس میں وہ بوقت علیحدگی یا وفات خاوند رہتی ہو۔ لیکن اگر اُسے مکان کے گرنے کا اندیشہ ہو یا اپنی جائداد کو نقصان پہونچنے کا خطرہ ہو۔ یا اگر مکان کرایہ پر ہو اور وہ کرایہ ادا کرنے کی وسعت نہ رکھتی ہو تو اس کے تبدیل مکان کر لینے میں کوئی ہرج نہیں ہے لیکن اگر مکان اس کے خاوند کا ہو جو اس کو بیوہ چھوڑ مرا ہو۔ اور مکان مذکور کا اس قدر حصہ جو اس کے حصہ میں آتا ہو اس کے گذارہ کے لئے کافی ہو۔ اور دوسرے ورثہ سے جو اس کے درجہ ممنوعات میں نہیں ہیں بالکل علیحدہ ہو۔ تو اسے اپنے حصہ مکان میں رہنا چاہیئے۔ لیکن اگر حصہ مذکور کافی نہ ہو یا ورثاء اس کو باہر نکالدیں تو وہ جائز طور پر دوسرے مکان میں رہائش اختیار کر سکتی ہے۔ الا اگر ورثاء اپنا حصہ مکان اسکو کرایہ پر دینے کیلئے رضامند ہوں اور وہ کرایہ ادا کرنیکی استعداد رکھتی ہو تو اسکے لئے جائز نہیں کہ وہ اس مکان سے علیحدگی اختیار کرے۔ (بیلی صاحب صفحہ ۵۹۰)۔

فصل نہم

طلاق

۹۳۔ شرع محمدی کے بموجب مفصلہ ذیل طریق میں نکاح فسخ ہو سکتا ہے:-

(۱) خاوند اپنی مرضی و خوشی سے بغیر امداد عدالت اپنی زوجہ کو طلاق دے سکتا ہے
(۲) عورت و خاوند باہمی رضامندی سے بلا امداد عدالت نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں۔
(۳) عورت یا خاوند بذریعہ عدالت جوڈیشل ڈگری حاصل کر سکتے ہیں۔
عورت اپنے آپ کو مطلقہ نہیں بنا سکتی۔ لیکن جوڈیشل ڈگری کے ذریعہ طلاق حاصل کر سکتی ہے۔

جس صورت میں طلاق منجانب خاوند ہو تو اسے طلاق کہتے ہیں۔ (مدات ۹۴ تا ۱۰۱) اور جب عورت خاوند کی باہمی رضامندی سے عمل میں آوے تو اسے بعض اوقات خلع اور بعض اوقات مبارات کہتے ہیں۔
(مدات ۹۱ - ۹۲)۔

طلاق تحریری و تقریری دونوں طرح سے ہو سکتا ہے۔ تحریری طلاق کے نمونہ کے لئے دیکھو۔ ۳ بمبئی ۵۲۷۔

بیلی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ جات ۲۰۳ لغایت ۳۰۷ میں طلاق کا مفصل ذکر کیا ہے۔

تیرہ مختلف اقسام کی فرقت ہیں جن میں سے صرف سات میں جوڈیشل ڈگری کی ضرورت ہوتی ہے لیکن یہ تیرہ اقسام آسانی سے تین اقسام پر مشتمل ہو سکتی ہیں۔ یعنی طلاق اور خلع اور جوڈیشل طلاق۔

۹۴۔ شوہر کو جو عاقل و بالغ ہو اختیار ہے کہ بغیر صادر ہونے کسی بد اطواری کے یا بلا وجہ اپنی زوجہ کو طلاق دے۔

میگناٹن صاحب صفحہ ۵۹۔ ہدایہ ۷۵۔ بیلی صاحب ۲۰۸ - ۲۰۹۔

طلاق کے جواز کے لئے ضروری ہے کہ شوہر سن بلوغ کو پہونچ چکا ہو۔

۹۵۔ جائز طلاق کے لئے کسی خاص الفاظ کا استعمال ضروری نہیں ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ ایسے الفاظ استعمال کئے جاویں جن سے صاف طور پر ظاہر ہو کہ خاوند کی نیت انفساخ نکاح کی تھی۔

نہ ہی طلاق کے جواز کے لئے ضروری ہے کہ طلاق کے الفاظ عورت کی طرف مخاطب کئے جاویں۔ عورت کی عدم موجودگی سے طلاق کا اظہار باطل اور غیر مؤثر نہیں ہوتا۔

۱۲ مدراس ۶۳ - ۳۶ الٰہ آباد ۴۵۸ -

۲۔ الٰہ آباد ۱۷ میں الفاظ حسب ذیل بمنزلہ طلاق قرار دئیے گئے تھے ''تم میری بھتیجی تایا چچا کی لڑکی ہو'' ''تم میری اجازت کے بغیر اپنے والدین کے گھر جاتی ہو''

۳۔ بمبئی ۵۷۷ - ۴۴۵ - ۳۳ مدراس ۲۲ - ۴۴ بمبئی ۴۴ - ۳۶ کلکتہ ۱۸۴ -

جس صورت میں ایک مسلمان حنفی بمعہ دو گواہان کے قاضی کے پاس آیا - اور زوجہ کی غیر حاضری میں طلاق کہا اور قاضی سے طلاق نامہ لکھا یا جس پر گواہان نے بطور گواہ دستخط کئے - یہ تجویز کیا گیا کہ یہ امر کہ اظہار طلاق عورت سے نہیں کیا گیا - بلکہ اس کی غیر حاضری میں قاضی اور گواہان کو کیا گیا طلاق کو ناجائز نہیں کرتا - ایسی تحریر جو اگرچہ عورت کے پاس نہیں پہونچی ناقابل فسخ طلاق قائم کرتی ہے - جو تاریخ تحریر دستاویز سے عمل پذیر ہوگا - ۳۰ بمبئی ۵۳۷ -

۹۶ - جس صورت میں کہ نکاح کے بعد ہم بستری ہو چکی ہو تو طلاق حسب ذیل تین طریقوں میں ہو سکتا ہے :-

(۱) اظہار طلاق کے الفاظ ایک دفعہ استعمال کئے جاویں اور اس کے بعد زمانہ عدت تک مباشرت سے کنارہ کیا جاوے - اسے طلاق احسن کہتے ہیں -

(۲) تین دفعہ طہارت کے متواتر عرصوں کے یعنی متواتر حیضوں کے درمیان یہ الفاظ استعمال کئے جاویں - اور تیسری دفعہ کے اظہار تک مباشرت سے کنارہ کیا جاوے اسے طلاق حسن بولتے ہیں -

(۳) طلاق کے الفاظ تین دفعہ یکے بعد دیگرے یا ایک طاہر میں تین مرتبہ استعمال کئے جاویں - اسے طلاق البدعت کہتے ہیں - الفاظ کا تین دفعہ استعمال کرنا ایک ایسی بات ہے جو طلاق البدعت میں ضروری ہے - اور جس سے ایسے طلاق کا ناقابل فسخ ہونا ظاہر ہوتا ہے - اور طلاق البدعت اوس صورت میں بھی جائز ہے جب کہ الفاظ کا استعمال صرف ایک ہی دفعہ کیا گیا ہو - بشرطیکہ اُن سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ نکاح کے فسخ کرنیکی قطعی نیت تھی -

جس صورت میں کہ نکاح کے بعد ہم بستری نہ ہوئی ہو تو اگر ایکدفعہ بھی طلاق بولا جاوے تو وہ ناقابل انفساخ ہوتا ہے -

ہدایہ ۷۲-۷۳-۸۳-بیلی صاحب ۲۰۶-۲۰۷-۲۲۶-۲۲۷-عدت کے لئے
دیکھو مد ۴۴- شریعت حنفیہ میں طلاق کی حسب ذیل اقسام ہیں:- طلاق السنت جو رسول
عربی کی سنت کے مطابق دیا جاتا ہے- اور طلاق البدعت جو بے قاعدہ ہوتا ہے طلاق السنت
کی دو اقسام ہیں- طلاق احسن جو سب سے افضل ترین ہے- اور طلاق حسن جو افضل ہے-
طلاق البدعت قانوناً اچھا ہے- لیکن مذہباً ردی ہے- مگر طلاق کی یہی قسم اس ملک میں
زیادہ تر رائج ہے- ۹ الہ آباد ۲۰۱۷-۲۰۵-۳- بصورت طلاق احسن و حسن خاوند
کو اپنے فیصلہ پر دوبارہ غور کرنے کا موقعہ ہو سکتا ہے- کیونکہ ایسا طلاق خاص میعاد کے
گذرنے سے پہلے مستحکم نہیں ہوتا- اور اوس میعاد کے گذرنے سے پہلے شوہر طلاق کو
فسخ کر سکتا ہے- لیکن طلاق البدعت جس وقت کہا جاوے اُسی وقت ناقابل فسخ ہو جاتا
ہے- طلاق البدعت کا ضروری جزو اس کا ناقابل فسخ ہوتا ہے- ناقابل فسخ ہونے کا معیار
یہ ہے کہ الفاظ طلاق کا ایک طہارت کے دوران تین دفعہ کہنا- لیکن تین دفعہ الفاظ
طلاق کا استعمال طلاق البدعت کے لئے لازمی امر نہیں ہے- کیونکہ طلاق کو ناقابل فسخ
قرار دینے کی نیت ایک ہی اظہار میں بھی ظاہر کی جا سکتی ہے- اس لئے اگر کوئی شخص
اپنی زوجہ کو کہے کہ میں نے تمہیں طلاق بائن سے طلاق دیا- تو یہ طلاق طلاق البدعت ہوگا-
اور اس کی تاثیر اسیوقت سے ہوگی- جب کہ یہ کہا جاوے- گو یہ صرف ایک دفعہ ہی کہا
جائے اس صورت میں لفظ بائن (یعنی ناقابل فسخ) بذات خود اس نیت کو ظاہر کرتا ہے-
کہ طلاق ناقابل فسخ ہے- تحریری طلاق بھی طلاق البدعت کی قسم سے ہے- کیونکہ ماسوائے
اس صورت کے کہ الفاظ کا منشاء کچھ اور ہو طلاق وقت تحریر سے عمل پذیر ہوگا-
طلاق البدعت دوسری ہجری میں رائج ہوا تھا- اور ایک ہی وقت طلاق کہنے سے دیا جاتا
ہے- اور بعد اختتام عدت مکمل ہو جاتا ہے- طلاق احسن کے جواز کے لئے ضروری نہیں
کہ یہ طاہر کی حالت میں دیا جاوے- (ہدایہ ۴۷)-
طلاق البدعت کی نسبت کہا جاتا ہے- کہ اگر یہ ایام حیض میں کہا جاوے تو اس کی نوعیت
بائین زائل ہو جاتی ہے- اور میعاد عدت کے گذر جانے سے پہلے خاوند اسے فسخ کر سکتا
ہے- کیونکہ میعاد عدت میں ہی طلاق فسخ کیا جا سکتا ہے- (بیلی ۲۰۷)-
شریعت شیعہ میں طلاق البدعت کے جواز کو تسلیم نہیں کیا گیا بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۱۱۸-

شرایعت شیعہ کے بموجب طلاق دو مناسب گواہان کی موجودگی میں کہنا چاہیئے ۔ دیلی صاحب حصہ دوم ۔ صفحہ ۱۱۳)۔

۴ کلکتہ ۵۸۰ میں قرار دیا گیا تھا ۔ کہ جب خاوند نے ممبران خاندان کے سامنے یہ الفاظ بولے " تین طلاق " اور عورت موجود نہ تھی ۔ اور اس کا نام صریحاً نہیں لیا گیا تھا تو طلاق نہیں ہوا ۔ (نیز دیکھو، بمبئی ۱۸۰)۔

لیکن صورت مختلف ہوگی ۔ اگر طلاق کسی ایسے حاکم وقت کے روبرو بولا جاتا جو حصول طلاق کے لئے مقرر کیا گیا ہو ۔ اور عورت تک اس کی خبر پہنچائی جاتی ۔ طلاق کا منشاء اس امر سے غطار بوت ہو گیا کہ عورت کو خبر نہیں دی گئی ۔ ۰۱۳ بمبئی ۵۷۴ - ۳۶ کلکتہ ۱۰۴ میں ان دو ہر مقدمات پر غور کرنے کے بعد قرار دیا گیا کہ طلاق کے بولنے کے وقت عورت کی موجودگی ضروری نہیں ہے ۔ (نیز دیکھو ۲۳ مدراس ۲۲)۔

مبہم الفاظ کی تشریح ایسی شہادت سے کی جاسکتی ہے جس سے اون الفاظ کے بولنے کی نیت ظاہر ہو ۔ ۲ الہ آباد ۱۷ ۔ اس مقدمہ میں مبہم الفاظ یہ تھے ۔ " تم میری بھتیجی یعنی تایا چچا کی لڑکی ہو ۔ اور تم چلی جاؤ " ۔

ان الفاظ کا مطلب یہ تصور کیا گیا " اگر تم میرے اس حکم کی عدولی کرو گی ۔ تو میں اپنے اور تمہارے درمیان کسی اور رشتہ کو تسلیم نہیں کرونگا ۔ سوائے اس کے جو بعد خیال نکاح کے تمہارے اور میرے درمیان موجود ہے ۔ اس لئے　　ان سے طلاق کی تکمیل ہوئی جو مقررہ میعاد کے گذرنے پر جس عرصہ میں یہ فسخ نہیں کیا گیا مکمل ہو گیا ۔ اس مقدمہ کا ظہر سے کچھ تعلق نہیں ہے ۔ جس میں ضروری ہے کہ شوہر زوجہ کو ایسی رشتہ دار بیان کرے ۔ جس سے وہ اس کے ممنوع درجہ میں ہو ۔

۹۷ ۔ طلاق تحریری و تقریری دونوں طرح سے ہو سکتا ہے ۔ اس تحریر کا خطاب زوجہ کی طرف ہونا چاہیئے ۔ اور تحریر اس کے پاس پہونچنی چاہیئے ۔

مستثنیٰ ۔ (۱) عدت شمار کرنے کی غرض کے لئے تحریری طلاق تاریخ تحریر سے موثر سمجھا جاوے گا نہ کہ اس وقت سے جب کہ تحریر عورت کے پاس پہونچے سوائے اس کے کہ تحریر میں ایسے الفاظ پائے جائیں جن سے اس کے برخلاف ترشیح ہوتا ہو ۔

(۲) طلاق نامہ جو زوجہ کے باپ کو دیا جائے۔ یا اگر اس شہر میں قاضی ہو اور قاضی کو دیا جائے تو اس کا اثر ایسا ہی ہوگا کہ گویا زوجہ کو دیا گیا۔

بیلی صاحب کی کتاب سوئم۔ باب ۲۔ دفعہ ۶ صفحہ جات ۲۳۲ تا ۲۳۵۔

اگرچہ تقریر میں طلاق بالکل جائز ہے۔ اور کتب ہائے قدیم میں قدرتی اور عام طریق تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن ہائی کورٹ کلکتہ نے تجویز کیا ہے کہ جس صورت میں طلاق مابین فریقین معزز اور صاحب جائداد ہو۔ اور جس صورت میں قیمتی حقوق کا انحصار نکاح پر ہو اور طلاق اون پر مؤثر ہوتا ہو ایسی صورت میں امید کرنی چاہیئے۔ کہ فریقین اپنے مفاد کے لئے جو کچھ وہ کرنا چاہیں بذریعہ تحریر کریں گے۔ (۲۰ ویکلی رپورٹر ۲۱۴)۔

اگر زوجہ کا باپ چٹھی کو اپنی لڑکی کو دکھانے کے بغیر چاک کر دے تو طلاق عمل پذیر ہوگا۔ اگر اُسے زوجہ کے معاملات میں عام اختیار حاصل ہو۔ لیکن حالات دیگر میں نہیں (بیلی ۲۲۲ و ۸ ویکلی رپورٹر ۲۳۔ نیز دیکھو ۶ مدراس ہائی کورٹ ۲۵۴۔

شیعوں میں طلاق تحریری صرف اُس صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ شوہر زبانی طلاق دینے کے ناقابل ہو۔

۹۸۔ (۱) طلاق احسن میعاد عدت کے اختتام پر مکمل اور مستحکم ہو جاتا ہے۔

(۲) طلاق حسن تیسری دفعہ طلاق بولنے پر مکمل اور مستحکم ہو جاتا ہے۔ اور میعاد عدت کے لئے طلاق معطل میں نہیں رہتا۔

(۳) طلاق البدعت اُسی وقت جب کہ اس کا اظہار کیا جائے مکمل اور مستحکم ہو جاتا ہے۔

(۴) طلاق رجعی ایک یا دو دفعہ بولنے پر ہوتا ہے۔ ایسا طلاق تین دفعہ بولے جانے یا زمانہ عدت کے گذرنے کے بعد مستحکم (بائن) ہو جاتا ہے۔

جب تک طلاق مکمل اور مستحکم نہ ہو شوہر کو اختیار ہے کہ طلاق کو فسخ کر دے۔ بشرطیکہ اس کا اظہار صریحاً یا معناً مثلاً ہم بستری کرنے سے کیا جائے۔

ہدایہ ۷۲۔ ۷۳۔ ۱۰۳۔ بیلی صاحب ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۲۶۔ ۲۸۵۔

اِن حالات طلاق میں زوجہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ میعاد عدت گذارے۔ خواہ دوئم اور سوئم صورت میں طلاق میعاد عدت کے اختتام سے پہلے ناقابل فسخ ہو جاتا ہے۔

بیلی صاحب اور ہدایہ کے مطابق انفساخ طلاق بلا رضامندی زوجہ ہو سکتا ہے۔
شافعی مسلک کے بموجب طلاق رجعی کا انفساخ صریح اظہار سے ہو سکتا ہے محض ہم بستری سے نہیں۔

۹۹۔ سوائے اس کے کہ الفاظ سے اس کے برخلاف منشاء ظاہر ہوتا ہو تحریری طلاق تحریر طلاق نامہ کے وقت سے مستحکم طلاق (بائین) اور مؤثر ہوتا ہے۔

بیلی صاحب ۲۳۳- محمد یوسف جلد سوم صفحہ ۹۵ - ۲۰ بمبئی ۵۳۷-

بمقدمہ ۳۰ بمبئی ۵۳۷- ایک مسلمان قاضی بمبئی کے روبرو حاضر آیا اور ایک طلاقنامہ تحریر کیا جس کے الفاظ حسب ذیل تھے "چونکہ ہماری آپس کی مخالفت میں کسی قدر شکر رنجی پیدا ہو گئی ہے میں مظہر بہ رضامندی خود قاضی کے روبرو حاضر آیا اور مظہر اپنی منکوحہ زوجہ کو طلاق بائن دیتا ہوں - اور میں اُسے اپنی حالت زوجگی سے جواب دیتا ہوں" عدالت نے یہ قرار دیا کہ سندات سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق بائن جیسا کہ اس مقدمہ میں بخط ہو ظاہرہ اور رواجی طور پر تحریر کیا گیا ہو صرف تحریر کی وجہ سے قابل عمل ہو جاتا ہے۔ چونکہ طلاق قطعی ہوتا ہے۔ اس لئے یہ اس وقت اثر پذیر ہوتا ہے۔ جب تحریر کیا جاوے خواہ تحریر ہذا عورت کے پاس نہ پہنچی ہو۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ طلاق ہذا طلاق بائن ہونے کی وجہ سے طلاق البدعت تھا۔ کیونکہ طلاق البدعت ہی ایک ایسا طلاق ہے جو فی الفور عمل پذیر ہوتا ہے۔ دیگر دونوں قسم کے طلاق یعنی طلاق احسن و طلاق حسن قابل انفساخ ہیں۔ اور خاص میعاد کے اندر فسخ کئے جا سکتے ہیں:

۱۰۰۔ اگر نکاح سے پہلے کوئی ایسا اقرار نامہ کیا گیا ہو جس سے عورت کو یہ اختیار دیا گیا ہو کہ بعض خاص صورتوں میں اُسے اپنے خاوند سے طلاق لینے کا حق حاصل ہوگا۔ تو ایسا اقرار جائز ہے۔ جبکہ وہ صورتیں معقول ہوں اور شرع محمدی کے دستور کے برخلاف نہ ہوں جب ایسا اقرار کیا گیا ہو تو عورت کو اختیار ہے کہ ایسی صورتوں کے پیدا ہونے کے بعد اپنے اس اختیار کو استعمال کرے۔ اور اس کا نتیجہ ایسا ہی طلاق ہوگا جیسا کہ خاوند نے خود دیا ہو۔

۸ کلکتہ ۷۳۳ - ۳۰ کلکتہ ۲۳ - ۹ کلکتہ و یکلی نوٹس ۱۲۲۶ - ۴۶ کلکتہ ۱۴۱ (جس میں نکاح کے بعد اقرار نامہ تحریر کیا گیا تھا):

مثال۔ مدعی نے مدعا علیہا کے ساتھ نکاح کرتے وقت ایک دستاویز تحریر کر دی جس میں

اس نے اقرار کیا کہ مدعا علیہ کو عند الطلب ۴۰۰ روپیہ ادا کرے گا اور مدعا علیہا کو زدوکوب نہیں کرے گا۔ نہ اس سے بدسلوکی کریگا۔ اور مدعا علیہا کو سال میں چار دفعہ اپنے والدین کے گھر میں جانے کی اجازت ہوگی۔ اور کہ شرائط مندرجہ صدر میں سے کسی کی خلاف ورزی کی صورت میں مدعا علیہا کو طلاق لینے کا حق حاصل ہوگا۔ نکاح سے کچھ عرصہ بعد مدعا علیہا نے بدسلوکی اور مہر کی ادائیگی سے انکار کی بنا پر اس حق کو نافذ کیا۔ بنا بریں مدعی نے اعادہ حقوق زناشوئی کا دعوے کیا اس مقدمہ میں تمام شرائط مناسب تھیں اور شرع محمدی کے طریق کے برخلاف نہیں ہیں۔ اس لئے طلاق جائز ہے۔ اور مدعی اعادہ حقوق زناشوئی کے لئے دعویٰ نہیں کرسکتا۔ ۸ کلکتہ ۷۳۳۔

اقرارنامہ متذکرہ بالا کی تائید اصول تفویض سے ہوتی ہے۔ جو شرع محمدی کی شریعت طلاق کا ضروری حصہ ہے۔ اس شریعت کے بموجب خاوند اپنی زوجہ کو طلاق دے سکتا ہے یا انفساخ نکاح کا اختیار خاوند اپنی زوجہ یا کسی اور شخص کو تفویض کرسکتا ہے۔ بیلی صاحب ۲۳۸۔ ایسے اختیارات کے دینے کو تفویض کرنا کہتے ہیں:

جس صورت میں خاوند اپنی زوجہ کو یہ کہہ دے کہ تم "طلاق اپنا لو"۔ تو وہ طلاق لے سکتی ہے۔ اور شوہر اسے اس اختیار سے محروم نہیں کرسکتا۔ (بیلی ۲۵۴) جب شوہر اپنی زوجہ کو کہے کہ تم ایک ماہ اور ایک سال میں پسند کر لو۔ تو زوجہ اس میعاد میں کسی وقت اس اختیار کو استعمال کرسکتی ہے (بیلی ۲۴۲)۔

مقدمہ مندرجہ صدر میں اقرارنامہ عورت کی طرف سے منجانب خاوند نفاذ اختیار کی مانند تھا۔ گویا کہ طلاق بذریعہ تفویض تھا۔ ایسا طلاق اگرچہ طلاق شوہر منجانب زوجہ ہو لیکن قانوناً طلاق زوجہ منجانب شوہر تصور کیا جاتا ہے۔

تفویض اختیار طلاق کی مثالیں یہ ہیں۔ مقروض خاوند کا قرض خواہ کو اختیار دینا۔ دو یا زیادہ زوجگان میں سے ایک کو دوسری زوجہ کو طلاق دینے کا اختیار یا دیگر دلی کو اختیار دینا کہ طلاق دیکر عورت کو گھر میں لیجائے۔

اقرار مابین شوہر و زوجہ بدین مضمون کہ اگر شوہر بغیر رضامندی عورت کے دوسری عورت کے ساتھ نکاح کرے تو عورت کو اختیار ہوگا۔ کہ وہ مرد سے طلاق لے لے جائز ہے۔ ۱۹ کلکتہ ویکلی نوٹس ۱۲۲۶۔ ۷ بنگال لارپورٹ ۲۴۲۔

اگر کابین نامہ میں یہ اقرار ہو کہ اگر شوہر دوسرا نکاح کرے تو عورت خاوند سے طلاق پاسکتی ہے۔ اور شوہر دوسرا نکاح کرلے تو زوجہ پابند نہیں کہ اس اختیار کا نفاذ اس خبر کے سنتے ہی کرے۔ کیونکہ جو نقصان اُسے پہونچتا ہے وہ متواتر ہے اس لئے اختیار کا استعمال کا حق جاری . . . . رہے گا۔ ۳۷ کلکتہ ۲۳۔

زوجہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اس اختیار کو فی الفور استعمال کرے ورنہ بالکل نہ کرے۔ فی الفور سے مطلب یہ ہے کہ زوجہ اسی مجلس میں اور جس وقت فریقین ایک دوسرے کی مواجہ میں موجود ہوں اور زوجہ کی توجہ کسی دوسرے کار کی طرف مشغول نہ ہوئی ہو۔ اپنے اس حق کو استعمال کرے یہ ایسی ہی حالت ہے۔ جیسی کہ کسی شے کے خریدنے کے وقت ہوتی ہے۔ ہدایہ ۸۴۲ ۔

بمقدمہ ۱۶ ویکلی رپورٹر ۲۷۰ یہ قرار دیا گیا کہ تفویض کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔

تفویض کے تین طریق ہیں۔ (۱) اختیار (۲) امر بہ یاد (۳) مشئیت۔

(۱) اگر مرد اپنی زوجہ کو کہے کہ "تم طلاق لیلو" اور وہ تین طلاق بولے۔ تو امام ابوحنیفہ کے بموجب کوئی طلاق نہیں ہوتا۔ لیکن امام ابویوسف وامام محمد کے بموجب ایک قابل الفساخ طلاق ہوتا ہے۔ (ہدایہ ۹۲)

(۲) اگر مرد زوجہ کو کہے کہ "تم تین طلاق لیلو" اور وہ صرف ایک طلاق لیوے۔ تو صرف ایک قابل فسخ طلاق واقعہ ہوگا۔ (ہدایہ ۹۲) ۔

(۳) اگر مرد کی یہ خواہش ہو کہ زوجہ ایک قابل فسخ طلاق لے لے۔ اور زوجہ ناقابل فسخ طلاق بولے۔ تو ایسا طلاق واقعہ ہوگا۔ جو خاوند کی خواہش تھی۔ (ہدایہ ۹۲)۔

(۴) اگر شوہر زوجہ کو یہ کہے کہ "اگر تمہاری مشئیت ہو تو تم تین طلاق لیلو"۔ اور زوجہ صرف ایک طلاق بولے تو کوئی امر واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ شوہر کا منشاء یہ تھا کہ اگر زوجہ تین طلاق لینا چاہے۔ تو وہ طلاق لیلے۔ اور چونکہ زوجہ نے صرف ایک طلاق بولا اس لئے اس کی مرضی تین طلاق لینے کی نہ تھی۔ پس چونکہ شرط پوری نہ ہوئی اسلئے کوئی طلاق واقعہ نہیں ہوا۔ (ہدایہ ۹۲)

۱۰۰- جو طلاق جبر کی صورت میں دیا گیا ہو وہ جائز ہے - ایسا ہی وہ طلاق جائز ہے جو شوہر نے نشہ کی حالت میں دیا ہو - بشرطیکہ نشہ اور چیز کا استعمال شوہر کی مرضی اور اس کے علم کے بغیر کسی دوسرے شخص نے استعمال نہ کر دیا ہو -

ہدایہ ۷۵ - ۷۶ - بیلی صاحب ۸ ۲۰ - ۲۰۹ - ۲۱۰ -

جبراً طلاق کے متعلق فیصلہ ۴ بنگال لا رپورٹ - اے - سی - ۳۱ ملاحظہ طلب ہے -

اس قاعدہ کا مدار اس امر پہ ہے کہ جس صورت میں شوہر زیر جبر عمل کرے تو اُسے دو میزانوں میں انتخاب کرنا ہوتا ہے - ایک طرف تو دھمکی جو اُسے دیجاوے اور دوسری طرف طلاق - اگر وہ طلاق کو پسند کرلے تو طلاق قابل عمل ہوگا -

شریعت شیعہ - شریعت شیعہ کے بموجب جو طلاق حالت جبر یا نشہ میں کیا جاوے وہ جائز نہیں ہے - (بیلی حصہ دوم - ۱۰۸) لیکن شیعوں میں ایسا طلاق جائز ہے - مندرجہ بالا قاعدہ حنفی مفتیان کی رائے کے مطابق ہے - کلکتہ ہائی کورٹ نے ۱۲ - ویکلی رپورٹر ۴۰۶ میں اس کو تسلیم کیا تھا - لیکن سید امیر علی اپنی کتاب شرع محمدی جلد ۲ صفحہ ۴۱۹ - میں تحریر کرتے ہیں کہ اگر ایک حنفی حالت مجبوری میں طلاق دے تو وہ آزاد ہو کر شافعی مذہب کی تقلید کر کے طلاق کو ناجائز قرار دے سکتا ہے -

شافعی مسلک کے مطابق جبر کی حالت میں جو طلاق دیا جاوے وہ کالعدم ہے -

۱۰۱- اگر خاوند قسم کھائے اور قسم کے مطابق چار ماہ تک ہم بستری سے کنارہ کرے تو اس کو طلاق ایلا کہتے ہیں - جو باقاعدہ طلاق کے مساوی ہے -

بیلی صاحب ۲۹۴ - تا ۳۰۲ - ہدایہ ۱۰۹ -

میگناٹن صاحب مسائل صفحہ ۶۰ -

قسم کھا کر ۵ ماہ تک ہم بستری نہ کرنے سے شافعی مسلک کے مطابق طلاق مستحکم نہیں ہو جاتا - بلکہ عورت کو عدالت کے ذریعہ فسخ نکاح کا حق پیدا ہو جاتا ہے -

۱۰۲- (۱) طلاق خلع ایسا طلاق ہے جو بمرضی اور بہ خواستگاری زوجہ دیا گیا ہو ایسے طلاق میں زوجہ معاہدہ نکاح سے آزادی حاصل کرنے کے لئے اپنے شوہر کو کچھ معاوضہ دیتی ہے - یا معاوضہ دینے پر رضامند ہوتی ہے - ایسی صورت میں زوجہ و خاوند آپس میں فیصلہ کر لیتے ہیں - کیا معاوضہ ہوگا - اور عورت کو

اختیار ہے کہ وہ اپنے حق مہر یا دیگر حقوق سے بطور معاوضہ دست بردار ہو یا اپنے شوہر کے مفاد کے لئے کوئی اور اقرار کرے۔)

(۲) طلاق خلع اسی وقت مکمل اور مستحکم ہو جاتا ہے جب کہ خاوند اُسے طلاق بولتا ہے

(۳) زوجہ کی طرف سے طلاق خلع کی صورت میں معاوضہ کی نا ادائیگی طلاق کو ناجائز نہیں کر سکتی۔ لیکن شوہر کو استحقاق ہے کہ جو معاوضہ ایسے اقرار کے بموجب واجب الادا ہو اس کی وصولی کے لئے زوجہ پر نالش کرے۔)

ہدایہ ۱۱۲-۱۱۶- بیلی ۳۰۵- ۸ مورز انڈین اپیل ۳۷۹- ۹۵ ۳ ۳- ۱ لاہور ۲۰۴-

(خلع کے معنے ہیں دست بردار ہونا" قانوناً شوہر اپنے حقوق اور اختیارات متعلق زوجہ سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ خلع طلاق زوجہ اپنے خاوند سے قیمتاً خریدتی ہے۔)

(اور اسی بنا پر طلاق خلع طلاق مبارات سے تمیز کیا جاتا ہے۔)

اگر عورت مہر کا دعوے کرے تو خاوند یہ عذر کر سکتا ہے۔ کہ وہ مہر چھوڑ چکی ہے۔

اگر بروئے دفعہ ۱۴- ایکٹ معاہدہ ہند عورت کی رضا و رغبت ثابت نہ ہو تو عدالت اس وجہ سے طلاق کو فسخ کرنے کے بدوں ڈگری دینے سے انکار کر سکتی ہے۔ ۸ انڈین مورز اپیل ۳۷۸)۔

(شوہر کی طرف سے مہر سے زائد معاوضہ وصول کرنا جبر اور نامناسب ہے مگر لیکن ناجائز نہیں۔ دہدایہ ۱۳۱)۔

((زوجہ نے خاوند کے برخلاف بوجہ اس کی ناراضی اور تشدد کے طلاق کی نالش کی۔ صاحب ڈسٹرکٹ جج نے قرار دیا کہ دونوں میں سے کسی کی نسبت ثبوت نہیں ہے۔ اور اس لئے قرار دیا کہ دعوے خارج کیا جائے۔ لیکن ڈگری صادر کرنے سے پہلے انہوں خاوند کو مشورہ دیا کہ بوجہ عورت کے مستقل ارادہ کے بہتر ہوگا کہ اُسے طلاق خلع دیا جاوے۔ جس کی نسبت قاضی سے فیصلہ کرایا جاوے۔ شوہر نے چار ناچار اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ اور قاضی نے اس رقم کا تعین کیا۔ جو زوجہ کو ادا کرنی تھی۔ اور صاحب ڈسٹرکٹ جج نے اس تصفیہ کے مطابق ڈگری صادر فرمائی۔ ہائی کورٹ نے بر طبق اپیل قرار دیا کہ جو دباؤ عدالت ماتحت نے ڈالا وہ طلاق کو ناجائز نہیں ٹھیراتا۔

۳ مدراس ۳۴۷۔

طلاق خلع طلاق کی مانند جائز ہے ۔ (بیلی صاحب ۱۹، ۳۱۱ ۔)

(۱۰۳ ۔ طلاق مبارات کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے فریق کے جو کچھ حق حقوق ہوتے ہیں ۔ اُن سے دست برداری اختیار کی جاتی ہے ۔ یہ باہمی رضامندی سے عمل میں آتا ہے ۔ اور طلاق مبارات اور طلاق خلع میں یہ فرق ہے کہ طلاق مبارات میں زوجہ اپنے شوہر کو کوئی معاوضہ نہیں دیتی ۔ لیکن بمثل خلع کے یہ بھی اُسی وقت سے مکمل و مستحکم ہو جاتا ہے ۔ جب کہ خاوند طلاق بولتا ہے ۔)

ہدایہ ۱۱۶ ۔ بیلی صاحب ۳۰۶ ۔

فتاوائے عالمگیری میں درج ہے کہ خلع اور مبارات سے ہر دو میں فریقین کے ایکدوسرے کے برخلاف تمام حقوق جو بوجہ نکاح پیدا ہوئے ہوں زائل ہو جاتے ہیں ۔ پھر مذکور ہے (کہ اگر خلع لفظ خلع سے نفاذ پذیر ہو تو اس سے سوائے دیون مہر کے کوئی دیگر دیون زائل نہیں ہوتا ۔ (اور اسی طرح سے مبارات میں سوائے مہر کے اور کوئی دیون زائل نہیں ہوتا ۔ پس اگر جانداد سے دست برداری بھی کی جاوے تو میعاد عدت کے لئے حق گذارہ زائل نہیں ہو جاتا ۔ الا اوس صورت میں کہ اس کے مخالف کوئی شرط ہو ۔ اور نہ ہی کسی شرط کے ہونے کی صورت میں حق گذارہ بچہ زائل ہوتا ہے ۔)

۱۰۴ ۔ جب کہ ایک مسلمان باشندہ ہندوستان اور انگریزی عورت باشندہ انگلستان کے مابین اول ازدواج دفتر رجسٹرار لنڈن میں ہوا ہو ۔ تو خاوند ایسے نکاح کو عورت کے حوالہ طلاق نامہ کرنے سے فسخ نہیں کرسکتا ۔ اگرچہ ایسا کرنا شرع محمدی کے بموجب محمدی نکاح کے فسخ کرنے کے لئے مناسب طریق ہوگا ۔ انگلش نیج ۴۴ ۳ ۔ ۷۱ ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خاص ایسا نکاح عیسائی نکاح ہے ۔ جس کے ذریعہ ایک مرد اور ایک عورت کا جوڑا انکی زندگی کے لئے قائم کیا جاتا ہے ۔ یہ نکاح محمدی معنوں میں نکاح نہیں ہے ۔ جو محمدی طریق میں فسخ کیا جا سکے ۔ (چونکہ نکاح محمدی میں ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت ہے ۔) اس لئے بموجب انگریزی قانون کے یہ نکاح نہیں ہے ۔

۱۰۵ ۔ کسی ایک فریق کے مذہب اسلام سے منحرف ہونے کی وجہ سے نکاح فوراً اور مکمل طور پر انفساخ ہو جاتا ہے ۔

ایسی صورت میں نکاح بلا طلاق فسخ ہو جاتا ہے - ہدایہ ۶۶ -

۳۳ - الہ آباد ۹۰ -

(اگر کوئی یہودی - زردشت - ایرانی یا عیسائی مسلمان ہو جائے - اور اس کی زوجہ اپنے پہلے دین میں قائم رہے تو شادی فسخ نہیں ہوتی - ۱۸ کلکتہ صفحہ ۲۲۶ میں قرار دیا گیا کہ ہندوستان غیر دارالاسلام نہیں اس لئے ناکتخدا غیر مسلم عورت مسلمان ہو جانے سے جدید شادی نہیں کر سکتی - سوا اس کے کہ وہ جج یا مجسٹریٹ کو درخواست دے کہ شوہر کو بلا کر اسلام قبول کرنے کے لئے پوچھا جائے -)

(ہینڈ بک شرح محمدی سید امیر علی صفحہ ۶۴ - ۶۵)-

(بموجب شرع محمدی بیوی کے اسلام سے منحرف ہو کر عیسائی ہو جانے سے مسلمان خاوند کے ساتھ اس کی شادی فسخ ہو جاتی ہے - پنجاب ریکارڈ نمبر ۵۸ بابت سنہ ۱۹۰۶ء = پنجاب لا رپورٹ ۳۴۸ سنہ ۱۹۰۶ء -)

(اسلام سے دیدہ و دانستہ مرتد ہو جانے سے نکاح خود بخود فسخ ہو جاتا ہے پنجاب لا رپورٹر سنہ ۱۹۰۸ء صفحہ ۵۵ -)

ج و د دونوں مسلمان شوہر اور زوجہ تھے - ج نے مذہب عیسائی قبول کر لیا - اس پر د نے آ کے ساتھ نکاح کر لیا - مگر بعد عدت کے گذرنے سے قبل - کیا د ایک شوہر کی موجودگی میں دوسرے مرد کے ساتھ ازدواج کرنے کی حسب مراد دفعہ ۴۹۴ - مجموعہ تعزیرات ہند مجرم ہے ؟ - نہیں کیونکہ اسلام سے مرتد ہونا نکاح کو فی الفور فسخ کر دیتا ہے ۲۹ کلکتہ ۴۹۴ -

(۱۰۶ - جو اقرار نامہ مابین ایک مسلمان شوہر اور اس کی زوجہ کے بدین مضمون کیا جاوے - کہ درصورت آئندہ موافقت کے وہ جدا ہو جاویں گے باطل ہے کیونکہ یہ پالیسی عام کے خلاف ہے -)

۲۷ بمبئی ۲۰۸ - نیز دیکھو دفعہ ۲۳ - ایکٹ معاہدہ ہند مجریہ سنہ ۱۸۷۲ء -

(۱۰۷ - بعض کابین ناموں میں یہ شرط ہوتی ہے کہ اگر شوہر دوسرا نکاح کرے تو پہلا نکاح خود بخود باطل ہوگا - اور زوجہ کو حق ہوگا کہ اس طرح مہر وصول کرے جس طرح طلاق کے وقت وصول کرتی - عدالتی طور پر اس امر کا فیصلہ نہیں ہوا کہ یہ شرط جائز ہے یا نہیں کیونکہ اسناد شرع محمدی کے رو سے یہ شرط قابل اعتراض معلوم ہوتی ہے -)

اگر نکاح کے باطل ہونے کا یہ منشاء ہو کہ زوجہ بمثل زوجہ مطلقہ ہو جاتی ہے۔ اور اُسے عدت کا قائم رکھنا ضروری ہے اور وہ میعاد عدت کے لئے گذارہ کی مستحق ہے۔ لیکن یہ امر قابل قیاس نہیں ہے کہ ایسی صورت میں زوجہ کے حقوق اور مفاد دونوں کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے۔ اور یہ امر زوجہ کے لئے باعث مصیبت معلوم ہوتا ہے کہ شوہر کو یہ اختیار حاصل ہو کہ وہ دوسرا نکاح کرکے زوجہ کو ایسی حالت بے کسی میں کر دے۔ (اس لئے زوجہ کے لئے بہتر ہے کہ نکاح کا وہ طریق اختیار کرے جس سے اُسے یہ حق اختیار حاصل ہو کہ جب وہ ضروری سمجھے طلاق لے یا نہ لے۔)

آ ایک مسلمان شوہر نے ایک دوسری عورت ج کو زوجہ بنا لیا۔ اور اس لئے اس کی پہلی زوجہ ب چھوڑ کر چلی گئی۔ اُسنے اس کی پیروی کی۔ اور اس کو واپس لانے کی غرض سے دینے کے لئے ایک اقرار نامہ لکھ دیا۔ جس کے رو سے اس نے یہ اقرار کیا کہ وہ چار ماہ کے اندر ج کو طلاق دیدے گا۔ اور وعدہ کیا کہ اس اقرار کے ایفا کرنے کی صورت میں وہ ب سے کچھ دعوے نہ رکھے گا۔ اور پھر ب مجاز ہوگی کہ جس کے ساتھ چاہے شادی کر لے۔ ب نے اپنی طرف سے ایک دستاویز اس مضمون کی تحریر کر دی کہ اگر آ ج کو طلاق دیدیگا تو وہ اس سے مہر کا تمام دعوے چھوڑ دے گی۔ ب کچھ عرصہ تک اس گھر میں اُسکے ساتھ رہی اور پھر چلی گئی۔ اس پر آ نے ب پر بازو کی نالش کی اور ب نے عذر کیا کہ وہ خلع کے ذریعہ طلاق پا چکی ہے۔ قرار پایا کہ اس صورت میں کوئی خلع عمل میں نہ آیا تھا۔ فریقین میں سے کوئی بھی مکمل طلاق نہ چاہتا تھا۔ نیز قرار پایا کہ اقرار نامہ مذکور کالعدم تھا۔ کیوں کہ اس کا مقصود اور بدل ناجائز اور مصلحت عامہ کے خلاف تھا۔ (۳ ۹۳ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۹ء)۔

(اگر قبل از نکاح یہ اقرار کیا جائے۔ کہ اگر اس نکاح کے بعد خاوند دوسرا نکاح کرے گا تو پہلی عورت مطلقہ سمجھی جاوے گی۔ تو ایسا اقرار خلاف اخلاق اور ناجائز ہے۔ ۱۵۱۔ پنجاب ریکارڈ ۱۹۰۰ء۔)

نالش زوجہ بنا بر طلاق

۱۰۸۔ زوجہ کو اختیار نہیں کہ وہ ماسوائے اُن حالات کے جن کا ذکر مدات ۱۰۲ و ۱۰۷ میں کیا گیا ہے اپنے شوہر سے طلاق لے۔ لیکن وہ اپنے شوہر کی نامردی (مد ۱۰۹) یا خاوند کے تہمت زنا (جسے لعان کہتے ہیں) لگانے (۱۱۲) کی بنا پر طلاق کے لئے نالش کر سکتی ہے۔

طلاق کے متعلق شوہر کی جانب سے نالش شاذ و نادر ہوتی ہے۔ کیونکہ شوہر بلا امداد عدالت زوجہ کو طلاق دے سکتا ہے۔

ایک اور وجہ جس کی بنا پر عورت طلاق کے لئے درخواست کر سکتی ہے حق خیار البلوغ ہے۔

فرقہ معتزلہ کے نزدیک خاوند کی طرف سے کوئی طلاق جس میں زوجہ کی رضامندی نہ ہو جائز نہیں ہوتا۔ تاوقتیکہ جج کی منظوری نہ ہو۔

۱۰۹۔ خاوند کی نامردی کی وجہ سے طلاق کی ڈگری صادر نہیں کی جاوے گی جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ (۱) عقد نکاح کے وقت نامردی موجود تھی اور (۲) کہ عورت کو مرد کی نامردی کا علم بوقت نکاح نہ تھا۔

اگر یہ امور ثابت ہو جاویں تو عدالت کو لازم ہے کہ نالش کی سماعت ایک سال تک ملتوی کرے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ آیا نامردی غیر قابل اندفاع ہے یا صرف عارضی اور اتفاقیہ ہے۔

اگر یہ نقص اس میعاد میں دور نہ ہو تو عدالت کو چاہئیے کہ زوجہ کی درخواست پر ڈگری انفساخ نکاح صادر کرے اور طلاق صدور ڈگری سے مستحکم ہو جاتا ہے۔

ہدایہ ۱۲۶ تا ۱۲۸ ابیلی ۳۴۷ تا ۳۴۹۔

اس امر کی نسبت اختلاف رائے ہے کہ سال قمری ہے یا شمسی۔ اور بیلی صاحب اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ سال تاریخ اجراء نالش سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن بمقدمہ ۱۱ بمبئی ۱۷ میں سماعت نالش تاریخ حکم سے ایک سال تک ملتوی کی گئی تھی۔

۳ مدراس ۳۴۷ میں نامردی ثابت نہ ہوئی تھی۔

۱۱۰ - اگر عورت میں کوئی جسمانی نقص ہو تو بغیر استمداد عدالت شوہر کو معمولی اختیار طلاق حاصل ہے - اور ضروری نہیں کہ شوہر کوئی دیگر وجہ طلاق قرار دے - عورت کو مہر لینے کا حق بہر حال قائم رہتا ہے -

(بیلی صاحب صفحہ ۳۸۴ - ہدایہ صفحہ ۱۲۸) -

۱۱۱ - اگر خاوند زوجہ کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کرے جن کا مفہوم ہو کہ اگر وہ اس کے ساتھ مباشرت کرے تو گویا ماں یا کسی دیگر عورت سے جو درجہ ممنوعہ میں ہو کرے - (اس کو اصطلاح میں ظہار کہتے ہیں) تو زوجہ کو ٹھیٹھ شرع محمدی کے رو سے مندرجہ ذیل حقوق حاصل ہیں -

(۱) زوجہ خاوند کے ساتھ رہنے سے اس وقت تک انکار کر سکتی ہے کہ وہ ایسی توبہ کرے جو از روئے شریعت ایسے معاملوں کے واسطے مقرر ہے -

(۲) عدالت میں درخواست کرے کہ خاوند سے یا تو توبہ کرائی جائے یا اس کو با قاعدہ طلاق دلایا جاوے تاکہ وہ مہر معجل کی مستحق ہو جاوے اور نکاح ثانی کر سکے -

بیلی صاحب جلد ۳ باب نہم و ہدایہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۷ و ۹۰۲ -

یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا برٹش انڈیا میں عدالت ہائے دیوانی نالش اعادہ حقوق زنا شوئی میں عورت کے عذر مندرجہ فقرہ (۱) کو جائز سمجھیں گی - یا بصورت متبادل ڈگری دیں گی -

شرع محمدی کے رو سے توبہ کے طریقے یہ ہیں :-

(۱) غلام آزاد کرنا اور اگر یہ ممکن نہ ہو جیسا کہ برٹش انڈیا میں صورت ہے تو (۲) دو ماہ تک روزے رکھنا - اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو (۳) ایک دن ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا - اصول مندرجہ دفعہ ہذا بنسبت توبہ اس طریقہ کا ہے کہ شک پیدا ہوتا ہے - کہ آیا عدالت ہائے برٹش انڈیا ان قواعد پر عمل درآمد کر سکتی ہیں یا نہیں -

۱۱۲ - اگر خاوند زوجہ کو تہمت (یعنی لعان) لگادے تو زوجہ نالش کے ذریعہ طلاق کی دعویدار ہو سکتی ہے - لیکن لعان کی وجہ سے خود بخود طلاق نہیں ہوتا -

ہدایہ ۱۲۳ - بیلی صاحب ۳۳۵ - ۱۴ - الہ آباد ۲۷۸ -

لعن کے متعلق ۳ ویکلی رپورٹر ۹۳ قابل ملاحظہ ہے -

گو شوہر زوجہ کو اس غرض سے زنا کا اتہام لگائے کہ جو لڑکا اس کے بطن سے پیدا ہوا ہے اس کی ولایت سے انکار کرے تو زوجہ کو اختیار ہے کہ قاضی کے پاس خاوند پر اس امر کی نالش کرے کہ وہ اس اتہام کو ثابت کرے - ایسی کارروائی کو لعان کہتے ہیں -

(ہینڈ بک محمڈن لا سید امیر علی صفحہ ۲۱۴) -

شیعوں میں جب عورت کو خاوند طلاق بذریعہ لعان دے وہ اس سے دوبارہ نکاح نہیں کرسکتا - خواہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کرنے کے بعد طلاق بھی لیلے -

(۱۱۳ - عورت کو استحقاق نہیں ہے کہ وہ کسی اور صورت میں طلاق کی دعوے دار ہو - اور نہ ہی اس صورت میں جب کہ خاوند اُن ذمہ داریوں کی ادائیگی میں لاپرواہی کرے جو معاہدہ نکاح سے بغرض مفاد زوجہ اُس پر لازم ہیں -)

(نکاح سے پیدا شدہ ذمہ داریوں کا ذکر مدات ۷۴ میں کیا گیا ہے - زوجہ کو گذارہ دینے کے متعلق فتوائے عالمگیری میں صریحاً ہدایت ہے کہ کوئی مرد بوجہ اس امر کے کہ وہ اپنی زوجہ کو گذارہ دینے کے ناقابل ہے اس سے علیحدہ نہیں کیا جاوے گا۔

بمبئی ۴۴۳ - ۷۹ انڈین کیس ۹۹۱ -

(لیکن ہدایہ یا فتوئ عالمگیری میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ خاوند کی غیر وفاداری - یا عدم ادائیگی مہر معجل یا اپنی زوجہ کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرنا وجہ طلاق ہوسکتی ہے -) یہ عذرات کہاں تک بمقدمہ اعادہ حقوق زناشوئی کامیاب ہوسکتے ہیں - مد ۸۶ میں درج ہے -

حسب ذیل صورتوں میں عورت طلاق کے لئے درخواست کرسکتی ہے -

(الف) اگر خاوند زوجہ کے ساتھ بیرحمی سے پیش آئے - (ب) یا حقوق زوجیت ادا نہ کرے - (ج) یا گذارہ دینے میں غفلت کرے (د) یا گذارہ دینے کے ناقابل ہوجائے -

لیکن واقعی تشدد کی وجہ سے عورت مجاز ہوگی کہ وہ خاوند کے گھر سے نکل جاوے اور نالش اعادہ حقوق زناشوئی میں عورت کا یہ عذر جائز سمجھا جاوے گا - لیکن اگرچہ

زوجہ خاوند کے ساتھ ہم بستری کرنے سے معاف ہو جاوے گی - تاہم وہ اس کی زوجہ رہے گی اور نکاح ثانی نہ کرے گی تاوقتیکہ وہ طلاق نہ دے -

اگر خاوند طلاق دینے سے انکار کرے تو جب تک وہ اس زوجہ کو طلاق نہ دینے میں اصرار کرے گا جس کو وہ اپنے ساتھ رہنے کے لئے مجبور نہیں کر سکتا - مندرجہ ذیل وقتوں میں مبتلا رہے گا -

(۱) سوائے اس کے کہ وہ یہ ثابت نہ کرے کہ زوجہ زناکاری کی حالت میں رہتی ہے - وہ اس کو ماہانہ کفالت دینے کا ذمہ وار ہو گا -

(۲) اگر اس زوجہ کے علاوہ اس کی اور تین زوجگان ہوں تو چوتھی زوجہ کرنے سے ممنوع رہے گا -

(۳) مہر کی غیر موداۓ جزو کا اگر کوئی ہو ذمہ وار رہتا ہے -

(۴) جب تک عورت کو طلاق نہ ملے وہ وراثت ترکہ شوہر کی حقدار رہتی ہے - اور اس طرح شوہر کے اختیار وصیت پر ایک قسم کی قید قائم رہتی ہے - اسطرح شوہر کو بھی ورثہ زوجہ کا (اگر اس کی کوئی جائداد ہو) موقعہ باقی رہتا ہے -)

یہ امر مشتبہ ہے کہ واقعی تشدد یا تشدد کی دھمکی کیطرح دیگر کونسی اقسام کی بدچلنیاں ہیں جن کی وجہ سے خاوند ہم بستری کرنے سے محروم ہو سکتا ہے (گذارہ دینے کی عدم قابلیت کی وجہ سے شوہر ہم بستری سے محروم نہیں ہو سکتا) لیکن عورت خاوند کے اعتبار پر قرض لیکر گذارہ کر سکتی ہے -)

۱۱۴ - انگریزی قانون کا یہ قاعدہ کہ خاوند لازمی طور پر زوجہ کے اخراجات نالش طلاق کا متحمل ہو گا بشرطیکہ اس کی جداگانہ کافی جائداد ہو اہل اسلام کے مابین نالش طلاق پر حاوی نہیں ہے -

یہ قرارداد ہائی کورٹ بمبئی نے مقدمہ اے بنام بی ۲۱ بمبئی ۷۷ میں قرار دی تھی یہ نالش ایک مسلمان زوجہ نے بر بناء نامردی خاوند بنا بر طلاق کی تھی - انگریزی اصول کامن لاء کے اس اصول پر مبنی ہے کہ خاوند بعد از نکاح زوجہ کی جملہ ذاتی جائداد اور اس کی دیگر جائداد کی آمدنی کا مالک ہوتا ہے - اس حالت میں یہ صرف انصاف ہے کہ خاوند زوجہ کو خرچہ ادا کرے تاکہ زوجہ خاوند کے برخلاف مقدمہ چلا سکے -

شرع محمدی کے مطابق خاوند کو بوجہ نکاح زوجہ کی جائداد میں کوئی حق حاصل نہیں ہوتا۔ اسی لئے مقدمہ مندرجہ بالا میں یہ قرار دیا گیا تھا۔ کہ انگریزی قانون کے طلاق کا قاعدہ مقدمہ طلاق مابین اہل اسلام میں نافذ نہیں کرنا چاہیئے۔

فصل دہم

نتیجہ طلاق ۔ فریقین کی ذمہ واریاں مابعد طلاق

۱۱۵۔ طلاق انفساخ نکاح پر خواہ طلاق مذکورہ بالا کسی صورت میں ہو۔ یا بذریعہ عدالت حاصل کیا گیا ہو مفصلہ ذیل نتائج اور ذمہ داریاں پیدا ہوتی ہیں۔

(۱) فریقین طلاق کے مابین ہم بستری ناجائز ہو جاتی ہے۔

(۲) زوجہ کے لئے لازم ہے کہ اگر نکاح کے بعد ہم بستری ہو چکی ہو تو میعاد عدت کے اختتام تک نکاح ثانی نہ کرے۔

(۳) خاوند کے لئے لازم ہے کہ میعاد عدت تک زوجہ کو گذارہ دے۔

(۴) زوجہ میعاد عدت کے اختتام سے پہلے نکاح ثانی نہیں کر سکتی۔ اگر خاوند کی بشمول زوجہ مطلقہ چار زوجگان ہوں تو وہ مطلقہ زوجہ کی میعاد عدت گذرنے سے پہلے پانچویں سے نکاح نہیں کر سکتا۔

(۵) زوجہ مہر موجل کی حقدار ہوتی ہے۔ اگر مہر معجل اداء نہ کیا گیا ہو تو وفی الفور واجب الادا ہوتا ہے۔ لیکن اگر نکاح کے بعد ہم بستری نہیں ہوئی تو زوجہ طلاق کے بعد تمام غیر موداۓ مہر کی حقدار نہیں ہوتی۔ بلکہ مہر معجل و موجل کی کل رقم کے نصف کی حقدار ہوگی۔

(۶) اگر میعاد عدت کے گذرنے سے پہلے فریقین میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو دوسرے کو استحقاق حاصل ہے کہ وہ متوفی کا بحیثیت زوجہ یا خاوند جیسا کہ جانشین ہو۔ بشرطیکہ متوفی کی وفات سے پہلے طلاق مستحکم نہ ہو گیا ہو۔ یہ ہے کہ چونکہ طلاق مستحکم نہ ہوا تھا۔ اس لئے ممکن ہے کہ خاوند اسکے فسخ کر دیتا

اگر موت واقع نہ ہوتی۔

اگر طلاق مرض الموت میں بولا جائے اور خاوند زوجہ کی میعاد عدت سے پہلے فوت ہوجائے تو عورت کو استحقاق جانشینی حاصل ہے۔ خواہ اس کی وفات سے پہلے طلاق مستحکم ہی ہوگیا ہو۔ بشرطیکہ طلاق زوجہ کی رضامندی سے نہ ہوا ہو۔ اس مسئلہ کی وجہ یہ ہے کہ مرض الموت کی وجہ سے ایک قسم کا ابتدائی حق جانشینی پیدا ہوتا ہے۔ اور خاوند کو اختیار نہیں کہ بستر مرگ پر ہوتے ہوئے ایسے استحقاق کو کالعدم کرے۔ لیکن ایسی ہی صورت میں خاوند کو اپنی زوجہ کی جانشینی کا حق حاصل نہیں۔ اگر عورت میعاد عدت کے اختتام سے پہلے فوت ہوجاوے۔ کیونکہ طلاق خاوند نے دیا تھا نہ کہ زوجہ نے لیا تھا

لیکن جس صورت میں بحالت تندرستی خاوند مستحکم طلاق اور میعاد طہر میں بولدے تو زوجہ خاوند کی جانشینی کی مستحق نہیں ہے۔ خواہ خاوند میعاد عدت کے گذرنے سے پہلے ہی فوت ہوجاوے۔

میعاد عدت کے اختتام کے بعد نہ تو زوجہ کو اپنے خاوند کا اور نہ ہی خاوند کو اپنی زوجہ کے جانشیں ہونے کا حق حاصل ہے۔

(۷) جو طلاق تین دفعہ بولنے پر مکمل ہوا ہو اس کے بعد فریقین کے لئے جائز نہیں کہ وہ آپس میں نکاح ثانی کریں جبتک کہ عورت کے ساتھ غیر شخص کا نکاح ثانی نہ ہوا ہو اور اس نے ہم بستری کے بعد طلاق حاصل نہ کیا ہو۔

بیلی صاحب ۵۳-۳۲-۳۷-۹۲-۹۷-۲۹۸-

ہدایہ ۴۴-۵۴-۹۹-۱۰۰-۱۰۳-۱۰۸-

۳۰ بمبئی ۵۳۷-۷ ویکلی رپورٹر ۲۶۸-

ضمن (۵) کا فقرہ اول اس حالت کے متعلق ہے جب کہ طلاق ناقابل فسخ نہ ہوا ہو۔ اور شوہر میعاد عدت کے اختتام سے پہلے فوت ہوجائے۔ فقرہ دوم اس حالت کے متعلق ہے جب طلاق بحالت مرض الموت بولا جاوے۔ فقرہ سوم طلاق البدعت کے متعلق ہے۔ طلاق ہذا اگر بحالت طاہر دیا جائے تو اسی وقت مستحکم اور ناقابل فسخ ہوجاتا ہے جب کہ یہ بولا جاوے۔

ضمن (۶) طلاق احسن کے متعلق ہے۔

نقرہ ۔ ۵ کی غرض کے لئے نہ کہ فقرہ ۔ ۷ کے لئے خلوتِ صحیحہ کا وہی اثر ہوگا جو ہم بستری کا شافعیوں میں جس عورت کو طلاق بائن دیا جائے وہ گذارہ عدت نہیں پاسکتی ۔

فصل یازدہم

ولد الحلالی

۱۱۶ ۔ شرع محمدی میں مضمون ولائت کو بوجہ اُن مسائل کے جن کا تعلق ولد الحلالی اقبال ولایت سے ہے ۔ خصوصیت حاصل ہے ۔

ولد الحرام بچہ صرف اپنی ماں اور اس کے رشتہ داروں کا جانشیں ہوسکتا ہے لیکن ولد الحلال بچہ اپنی ماں اور باپ اور دونوں کے رشتہ داروں کا جانشیں ہوسکتا ہے ۔ باطل نکاح کی اولاد ولد الحلال تصور کی جاتی ہے ۔ مگر فاسد نکاح کی نہیں ۔

بمقدمہ ۱۲ کلکتہ ۶۶۶ ۔ (۲۱ انڈین اپیل ۵۶) یہ قرار دیا گیا تھا ۔ کہ ایک مسلمان کا لڑکا جو برہمی عورت سے پیدا ہوا تھا ۔ ولد الحلال تھا ۔ کیونکہ برہمی عورت کے ساتھ مسلمان کا نکاح باطل ہے ۔ لیکن فاسد نہیں ہے ۔

قیاس نکاح ۔ جس شخص کی ولائت متنازعہ ہو اور اس کے والدین کے مابین نکاح کی نسبت کوئی شہادت نہ ہو تو والدین کا آپس میں مدت تک ہم بستری کرنے کے ثبوت میں نکاح کا قیاس پیدا ہوتا ہے ۔ لیکن یہ قیاس زبردست نہیں ہے اور اس حالت پر حاوی نہیں ہے جب کہ عورت اس شخص کے والد کے گھر میں آنے سے پہلے بازاری عورت ہو ۔ ۲۲ ۔ الہ آباد ۳۸۵ ۔ (پریوی کونسل) ۔

۱۱۷ ۔ ابوت باپ اور بچے کے درمیان اور امیت ماں اور بچے کے درمیان قانونی رشتہ ہے ان قانونی رشتوں سے مندرجہ ذیل حقوق اور ذمہ داریاں پیدا ہوتی ہیں ۔

(۱) حقوق ذمہ داری ہائے ولائت ۔

(۲) بچوں کو گذارہ دینے کا فرض اور ان سے گذارہ لینے کا حق۔
(۳) باہمی وراثت کے حقوق۔

۱۱۸- جب کہ ثبوت سے یا قانونی قیاس سے ایک بچہ کا ایک شخص کے نطفہ سے ایسی عورت کے بطن سے پیدا ہونا ثابت ہو جو حمل قرار پانے کے وقت اس کی جائز زوجہ تھی یا وہ شخص نیک نیتی سے یا معقول طور پر اس عورت کو اپنی زوجہ باور کرتا تھا۔ تو صرف اس طریقہ سے اس شخص کی ابوت بچہ مذکور کی نسبت قائم ہو جاتی ہے۔

شرع محمدی کا اصول اقرار ابوت اُن حالات پر حاوی نہیں ہے۔ جن میں بچہ کی ولدالحرامی پایہ ثبوت کو پہنچ جاوے۔ بوجہ اس امر کے کہ مرد عورت کا نکاح باہمی قانوناً نہ ہو سکتا تھا۔ یا بوجہ اس امر کے کہ بچہ کی ماں و باپ کے مابین نکاح کا ہونا ثابت نہ ہو۔ پنجاب لار پورٹر ۱۹۰ ۱۹۰۶ء۔

۱۱۹- اگر کوئی بچہ نکاح کی ابتداء سے چھ ماہ بعد پیدا ہو تو قیاس یہ ہے کہ ایسا بچہ اس کے خاوند کا صلبی بیٹا ہے۔ لیکن جو بچہ نکاح کے ابتداء سے چھ ماہ اندر پیدا ہو۔ اُس کی نسبت ایسا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

ایکٹ شہادت ہند کا یہ اصول کہ جو شخص بہ ایام قائم رہنے ازدواج پیدا ہوا تھا ثبوت قطعی اس امر کا ہے کہ وہ صلبی بیٹا ہے۔ الّا اس حال میں کہ یہ ثابت ہو کہ زوجہ و شوہر اس زمانہ میں کہ اس کا حمل ہو سکتا تھا۔ باہم صحبت نہ رکھتے تھے۔ (دفعہ ۱۱۲ ایکٹ شہادت) ایکٹ شہادت کا یہ اصول شرع محمدی کے نقیض ہے۔ اور آخر الذکر کو منسوخ کرتا ہے۔

زید ب کے ہمراہ یکم جنوری ۱۹۰۵ء کو نکاح کرتا ہے۔ ب کے ہاں یکم مارچ ۱۹۰۵ء کو بچہ پیدا ہوا۔ اور زید اس بچہ کی پیدائش کے دو روز بعد فوت ہو گیا۔ تو کیا بچہ زید کا جانشیں ہو سکتا ہے۔ اگر بچہ ولدالحلال تصور کیا جاوے تو وہ جانشیں ہوگا۔

شرع محمدی کے بموجب ایسا بچہ جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ وہ نکاح سے ۶ ماہ کے اندر پیدا ہوا تھا۔ لیکن ایکٹ شہادت کے رو سے بچہ جائز ہے۔ کیونکہ وہ دوران نکاح میں پیدا ہوا ہے۔ لیکن یہ امر مشتبہ ہے کہ ان ہر دو میں سے۔

کس اصول کے مطابق بچہ کی ولد الحلالی کا فیصلہ کیا جانا چاہیئے۔ ۱۰-الہ آباد ۲۸۹ (۲۹۹) شرع محمدی کے مطابق ضروری ہے کہ حمل نکاح کے بعد قرار پایا ہو۔ اس لئے جو حمل نکاح سے پہلے قرار پایا ہو۔ اس کی اولاد جائز نہیں ہو سکتی۔ ۱۱ مورز انڈین اپیل ۹۴)۔

ایکٹ شہادت ہند کے بموجب صرف اس قدر ضروری ہے کہ یہ ثابت کیا جاوے کہ پیدائش دوران نکاح میں ہوئی۔ خواہ حمل نکاح سے پہلے ہی قرار پایا ہو۔ گویا کہ شرع محمدی کے بموجب تو اولاد کے جواز کے لئے حمل کا قرار پانا آغازی امر ہے پس اسی طرح شرع محمدی کے بموجب جو بچہ نکاح سے ۶ ماہ کے اندر پیدا ہو وہ ولد الحرام تصوّر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اس کے متعلق حمل نکاح سے پہلے قرار پایا ہوگا۔ مباشرت سے یہ قیاس کرنا کہ شادی ہوئی ہوگی ممکن ہے۔ لیکن جب تک واقعات دیگر سے یہ ثابت نہ ہو کہ تعلق مستقل مثل شوہر و بی بی کے تھا صرف مباشرت سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ کہ فریقین کے درمیان قانونی رشتہ زن و شوہر کا تھا۔ اور ان کی اولاد کو منصب جائز ہونے کا حاصل ہو گیا۔ (ڈائجسٹ سول لاء آنریبل ڈاکٹر راٹیگن صاحب دفعہ ۷۰ کیفیت)۔

شرع محمدی کا وہ قاعدہ جس میں کسی شخص کو جب تک کہ اس کی پیدائش کی تاریخ سے نوے برس نہ گذر جائیں فوت شدہ قیاس کرنے سے انکار کیا گیا ہے۔ صرف ایک شہادت کا قاعدہ ہے نہ کہ اصل قانون کا اور ان تمام مقدمات میں قاعدہ مذکور مسترد ہو جاتا ہے۔ جن میں کہ حسب منشاء دفعہ ۱۰۸-ایکٹ شہادت ہند و نیز دفعہ ۱۲ ایکٹ مذکور)۔ سوال نسبت قیاس کسی شخص کی زندگی یا وفات کے پیدا ہو (۲۴ پنجاب ریکارڈ ۱۸۹۲ء)۔

بموجب شرع محمدی فرقہ حنفیہ کے اعلیٰ ترین میعاد ولادت کی دو سال مقرر ہے۔ الّا اس صورت میں کہ یہ قیاس پیدا ہوتا ہو کہ بچہ کسی دوسرے شخص کی اولاد ہے۔ بموجب فرقہ مذکور سخت میلان نسبت جواز اصالت اس بچہ کے ہوتا ہے۔ جو عرصہ مذکور کے اندر پیدا ہو۔ لیکن چیف کورٹ پنجاب نے قرار دیا کہ بموجب قواعد دفعہ ۲ قانون شہادت یہ قاعدہ منزلت قاعدہ شہادت کی رکھتا ہے۔

علاوہ بریں یہ قرار دیا گیا کہ دفعہ ۱۱۲ قانون شہادت کے رو سے اعلیٰ ترین میعاد ولادت کی مقرر نہیں ہوئی۔ اور اس وجہ سے میعاد مذکور مانع نہیں کہ اصالت ایسے بچہ کی ثابت کی جائے جو تاریخ نکاح سے ۲۸۰ یوم کے بعد پیدا ہوا ہو۔ دفعہ مذکور کی تاثیر صرف اس قدر ہے کہ ابتداءً اصالت کو قیاس بنا لیا جاتا۔ بلکہ یہ امر محض مبنی بر شہادت اصالت یا عدم اصالت کے ہے۔ جو عدالت میں پیش ہو۔ پنجاب ریکارڈ نمبر ۱ ۱۸۸۴ء)۔

شادی کے دوران میں جو بچہ تولد ہو اس کی اولاد صلبی ہونے کی نسبت قیاس قطعی ہوتا ہے اور یہ کچھ مضائقہ نہیں ہوتا کہ یہ کس قدر جلد بعد شادی پیدا ہوا۔ ۹ پنجاب ریکارڈ ۱۹۰۷ء۔

مسمات راجو کو اس کے پہلے خاوند نے یکم اکتوبر ۱۸۹۵ء کو طلاق دیا۔ اور اس نے ۴ فروری ۱۸۹۶ء کو غلام نبی کے ساتھ شادی کی۔ اور ۱۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو ایک بچہ جنا اس طرح یہ بچہ اپنی ماں کے پہلے خاوند سے طلاق لینے سے ۲۸۰ یوم کے بعد مگر غلام نبی کے ساتھ اس کی شادی ہونے سے ۶ ماہ سے کم عرصہ گذرنے کے بعد تولد ہوا تھا۔ مدعی نے یہ حجت پیش کی کہ بروئے شرع محمدی غلام نبی کی جانب سے ابوت کا کوئی اقبال بچہ کو جائز اولاد نہیں کر سکتا۔ اور یہ قرار پایا کہ طلاق کی عدت غلام نبی کے ساتھ شادی کرنے سے پہلے ختم ہو چکی تھی۔ خواہ بچہ قبل اختتام عدت بن چکا تھا۔ غلام نبی نے بچہ کو قبول کر لیا تھا۔ اور بطور پسر اس کے ساتھ سلوک کرتا رہا تھا۔ قرار پایا کہ گو مسمات راجو کی شادی غلام نبی کے ساتھ بے قاعدہ تھی تاہم کالعدم نہیں تھی۔ کیونکہ جب بچہ پیدا ہوا تھا اس کی ماں اور غلام نبی کے ساتھ اس کی شادی قائم تھی۔ اور دفعہ ۱۱۲ شہادت ہند مقدمہ پر حاوی ہے۔ اور بچہ بحیثیت جائز پسر ہونے کے وارث ہونے کا مستحق ہے۔ ۸۷ پنجاب ریکارڈ ۱۹۰۹ء۔

بمقدمہ ۷۷ پنجاب ریکارڈ ۱۹۱۱ء (مابین عیسائی زوجہ و شوہر کے) یہ قرار دیا گیا ہے کہ جہاں مباشرت کے ۳۰۳ یا ۳۳۳ یوم بعد بچہ پیدا ہوا ہو۔ بشرطیکہ بیوی کی بداخلاقی یا کسی خاص شخص کے ساتھ زناکاری کا کوئی ثبوت نہ ہو بلحاظ دفعہ ۱۱۲۔ ایکٹ شہادت بچہ کو جائز پسر قرار دینا چاہیئے۔

۱۲۰۔ اگر کوئی بچہ طلاق یا وفات خاوند سے دو سال کے اندر پیدا ہو تو کہ وہ اپنے خاوند کا صلبی بچہ ہے۔ لیکن جو بچہ وفات یا طلاق سے فسخ

دو سال کے بعد پیدا ہو اس کی نسبت ایسا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

ویلی صاحب ص ۹۲-۹۵۔"

لیکن شرع محمدی کا یہ مسئلہ دفعہ ۱۱۴ ایکٹ شہادت ہند کے احکام کے نقیض ہے۔ کلکتہ ہائی کورٹ نے بمقدمہ ۱۶ ویکلی رپورٹر ۲۶ میں قرار دیا ہے کہ باوجود شرع محمدی کے عدالت کسی بچہ کی نسبت قرار نہیں دے سکتی کہ وہ کسی خاص شخص کی جائز اولاد ہے۔ اگر ایسا نتیجہ قانون قدرت کے برخلاف اور غیر اغلب ہو۔ اسی مقدمہ میں یہ بھی قرار دیا گیا تھا کہ جو بچہ اپنی ماں کے شوہر کی طرف سے طلاق دئے جانے کے ۱۹ ماہ بعد پیدا ہوا ہو وہ اس کے خاوند کا جائز بچہ نہیں ہو سکتا۔ مقدمہ ہذا ۱۸۷۱ء میں ایکٹ شہادت کے رائج ہونے سے ایک سال پہلے صادر کیا گیا تھا۔ لیکن ایکٹ شہادت کی دفعہ ۱۱۴ کے بموجب اب بھی عدالت کو اختیار ہے کہ ان حالات کو مد نظر رکھے جو قانون قدرت کے بموجب واقعہ ہو سکتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ کی رائے کے مطابق زیادہ سے زیادہ میعاد حمل دو برس اور کم سے کم چھ ماہ ہے۔ مفتیان عرب کی رائے میں یہ اصول متعلق خاندان ہیں نہ کہ متعلق قانون شہادت لیکن تاہم یہ بحث کی جا سکتی ہے کہ یہ اصول اینگلو محمڈن لاء کے احاطہ سے خارج ہے۔ اور عدالت کے اختیار متذکرہ دفعہ ۱۱۴ ایکٹ شہادت ہند پر موثر نہیں اس لئے ۱۶ ویکلی رپورٹر صفحہ ۲۶ میں قرار دیا گیا کہ باوجود مسائل مندرجہ شرع محمدی عدالت کسی بچہ کو کسی خاص شخص کا بچہ قرار نہیں دے سکتی جب کہ ایسا نتیجہ خلاف طریقہ طبعی اور ناممکن ہو۔

شیعہ مذہب کے رو سے حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دس ماہ ہے۔ نہ کہ دو سال۔ بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۹۰۔

اس بارہ میں شرع محمدی اور عام قانون مروجہ برٹش انڈیا میں کچھ فرق نہیں۔

۱۲۱۔ ماں کی جانشینی کے لئے ولد الحلالی لازمی شرط نہیں ہے۔ دفعہ ۲۶۷۔

لیکن باپ کی جانشینی کے لئے یہ ضروری شرط ہے۔ اور اس کا انحصار اس امر پر ہے کہ ایسے شخص کی حمل یا پیدائش کے وقت اس کی ماں و باپ کے مابین جائز نکاح قائم تھا۔ اگر ولد الحلالی نکاح کے جواز کے متعلق صریح ثبوت سے ثابت نہ ہو سکے۔ تو شرع

محمدی کے مطابق نکاح اور ولد الحلالی کے ثابت کرنے کے لئے اقبال ابوت کا ثابت کرنا کافی ہے۔ جہاں تک قانون جانشینی کا تعلق ہے۔

بیلی صاحب۔ ۴۰۶۔ ہدایہ ۴۳۴۔

۱۰۔ الہ آباد ۸۔ ۲۸۹۔ ۳۰۱۔ ۹ کلکتہ ویکلی نوٹ ۲ ۳۵۔

ابوت کا اقبال صرف اُن حالات میں مؤثر ہوتا ہے جب کہ نکاح کے امر واقعہ یا کسی بچہ کی پیدائش کے جواز کی نسبت نکاح کے خاص وقت کے متعلق شبہ ہو۔ ابوت کا اصول اسلامی خاندانی قانون کا ضروری جزو ہے۔ اس لئے جن حالات پر اس پر عمل کیا جانا چاہیئے۔ اون کا تصفیہ محمڈن جورسپرڈنس کے مطابق کیا جانا چاہیئے۔

۱۰۔ الہ آباد ۹۸۹۔ ۲۳۰۔ ۹ کلکتہ ویکلی نوٹ ۲ ۳۵۔

۱۲۲۔ کسی مسلمان کا کسی دوسرے کو اپنا صلبی بچہ تسلیم کرنے کے لئے اقرار صریح ہو یا ایسا سلوک ہو جس سے ولدالحلالی کے اقرار کا قیاس ہو سکے۔ لیکن کسی عورت کے ساتھ متواتر ہمبستری سے نکاح کے متعلق ایسا قانونی قیاس پیدا نہیں ہو سکتا۔ جس سے اولاد حلال قرار دی جا سکے۔ ہمبستری بطور خاوند زوجہ برخلاف مدخولہ عورت کے ہونی چاہیئے۔ اور سلوک ایسا ہونا چاہیئے جس سے ولدالحلالی ظاہر ہو

۳ بمبئی ہائی کورٹ رپورٹ ۲۸۵۔ ۸ مورز۔ انڈین اپیل ۱۳۶۔ ۵۹۔ ۳ مورز انڈین اپیل ۱۹۵۔ ۱۱ مورز انڈین اپیل ۹۴۔ ۸ کلکتہ ۴۲۲۔ ۹ انڈین اپیل ۸۔ ۱۰ کلکتہ ۷۶۳۔ ۱۱۔ انڈین اپیل ۳۱۔ ۱۲ کلکتہ ۲۶۶۔ ۲۱۔ انڈین اپیل ۵۶۔ ۲۶ الہ آباد ۲۹۵۔ ۹ کلکتہ ویکلی نوٹس ۲ ۳۵۔

ایک مسلمان شخص کے ہاں ایک عورت سی جو اس کے زنانہ مکان میں بچہ کی پیدائش سے ۷ سال پہلے سے رہائش رکھتی تھی۔ ایک بچہ پیدا ہوا۔ اور یہ امر ثابت کیا گیا تھا کہ ہمبستری مسلسل تھی نہ کہ اتفاقیہ۔ اور کہ ہمبستری بحیثیت زوجہ و شوہر تھی اور حمل کے قرار پانے سے پہلے وہ بطور زوجہ و شوہر مشہور تھے۔ یہ بھی ثابت کیا گیا کہ بچہ مرد کے مکان میں پیدا ہوا۔ اور یہ بھی ثابت تھا کہ بچہ مرد کے مکان میں پرورش پرورش پاتا رہا۔ اور اسکی طرف سے یا کسی دیگر شخص کی طرف سے اس کی ولدالحلالی سے انکار نہیں کیا گیا تھا۔ اسلئے نکاح اور ابوت کے اقرار کا کافی قیاس پیدا ہوتا تھا۔ ۳ مورز انڈین اپیل ۲۹۵۔

بمقدمہ ۸ مورز انڈین اپیل ۱۳۶ میں اگرچہ ہمبستری کی مسلسل ہونیکی کافی شہادت تھی۔ لیکن جیسا کہ متذکرۃ الصدر مقدمہ

میں ابوتکے اقرار کا ثبوت تھا ایسا کوئی ثبوت نہ تھا اسلیئے سائل کو ولدالحرام قرار دیا گیا تھا۔

ایک مسلمان مرد کے ہاں ایک مسلمان عورت سے جو اس کی ملازمت میں تھی بچہ پیدا ہوا۔ یہ بیان کیا گیا کہ عورت مذکور سے نکاح متعہ کیا گیا تھا۔ لیکن نکاح کی تاریخ ثابت نہ ہوئی۔ شہادت سے ظاہر ہوا کہ عورت اس وقت سے پیشتر حاملہ تھی۔ جب کہ وہ زوجہ متعہ تسلیم کی گئی۔ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ ہم بستری جس کی وجہ سے حمل قائم ہوا کب سے شروع ہوئی۔ اور نہ ہی یہ ثابت ہوا کہ آیا ہم بستری مسلسل تھی یا اتفاقیہ۔ پس قرار دیا گیا کہ صریحاً اقبال کوئی نہ تھا۔ اور شہادت سے یہ ظاہر ہے کہ بچہ کا سلوک یکساں نہ تھا۔ کبھی تو اس کے ساتھ بطور فرزند کے سلوک کیا جاتا تھا۔ اور کبھی دیگر نوع میں۔ پس اقبال کا قیاس نہیں پیدا ہوسکتا۔ ۱۱ مور نز انڈین اپیل ۹۴۔

یہ امر قابل غور ہے کہ صرف ابوت کا اقرار بچہ کو ولدالحلال قرار نہیں دیتا۔ بلکہ ضروری یہ ہے کہ مرد بچہ کو بطور جائز پسر کے تسلیم کرے۔ ۲۱ کلکتہ ۶۶۶ - ۲۱ انڈین اپیل ۵۶۔

شیعہ مذہب کے رو سے ولدالزنا اور ائس بچہ میں جس کی ماں حمل کے وقت منکوحہ تھی۔ لیکن جس کا باپ ابوت سے انکار کرتا ہے فرق ہے۔ حالانکہ سنیوں میں کوئی فرق نہیں۔ یعنی منکوحہ عورت کا بچہ اپنی ماں اور ماں کے قرابتیوں کا قرابتی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن قانونی معنی میں ولدالزنا کی کوئی ماں نہیں سمجھی جاتی۔ البتہ صرف اس غرض کے لئے ماں سمجھی جاتی ہے کہ اگر بچہ جنس ذکور سے ہو تو جس عورت نے اسے جنا ہے اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ بعینہ اسی طرح جس طرح اگر بچہ جنس اناث سے ہو تو انہیں حالات میں حمل کرانے والے کے نکاح میں نہیں آسکتا۔ اور دونوں فرقوں میں ایسے شخص سے اس بچہ کا کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔ ولدالزنا والدین سے کسی ایک کی اولاد متصور نہیں ہوتا۔ اس لئے بچہ اُن میں سے کسی کا یا اُن کے کسی رشتہ دار کا وارث نہیں ہوسکتا۔ اور نہ وہ اس کے وارث ہوسکتے ہیں۔ لیکن ولدالملاعنہ (یعنی ایسا بچہ جو جوڈیشل کارروائی سے جس کو لعان کہتے ہیں ولدالحرام قرار دیا گیا ہے) اپنی ماں اور ماں کے رشتہ داروں کا وارث ہوتا ہے۔ اور وہ اسکے

وارث ہوتے ہیں۔ (ہینڈ بک محمڈن لا سید امیر علی صفحہ ۵۴)۔

۱۲۳۔ ابوت جو نسبت ولد الحلالی اولاد اقرار سے قائم ہوتی ہے۔ ولد الحلالی کے متعلق محض قاعدہ شہادت نہیں بلکہ اس کی نسبت قطعی قیاس ہے۔ اور ایسے بچہ کو جو لڑکا یا لڑکی ہو جیسی کہ صورت ہو حق جانشینی دیتا ہے۔

ایسے ہی اس اقرار سے مقر الیہ کی ماں کو مقر کی جانشینی کا حق حاصل ہوتا ہے ایک بچہ کی ولد الحلالی کے اقرار سے یہ قانونی قیاس پیدا ہوتا ہے کہ اس لڑکے والدین میں جائز تعلق تھا۔

۴ بنگال لاء رپورٹر اپیل دیوانی ۵۵۔ ۸ کلکتہ ۲۲۶۔ ۱۰ کلکتہ ۳۷۷۔ ۱۱۱۔ الہ آباد ۳۱۔
۳ مورز انڈین اپیل ۲۹۵۔ ۱۱ مورز انڈین اپیل ۱۷۔ ۱۹۳۔ ۱۰ کلکتہ لاء رپورٹر ۲۹۳۔
جس بچہ کی ابوت کا اقرار کیا جاوے۔ وہ خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ ۵ ویکلی رپورٹر ۲ ۳ ایمکناٹن صاحب صفحہ ۶۱۔ ۲۹۹۔

۱۲۴۔ بدیں غرض کہ قبول ابوت سے وہ نتائج حاصل ہوں جن کی صراحت مد ۱۲۳ میں کی گئی ہے۔ ضروری ہے کہ مفصلہ ذیل حالات موجود ہوں۔

(۱) کہ مقر کی عمر اس قدر ہو کہ وہ مقر الیہ کا باپ ہو سکتا ہے۔

(۲) مقر الیہ کسی دوسرے شخص کی اولاد مشہور نہ ہو۔

(۳) اگر مقر الیہ معاملہ کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہو تو وہ قبول ابوت کو تسلیم کرتا ہو۔ لیکن جس صورت میں کہ مقر الیہ نابالغ ہو تو ایسی تائید کی ضرورت نہیں۔

(۴) چونکہ قبول کا اصول اس اصول پر مبنی ہے کہ مقر الیہ مقر کی جائز اولاد ہے۔ جس کی تائید ایسا قبول کرتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مقر الیہ۔ زنا کاری یا حرام کاری کی اولاد نہ ہو۔ اور نہ ہی ایسی عورت کی اولاد ہو جس کے ساتھ مقر کا نکاح ممنوع ہو۔ پس جو بچہ ایسی عورت سے پیدا ہوا۔ جو بوقت حمل دوسرے شخص کی زوجہ تھی۔ یا مقر کی زوجہ نہیں تھی یا بازاری عورت تھی وہ کسی قبول سے جائز اولاد نہیں ہو سکتا۔

ہدایہ ۴۲۹۔ بیلی صاحب ۴۰۶۔ ۴۰۸۔ انڈین اپیل ۱۱۴۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۱ مورز انڈین اپیل ۹۴۔ ۱۵۔ الہ آباد ۳۹۶۔ ۳۴۳۔ بمبئی ۱۱۱۔ ۲۳ کلکتہ ۱۳۰۔ ۲۷ کلکتہ ۱۰۔ ۱۰ کلکتہ ۷۲۳ میں محترم ججان پریوی کونسل نے اس سوال کا فیصلہ نہیں کیا کہ جو اولاد زنا کاری سے

پیدا ہو۔ آیا وہ اقرار البوت سے جائز اولاد ہو سکتی ہے یا نہ۔
چونکہ اہل اسلام میں نکاح بغیر کسی رسم ورواج کے کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے نکاح کا صریح ثبوت ہر وقت دستیاب نہیں ہو سکتا۔
جہانتک صریح ثبوت دستیاب نہ ہو بالواسطہ ثبوت کافی ہوگا۔ بالواسطہ ثبوت کا ایک طریق لڑکے کے ولد الحلال ہونے کا خیال ہے۔ ایسا اقبال صرف نسبت ولدیت کے نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ نسبت جائز ولدیت ہونا چاہیئے۔ نیز اقبال مذکور صریحاً غیر اغلب نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر ان شرائط کی تکمیل کی جاوے تو اسی امر کا قیاس ہوگا کہ والدین کے مابین نکاح ہوا تھا۔ چونکہ قیاس ہذا اتفاقی ہے اور قانون نہیں اس لئے اس کی تردید صریح ثبوت سے کہ والدین کے مابین کوئی نکاح نہ ہوا تھا۔ کی جا سکتی ہے۔ اگر اس کی تردید نہ کی جاوے تو نکاح ثابت شدہ تصور کیا جاویگا۔ اور مقر الیہ کی ولد الحلالی ثابت شدہ قرار دی جاویگی۔ ۴۸ انڈین اپیل ۱۱۴۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔
مسٹر جسٹس محمود بمقدمہ ۱۰ الہ آباد ۲۸۹۔ وصفحہ ۳۴۷ پر فرماتے ہیں کہ شرع محمدی میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس سے اس خیال کی تائید ہو کہ جو اولاد زناکاری سے پیدا ہو وہ اقرار البوت سے جائز ہو سکتی ہے۔ اصول مذکور صرف اس قدر اُن حالات پر حاوی ہے۔ جہاں جائز اولاد کی نسبت شبہہ ہو۔ اور ولد الحلالی کے قیاس پر مبنی ہو۔ اور ایسی ولد الحلالی کے اقرار البوت سے قائم کئے جانے کی اجازت دیتا ہے۔ کوئی تصور بجانب کسی شخص کے کہ وہ شخص جو ولد الحرام ثابت ہو اوس کا پسر ہے۔ موخر الذکر کو ولد الحلال نہیں بناتا لیکن جہاں ایسا کوئی ثبوت پیش نہ کیا گیا ہو۔ وہاں ایسا اقبال یا بیان واقعی شہادت اس امر کی ہے کہ جس شخص کی نسبت اقبال البوت کیا گیا ہے وہ اقرار کنندہ کا پسر صلبی ہے بشرطیکہ اوس کا ولد الحلال ہونا اغلب ہو۔ ۴۳ ۔ ۴۴ انڈین اپیل ۲۱۷۔ ۴ ۲۳۔ ۳۸۔ الہ آباد ۶۲۷۔ ۶۷۱۔ ۲۸ انڈین اپیل ۱۱۴۔ ۱۳ بمبئی لا رپورٹر ۶۲۳۔ ۴۰ بمبئی ۷۸۔ ۳۴۳۔ ۱۔ لاہور ۲۹۷۔
اقبال صرف نسبت ولدیت نہیں ہونا چاہیئے بلکہ نسبت ولد الحلالی کے ہونا چاہیئے۔ لیکن موخر الذکر اول الذکر سے قیاس کی جا سکتی ہے کیونکہ جب ایک شخص دوسرے کو اپنا پسر تسلیم کرتا ہے تو وہ صریحاً اوسے اپنا ولد الحلال پسر تسلیم کرتا ہے۔ ۱۰ ویکلی رپورٹر ۴۹۷ جسے ۳۴ انڈین اپیل ۲۱۲۔ ۲۳۲۔ ۳۸ الہ آباد ۶۲۷۔ ۶۵۹ میں پسند کیا گیا۔ لیکن اس قیاس کی تردید اس امر کے ثابت

کرنے سے کی جاسکتی ہے۔ کہ ایسے اقبال کا منشاء آخر الذکر کی ولد الحلالی تسلیم کرنے سے نہ تھا۔ ۲۱۔ انڈین اپیل ۵۶۔ ۷۰۔ ۱۲ کلکتہ ۲۶۶۔ ۷۹۔ ۲۷۔ مسلمان خاندان کے ایک ممبر مثلاً بیان کردہ باپ کی بیوہ کا بیان کہ وہ شخص پسر یا وارث ہے۔ خاندان کے اندر ولد الحلالی کی شہرت کی شہادت ہے۔ ۳۳ انڈین اپیل ۲۱۲۔ ۳۴۔ ۲۳۵۔ ۸۔ ۲۸۔ الہ آباد ۲۲۷۔ ۲۱۔ ۲۔ ۱۵۔ الہ آباد ۷۹۔ ۲۳ میں قرار دیا گیا کہ مقرلہ کی والدہ مقر کے ساتھ نکاح کے وقت کسی اور مرد کی غیر مطلقہ زوجہ تھی۔ اس لئے یہ نقص کسی ایسے اقرار ولد الحلالی سے رفع نہیں ہوسکتا۔ گو بچہ کی والدہ کے ساتھ ہم بستری کا بھی ثبوت ہو۔

جو پسر غیر منکوحہ عورت سے پیدا ہو باپ کی تسلیم کے مابعد سے پسر حلال بن جاتا ہے اور مستحق کل ادن حقوق کا بروئے شرع محمدی ہوجاتا ہے جو ازدواج جائز سے پیدا ہوتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کی ولدیت کسی دوسرے فرد سے ثابت نہ ہو۔ اور اس کے والدین کے باہم ازدواج کرنے میں کوئی قانونی روک نہ ہو۔ پنجاب ریکارڈ ۱۳ ۱۸۷۵ء و ۱۷ ۱۸۸۲ء۔

زید ایک ہندو ایک عورت مسلمان سے ہم بستر ہوا اور اس عورت مذکور سے ایک لڑکا تولد ہوا۔ بعد تولد اس لڑکے کے زید مسلمان ہوگیا۔ اور اس نے اس لڑکے کی والدہ سے نکاح پڑھا لیا۔ زید نے ہمیشہ اس لڑکے کو اپنا لڑکا مانا۔ تجویز ہوا کہ لڑکا مستحق وراثت جائداد زید کا ہے۔ ۱۲ پنجاب ریکارڈ ۱۸۶۷ء۔

مسٹر جسٹس بولنوز صاحب نے رائے دی کہ بروئے شرع محمدی کسی شخص کو بیٹا قبول کرنے سے وہ شخص اصلی بیٹا ہوجاتا ہے۔ گو وہ غیر منکوحہ عورت سے پیدا ہوا ہو۔ ایسی قبولیت سے ظن غالب شادی کا درمیان قبول کنندہ اور والدہ شخص مقبول کے پیدا ہوتا ہے۔ لیکن وہ ظن غالب ایک امر واقعہ کا ہے۔ اور اس کی تردید ہوسکتی ہے۔ اور بار ثبوت اُن اشخاص پر ہے جو بیان کریں کہ شادی نہیں ہوئی۔ مسٹر جسٹس لنڈزی صاحب کی یہ رائے ہوئی کہ بروئے شرع محمدی قبول کرنا ایک لڑکے کا بطور ایک بیٹے کے بشمولیت اس امر کے کہ اس لڑکے کی والدہ کے ساتھ برابر ہم بستری ہوتی رہی ہو۔ ایک ظن غالب شادی کا پیدا کرتا ہے۔ جب کہ ایسی شادی ناجائز نہیں اور قطعاً ناممکن نہیں۔ لڑکا منظور شدہ بیٹا اور وارث منظور کرنے والے کا ہے۔ ۱۳ پنجاب ریکارڈ ۱۸۷۵ء۔

۱ د ایک عورت غیر مطلقہ نے اپنے خاوند ک کو چھوڑ دیا اور مسمی ج کے ساتھ جا کر آباد ہوئی۔ جس سے اس کے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ تجویز ہوا کہ جبتک د غیر مطلقہ تھی۔ شادی جائز نہیں ہو سکتی تھی۔ اور اس لئے بروئے شرع محمدی اولاد اس تعلق کی گو ولدیت کو ج نے بھی قبول کیا ہو۔ قابل حلال زادہ ہونے کے نہیں ہو سکتی۔ ۱۷ پنجاب ریکارڈ ۱۹۰۶ء

جہاں بچہ کی ولدیت معلوم ہو اقبال کا مسئلہ اس کے متعلق نہیں ہو سکتا۔ اور اسی لئے اگر کوئی بچہ اپنے والدین کے ناجائز تعلق کی رو سے حرام زادہ ہے۔ اس کے باپ کا اقبال اُسے حلال زادہ نہیں بنا سکتا۔ ۳۲ کلکتہ ۱۲۳۔

اقبال ولدیت کافی نہیں بلکہ اقبال سے ولد الحلال ظاہر ہونا ضروری ہے۔ (۲۱ کلکتہ ۶۶۶)۔

۱۲۵۔ اگر اقبال ابوت نسبت ولد الحلالی کے ہو۔ اور ایسے تعلق کا ہونا بموجب واقعات و قانون کے ممکن ہو۔ تو اس سے مقر اور مقر الیہ کی ماں کے مابین نکاح کے پیدا ہونے کا قیاس پیداء ہوتا ہے۔ اور جبتک اس کی تردید نہ کی جاوے اوس سے مقر الیہ کو مقر کی جائداد کی نسبت حق جانشینی حاصل ہوتا ہے۔ اور نیز مقر الیہ کی ماں کو بھی مقر کی جائز زوجہ کے حقوق حاصل ہوتے ہیں۔

۴۸۔ انڈین اپیل ۱۴۴۔ ۸ کلکتہ ۴۲۲۔ ۹۔ انڈین اپیل ۸۔ ۱۰ کلکتہ ۶۳ ۔ ۱۱۔ انڈین اپیل ۱۳۔ ۳ موررز انڈین اپیل ۲۹۵۔ ۱۸۔ ۳۱۸۔ ۱۱ موررز انڈین اپیل ۱۷۔ ۱۹۳۔ انڈین اپیل جلد ضمیمہ ۱۹۲۔ ۲ کلکتہ ۱۸۴۔ ۱۹۹۔ ۳ انڈین اپیل ۲۹۱۔ ۱۰ کلکتہ لا رپورٹر ۲۹۳۔ ۴۵۰۔ انڈین اپیل ۲۳۔ ۸۲۔ ۵۴۔ انڈین اپیل ۸۷۔ ۸۹۰۔ ۸۴۔ انڈین اپیل ۱۱۴۔

۱۲۶۔ عورت کو زوجہ کی حیثیت حاصل ہونے کے واسطے جن تمام صورتوں میں ہمبستری اور دیگر حالات سے ازدواج کا قیاس کرنا جائز ہے۔ اُن میں ابوت کا قیاس کرنا بھی جائز ہے۔

۱۲۷۔ جب ایک دفعہ ابوت کا اظہار کیا جاوے تو ابوت کا اظہار کرنے والے یا ابوت کے ذریعہ دعویدار کی طرف سے وہ فسخ نہیں ہو سکتی۔

بیلی صاحب ۸۰۴۔ ۱ موررز انڈین اپیل ۹۴۔ ۱۰۔ الہ آباد ۲۸۹۔ ۱۷ ۲۱۳۔

۱۲۸۔ ابوت کا اقرار ضروری نہیں ہے باقاعدہ یا صریح ہو تا کہ اس کو تاثیر مذکرہ الصدر

حاصل ہو۔

اگر ایک شخص دوسرے سے عادتاً بطور بیٹے کے سلوک کرے یعنی یہ سمجھے کہ اس کو حیثیت پسر حاصل ہے تو اس سے بجائے خود اقرار کا قیاس کیا جائیگا ؛

۱۲۹۔ ابوت جو اقرار سے قائم ہوتی ہے۔ اگرچہ بغرض سہولت قانونی قیاس بیان کیا گیا ہے۔ محض قاعدہ شہادت نہیں۔ بلکہ شرع محمدی کے قانون خاندان کا جزولا ینجزی ہے اور جن شرائط سے یہ اثرپذیر ہوگا۔ وہ اسناد اسلامی کے روسے قرار پانی چاہییں۔ نہ کہ ایکٹ شہادت ہند کے روسے ؛

۱۳۰۔ امیر محض سوال واقعہ ہے اس قاعدہ کو دیگر الفاظ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ جہاں تک ابوت کی بنا پر مقتضا و دعویٰ ہوں۔ ماں اور بچہ کے درمیان قانونی رشتہ کے متعلق جو کچھ قانون حنفیہ میں بیان ہوا ہے۔ وہ صرف اس عورت کے متعلق ہے جس نے اس کو جنا تھا۔ بلالحاظ اس امر کے کہ حمل کرنے والے مرد کے ساتھ اس کا تعلق جائز تھا یا نہیں۔

۱۳۱۔ شرع محمدی کے بموجب تبنیت سے ابوت قائم نہیں ہوتی ؛

۱۰۔ الہ آباد ۲۸۹ - ۳۴۰ - ۹ - ۳ کلکتہ ۱۴۱ - ۹ - ۳ - انڈین اپیل ۱۹ ؛

ایک ہندو جو مسلمان ہو جاوے وہ بھی متبنیٰ نہیں کر سکتا - ۲۵ بمبئی ۳۶۴

بروئے شرع محمدی ایک متبنیٰ بیٹا فقط ایسے حقوق رکھتا ہے جو متبنےٰ بنانے والا باپ صریحاً اس کو دیدے - ۱۲ پنجاب ریکارڈ ۱۸۷۱ء ؛

باب ششم

ولایت

۱۳۲۔ شرع محمدی کے روسے ولایت کے تین اقسام ہیں ؛

(۱) نابالغ یا بالغ مجنون کا خواہ کسی جنس سے ہو عقد نکاح کرنے اور کسی حد تک صحیح العقل بالغ عورت کے معاملہ ازدواج پر ضبط رکھنے کے متعلق ولایت ؛

(۲) نابالغ کی ذات کی ولایت بغرض حفاظت و تعلیم ؛

(۳) نابالغ کی جائداد کی ولایت ؛
قواعد متعلق قسم اول صرف شرع محمدی کے متعلق ہیں اور دوسری دو اقسام کے کچھ شرع محمدی کے اور کچھ ہندوستان کے عام قانون مندرجہ گارڈین اور وارڈ ایکٹ مصدرہ ۱۸۹۰ء کے متعلق ہیں ؛

ولایت بغرض ازدواج

۱۳۴۔ ولایت کی اس قسم کے لئے یعنی مطالب ازدواج کی غرض سے نابالغی سے جسمانی ناپختگی مراد ہے۔
اگر رشد کا کچھ ثبوت نہ ہو تو ہر جنس کا نابالغ پندرہ برس کے اختتام پر بالغ سمجھا جائے گا؛
شرع محمدی میں بلوغت اور جسمانی پختگی ایک ہی بات ہے (ہدایہ جلد ۳ باب دوم)
یہ قاعدہ بحوالہ آرائے امام محمد و امام ابو یوسف ہدایہ میں مذکور ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہ کی رائے میں لڑکے کی عمر بلوغت ۱۹ سال اور لڑکی کی ۱۷ سال ہے۔ لیکن میگناٹن صاحب کی رائے میں عمر بلوغت اختتام ۱۵ سال ہے۔
بموجب شرع محمدی کے ہر دو جنس نابالغ سمجھے جاتے ہیں۔ تاوقتیکہ سولھواں سال ان کی عمر کا ختم نہ ہو جاوے۔ ۴۵ پنجاب ریکارڈ ۱۸۷۳ء۔
لیکن چیف کورٹ پنجاب نے بمقدمہ ۵۵ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۳ء قرار دیا کہ مقدمہ محولہ بالا (۴۵ ۱۸۷۳ء) میں حاکمان فیصل کنندہ کی رائے مذکورہ واسطے تصفیہ مقدمہ کی ضرور نہ تھی اس واسطے زائد اور بے تاثیر ہے۔
امام مالک کے نزدیک عمر بلوغت اختتام ۱۸ سال ہے اور حنفیوں و شیعوں میں زمانہ سن بلوغت و سن رشد ایک ہی ہے۔ جب نابالغ اپنی جائداد کا انتظام خود اختیار کرتا ہے۔ تو اس کو سن بلوغت کہتے ہیں۔ اور جب نابالغ کی ذات باپ کے اختیار سے آزاد ہو جاتی ہے تو اس کو سن رشد کہتے ہیں؛
بروئے شرع محمدی باپ کو حق ہے کہ نابالغ بچوں کا ان کی بلا رضامندی نکاح کر دے۔ باپ کے اس حق کو حق الجبیر کہتے ہیں۔ باوجود ایکٹ بلوغت ہند کے ۱۵ سال کے اختتام کے بعد یعنی بلوغ شرعی کے بعد باپ اس اختیار کو عمل میں نہیں لا سکتا (سٹینڈرڈ بک محمڈن لا سید امیر علی)۔

میکناٹن صاحب نے عمر نابالغی کا اختتام سولہ سال کی عمر حاصل کرنے پر قرار دیا ہے جو درست نہیں ہے

۱۳۴- شرع محمدی کا یہ قاعدہ کہ لڑکے اور لڑکیاں محض اس امر کے اظہار سے نابالغی کو ختم کر دیتے ہیں کہ ان میں رشد کے جسمانی آثار نمودار ہو گئے ہیں۔ اور کہ اس اظہار کو اس واقعہ کا قطعی ثبوت سمجھ لیا جائے۔ بشرطیکہ وہ اتنی عمر کے ہوں کہ قدرت کی معمولی رفتار میں ان آثار کی موجودگی کی توقع ہو سکے۔ قانون شہادت کے متعلق ہے۔ نہ کہ قانون اصلی کو بنابریں ایکٹ شہادت نے اس قاعدہ کو منسوخ کر دیا ہے۔ اور اس کے رو سے واقعہ مبینہ کی شہادت حسب منشا دفعہ ماسبق ثبوت قطعی قرار نہیں دی جا سکتی۔

ہدایہ صفحہ ۲۹- جب کوئی لڑکا یا لڑکی رشد جسمانی کے حاصل کرنے پر اپنے آپ کو بالغ ظاہر کرے تو اس کا اعتبار کرنا چاہیئے۔ اور قواعد بالغان کے تابع ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ رشد جسمانی کا حاصل کرنا ایک ایسا امر ہے جو صرف نابالغ کے اظہار سے معلوم ہو سکتا ہے۔ پس جب وہ اس کا اظہار کریں تو اس پر اعتبار کرنا چاہیئے۔ جیسا عورت کے ایام حیض کا ۱۸۴۰ء میں قاضی اعلیٰ کا ایک لڑکی کی نسبت ایسا فیصلہ عدالت نے تسلیم کیا تھا۔ دمارلے ڈائی جسٹ جلد اول صفحہ ۳۰۳۔

۱۳۵- بموجب ایکٹ ۱۰ ۱۸۹۱ء کے جب تک لڑکی ۱۲ برس کی نہ ہو جائے۔ واقعی بلوغت کی شہادت سے بالغ نہیں سمجھی جا سکتی۔

ہدایہ صفحہ ۵۲۹-

فتاوی عالمگیری میں مذکور ہے کہ جب کم سن زوجہ کے شوہر اور باپ کے درمیان یہ تنازعہ ہو کہ زوجہ مذکورہ ہم بستری کے قابل ہے یا نہیں تو در صورتیکہ زوجہ بالعموم باہر نکلتی ہو جج اس کو مجبور کر سکتا ہے کہ اس کے روبرو پیش ہو تب خود اس بات کا فیصلہ کرے کہ وہ ہم بستری کے قابل ہے یا نہیں۔ لیکن اگر وہ باہر نہیں نکلتی تو جج کو چاہیئے کہ معتبر عورتوں کو زوجہ مذکور کے ملاحظہ کرنے کا حکم دے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ برٹش انڈیا میں اس قاعدہ کی پیروی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ کلکتہ ہائی کورٹ نے قرار دیا ہے۔ کہ کسی عدالت یا مجسٹریٹ کو یہ حق نہیں کہ کسی عورت گواہ کے معائنہ ڈاکٹری کا حکم دے۔ کہ ایسا معائنہ ناجائز اور نامناسب حملہ ہوتا ہے۔ جس کے عوض ہرجانہ مل سکتا ہے۔ دسرکار بنام گرد جوگن دو سادہ فیصلہ غیر مشتہرہ جس کا حوالہ سر انڈریو کوبل صاحب نے اپنی تقریر پر موقعہ پیش کرنے ایکٹ

عمر رضامندی ۱۸۹۱ء میں اپایا تھا)؛

۱۳۶۔ ہر دو جنس کے نابالغ کے ناقابل انفساخ معاہدہ ازدواج کا حق اشخاص مصرحہ ذیل کو حاصل ہوتا ہے۔

(۱) باپ کو اور اس کی عدم موجودگی میں۔

(۲) اس کے دادا کو اور اس کے سلسلہ متصاعدہ کو اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو بہ ترتیب یا حینیار البلوغ۔

(۳) پدری رشتہ داران جنس ذکور کو اسی سلسلہ میں جس کے مطابق وہ وراثت کے مستحق ہوتے ہیں۔ اور اگر ان میں سے بھی کوئی نہ ہو تو۔

(۴) ماں کو اور اس کے بعد۔

(۵) مادری رشتہ داران درجہ ممنوعہ کو اور اگر ان تمام میں سے کوئی نہ ہو تو اخیر میں گورنمنٹ کو؛

ہدایہ جلد ۲ باب ۲ صفحہ ۳۷ و ۳۸ و ۳۹)۔

شافعیوں میں لڑکا یا لڑکی کو کوئی قرابتی سوا باپ یا دادا کے نکاح میں نہیں دے سکتا۔ ایکٹ ۸ سنہ ۱۸۹۰ء میں ولایت ازدواج کے متعلق کوئی حکم درج نہیں۔ الا قیاساً عدالت حسب تعریف مندرجہ ایکٹ ہذا غرض ہذا کے واسطے گورنمنٹ کی قائم مقام ہوگی۔ سوائے ان مقدمات کے جو کورٹ آف وارڈز کے حدود و اختیار کے اندر ہوں؛

۱۳۷۔ اگر مناسب درجہ کا ولی یا اولیا اس قدر فاصلہ پر غیر حاضر ہوں کہ نامہ و پیام میں توقف ہو یا وقت نکل جائے یا کسی اور وجہ سے وہ عمل کرنے کے قابل نہ ہوں تو اس سے کمتر درجہ کے ولی کو نابالغ کے ازدواج کا اختیار ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بشرط ضرورت کی حالت میں ماں یا جدہ کو خواہ وہ کمتر درجہ کی ولیہ ہو یا نہ ہو خواہ وہ سلسلہ اولیا میں واقعی ہو یا نہیں یہ اختیار ہے کہ نابالغ کا ازدواج کر دے۔ اور ایسا ازدواج ناقابل انفساخ ہوگا۔ الا اس صورت میں کہ نامناسب ثابت ہو۔

ہدایہ میں غیبت منقطع کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور اس سے ولی کا ایسے شہر میں ہونا مراد ہے جو کارروانوں کے رستہ سے ہٹ کر ہو یا جہاں کارواں سال میں ایک دفعہ سے زیادہ نہ جاتے ہوں۔ لیکن بعض کے نزدیک تین دن کی مسافت مراد ہے۔ البتہ ہندوستان

میں بزمانہ حال وقت کا کوئی اور معیار قائم کرنا پڑیگا۔ اویکلی رپورٹر کلکتہ صفحہ ۱۲ میں کلکتہ ہائی کورٹ نے اس نکاح نابالغہ کو فسخ کرنے سے انکار کیا جو اس کی ماں اور جدہ نے اس کے جد کے بھائی کی رضامندی کے بغیر کرایا تھا۔ ظاہراً جد کا بھائی ہی سب سے قریبی پدری رشتہ دار تھا۔ اور وہ جرم قتل کی سزا میں جیل خانہ میں مقید تھا۔ اور وہاں سے اس کی رہائی کی کوئی امید نہ تھی۔ اور نہ کبھی اوس نے لڑکی کے معاملات میں انٹرسٹ لیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس مقدمہ میں بعید تر رشتہ دار پدری کی موجودگی کی بابت تحقیقات نہیں ہوئی اور مقدمہ ہیم بی بی متذکرہ دفعہ آئندہ معلوم ہوتا ہے کہ عدالت کی یہ رائے تھی کہ اگر باپ کی نااہلیت کی وجہ سے ماں نکاح کردے تو جائز ہوتا ہے۔ باپ کا چلن تغیر ہو جانے اور لڑکی کو حوالہ والدہ کرنے میں صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس کا منشاء لڑکی کو سپرد والدہ کرنیکا تھا۔ اور باپ کو اس طور پر اپنا اختیار ماں کو دینے سے ماں کو یہ اختیار حاصل ہو گیا کہ وہ ایک جائز نکاح اپنی دختر کا کردے۔ اور اگرچہ شرع محمدی کے رو سے ایک نابالغ عورت جس کا نکاح کسی ولی نے جو اس کا باپ یا دادا نہ ہو۔ کیا ہو۔ بالغ ہونے پر اختیار رکھتی ہے کہ خواہ اس معاہدہ کو جو اس کی نابالغی میں کیا گیا ہو منظور رکھے یا منسوخ کردے۔ ایسا اختیار ضرور ہے کہ بالغ ہوتے ہی استعمال کیا جاوے اور اگر بالغ ہوتے ہی نکاح کی تردید نہ کی جائے تو سمجھا جاویگا کہ نکاح منظور کیا گیا ہے۔ ۱۵ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۰ء۔

بیلی صاحب صفحہ ۴۹ اور ہدایہ صفحہ ۹۸ میں مذکور ہے کہ اگر کسی نابالغ کے ایک ہی درجہ کے دو ولی ہوں۔ مثلاً دو بھائی یا دو چچا اور ان میں سے کوئی ایک نابالغ کا نکاح کردے تو ایسا نکاح جائز ہوگا۔ بلا خیال اس امر کے دوسرا ولی نکاح کی اجازت دے یا اُسے منسوخ کرادے۔

اگر ایک نابالغ کے نکاح دونوں ولی علیحدہ علیحدہ دو اشخاص کے ساتھ کرادیں۔ تو جو نکاح پہلے ہوا ہوگا وہی قائم رہے گا۔ (لیکن تابع اختیار البلوغ کے) لیکن اگر کسی ایک نکاح کا پہلے ہونا ثابت نہ ہو تو دونوں فاسد ہونگے۔

شرع ملکی کے بموجب دونوں گارڈین ایک دوسرے کی رضامندی کے بغیر نکاح نہیں کرسکتے۔

۱۳۸۔ اس بارہ میں فیصلہ جات مختلف ہیں کہ آیا اینگلو محمڈن لا کے رو سے ایک شخص جو

اور نہج سے نابالغ کے ازدواج کے لئے بہ حیثیت ولی عمل کرنیکا مجاز ہے۔ اسلام سے مرتد ہوجانے کی وجہ سے ناقابل ہوجاتا ہے۔ ؟

اس میں کچھ شک نہیں کہ بلحاظ قانون موضوعہ برٹش انڈیا ارتداد ایک ناقابلیت ہے۔ (ہدایہ صفحہ ۴ ۹ ۳)۔

لیکن اگر ارتداد کو عدالتی طور پر تسلیم کر لیا گیا ہو تو بہرحال یہ ناقابلیت ہوتی ہے ۱۸۷۶ء میں کلکتہ ہائی کورٹ نے قرار دیا تھا کہ باوجود ایکٹ ۲۱ ۱۸۵۰ء کے جو باپ مرتد ہو گیا ہو اپنی نابالغہ دختر کا نکاح کرنے سے محروم ہوجاتا ہے۔ (مقدمہ ہیم بی بی ۲۳ بنگال لارپورٹ صفحہ ۱۶۰) لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پیشتر کے مقدمہ ۵ ویکلی رپورٹر صفحہ ۲۳۵ کی طرف ہائی کورٹ کی توجہ نہیں دلائی گئی۔ جو اس کے برعکس ہے۔

ولسن صاحب کی رائے میں بہ لحاظ ایکٹ آزادی مذہب پہلا فیصلہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ایکٹ میں صرف ضبطی حقوق یا جائداد کا ذکر ہے۔ حالانکہ یہاں پر سوال یہ ہے کہ آیا مرتد ایسے ضروری فرض کی انجام دہی کے قابل ہے یا نہیں جو ایک تیسرے شخص کے متعلق ہے۔ جو مسلمان ہے۔ اور جو مسلمانوں کے خاندان کی بہتری کے متعلق ہے۔

بمقدمہ ۲۰ پنجاب ریکارڈ ۱۹۰۱ء میں قرار دیا گیا کہ لفظ حقوق مندرجہ دفعہ ۱۔ ایکٹ ۲۱ ۱۸۵۰ء جائداد میں واقعی حقوق سے بڑھکر شامل رکھتا ہے۔ اور کہ ایسے مسلمان کی طرف سے جو عیسائی ہو گیا ہو اپنے بچوں کے گارڈین ہونے اور ضمانت لینے کی نسبت دعوائے۔ ایکٹ ۲۱ ۱۸۵۰ء کے حقوق میں آتا ہے۔

معہذا قرار پایا کہ باپ۔ جو صرف حی القائم شخص تھا۔ اور اپنے بچوں کی حفاظت اس کو تفویض تھی۔ اور اس نے ان کی پرورش کے واسطے معقول انتظام کیا ہوا تھا۔ اپنا مذہب تبدیل کرنیکے باعث اپنے قدرتی حقوق زائل نہیں کرتا۔

۱۳۰۔ مجنون کے ازدواج کے ولی وہی ہیں جو نابالغ کے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ بیٹے اور پوتے اس سلسلہ متنزلہ میں باپ سے مقدم ہیں۔ اور غالباً بیٹیوں اور پوتیوں کا حق ماں سے مؤخر ہے۔

یہ قاعدہ ہے کہ مجنون عورت کے ولی بننے کے لئے بیٹے کو باپ پر ترجیح ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کی رائے کے مطابق ہے۔ لیکن امام محمد کی رائے ان کے برخلاف ہے۔

مگر یہ بھی مذکور ہے کہ انسب طریقہ یہ ہے کہ باپ بیٹے کو عورت مذکورہ کے نکاح کی ہدایت کرے تاکہ بغیر کسی اختلاف رائے کے نکاح جائز ہے۔ اپنے مجنوں باپ کا بالفرض منقلب نکاح بیٹا ولی ہے۔ لیکن جائداد کے لئے نہیں۔ (بیلی صاحب صفحہ ۹۴)۔

۱۴۰۔ باب ہذا نابالغ سے مراد اوس شخص سے ہے جس کی عمر اٹھارہ سال سے کم ہو۔ دیکھو دفعہ ۳۔ ایکٹ بلوغت ہند نمبر ۹ مجریہ ۱۸۷۵ء و دفعہ (۴) ضمن (۱) ایکٹ گارڈین و وارڈ نمبر ۸ مجریہ ۱۸۹۰ء۔ شرع محمدی کے مطابق ایک لڑکے یا لڑکی کی نابالغی اوس وقت ختم ہو جاتی ہے جبکہ وہ عمر رشد کو حاصل کر لے۔ اہل حنفیہ و شیعہ میں رشد ۱۵ سال کی عمر کے خاتمہ پر تصور کیا جاتا ہے شرع محمدی کے بموجب ہر ایک مسلمان رشد کے حاصل کرنے کے بعد اپنے متعلقہ امور مثلاً نکاح۔ طلاق و نسبت جائداد کو سرانجام دے سکتا ہے۔ امیر علی جلد دوم۔ طبع سوم صفحہ ۵۸۱ - ۵۸۴۔

نابالغان کی ذات و جائداد کا ولی مقرر کرنے اور قرار دینے کے باب میں ہندوستان کا عام قانون

۱۴۱۔ ہرگاہ عدالت کی تشفی ہو کہ فلاں نابالغ کی بہبود کے لئے حکم صادر کرنا چاہیئے۔ (۱) اس کی ذات یا جائداد یا دونوں کا گارڈین مقرر کرنے کے لئے یا (۲) کسی شخص کو ایسا گارڈین قرار دینے کے لئے تو عدالت برطبق اس کے حکم مذکور صادر کر سکتی ہے۔

دفعہ ۷۔ ایکٹ گارڈین و وارڈ نمبر ۸ ۱۸۹۰ء۔

شرع محمدی کا قاعدہ نسبت اس میعاد کے جب ولایت کا اختتام ہو جاتا ہے۔ ایکٹ ۹ ۱۸۷۵ء کے رو سے بالکل تبدیل ہو گیا ہے۔

عدالت سے مراد عدالت ضلع ہے۔ دفعہ ۴۔ ایکٹ مذکور۔

ایکٹ مذکور کا منشاء ہندو یا مسلمانوں کے ذاتی قانون میں ترمیم کرنے کا نہیں ہے۔ (تقریر مسٹر ایلبرٹ صاحب)۔

بر روے شرع محمدی اس لڑکی کا باپ جو لڑکی سن بلوغ کو نہ پہونچی ہو بموجودگی نانی کے اس لڑکی کا قانونی گارڈین نہیں ہوتا۔ اور بہ ترجیح نانی کے کسی کو بذریعہ وصیت گارڈین مقرر نہیں کر سکتا۔ اور جو گارڈین اس طرح مقرر کیا جائے حسب مراد دفعہ ۷ (۳) گارڈین وارڈ ایکٹ

۱۹۰ء گارڈین نہیں ہوتا۔ پنجاب ریکارڈ ۸۴ سنہ ۱۹۱۰ء۔

۱۴۲- فقرہ مذکور الصدر کے رو سے کوئی حکم صادر نہیں کیا جاوے گا۔ الّا برنائے درخواست۔

(الف) ایسے شخص کے جو کسی نابالغ کے گارڈین ہونے کا خواہشمند یا دعوے دار ہو۔ یا

(ب) نابالغ کے کسی قرابت دار یا دوست کی درخواست گذرنے پر یا۔

(ج) اس ضلع یا اور رقبہ اراضی کے کلکٹر کی درخواست گذرنے پر جس کے اندر نابالغ مذکور سکونت یا جائداد رکھتا ہو۔ یا

اس کلکٹر کی درخواست گذرنے پر جو اس طبقہ اشخاص کے بارے میں جس میں وہ نابالغ داخل ہے اختیار رکھتا ہو۔

دفعہ ۸۔ ایکٹ گارڈین اور وارڈ۔

۱۴۳- درخواست میں جہاں تک دریافت ہو سکے امور ذیل مندرج رہیں گے۔

(الف) نابالغ کا نام اور جنس اور مذہب اور تاریخ ولادت اور معمولی مقام سکونت اور

(ب) اگر نابالغ جنس اناث میں سے ہو تو اس کا ازدواج ہوا ہے یا نہیں۔

(ج) نابالغ کی جائداد کی اگر کچھ ہو) نوعیت اور موقع اور مالیت تخمینی اور۔

(د) اس شخص کا نام اور مقام سکونت جو نابالغ کی ذات کی حفاظت کرتا یا اس کی جائداد پر قبضہ رکھتا ہو۔

(ہ) نابالغ کے کون کون قرابت دار قریب ہیں اور وہ لوگ کہاں سکونت رکھتے ہیں۔ اور

(و) آیا نابالغ کی ذات یا جائداد یا دونوں کا گارڈین کسی ایسے شخص کی طرف سے مقرر ہوا ہے یا نہیں جو اس قانون کے ذریعہ سے جس کا نابالغ مذکور تابع ہے۔ ولی مقرر کرنے کا مستحق ہے یا مستحق ہونیکا دعوے کرتا ہے۔

(ز) آیا کسی وقت عدالت میں یا کسی اور عدالت میں نابالغ مذکور کی ذات یا جائداد کی یا دونوں کی ولائت و محافظت کے بارے میں درخواست کی گئی ہے یا نہیں۔ اور اگر کی گئی ہے تو کب۔ اور کس عدالت میں اور اس کا کیا نتیجہ ہوا۔ اور

(ح) آیا درخواست مذکورہ نابالغ مذکور کی ذات کے گارڈین مقرر ہونے یا قرار دئے جانے

کے لئے ہے۔ یا اس کی جائداد کے یا ذات اور جائداد دونوں کے۔
(ط) جب گارڈین کے تقرر کے لئے درخواست ہو تو گارڈین مذکور کی لیاقت۔
(ی) جب درخواست کسی شخص کے گارڈین قرار دیے جانے کی نسبت ہو تو وہ وجوہات جن کی بنا پر وہ شخص دعویٰ کرتا ہے۔
(ک) وہ وجوہات جو درخواست کرنے کا باعث ہیں۔ اور
(ل) ایسے دیگر مراتب (اگر کچھ ہوں) جو مقرر کئے جائیں یا جن کا بیان بلحاظ نوعیت درخواست کے ضروری ہو۔

گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۱۰ (۱)۔

۱۴۴۔ عدالت نابالغ مذکور کی ذات یا جائداد کی چند روزہ ذمہ داری و محافظت کے لئے ایسے حکم صادر کر سکتی ہے جو اس کے مناسب ہو۔ مگر دفعہ ہذا کا کوئی مضمون۔
(الف) کسی عدالت کو اس بات کا مجاز نہیں کریگا کہ وہ کسی عورت نابالغ کو کسی ایسے شخص کی حفاظت چند روزہ میں سپرد کر دے جو اس کے گارڈین ہونے کا دعویٰ اس وجہ سے کرتا ہو کہ وہ اس کا شوہر ہے۔ الاجبکہ وہ اس کے والدین کی اگر کوئی ہو رضامندی سے پہلے سے اس کی حفاظت میں ہو۔ اور نہ
(ب) کسی ایسے شخص کو جس کو کسی نابالغ کی جائداد کے ضبط و نگرانی اور حفاظت سپرد ہوئی ہو اس بات کا مجاز کرے گا کہ وہ کسی ایسے شخص کو جو کسی جائداد کا دخیل ہو اس طرح بیدخل کرے جو واجبی سبیل قانون کے مطابق نہ ہو۔
(گارڈین و وارڈ ایکٹ جزو دفعہ ۱۲)

۱۴۵۔ اگر اس قانون کے رو سے جس کا نابالغ مذکور پابند ہے یہ جائز ہو کہ اس کی ذات یا جائداد کے یا دونوں کے دو یا دو سے زیادہ مشترک گارڈین ہوں تو عدالت بر تقدیر مناسب سمجھنے کے ان لوگوں کو گارڈین مقرر کر سکتی ہے یا قرار دیسکتی ہے۔
گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۱۵ (۱)۔
شرع محمدی کے رو سے جائداد کے اولیا مشترک جائز ہیں۔ لیکن ذات کے اولیا مشترک رہنے کی نسبت صراحت نہیں۔

۱۴۶۔ جائز ہے کہ نابالغ کی ذات اور جائداد کے الگ الگ گارڈین مقرر کئے

یا قرار دے سکتی ہیں۔
اگر کسی نابالغ کی متعدد جائدادیں ہوں تو عدالت بر تقدیر مناسب سمجھنے کے کسی ایک جائداد یا زیادہ جائدادوں کے لیے ایک علیحدہ گارڈین مقرر کر سکتی ہے یا قرار دے سکتی ہے۔

گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۱۵ (۲)، (۵)۔

ہر دو فقرات شرع محمدی کے مطابق ہیں۔

۱۴۷ - (۱) کسی نابالغ کے ولی مقرر کرنے یا قرار دینے وقت عدالت بپابندی احکام دفعہ ہذا ان امور کا لحاظ رکھے گی جو بلحاظ حالات کے نابالغ مذکور کی صلاح و فلاح کے لیے نہایت مفید متصور ہو اور اس قانون کے بھی مطابق ہو جس کا نابالغ مذکور تابع ہے۔

(۲) اس امر پر غور کرتے وقت کہ نابالغ کی صلاح و فلاح کے لیے کونسی بات نہایت مفید ہے۔ عدالت اس کی عمر جنس اور تربیت کی نسبت اور ولی مقصود کے چال چلن اور ... کی نسبت اور اس قرابت کی نسبت جو وہ گارڈین مقصود کے لیے رکھتا ہو اور والدہ یا والد متوفی کی خواہش کی نسبت اگر کچھ ہو۔ اور کسی ایسے تعلق کی نسبت جو ولی مقصود کو نابالغ کی ... یا جائداد کے ساتھ موجود ہو یا پیشتر رہا ہو لحاظ کرے گی۔

(۳) اگر نابالغ اس قدر سن کو پہنچا ہو کہ مناسب ترجیح دے سکتا ہو تو عدالت اس ترجیح پر غور کر سکتی ہے۔

دفعہ ۱۷۔ ایکٹ گارڈین و وارڈ نمبری ۸ سنہ ۱۸۹۰ء۔

اگر نابالغ جس کی ذات یا جائداد کا ولی مقرر ہونا ہو۔ مسلمان ہو تو عدالت کے لئے ضروری ہے کہ شرع محمدی کا خیال رکھے۔ لیکن تابع احکام مادات (۲)، (۳)۔

چیف کورٹ نے فیصلہ کیا ہے کہ مقدمات ولایت میں عدالت شرع محمدی کے مطابق فیصلہ کرنے کی پابند نہیں۔ بلکہ عدالت کا فرض ہے کہ دعویداران کی قابلیت پر غور کرے اور ایسے شخص کو مقرر نہ کرے کہ جو اس کی رائے میں نابالغ کا چارج لینے کے قابل نہ ہو۔ اس صورت میں عدالت کو اس امر پر غور کرنا مناسب ہے کہ برُوئے شرع محمدی کون گارڈین مقرر ہو سکتا ہے (نمبر ۴۲ پنجاب ریکارڈ ۱۸۹۶ء)

قرار دیا گیا کہ جس حال میں قانون ہند تمام مذاہب کو ایک ہی نگاہ سے دیکھتا ہے اور جماعت اشخاص کے حقوق کو ان کے اپنے ہی ذاتی قانون کے مطابق عمل کئے جانے کی پوری وسعت

دیتا ہے اس حال میں اشخاص کو ترک مذہب اور مذہب یا ذات سے خارج ہونے کی وجہ سے جائداد یا حقوق سے محروم نہیں کرتا۔ نیز قرار دیا گیا کہ لفظ حقوق دمتذکرہ دفعہ ا ایکٹ ۲۱ سنہ ۱۸۵۰ء) میں جائداد کے واقعی حقوق سے کچھ زیادہ شامل ہے اور کہ ایسے مسلمان کا اپنے بچوں کی حفاظت اور ولایت کا حق جس نے دین عیسوی اختیار کر لیا ہو ایکٹ ۲۱ سنہ ۱۸۵۰ء کے معنی میں ایک حق ہے۔ نیز قرار دیا گیا کہ باپ جو منجملہ والدین کے تنہا زندہ موجود ہے اور جو اپنے بچوں کی حفاظت رکھتا تھا اور ان کی پرورش کے واسطے مناسب انتظام کر رہا تھا اپنے مذہب کی تبدیلی کی بنا پر اپنے قدرتی حقوق سے محروم نہیں ہونا چاہیئے (نمبر ۶ پنجاب ریکارڈ سنہ ۱۹۰۱ء)۔

دفعہ ۲۷۔ ایکٹ ۴۰ سنہ ۱۸۵۸ء اور دفعہ ۱۳۔ ایکٹ ۲۰ سنہ ۱۸۶۴ء میں ہدایت تھی کہ نابالغ لڑکی کی ذات کا ولی سوائے عورت کے اور کوئی نہیں ہوگا۔ اسی بنا پر مقدمہ مرقومہ کلکتہ میں قرار دیا گیا کہ دادی کی موجودگی میں چچا کو درخواست کرنے کا حق حاصل نہیں۔ نسبت ایک بارہ سالہ لڑکی کے جو بموجب شرع محمدی رشد حاصل کر چکی تھی۔ لیکن ایکٹ سنہ ۱۸۹۰ء میں ایسی کوئی ہدایت مذکور نہیں۔ لیکن تقرری گارڈین کے لئے ضروری ہے کہ نابالغ کے ذاتی قانون کا خیال رکھا جاوے جس سے صاف ظاہر ہے کہ قانون ہذا کا منشا ہندو یا مسلمانوں کے ذاتی قانون میں دست اندازی کرنیکا نہیں تھا۔

۱۴۸۔ عدالت کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ کسی ایسے نابالغ کی جائداد کا گارڈین مقرر کرے یا قرار دے جس کی جائداد کسی کورٹ آف وارڈس کے زیر اہتمام ہو۔ یا ذات کا گارڈین مقرر کرے یا قرار دے۔

(الف) کسی ایسے نابالغ کے لئے جو عورت منکوحہ ہو اور جس کا شوہر عدالت کی رائے میں اس کی ذات کا گارڈین ہونے کے ناقابل نہ ہو یا

(ب) کسی ایسے نابالغ کے جس کا باپ زندہ ہو اور عدالت کی رائے میں نابالغ کی ذات کے گارڈین ہونے کے ناقابل نہ ہو یا۔

(ج) جس کی جائداد ایسے کورٹ آف وارڈس کے زیر اہتمام ہو جو نابالغ کی ذات کے گارڈین کے مقرر کرنے کا اختیار رکھتی ہو۔

(گارڈین وارڈز ایکٹ دفعہ ۱۹)۔

کورٹ آف وارڈس کے متعلق دیکھو صوبہ بنگال کے لئے ۹ مصدرہ ۱۸۷۹ء ترمیمہ ۱۸۸۱ء۔
صوبہ متحدہ اودھ و آگرہ کے لئے ایکٹ معاملہ اراضی ۱۸۷۳ء باب ششم ترمیمہ ایکٹ ۹ ۱۸۷۹ء۔
اودھ کے لئے ایکٹ معاملہ اراضی ۱۸۷۶ء باب ششم ترمیمہ ایکٹ ۲۰ ۱۸۹۰ء۔
صوبہ متوسط ایکٹ کورٹ آف وارڈس ۱۸۹۹ء۔
پنجاب کے لئے پنجاب لاز ایکٹ ۴ ۱۸۷۲ء دفعات ۴ تا ۲۸ ترمیمہ ایکٹ ۱۲ ۱۸۷۸ء
لسٹیمول ایکٹ ۱۴ ۱۸۷۴ء۔
لوئر برہما کے لئے ایکٹ ۲۶ ۱۸۵۲ء۔
صوبہ مدراس کے لئے ریگولیشن ۵ ۱۸۰۴ء۔
صوبہ بمبئی کے لئے ایکٹ ۲۰ ۱۸۶۴ء میں ہدایت تھی کہ تمام نابالغان تابع عدالتہائے دیوانی کے ہوں گے۔ لیکن ایکٹ ہذا ایکٹ ۱۸۹۰ء سے منسوخ کیا گیا۔

۱۴۹۔ عدالت کو جائز نہ ہوگا کہ کسی شخص کو اس کی خلاف مرضی گارڈین مقرر کرے یا گارڈین قرار دے۔

گارڈین و وارڈ ایکٹ دفعہ ۷ (۵)۔

ظاہر ہوتا ہے کہ اس فقرہ کے رو سے شرع محمدی کا یہ قاعدہ کہ اگر وصی نے موصی کی حین حیات میں اپنے منصب و عملاً ملی جائداد کو قبول کر لیا ہے۔ تو وہ بعد وفات موصی انکار نہیں کر سکتا منسوخ ہو گیا ہے۔ اس سے غالباً یہ منشا نہیں کہ ایسے فرائض پدری کے نفاذ میں دست اندازی کی جائے جو فریقین کے شخصی قانون میں تسلیم کئے گئے ہیں۔

ہدایہ صفحہ ۶۶۷۔ بیلی صاحب ۶۶۷۔ دفعہ ہذا ان والدینی فرائض پر جو بموجب ذاتی قانون فریقین تسلیم کی گئی ہوں موثر نہیں ہے۔

۱۵۰۔ ایسے نابالغ کی صورت میں جو رعیت برطانیہ اہل یوروپ نہ ہو گارڈین و وارڈ ایکٹ مصدرہ ۱۸۹۰ء کا کوئی مضمون مقتضی اس کا نہ ہوگا کہ اس کی ذات یا جائداد یا دونوں کے گارڈین کے مقرر کرنے کا کوئی اختیار جو اس قانون کے رو سے صحیح ہے جس کا نابالغ تابع ہے لے لیا جائے۔ یا گھٹا دیا جائے۔

(گارڈین و وارڈ ایکٹ دفعہ ۶)۔

بعد ازیں ذکر کیا جائیگا کہ شرع محمدی کے رو سے باپ کو بذریعہ وصیت اپنے نابالغ بچوں کی جائداد

کا ولی مقرر کرنے کا اختیار حاصل ہے لیکن ان کی ذات کا نہیں۔

احکام شرع در بارہ اس امر کے کہ نابالغ کی ذات کا ولی کون کون شخص ہیں

۱۵۱۔ لڑکے کی حضانت کا حق سات برس کی عمر کے اخیر تک اور لڑکی کی حضانت کا حق کہ جب تک کہ وہ بلوغت کو نہ پہونچے ماں کو حاصل ہے۔ اور یہ استحقاق اس وجہ سے مفقود نہیں ہوجاتا کہ ماں کو خاوند طلاق دے چکا ہے۔

ہدایہ ۱۳۸۔ بیلی صاحب ۴۳۵۔ ۱۲ بمبئی لارپورٹر ۱۹۸۔ ۶ بمبئی لارپورٹر ۵۳۶۔

ماں اپنے نابالغ بچہ کی حفاظت کی مستحق نہیں ہوگی۔ اگر وہ شریر یا ناقابل اعتبار ہو۔ مثلاً جہانکہ وہ پیشہ ور گویا یا ماتم کرنے والی ہو یا اوس نے سرقہ کیا ہو۔ بیلی صاحب ۴۳۵۔

کلکتہ ہائی کورٹ نے بمقدمہ ۱۱ کلکتہ ۵۴۶ یہ قرار دیا ہے کہ ماں اپنی لڑکی کی ولی مقرر ہونے کی بموجودگی شوہر لڑکی مستحق ہے۔ نیز دیکھو ۳۲ کلکتہ ۴۴۴۔ ۱۱ کلکتہ صفحہ ۵۴۷ میں جدہ بہ ترجیح چچا کے ایک نابالغ لڑکی کی جس کا نکاح ایک نابالغ لڑکے سے ہوا تھا ولیہ قرار پائی خاوند نے دعوےٰ نہیں کیا تھا۔

شیعہ قانون کے بموجب ماں اپنے لڑکے کی اوس وقت تک ولی ہوسکتی ہے جب تک وہ شیرخوار ہو۔ یعنی دو سال کی عمر تک اور لڑکی کی اس کی سات سال کی عمر تک۔ لیکن اگر ماں اوس سے پہلے فوت ہوجائے تو اون بچوں کی ولایت کا باپ مستحق ہوگا۔ ۳۰۔ الہ آباد ۷۶۴ جب بچہ عمر مذکور کا ہوجائے تو باپ اوس کا ولی ہوتا ہے۔ ۴۴ کلکتہ ۶۱۵۔

لیکن اگر باپ اوس وقت فوت ہوگیا ہو یا وہ اوس کے بعد فوت ہوجائے جبکہ بچے وہی نابالغ ہوں تو ماں اون کی ولایت کی مستحق ہوگی۔ دونوں کے فوت ہوجانے پر دادا ولی ہونے کا مستحق ہوگا۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ دادا کے وفات پانے کی صورت میں ولی ہونے کا کون شخص مستحق ہوگا۔ بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۹۵۔

جب کہ والدین ایک دوسرے سے الگ ہوجائیں لیکن ماں نے نکاح ثانی نہیں کیا تو شافعیوں میں سوائے اس کے کہ عدالت دیوانی اور طرح پر ہدایت کرے۔ ماں کو لڑکی کی

حضانت کا حق اس وقت تک رہتا ہے کہ اس کا نکاح ہو جائے (نہ کہ محض بلوغت تک جیسا کہ حنفیوں میں ہوتا ہے)۔ اور لڑکے کی حضانت کا حق اوس وقت تک رہتا ہے کہ وہ سات سال کا ہو جائے۔ اور سات سال کی عمر کے بعد بلوغت تک اس کو اختیار ہے کہ والدین میں سے جس کی حفاظت میں چاہے اپنے آپ کو رکھے۔

شیعہ مذہب کے رو سے باپ کے مقابلہ میں لڑکی کی حضانت کا حق ماں کو صرف اس مدت تک رہتا ہے جب تک اوس کا دودھ نہ چھوڑایا جائے۔ سنیوں کی طرح سات سال شرط نہیں اور شیعوں میں لڑکی کی حضانت کا حق ماں کو صرف سات سال کی عمر تک رہتا ہے۔ نہ کہ اس عمر تک کہ لڑکی قابل نکاح ہو جائے۔

۷ کلکتہ صفحہ ۳۴۴ میں ایک شیعہ کی بیوہ کو اپنے شوہر کے اوصیاء کے مقابلہ میں اپنی دختران چار و چھ سال کی حضانت دیگئی۔

ماں نہ صرف قدرتاً ایک شیرخوار بچہ کی پرورش کے لئے عمدہ ترین ولی ہے۔ بلکہ اسکی حضانت کے لئے بہترین شخص ہے۔ (ولسن صاحب صفحہ ۱۹۱)۔

۱۵۲۔ بصورت عدم موجودگی ماں کے لڑکے کی حفاظت کا حق سات برس کے اخیر تک اور لڑکی کی حفاظت کا حق جب تک کہ وہ سن بلوغت کو نہ پہونچے مفصلہ ذیل رشتہ داران جنس اناث کو پہونچتا ہے۔ اسی سلسلہ میں جس میں کہ وہ درج ہیں۔

(۱) نانی اس سلسلہ متصاعدہ میں۔
(۲) دادی اسی سلسلہ متصاعدہ میں۔
(۳) حقیقی ہمشیرہ۔
(۴) ہمشیرہ اخیافی۔
(۵) ہمشیرہ علاتی۔
(۶) حقیقی بہن کی بیٹی۔
(۷) اخیافی بہن کی بیٹی۔
(۸) علاتی بہن کی بیٹی۔
(۹) خالہ بہن کی مانند سلسلہ متصاعدہ میں۔
(۱۰) پھوپھی بہن کی مانند سلسلہ متصاعدہ میں۔

ہدایہ ۱۳۸۔ بیلی صاحب ۴۳۵ - ۴۳۶۔

ہدایہ اور فتوائے عالمگیری میں علاتی بہن یا اس کی بیٹی صریحاً درج نہیں ہے۔

ماں اور مذکرہ بالا رشتہ داران جنس اناث کو حفاظت کے حق کے ساتھ یہ ضروری نہیں ہے کہ بچہ کی پرورش کا وہ انتظام کریں۔ بلکہ اس کا بار صرف باپ پر ہے۔ جس کا فرض ہے کہ وہ شیرخوار بچہ کے لئے دودھ دینے والی دایہ کا بھی انتظام کرے (ولسن صاحب صفحہ ۱۹۱)

۱۱ کلکتہ صفحہ ۴۷۵ میں دادی کو بمقابلہ چچا کے رشد حاصل نہ کردہ لڑکے کی ولایت کے لئے ترجیح دی گئی تھی - لڑکی کا نکاح چچا نے کیا تھا - لیکن لڑکی کو اختیار تھا کہ وہ اختیار البلوغ کے رو سے نکاح کو فسخ کرا دے - اس کے خاوند نے بھی ابھی رشد جسمانی حاصل نہیں کیا تھا - اور نہ ہی وہ دعویدار تھا -

۱۵۳ - ماں یا کوئی دیگر رشتہ دار جنس اناث جس کا ذکر ۱۵۲ میں کیا گیا ہے - لڑکے یا لڑکی کی حضانت سے اس صورت میں محروم ہو جاتی ہے - جب کہ وہ ایسے مرد کے ساتھ نکاح کرے جو درجہ ممنوعہ میں نابالغ کا قرابتی نہ ہو - لیکن یہ قید اُسی وقت تک ہے جب تک کہ نکاح قائم رہے - بصورت نکاح کے بوجہ وفات یا طلاق فسخ ہو جانے کے یہ قید بھی محروم ہو جاتی ہے - ماں حق حضانت سے اس صورت میں بھی محروم ہو جاتی ہے جب کہ وہ شریر ہو مثلاً کسبی ہو - (۱ - الہ آباد ۵۰۸۳) یا پیشہ ور گویا یا ماتم کرنے والی ہو - یا وہ سرقہ کی یا کسی اور فوجداری جرم کی مرتکب ہوئی ہو - یا بنوع دیگر ناقابل اعتبار ہو - اور نیز جب کہ وہ نابالغ کو کسی دوسری جگہ پر لیجا دے - جہاں کہ باپ کے لئے بچہ کی نگہبانی کرنے کا موقعہ نہ رہے -

ہدایہ ۱۳۸ - ۱۳۹ - بیلی صاحب ۴۳۵ - ۴۳۶ - ۱۰ کلکتہ ۱۵ - ۱۱ کلکتہ ۴۷۹ -

اصول اوّل کی وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اگر عورت غیر تعلقدار شخص سے نکاح کرے تو نابالغ کی پرورش پوری طرح سے نہ ہو گی - مگر صورت مختلف ہو گی اگر عورت نابالغ کے چچا کے ساتھ یا نانی اوس کے دادا کے ساتھ نکاح کرے کیونکہ یہ لوگ بطور والدین کے ہیں - اور اس لئے نابالغ کی پرورش کرینگے - (ہدایہ ۱۳۸)

بمقدمہ ۱۱ کلکتہ ۴۷۵ میں قرار دیا گیا ہے کہ دادی بموجودگی چچا یا تایا کے ایک نابالغہ کی ولی ہونے کی مستحق ہے - جب کہ نابالغہ کی شادی ایک نابالغ لڑکے سے ہو گئی ہے اور اس کی ماں نے دوسرا شوہر کر لیا جو نابالغ کا تعلقدار نہ تھا -

ایک فاحشہ عورت شیر خوار بچہ کی ولی مقرر ہونے کے قابل نہیں ہے - ۱ - الہ آباد ۵۹۸ - لیکن یہ شرع محمدی کا خاص قاعدہ نہیں ہے - بلکہ ہندوستان کا عام قانون ہے - (دیکھو دفعہ ۱۷ (۲) گارڈین و وارڈ ایکٹ) لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مذہب سے انحراف ایسی وجہ نہیں - جس کی بناء پر کوئی ولی مقرر نہ ہو سکے - ہدایہ ۱۳۹ بیلی صاحب ۴۳۵ نیز دیکھو ۱۰ کلکتہ ۱۵

۱۵۴- عورت جو اور طرح پر لڑکے یا لڑکی کی حضانت کی حقدار ہو- مندرجہ ذیل صورتوں میں محروم ہو جاتی ہے-
(۱) ایسے مرد کے ساتھ نکاح کرنے سے جو درجہ ممنوعہ میں نابالغ کا قرابتی نہ ہو جب تک کہ نکاح قائم رہے-
(۲) باپ کے مسکن سے فاصلے پر جاکر سکونت اختیار کرنے سے سوائے اس کے کہ مطلقہ عورت اپنے بچوں کو اپنے مولد میں لیجائے بشرطیکہ اس کا مولد وہ مقام ہو جہاں اس کا نکاح ہوا تھا-
(۳) بچوں کی ٹھیک خبر گیری میں قصور کرے-
(۴) سخت اور صریح بدچلنی سے-
بیلی صاحب صفحہ ۴۳۵-۴۳۲- ہدایہ صفحہ ۱۳۹-۱۳۸- ۲۰ ویکلی رپورٹر صفحہ ۱۱۴- ۱۰ کلکتہ صفحہ ۱۵-
شرع محمدی کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ بچہ کو دار الحرب میں نہیں لیجانا چاہیئے- بعض مقنین کی رائے میں ہندوستان میں رہنے والے لوگ پہلے ہی سے دار الحرب میں ہیں- لیکن زیادہ تر مستند رائے یہ ہے کہ ہندوستان نہ دار الحرب ہے نہ دار الاسلام- یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا بچہ کو انگلستان یا فرانس میں جہاں مذہب اسلام آزادی سے مانا جاسکتا ہے لیجانا منشاء قانون کے برخلاف ہے یا نہیں-
بدچلنی کی مثالیں جو عورت کو حق ولایت سے محروم کرتی ہیں- زنا- سرقہ- گانے یا ماتم پر رونے کا پیشہ- ارتداد- وہ عورت بھی مستحق حضانت نہیں رہتی جو بچہ کو بھوکا چھوڑ کر چلے جانے کی عادی ہو- اگر کوئی مرتد عورت مسلمان سے نکاح کرے تو وہ اپنے بچہ کی حضانت کی اوس وقت تک مستحق ہوتی ہے- جب تک کہ مذہب کی نسبت بچہ کوئی رائے قائم کرنے کے قابل نہ ہو اور جب تک یہ اندیشہ نہ ہو کہ بچہ کو ارتداد سے رغبت ہو جاوے گی
(ولسن صاحب صفحہ ۱۹۲)-
۱۵۵- اگر کوئی رشتہ جنس اناث موجود نہ ہو تو مفصلہ ذیل رشتہ داران جنس ذکور کو حق حضانت حاصل ہوگا-
(۱) باپ-
(۲) دادا اسی سلسلہ متصاعدہ میں-

(۳) حقیقی بھائی۔
(۴) علاقی بھائی۔
(۵) حقیقی بھائی کا لڑکا۔
(۶) علاقی بھائی کا پسر۔
(۷) حقیقی تایا یا چچا۔
(۸) علاقی تایا یا چچا۔
(۹) حقیقی تایا یا چچا کا پسر۔
(۱۰) علاقی تایا یا چچا کا پسر۔

مگر شرط یہ ہے کہ کوئی رشتہ دار جو غیر منکوحہ لڑکی کا اس قدر قریبی ہو کہ وہ اس سے نکاح کرسکے اس کا ولی ہونے کا مستحق نہیں ہوگا۔ اگر ایسا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو عدالت ولی مقرر کرے گی۔

ہدایہ ۱۳۸-۱۳۹- بیلی صاحب، ۴۳۔

شرع محمدی میں باپ کا ذکر صریحاً موجود نہیں ہے۔ لیکن یہ قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اسے بمقابلہ باپ بھائی اور پسر خود کے نظر انداز کرنے کا منشا رہووے۔ بلکہ اغلب یہ ہے کہ وہ پدری رشتہ داران میں شامل ہے (ولسن صاحب صفحہ ۱۹۲)۔

درجہ ممنوعہ کی قید لگانے کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اس امر کا اندیشہ نہ رہے کہ کوئی پدری رشتہ دار نابالغ لڑکی سے جبراً نکاح کرلیوے یا نابالغ لڑکے کو قتل کرڈالے۔ بوجہ لالچ جائداد کے۔ (ولسن صاحب صفحہ ۱۹۳)۔

شرط مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ ایک تایا یا چچا کے پسر کی حضانت میں دیا جاسکتا ہے۔ لیکن لڑکی نہیں کیونکہ لڑکی کیلئے وہ درجہ ممنوعہ میں نہیں ہے۔ بیلی صاحب ۴۳۷۔

۱۵۶۔ اگر ایک منکوحہ لڑکی سن رشد کو نہ پہنچی ہو تو اس کے رشد حاصل کرنے تک بمقابلہ اس کے خاوند کے اس کی ماں اس کی حضانت کی حقدار ہوگی۔

۱۱ کلکتہ ۹ ۴۴-۶-۲۳ کلکتہ ۴۴۴۔

دیکھو دفعہ ۱۹ ایکٹ گارڈین وارڈس ۱۸۹۰ء۔ جسے دفعہ ۱۷ ایکٹ مذکور کے ساتھ ملاکر پڑھنا چاہیئے۔

۱۵۷۔ باپ کو لڑکے کی اس کی سات سال سے زائد عمر کا ہوجانے پر اور لڑکی کے سن بلوغت حاصل کرنے پر حفاظت کا حق حاصل ہوجاوے گا۔ بصورت عدم موجودگی باپ نابالغ کی حفاظت کا حق باپ کے رشتہ داران مندرجہ ۱۵۵ کو حاصل ہوتا ہے۔

ہدایہ ۱۲۹- بیلی صاحب ۴۳۸- ۸- الہ آباد ۳۲۲۔

باپ اپنے لڑکے کا سات سال کی عمر تک ولی ہوسکتا ہے اور لڑکی کا جب تک وہ بالغ نہ ہو

بشرطیکہ اُس کی ماں نہ ہو۔ یا کوئی دیگر رشتہ دار اناث موجود نہ ہو جو ولی مقرر ہو سکے - ۸ - الہ آباد ۲۲۲۔
اہل اسلام کے قانون کے بموجب لڑکے یا لڑکی کے سن رشد حاصل کرنے یا پندرہ سال کی عمر کے ہو جانے پر باپ کا حق حضانت ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ قرار دیا گیا ہے کہ اگرچہ شرع محمدی کے بموجب باپ اپنے لڑکے کی اس کے پندرہ سال کی عمر کو پہنچ جانے کے بعد حضانت کا مستحق نہیں ہے - مگر بوجہ ایکٹ بلوغت ہند مجریہ ۱۸۷۵ء کے جس کے رو سے نابالغی ۱۸ سال کی عمر پر پہنچنے تک قائم رہتی ہے باپ کا حق حضانت پسر خود موٴخر الذکر کے ۱۸ سال کی عمر حاصل کرنے تک قائم رہتا ہے - ۳۹ مدراس ۶۰۸ - ۶۱۳ -

۱۵۸ - سات برس سے زیادہ عمر کے لڑکے اور غیر منکوحہ لڑکی کی حضانت کے (جو بلوغت کو پہنچ گئی ہو) ماسوائے باپ کے مندرجہ ذیل اشخاص حقدار ہیں:-
(۱) باپ کے وصی - بشرطیکہ وصیت کی رو سے اس کو صراحتاً ذات جائداد و نابالغ کی خبر گیری سپرد کی گئی ہو۔
(۲) دادا اور دوسرے اشخاص اسی سلسلہ متصاعدہ میں۔
(۳) پدری رشتہ دار عصبہ ذکور جس ترتیب سے مستحق وارثت ہوتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ کوئی رشتہ دار جو غیر منکوحہ لڑکی کا اس قدر قریبی ہو۔ کہ وہ اس سے نکاح کر سکے وہ اس کا ولی بننے کا مستحق نہ ہوگا۔
اگر مذکورہ بالا رشتہ داروں میں سے کوئی نہ ہو تو عدالت کو اختیار ہے کہ خود کسی کو ولی مقرر کرے:-

بیلی صاحب ۴۳۳ - ۴۶۵ -
مقدمہ ۸ - الہ آباد ۲۲۳ میں یہ قرار دیا گیا کہ باپ کا حق حضانت تابع اس شرط کے ہے کہ اس بات کا کوئی اندیشہ نہ ہوگا کہ بچہ کو کسی قسم کا جسمانی ضرر پہنچے گا۔ لیکن عدالت نے یہ قرار نہیں دیا کہ درخواست حضانت نامنظور کرنے کی صرف ایک یہی وجہ ہو سکتی ہے - کہ ضرر کا اندیشہ ہی - نیز دیکھو ۱۱ ویکلی رپورٹر ۳۹ -

۱۵۹ - بلا لحاظ دفعہ ۱۹ - ایکٹ اولیاء نابالغان مصدرہ ۱۸۹۰ء یا دفعہ ۱۵۶ باب ہذا یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا ایسی لڑکی کی ماں جو منکوحہ ہو۔ لیکن بلوغت کو نہ پہنچی ہو عدم ثبوت بدسلوکی کے بمقابلہ شوہر لڑکی کی حضانت کی مستحق ہے -

یہ امر بھی مشتبہ ہے کہ آیا ماں کا حق (جو بالفرض اور طرح سے جائز ہو) ایکٹ مذکورہ بالا سے موثر ہوتا ہے یا نہیں ؛

۵ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۵۷ میں بمقابلہ شوہر اور باپ کے تخمیناً ۱۱ سال لڑکی کی حضانت اس کی ماں کے حق میں بحال رکھی گئی - ۱۳ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۱۶۰ میں تخمیناً ۱۰ سالہ لڑکی کے شوہر کو بمقابلہ ماں حضانت دی گئی - اس مقدمہ میں ہائی کورٹ نے یہ رائے ظاہر کی کہ خدیجہ بی بی کے مقدمہ کا فیصلہ خاص حالات پر منحصر تھا جن کے رو سے صغیر سن زوجہ کی حضانت ماں کو دی گئی تھی - اگر ایسی صغیر سن زوجہ کی حضانت ماں کو دینا جائز ہے تاہم شوہر کو حضانت دینا بالضرور ناجائز نہیں ؛

۱۴ کلکتہ صفحہ ۶۴۹ میں نابالغ لڑکی کا بازو شوہر کو بمقابلہ ماں دلانے سے انکار کیا گیا - اس مقدمہ میں نکاح باپ نے نہ کرایا تھا - بلکہ ایسے قرابتی نے کرایا تھا جس کا کرایا ہوا نکاح بذریعہ خیار البلوغ قابل انفساخ تھا -

یہ واضح ہے کہ ماں اس وقت حضانت کی حقدار نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ عدالت کی تسلی نسبت اس امر کے نہ کر دے کہ اس کا خاوند ولی قرابت ہونے کے ناقابل ہے لیکن امور ذیل بحث طلب ہیں کہ (الف) آیا نابالغہ کا رشد کو حاصل نہ کرنا باپ کی ناقابلیت کو ثابت کرتا ہے (ب) کیا عدالت ماں کو بلا مقرر کرنے ولی کے نابالغہ کی حضانت سپرد کر سکتی ہے (الا تابع حق خاوند بش بغرض تعلیم) اور (ج) آیا وہ نابالغہ جس کا نکاح مکمل نہیں ہوا ہے اور جسے باستعمال اختیار البلوغ نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہے - زیر بحث ایکٹ "منکوحہ شدہ اناث" قرار دی جا سکتی ہے - رولسن صاحب ۱۹۳) -

۱۶۰ - ولد الحرام بچوں کی ولایت کا حق ماں اور اس کے رشتہ داران کو ہے - میگناٹن صاحب ۲۹۸ -

شرع محمدی کے بموجب جائداد نابالغ کے ولی

۱۶۱ - مفصلہ ذیل اشخاص ترتیب مندرجہ ذیل میں نابالغ کی جائداد کے ولی مقرر ہونے کے مستحق ہیں -

(۱) باپ	(۴) دادا -
(۲) وصی جسے باپ نے اپنی وصیت کی بموجب مقرر کیا ہو	(۵) وصی جسے دادا نے اپنی وصیت کی بموجب مقرر کیا ہو
(۳) ولی کا وصی اگر کوئی ہو -	(۶) دادا کے وصی کا وصی -

اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو عدالت کو اختیار ہے کہ کوئی ولی مقرر کرے۔ لیکن عدالت کے لئے مناسب ہے کہ باپ . . . . . کے رشتہ داروں کو ترجیح دے۔

میگناٹن صاحب ۴۲۔ ۳۰۳۔ بیلی صاحب صفحہ ۶۸۹۔ ۵ ۴ انڈین اپیل ۴۷۔ ۴۸ ۔ ۵ ۴ کلکتہ ۸۷۸۔ ۳ ۸۹۔ ایکٹ گارڈین وو ارڈ سنہ ۱۸۹۰ء دفعہ ۱۷۔

مندرجہ بالا ولی جائز ولی کہلاتے ہیں۔

بوجہ رشتہ خون کے جو تنقلدار ولی ہو سکتے ہیں۔ وہ صرف باپ یا دادا ہیں۔ کوئی دیگر رشتہ دار حتیٰ کہ ماں بھی اس وجہ سے ولی ہونے کی کلی استحقاق کا مستحق نہیں ہے۔ ۲۶ مدراس ۱۴۷ و ۲ کلکتہ ۱۷۴۔ ۲۰ بمبئی ۱۹۹۔ ۱۸۔ الہ آباد ۴ ۲ ۳ ۲۔ ۳۳۸۔

بذریعہ وصیت صرف نابالغ کا باپ یا دادا ہی ولی مقرر کر سکتا ہے۔ دوسرا کوئی رشتہ دار ایسا نہیں کر سکتا۔

عورت کو نابالغ کی جائداد کا ولی مقرر کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہیئے جو نابالغ کے مفاد کے لئے ہو۔ اس وجہ سے بمقابلہ چچا یا تایا کے ماں کو جائداد نابالغ کا ولی مقرر کیا گیا تھا۔ ۲۹۔ الہ آباد ۱۰۱) یہ امر واقعہ کہ ماں پردہ نشین عورت ہے اس لئے اپنے پسر کی جائداد کی ولیہ مقرر کئے جانے کی بابت عذر نہیں ہو سکتا۔ ۸ ۳ کلکتہ ۸۳۷۔ ۸۵۰۔

ایسی ماں اپنے نابالغ لڑکے کی جائداد بذریعہ رہن یا بیع وغیرہ منتقل نہیں کر سکتی۔ الا اس صورت میں کہ وہ محض مفاد نابالغ کے لئے ہو۔ ۲۶۔ الہ آباد ۲۲۔ ۴ ۳ کلکتہ ۶ ۳ و ۶۵۔ ۳۰ الہ آباد ۴ ۲ ۶۔ ۳۵ بمبئی ۲۰۷ دنیز دیکھو ۳۰ مدراس ۱۹۷)۔

اس سے کچھ فرق واقع نہیں ہوتا کہ نابالغ کی ماں بھائی اور بہن نے مل کر رہن یا بیع کیا ہو۔ کیونکہ ان میں سے کوئی بھی نابالغ کی جائداد کا ولی نہیں ہے۔ ۱۱ کلکتہ ۷۱۴۔ بھائی اپنی بہن کی جائداد کا ولی نہیں ہے۔ ۳ بنگال لاریورٹ اپیل دیوانی ۴۴۳ دنیز دیکھو ۶ بمبئی ۷۶۴ ۱۳)۔

اسی طرح سے چچا کی طرف سے رہن نابالغ کو پابند نہیں کرتا۔ اگر انتقال صریحاً نابالغ کے مفاد کے لئے نہ ہو۔ ۱۸۔ الہ آباد ۳۷۳ ۔ ۳۲ مدراس ۲۷۶۔

خاوند کے اختیارات نسبت جائداد زوجہ نابالغہ خود کے متعلق دیکھو ۲ مدراس ۱۰۔ شرع محمدی کے رو سے ماں نابالغ کی جائداد کے متعلق کوئی ایسا فعل نہیں کر سکتی جو نابالغ

پابند کر دے۔ ۲۰ بمبئی صفحہ ۱۹۹۔
ماں جائز ولی اپنے بچوں کی نہیں ہے۔ اور اوسے اختیار نہیں کہ وہ اپنے بچوں کی جائداد کو رہن یا بیع کرے۔ ۴ لاہور۔ ۷ ۴۳۔
مرتہن جس کے حق میں نابالغ کے چچا نے بطور ولی نابالغ نابالغ کی جائداد رہن کردی ہو نالش کرکے بروئے رہن نامہ نابالغ سے کچھ وصول نہیں کرسکتا۔ البتہ اگر نابالغ رہن نامہ کو اپنے برخلاف غیر موثر قرار دلانے کے لیے نالش کرے تو اُسے تا حد فائدہ جو اس کی ذات یا جائداد کو رہن سے پہنچا ہو مرتہن کو معاوضہ دینا پڑے گا۔
انڈین لا رپورٹ ۱۸۔ الہ آباد صفحہ ۳۴۷۔ بنیز دیکھو پنجاب ریکارڈ ۳۷ سنہ ۱۸۹۵ء و ۵۸ سنہ ۱۸۹۱ء۔
اکثر اوقات اس اصول کی پیروی کی گئی ہے کہ سوائے باپ یا دادا کے کسی دیگر پدری رشتہ دار کا جائداد نابالغ سے کچھ تعلق نہیں ہے ۔
مقدمات ۱۔ الہ آباد ۳۳ ۵۔ ۲۶ الہ آباد ۲۲ میں ہائی کورٹ الہ آباد نے نابالغان کی رشتہ دار اناث کی طرف سے پہلے جائداد نابالغان کو جائز قرار دیا تھا کیونکہ بیع مذکور نسبت قرضہ جدی اور بپابدل مناسب عمل میں آیا تھا۔ ہائی کورٹ کلکتہ نے مقدمات ۲۴ کلکتہ ۶ ۳ و ۳۴ کلکتہ ۶۵ میں اسی اصول کی پیروی کی ہے۔ مقدمہ ۳ الہ آباد ۴ ۶۲ میں بیع منجانب والدہ فاتر العقل تھا ۔
مقدمہ ۶ بمبئی ۷ ۶۴ خاص قسم کا مقدمہ تھا۔ اور اس میں عدالت نے اگرچہ اس اصول کو تسلیم کیا کہ بھائی نابالغ کی جائداد کے انتقال کرنے کا اختیار نہیں رکھتا لیکن چونکہ بیع مذکور سرکار کی طرف سے منظور کیا گیا تھا اس لئے جائز قرار دیا گیا۔
ایک عورت وصی مقرر کی جاسکتی ہے۔ سیلی صاحب صفحہ ۱۶۹۔
۱۶۲۔ جائز ولی کو مفصلہ ذیل سات حالات میں نابالغ کی جائداد غیر منقولہ کے بیع کرنے کا اختیار حاصل ہے۔
(۱) جبکہ جائداد مذکور دوچند قیمت پر فروخت ہوسکتی ہو۔
(۲) جبکہ نابالغ کے پاس اور کوئی جائداد نہ ہو اور بیع کا کرنا اس کا واسطے خورونوش نابالغ کے ناگزیر ہو۔

(۳) جبکہ مورث نابالغ قرضدار مرجائے اور ادا ہونا اوس کے دیون کا بغیر بیع جائداد کے ممکن نہ ہو۔
(۴) جبکہ وصیت نامہ میں ایسی شرائط ہوں کہ اون کی تعمیل بغیر بیع کرنے جائداد کے نہ ہوسکتی ہو۔
(۵) جبکہ محاصل جائداد اخراجات جائداد کے واسطے مکتفی نہ ہو۔
(۶) جبکہ جائداد کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔ اور
(۷) جبکہ جائداد غصب کی گئی ہو اور ولی کو بصورت جائز واپس نہ ملنے کا اندیشہ ہو۔

میگناٹن صاحب۔ صفحہ ۷۴۔ دفعہ ۱۴۱۔ صفحہ ۳۰۵ و ۳۰۶۔ بیلی صاحب ۶۸۷-۶۸۸۔
۵۴ انڈین اپیل ۱۴۳-۹۱۔ ۲۰ بمبئی ۱۱۶-۱۲۱۔ ۱۶ کلکتہ ۶۲۷-۱۶۔ انڈین اپیل ۹۶-۳۴ مدراس ۵۲۷-

انتقال کے متعلق جو مخالفت دفعہ ہذا میں کی گئی ہے وہ متعلق اوس جائداد غیر منقولہ کے ہے جس کا نابالغ بعد تنازعہ کے مستحق ہو۔ یہ اوس صورت میں حاوی نہیں ہے جب کہ نابالغ کے استحقاق کی نسبت تنازعہ ہو۔ پس جہاں کہ نابالغ کے باپ نے اوس جائداد کا جزو بیع کردیا ہو جو نابالغ کو اپنی ماں سے وراثت میں پہنچی ہو۔ لیکن نسبت استحقاق کا تنازعہ تھا اور بیع مقدمہ بازی کو فسخ کرنے کی غرض سے بوجہ راضی نامہ کے کیا گیا تھا۔ بیع نابالغ کے لئے قابل پابندی قرار دیا گیا تھا۔ کیونکہ نابالغ کو اوس سے فائدہ پہونچا۔

۱۶۔ انڈین اپیل ۹۶۔ ۱۶ کلکتہ ۶۲۷۔

۱۶۳۔ جو شخص جائز یا قانونی ولی نہ ہو۔ اور جس کی حضانت میں نابالغ کی ذات و جائداد ہو۔ وہ مجاز نہیں ہے کہ نابالغ کی کسی جائداد غیر منقولہ کے متعلق کسی ایسے استحقاق کو منتقل کرے جو منتقل الیہ برخلاف نابالغ کے عمل پذیر کراسکتا ہو۔ اور نہ ہی وہ منتقل الیہ جس نے ایسے بغیر اختیار انتقال کی وجہ سے قبضہ حاصل کیا ہو۔ نالش بیدخلی منجانب نابالغ میں کامیاب ہوسکتا ہے۔

۵۴۔ انڈین اپیل ۷۳۔ ۵۴ کلکتہ ۸۷۵۔ ۳۹۔ انڈین اپیل ۹۴-۳۴۔ الہ آباد ۲۱۳-۱۵۔ انڈین اپیل ۲۲۰۔

تمثیلات

(الف) ۱۔ ایک بیوہ اور ایک نابالغ پسر چھوڑ کر مرگیا۔ بیوہ نے جائداد منقولہ میں

جو ہنہیں اسے وراثت میں ملی تھی۔ اپنا اور نابالغ کا حصہ ب کے پاس بیع کر دیا۔ بیع نامہ مفاد نابالغ باطل ہے۔ ۵۴۔ انڈین اپیل ۷۳۔ ۵۴ کلکتہ ۸۰۸۔

(ب) اسنے اپنی جائداد غیر منقولہ ب کے پاس رہن کی۔ ا چار پوتے چھوڑ کر فوت ہوگیا۔ جن میں سے ایک نابالغ تھا۔ اسنے بذریعہ ایک وصیت کے اپنی جائداد مذکور اپنے ہر چہار نبیرگان کے نام مساوی حصص میں بشرط ادائگی زر رہن کے وصیت کی۔ تین بالغ نبیرگان نے اپنی طرف سے اور اون میں سے ایک نے بطور ولی نابالغ کے جائداد مذکور بدست ب لعوض قرضہ زر رہن کے بیع کر دی۔ جس میں نابالغ کا حصہ بھی شامل تھا۔ اور ب کو بطور مشتری کے دخل دیدیا۔ سن بلوغت کو حاصل کرنے پر نابالغ نے اپنے چہارم حصہ فک الرہن کی نالش برخلاف مرتہن رجوع کی قرار دیا گیا کہ نابالغ بیع کا پابند نہ تھا اور کہ وہ فک الرہن کرانے کا مستحق تھا۔ ۴۳۔ الہ آباد ۲۱۲۔ ۳۹۔ انڈین اپیل ۹۴۔

نہ تو ماں۔ نہ ہی بھائی۔ نہ ہمشیرہ اور نہ ہی تایا یا چچا نابالغ کی جائداد کا جائز ولی ہے۔ پس جو انتقال نابالغ کی جائداد غیر منقولہ کی نسبت وہ کریں وہ بالکل باطل ہوتا ہے خواہ اوس کے ذریعہ حقوق کا قرضہ بھی ادا کیا گیا ہو۔ ۳۹۔ انڈین اپیل ۹۴۔ ۳۴۔ الہ آباد ۲۱۲۔ بمقدمہ ۵۴۔ انڈین اپیل ۷۳ = ۵۴ کلکتہ ۸۰۸۔ میں پریوی کونسل نے بھی ایسا ہی قرار دیا ہے۔ اس فیصلہ سے قبل مختلف ہائی کورٹہائے میں اختلاف رائے تھا۔ بعض فیصلہ جات میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ یہ بالکل باطل ہے۔ اور بعض میں یہ کہ اگر اوس سے نابالغ کو فائدہ پہونچتا ہو تو یہ جائز ہے۔ پریوی کونسل کے فیصلہ کا اصول اون اقرار نامہ جات پر بھی حاوی کیا گیا ہے۔ جن کے رو سے نابالغ کی کسی جائداد غیر منقولہ کے متعلق تنازعہ کو سپرد ثالثان کیا جانا منظور ہو۔ اور ایسے اقرار نامہ جات باطل قرار دئے گئے ہیں۔ ۵۴ کلکتہ ۱۷۳۔

۱۶۴۔ نہ تو نابالغ کا ولی اور نہ ہی اوس کی جائداد کا منتظم اوسے معاہدہ نسبت خرید جائداد غیر منقولہ کا پابند کر سکتا ہے۔

نابالغ ب کی جائداد کے منتظم دنے سنجانب نابالغ مذکور ج سے کچھ جائداد غیر منقولہ خرید کرنے کا معاہدہ کیا۔ اقرار نامہ باطل ہے۔ اور اوس کی بناء پر نہ تو ب اور نہ ہی

جج تکمیل خاص معاہدہ کی نالش کر سکتا ہے۔ ۹۳ کلکتہ ۲۳۲ - ۹۳ - انڈین اپیل ۱ -
یہ امر قابل توجہ ہے ۔ کہ اقرار نامہ نسبت خرید کسی صورت میں نابالغ کے لئے قابل پابندی
نہیں ہے۔

۱۶۵ - نابالغ کی جائداد کے جائز ولی کو اور نیز ایسے شخص کو جس کی حضانت میں نابالغ
کی ذات و جائداد ہو۔ اختیار حاصل ہے کہ وہ نابالغ کی لازمی ضروریات مثلاً خورد و نوش
و پرورش کے لئے اوس کا مال و اسباب و مویشی فروخت یا گرو کرے۔
۴۵ - انڈین اپیل ۷۳ - ۶ - ۷ - ۸۷ - ۵ - ۴۴ کلکتہ ۸۷۸ - ۸۹۵ - ۸۹۶ -

ہندوستان کا عام قانون دربارہ حقوق و فرائض و ذمہ داری ہائے اولیاء

۱۶۶ - کسی مسلمان نابالغ کی ذات یا جائداد یا دونوں کے متعلق گارڈین کی تقرری
کے بارہ میں تمام درخواستیں زیر ایکٹ گارڈین و وارڈز ۱۸۹۰ء ہونی چاہئیں - اور
اس کے ایکٹ کے زیر تحت مقرر شدہ گارڈین کی ذمہ داریوں کے متعلق ہدایات
اس ایکٹ میں موجود ہیں۔

شرع محمدی کے بموجب چچا یا تایا نابالغ کی جائداد کا ولی مقرر ہونے کا قانوناً ماں سے
زیادہ استحقاق نہیں رکھتا۔ پس جہاں پر ماں نے زیر تحت گارڈین و وارڈز ایکٹ
ولی مقرر ہونے کی درخواست دی ہو اور چچا اوس درخواست کی مخالفت کرے ۔ تو
عدالت کے لئے لازم ہے کہ اس امر کا لحاظ کرے کہ دونوں میں سے کس کی تقرری
نابالغ کے مفاد کے لئے ہوگی۔ ۲۹ - الہ آباد - ۱۰ -

۱۶۷ - (۱) گارڈین کو اپنے وارڈس کے ساتھ دیانت داری سے تعلق رکھنا چاہئے
اور بجز اس کے جیسا کہ وصیت نامہ یا دوسری دستاویز اگر کوئی ہو جس کے ذریعہ
سے یہ مقرر ہوا ہو مسترد ہو یا بجز اس کے جیسا کہ اس ایکٹ میں حکم ہے اس کو ہرگز
جائز نہ ہوگا کہ اپنے عہدہ سے نفع حاصل کرے۔

(۲) یہ دیانتی تعلق اُن خریداریوں پر جو وارڈ کی جائداد کے گارڈین کی طرف سے ۔

وقوع میں آئیں یا گارڈین کی جائداد کی جو وارڈ کی طرف سے وقوع میں آئیں نابالغیت کے ختم ہونے کے عین بعد یا اس کے تھوڑے زمانہ کے بعد اور عموماً جملہ معاملات پر جو فیمابین ان کے اس وقت تک ہوں کہ گارڈین کا اختیار ہنوز باقی رہا ہو یا حال میں ختم ہوا ہو جاری اور مؤثر ہے۔

(گارڈین اور وارڈس ایکٹ دفعہ ۲۰) - مقابلہ کرو بیلی صاحب صفحہ ۶۲ سے۔

یہ امر قابل توجہ ہے کہ فقرہ ہذا صرف ان اولیاء پر ہی حاوی نہیں ہے جو زیر تحت گارڈین اور وارڈ ایکٹ مقرر کئے جائیں۔ بلکہ تمام اولیاء پر حاوی ہے۔ لہذا یہ شرع محمدی کے تمام احکام کو جو اس بارہ میں ہوں منسوخ کرتا ہے۔ اور جن احکام کی تشریح اس طریق میں کی جاسکتی ہو کہ اُن کے بموجب ولی یا وصی جائداد سے نابالغ کچھ مفاد حاصل کرسکتا ہے۔ ماسوائے اُس صورت کے کہ اس امر کا اُس دستاویز میں جس کے رو سے وہ مقرر کیا گیا ہو کوئی صریح ذکر ہو۔ (ولسن صاحب صفحہ ۱۹۶)۔

۱۶۸۔ نابالغ کسی نابالغ کے گارڈین کی حیثیت میں کام کرنے کا مجاز نہیں ہے الّا اپنی زوجہ یا فرزند کے گارڈین کی حیثیت سے۔

گارڈین اور وارڈس ایکٹ دفعہ ۲۱ کا جزو۔ شرع محمدی کا بھی یہی قاعدہ ہے۔ دیکھو بیلی صاحب صفحہ ۶۷۹)۔

۱۶۹۔ ہر گارڈین جو از طرف عدالت مقرر ہو یا قرار دیا جائے اسی اجرت کا اگر کچھ ہو مستحق ہوگا جو عدالت اس حفاظت اور محنت کے لئے مناسب سمجھے جو اس کو اپنے کارہائے منصبی کی تعمیل میں کرنی پڑے۔

جب کہ کوئی عہدہ دار سرکار بہ حیثیت ایسے عہدہ دار کے اس طرح پر گارڈین مقرر ہو یا قرار دیا جائے۔ تو وارڈ کی جائداد سے اس قدر فیس گورنمنٹ کو ادا کیا جائیگا۔ جس کی لوکل گورنمنٹ بذریعہ حکم عام یا حکم خاص کے ہدایت کرے۔

(گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۲۲)۔

سید امیر علیؒ کی شرع محمدی جلد ا صفحہ ۵۱۷ میں لکھا ہے کہ وصی موصی کی جائداد کا مفت انتظام کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس لئے قاضی کو اختیار ہے۔ کہ

اس کو وظیفہ مقرر کرے۔ فتاوے میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ لیکن قاضی خان میں لکھا ہے کہ اگر کوئی وظیفہ وصی کے لئے مقرر نہ ہو تو بقدر اپنی ضرورت کے ایک محدود اور معقول رقم بطور معاوضہ اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ اور بروقت ضرورت نابالغ کے کام کے واسطے آمد و رفت میں اس کے سامان سواری کو استعمال کر سکتا ہے لیکن بعض مفتیان کی رائے اس کی برخلاف ہے۔

۱۷۰- ہر کلکٹر جو عدالت کی طرف سے کسی نابالغ کی ذات یا جائداد یا دونوں کا گارڈین مقرر ہو یا قرار دیا جائے جملہ امور میں جو اس کے وارڈ کی گارڈین سے متعلق ہوں لوکل گورنمنٹ یا اس حاکم کے ضبط و نگرانی کے تابع ہوگا جس کو گورنمنٹ موصوف بذریعہ اشتہار مطبوعہ گزٹ سرکاری کے اس بارے میں مقرر کرے؂

گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۲۳۔

۱۷۱- وارڈ کی حفاظت وارڈ کی ذات کے گارڈین کے ذمہ ہے اور اس کو ضرور ہے کہ اس کی پرورش اور صحت اور تعلیم و تربیت اور دیگر ایسے امورات کا جن کا اس قانون کے رو سے حکم ہو جس کے وارڈ مذکور تابع ہے لحاظ رکھے۔

گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۲۴۔ دیگر امورات میں ختنہ بھی شامل ہے۔

ایکٹ کا یہ منشا معلوم نہیں ہوتا کہ ذات کے ولی کو نکاح کا بھی اختیار ہے۔ شرع محمدی کے رو سے یہ فرض لازمی نہیں کہ نابالغ کی ذات کا ولی اس کا نکاح کرے بمعلوم ہوتا ہے کہ یہ کام نابالغ کے لئے بلوغت کو پہنچکر خود کرنے کے لئے چھوڑا گیا ہے۔

مقدمہ ۲۲ بمبئی ۵۰۹ اس امر کی نسبت شک ظاہر کیا گیا تھا کہ آیا دفعہ مذکور کو اگر دفعہ ۴۳۔ ایکٹ مذکور کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو عدالت کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے یا نہیں کہ ولی ذات کو ہدایت کرے کہ وہ نابالغ کو حوالہ ولی نکاح کرے۔

۱۷۲- اگر کوئی وارڈ اپنی ذات کے گارڈین کی حفاظت سے نکل جائے یا اس کو کوئی اس کی ذات کے گارڈین کی حفاظت سے نکال لے جائے تو اگر عدالت کی رائے میں وارڈ کا گارڈین مذکور کی حفاظت میں پھیر آنا اس کی اصلاح و فلاح کے لئے ضرور ہو تو عدالت اس کے پھیر لانے کا حکم صادر کر سکتی ہے۔ اور بغرض نفاذ اس حکم کے وارڈ کو گرفتار کرا کے گارڈین مذکور کی حفاظت میں حوالہ کرا سکتی ہے۔ وارڈ کی گرفتاری کے لئے عدالت مجاز

ہے کہ اس اختیار کو عمل میں لائے جو مجموعہ ضابطہ فوجداری ایکٹ نمبر ۵ مصدرہ ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۵۵۱ کے روسے مجسٹریٹ درجہ اول کو بخشا گیا ہے۔

گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۲۵ (۱) و (۲)۔

شرع محمدی میں اس مضمون کا کوئی قاعدہ نہیں پایا جاتا۔

۱۷۳۔ اپنے گارڈین کی مرضی کے خلاف کسی وارڈ کی سکونت ایسے شخص کے ساتھ جو اس کا گارڈین نہیں ہے بذاتہ باعث اس کا نہیں ہو سکتی ہے کہ گارڈینی ختم ہو جائے۔

گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۲۵ (۳)۔

۱۷۴۔ (۱) ذات کے گارڈین کو جو عدالت کی طرف سے مقرر ہو یا قرار دیا جائے بشرطیکہ وہ کلکٹر یا ایسا گارڈین نہ ہو جو بذریعہ وصیت نامہ یا اور دستاویز کے مقرر ہوا ہو جائز نہ ہوگا کہ اس عدالت کی اجازت کے بغیر جس کے ذریعہ سے وہ مقرر ہوا یا قرار دیا گیا ہو اس کے علاقہ اختیار کی حدود کے باہر وارڈ مذکور کو لے جاوے۔ الا ایسی غرضوں کے لئے جو مقرر کر دی جائیں۔

(۲) ہو سکتا ہے کہ جو اجازت از طرف عدالت حسب دفعہ ماتحتی (۱) دی جائے وہ خاص ہو یا عام اور یہ کہ حکم نامہ اجازت میں اس کی تعیین کر دی جائے۔

گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۲۶۔

۱۷۵۔ اگر کسی وارڈ کے ایک سے زیادہ گارڈین ہوں اور وہ وارڈ مذکور کے صلاح و فلاح کے متعلق کسی امر میں باہم اتفاق نہ کر سکتے ہوں۔ تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ عدالت میں حکم کے لئے درخواست کرے اور عدالت کو اختیار ہوگا کہ امر متنازعہ فیہ کی نسبت ایسا حکم صادر کرے جو وہ مناسب سمجھے۔

گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۳۴ (۲)۔

بموجب دفعہ ہذا اور بوجہ اس امر کے کہ ایکٹ مذکور میں اور کوئی صریح ہدایت نہیں ہے بر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ایک ولی بلا رضامندی ولی ثانی کے کوئی فعل نہیں کر سکتا۔ اور ایک ولی کے ہر ایک فعل کا جواز ولی ثانی کی صریحاً یا عملی رضامندی پر منحصر ہے۔ الا اس صورت میں کہ فریقین کے قانون خاندانی میں اس کے برخلاف کچھ ہدایت ہو یا وصیت یا ایسی دستاویز میں جس کے روسے ولی مقرر کئے گئے ہوں (ولسن صاحب صفحہ ۱۹۹)۔

شرع محمدی کا بھی یہی عام اصول ہے۔ بیلی صاحب صفحہ ۶۶۹ - ۶۷۰۔

لیکن بحوالہ ہدایہ وفتاوٰے عالمگیری بعض مستثنیات بھی ہیں۔
مفصلہ ذیل فعل ایک ولی اکیلا بھی کرسکتا ہے۔
(الف) تجہیز وتکفین متوفی (ب) لاش کا قبرستان تک لیجانا۔ (بشمول خرید کفن وغیرہ (ج)
ترکہ از قسم قرضہ میں سے قرضہ کی ادائیگی (د) زر امانت یا متوفی کی رہائی ہوئی اشیاء کی
واپسی۔ یا جو شے بذریعہ ناقص بیع کے متوفی نے خریدی ہو (ہ) کسی خاص غلام کی آزادی
(د) نابالغ کی جائداد کے احکام کا انتظام (س) نابالغ کے حق میں ہبہ کا منظور کرنا۔
(ح) قابل وزن یا قابل پیمائش اشیاء کی تقسیم (ط) قابل ضائع ہونے والی اشیاء کی فروخت
مفصلہ ذیل فعل ایک ولی اکیلا ہی نہیں کرسکتا۔

(الف) زر امانت پر قابض ہونا (ب) واجب الادا دیون کی وصولی۔ (ج) اگر متوفی
ہدایت کرے کہ اس کی جائداد کے فلاں فلاں حصص بطور خیرات مساکین یا فقراء کو دیئے
جاویں لیکن ان حصص کی تشریح نہ کی گئی ہو تو بموجب اقوال ابوحنیفہ ومحمدؒ ولی علیحدہ
علیحدہ اس جائداد کو تقسیم نہیں کرتے۔ لیکن ابویوسف کے قول کے بموجب وہ کرسکتے ہیں
لیکن اگر خیرات کی اغراض صراحتاً مذکور ہوں تو ہر سہ اسناد کے بموجب وہ ایسا کرسکتے ہیں
(دولسن صاحب صفحہ ۱۹۹)۔

۱۶۷۔ وارڈ کی جائداد کے گارڈین کو اس احتیاط کے ساتھ اس جائداد سے کاربند ہونے
کی پابندی ہوگی جس احتیاط سے کہ معمولی عقل ودانش کا آدمی اپنی جائداد سے کاربند ہوتا
ہے۔ اور فصل ہذا کے احکام کی پابندی کے ساتھ اس کو اختیار ہے کہ ایسے جملہ کام انجام
کرے جو جائداد کے وصول تحصیل یا حفاظت یا نفع کے لئے معقول اور مناسب ہوں۔
گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۲۷۔

ولی اپنے وارڈ کو حق شفع کے استعمال کرنے یا استعمال کرنے سے انکار کرنے سے پابند کرسکتا
ہے ۳۰۔ الہ آباد ۳۴۷۔ ۲۳۔ الہ آباد ۱۳۹۔

۱۶۷۔ جب کوئی گارڈین بذریعہ وصیت نامہ یا دوسری دستاویز کے مقرر ہو تو
اس کا اختیار بہ نسبت رہن رکھنے یا پابند مواخذہ کرنے یا منتقل کرنے اپنے وارڈ کے جائداد
غیر منقولہ کے بذریعہ بیع یا ہبہ یا مبادلہ کے یا اور ذریعہ سے ہر ایسی قید کا تابع ہوگا۔ جو
بذریعہ دستاویز مذکور کے لگائی گئی ہو تا وقتیکہ وہ اس ایکٹ کے رو سے گارڈین قرار نہ

دیا جائے اور تا وقتیکہ وہ عدالت جو اس کو گارڈین اقرار دے بذریعہ حکم تحریری باوجود اس قید کے کسی جائداد غیر منقولہ مصرحہ حکم کی فروخت وغیرہ کی اس طرح پر اجازت نہ دے جس طرح پر کہ بذریعہ حکم مذکور کے اس کی اجازت ہو۔

گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۲۸۔

جیساکہ پہلے مذکور ہے اس دفعہ کی وجہ سے مسلمان امیروں کو زیادہ ترغیب ملتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایکٹ ہذا کے تابع بنادیں (ولسن صاحب صفحہ ۳۰۰)۔

۱۷۸۔ ہرگاہ عدالت کی طرف سے وارڈ کی جائداد کا کوئی شخص جو کلکٹر نہ ہو یا ایسا گارڈین نہ ہو جو بذریعہ وصیت نامہ یا کسی اور دستاویز کے مقرر ہوا ہو گارڈین مقرر ہو یا قرار دیا جائے تو اس کو یہ جائز نہ ہوگا کہ بغیر عدالت کی اجازت پیشتر لیکر۔

(الف) اپنے وارڈ کی جائداد غیر منقولہ کے کسی حصہ کو بذریعہ بیع یا ہبہ یا مبادلہ کے یا اور ذریعہ سے رہن رکھے یا پابند مواخذہ کرے یا منتقل کرے۔ یا

(ب) اس جائداد کے کسی حصہ کو ۵ سال سے زیادہ مدت کے لئے اجارہ پر دے یا اسی مدت کے لئے اجارہ پر دے جو اس تاریخ سے ایک برس سے زیادہ بڑھ جائے جس تاریخ سے کہ وارڈ مذکور نابالغ نہ رہے۔

گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۲۹۔

۱۷۹۔ اخیر دو دفعات مذکور الصدر میں سے کسی ایک کی خلاف ورزی میں گارڈین کی طرف سے جائداد غیر منقولہ کا انتقال لائق الابطال ہے۔ اگر کوئی اور شخص جس کو اس کا اثر پہونچا ہو مزاحمت کرے۔

گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۳۰۔

دفعہ ہذا اور دو دفعات ماسبق کے ہم مضمون شرع محمدی کی بابت دیکھو بیلی صاحب صفحہ ۶۷۶۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ تمام اسناد کے مطابق وصی (یا ولی) کو نابالغ کی جائداد غیر منقولہ کے بیع کا اختیار ہے۔ لیکن اسناد زمانہ حال کے مطابق وہ صرف نابالغ کی جائداد غیر منقولہ کو بیع کرسکتا ہے۔ بشرطیکہ نابالغ کو اس کی قیمت کا فائدہ پہونچا ہو۔ یا خریدار دگنی قیمت پر خریداری کا خواہاں ہو۔ یا فروخت میں نابالغ کا بہ نہج دیگر فائدہ ہو۔ مثلاً جب کہ خراج یا مال گذاری یا مالگذاری اراضی اور اخراجات آمدنی سے زیادہ ہوں یا اگر جائداد از قسم دوکانات و مکانات

ہو اور حالات مسماری میں ہوں۔
بروئے شرع محمدی کوئی شخص سوائے قریبی کے نابالغ کی غیر منقولہ جائداد کو منتقل نہیں کر سکتا۔ خواہ اس انتقال میں نابالغ کا فائدہ ہی ہو۔ پنجاب ریکارڈ ۱۴۴ ۱۸۸۳ء و ۵۷ ۱۸۹۵ء۔ میگناٹن صاحب ۳۶۴-۳۰۵-۳۴۶-۳۰ بمبئی ۱۱۶-۱۲۱-۱۰ا کلکتہ ۶۲۷-۲۴ مدراس ۵۲۷۔
لیکن عدالت ہائے انگریزی نے صرف وسیع مضمون میں یہ قرار دیا ہے کہ کسی مسلمان نابالغ کے ولی کی طرف سے جائز بیع کے لئے خالص ضروریات یا مفاد نابالغ کے لئے ہونا ضروری ہے۔ ڈولسن صاحب صفحہ ۱۰۲)۔
بمقدمہ ۱۰ بمبئی ۱۱۶ یہ قرار دیا گیا ہے کہ شرع محمدی میں رہن کے متعلق کوئی ہدایت نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا انتقال بوجہ ادائیگی سود کے ناجائز ہے۔ لیکن چونکہ آجکل اہل اسلام میں رہن کا رواج ہے۔ وہ اسی اصول کے پابند ہیں جن کے بیع۔ بابت اختیار ولی نسبت بیع کرنے ایسی اراضی کے جس کے متعلق نابالغ کا حق متنازعہ ہو بغرض بچاؤ مقدمہ بازی دیکھو ۱۶ کلکتہ ۶۲۷۔
جائداد غیر منقولہ کے متعلق شرع محمدی میں صریح ہدایت ہے کہ یہ جمع نہ کی جاوے بلکہ کاروبار میں لگائی جاوے معاجعہ میں بقول حضرت پیغمبر مذکور ہے کہ جو شخص ایسے یتیم کا ولی ہو جس کے پاس زر نقد ہو اس کو چاہیئے کہ وہ اوس نقدی کے ساتھ تجارت کرے اور اُسے ناکارہ نہ پڑے رہنے دے تاکہ ذکوٰۃ میں یہ ختم نہ ہو جاوے لیکن حنفیہ مفتیوں کے خیال میں یہ وجہ کافی نہیں ہے۔ کیونکہ ذکوٰۃ نابالغ کے لئے لازم نہیں ہے۔ ہدایہ ۱۔
بمقدمہ پنجاب ریکارڈ نمبر ۲۸ ۱۸۷۸ء۔ قرار دیا گیا کہ اگرچہ نابالغ کی والدہ اس کی ولیہ کی حیثیت سے عمل کرنے کی قانوناً مجاز نہ تھی مگر روپیہ قرض جو نابالغ کی والدہ نے گزارہ خاندان کے لئے اُٹھائے تھے کی نسبت یہ تصور کیا جائیگا۔ کہ ضروریات کے لئے قرض لیا گیا تھا۔ اور انتقال اس کے حق میں مفید تھا۔
جائداد نابالغ کا فروخت منجانب ایسے برادر کے جو نہ تو جائز طور پر مقرر شدہ ولی تھا اور نہ نابالغ کے ذاتی قانون کے بموجب طلبی ولی تھا۔ شروع ہی سے کالعدم ہوتا ہے۔ اور وہ برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔ بجز بربناء اس امر کے کہ وہ برائے ضروریات نابالغ یا اس کی جائداد کے جائز تھا۔ پنجاب ریکارڈ ۳۰ ۱۹۰۲ء۔

متبنے اشدہ لڑکے کا حقیقی باپ اس کا قدرتی گارڈین ہے۔ اور اگر دہ متبنے کردہ کے رشتہ داروں کو نابالغ کی جائداد کا حصہ بدیں وجہ دیدے کہ نابالغ کی سالم جائداد کے دور ہونے کا اندیشہ تھا۔ تو ایسا انتقال جائز ہوگا۔ پنجاب ریکارڈ ۵۳ ۱۹۰۵ء۔

جدی مکانی جائداد کا رہن منجانب بالغ پسر۔ ہمشیرہ کے مصارف شادی برداشت کرنے کے واسطے اس کے نابالغ برادران کے مفاد کے واسطے نہیں ہوتا اور اسوجہ سے اُنکو پابند نہیں کرتا۔ بھائی اپنی بہنوں میں سے ایک کی ڈولی کی رسوم پر اپنی اور اپنے بھائیوں کی نصف جائداد صرف کرنے کا مجاز نہیں پنجاب ریکارڈ ۱۷ ۱۹۱۲ء۔

جہاں مسلمان نابالغ کی جائداد غیر منقولہ فی الواقعہ گارڈین نے منتقل کی ہو جو بروے شرع محمدی قریبی گارڈین ہو اور منتقل الیہ کے نابالغ پر داس کے سن بلوغ کو پہونچنے پر قبضہ کی بابت دعوے کیا۔ کیونکہ یہ جائداد پر قابض تھا۔ قرار پایا کہ صرف قبضہ کی بابت دعویٰ ہی نہیں بلکہ نابالغ کو جو مفاد منتقل کرنے سے پہونچا ہو اس کے قرین انصاف والیسی کی نسبت بھی دعوے ناکام ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ صرف اُس صورت میں قابل نفاذ ہوتا ہے جبکہ یہ خود مقدمہ میں مدعی ہو۔ پنجاب ریکارڈ ۳۳ ۱۹۱۲ء۔

۱۸۰۔ (۱) گارڈین کو اس بات کی اجازت کہ دفعہ ۱۵۹ (۲۹ دفعہ ایکٹ ۲) میں تصریح کئے ہوئے کاموں میں سے کوئی کام کرے۔ از طرف عدالت نہیں بخشی جائے گی۔ اِلّا ضرورت کی صورت میں یا جبکہ وارڈ کے حق میں صریح فائدہ ہوتا ہو۔

(۲) جس حکم نامہ کی رو سے اجازت مذکور دیجاوے اس میں ضرورت یا فائدہ مذکور کا (یعنی جیسی کہ صورت ہو) ذکر رہے گا۔ اور اس جائداد کا بیان رہے گا کہ جس کے متعلق وہ کام جس کی اجازت دیجائے ہونے والا ہو تو ان شرطوں کی (اگر کچھ ہوں) بالتصریح رہے گی جن کو عدالت اجازت مذکور کے ساتھ مشروط کر دینا مناسب سمجھے اور حکمنامہ مذکور کو جج عدالت اپنے دستِ خاص سے لکھیگا۔ اور اس میں تاریخ مندرج کرے گا۔ اور اس پر دستخط ثبت کرے گا۔ یا جج اپنے دست خاص سے اس حکم نامہ کو کسی وجہ سے نہ لکھ سکے تو اس کی زبانی عبارت کو کوئی اور شخص قلم بند کریگا اور جج مذکور اس پر تاریخ اور دستخط ثبت کرے گا۔

(۳) عدالت حسب صوابدید اپنی اجازت مذکور کے ساتھ منجملہ اور شرطوں کے شرائط ذیل لگا سکتی ہے یعنی (الف) یہ کہ بدون منظوری عدالت کے کوئی بیع کامل نہ ہوگا۔

(ب) یہ کہ بیع سب سے زیادہ بولی بولنے والے کے نام میں بذریعہ نیلام عام کے عدالت یا کسی ایسے شخص کے روبرو جو خاص کرکے اسی غرض کے لئے از طرف عدالت مقرر ہوا ہو ایسے وقت اور ایسے مقام میں کہ جو عدالت معین کردے۔ بیع مقصود کے ایسے اشتہار ہو لینے کے بعد جس کی عدالت بہ ملحوظیت کسی ایسے قواعد کے جو از طرف عدالت ہائی کورٹ حسب ایکٹ ہذا وضع کئے جائیں ہدایت کرے وقوع میں آئیگی۔

(ج) یہ کہ اجارہ بہ عوض زر سلامی کے نہیں دیا جائے گا یا اتنے برسوں کی میعاد پر اور اوس زر لگان پر اور ان عہد پیمان کے ساتھ دیا جائیگا جن کی عدالت ہدایت کرے۔

(د) یہ کہ کل یا کوئی جزو اس کام کی آمد کا جس کی اجازت دیجائے گارڈین مذکور اس لئے عدالت میں داخل کرے کہ یا عدالت اس سے خرچ کرے یا اس کو مقرر کئے ہوئے کفالجات میں مشغول کرے یا وہ حسب ہدایت عدالت اور طرح سے کام میں لگایا جائے۔

(۴) قبل اس کے گارڈین کو کس کام مصرحہ دفعہ ۹ ۱۵ ایکٹ کی دفعہ ۲۹) کے کرنے کی اجازت دیجائے۔ عدالت مجاز اس بات کی ہوگی کہ درخواست اجازت کا اطلاع نامہ وارڈ کے کسی ایسے قرابت دار یا دوست کو دلائے جس کو عدالت موصوف کی رائے میں وہ اطلاع نامہ ملنا چاہیئے اور عدالت موصوف کو لازم ہوگا کہ کسی ایسے شخص کے بیان کی سماعت کرے جو درخواست مذکور کی مخالفت میں حاضر ہوا سے قلم بند کرے۔

گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۳۱۔

شرع محمدی میں ایسے کاموں کے واسطے عدالت کی منظوری کی ضرورت کے لئے کوئی حکم درج نہیں۔ البتہ ہدایہ کتاب ۲۰۔ باب ۳ صفحہ ۳۴۳۔ میں فرائض قاضی میں یہ مذکور ہے کہ قاضی نہ کہ وصی یتیموں کی جائداد کو عاریتاً دے سکتا ہے۔

۱۸۱۔ جب کہ وارڈ کی جائداد کا گارڈین از طرف عدالت مقرر کیا یا قرار دیا جائے اور ویسا گارڈین کلکٹر نہ ہو تو عدالت کو وقتاً فوقتاً اختیار ہوگا کہ بذریعہ حکم کے وارڈ کی جائداد کی نسبت اس کے اختیارات کی تعین یا تقید یا توسیع کرے اس طریق سے اور اس حد تک جو وہ وارڈ کے لئے مفید اور اس قانون کے مطابق سمجھے جس کا وارڈ تابع ہے۔

گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۳۴۔

۱۸۲- (۱) ایسے گارڈین کو جو از طرف عدالت مقرر کیا یا قرار دیا جائے اختیار ہو گا کہ کسی موجودہ بحث کی نسبت جو درخصوص اپنے وارڈ کی جائداد کے اہتمام یا انتظام کے ہو۔ ایسی عدالت میں جس نے اس کو مقرر کیا یا قرار دیا ہو اس کی رائے یا صلاح یا حکم کے لئے بذریعہ عرضی درخواست کرے۔

(۲) اگر عدالت مذکور اس بحث کو سرسری انفصال کے لائق سمجھے تو اس کو لازم ہو گا کہ اس عرضی کی ایک نقل درخواست مذکور سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں سے اون اشخاص کو جن کو وہ مناسب سمجھے پہنچوائے اور اس کی سماعت کے وقت اشخاص مذکور حاضر رہ سکتے ہیں۔

(۳) جو گارڈین کہ عرضی مذکورہ میں نیک نیتی سے واقعات مندرج کرے۔ اور جو رائے یا صلاح دے یا جیسا حکم کرے اس کے بموجب عمل کرے تو اس کی نسبت جہاں تک کہ اس کی ذمہ داری کو تعلق ہے یہ تصور کیا جاویگا کہ درخواست مذکور کے مادہ مندرجہ کے بارہ میں اس نے اپنے کار منصبی کو انجام دیا ہے۔

گارڈین اور وارڈس کا ایکٹ دفعہ ۳۳)۔

۱۸۳- ہر گاہ وارڈ کی جائداد کا گارڈین از طرف عدالت مقرر ہوا یا قرار دیا گیا ہو۔ اور وہ کلکٹر نہ ہو تو اس کو لازم ہو گا کہ۔

(الف) اگر عدالت طلب کرے تو ایک بانڈ (یعنی ضمانت نامہ) بمونہ مقررہ پر جہاں تک قریب قریب اس کے ہو سکے صاحب جج عدالت کو دے کہ صاحب جج موجود الوقت کے نفع کے لئے وہ استعمال میں آسکے خواہ ضامن دئے جائیں۔ یا نہ دئے جائیں یعنی جیسا ٹھیرا دیا جائے اور اس بانڈ میں اقرار اس امر کا ہے کہ جو کچھ اُسے وارڈ مذکور کی جائداد کے متعلق ملے اس کو وہ حسب ضابطہ سمجھا دے گا۔ اور

(ب) اگر عدالت طلب کرے تو عدالت کی طرف سے اس کے مقرر ہونے یا قرار دئے جانے کی تاریخ سے چھ مہینے کے اندر یا ایسی اور مدت کے اندر جس کی عدالت ہدایت کرے جائداد غیر منقولہ مملوکہ وارڈ کا اور اس روپیہ اور دیگر جائداد منقولہ کا ایک بیان جو اس کو بیان مذکور کی حوالگی کی تاریخ تک وارڈ کے لئے ملی ہو اور ان دیون کا ایک بیان جو تاریخ مذکور کو وارڈ مذکور کے پانے یا دینے ہوں عدالت کے حوالہ کرے۔ اور

(ج) اگر عدالت طلب کرے تو اون اوقات میں اور اس نمونہ پر جن کی عدالت وقتاً فوقتاً ہدایت کرے۔ عدالت میں اپنا حساب دکھائے اور۔

(د) اگر عدالت طلب کرے تو اس وقت جس کی عدالت ہدایت کرے عدالت میں زر باقی جو ان حسابات کی بابت اس سے یافتنی ہو یا زر مذکور کا اوس قدر حصہ جس کے داخل کرنے کا عدالت سے حکم ہو عدالت میں داخل کرے۔ اور

(ہ) وارڈ اور ایسے لوگوں کی خورد پوش اور تعلیم و تربیت اور ترقی کے لئے جو وارڈ کے متعلقین میں ہوں اور ایسی رسومات کے انجام دینے کے لئے جس کا وارڈ مذکور یا اون لوگوں میں سے کوئی شخص فریق ہو وارڈ کی جائداد کی آمدنی کے اس جزو کو جس کی عدالت وقتاً فوقتاً ہدایت کرے۔ اور اگر عدالت ایسی ہدایت کرے تو اس جائداد کے کُل یا کسی حصہ کو کام میں لگائے

گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۳۴۔

۱۸۴۔ (۱) ہر گاہ کسی گارڈین نے جو از طرف عدالت مقرر کیا ہو یا قرار دیا گیا ہو کوئی بانڈ حسب مذکورہ بالا نہ دیا ہو تو ہر شخص عدالت کی اجازت سے مجاز اس امر کا ہوگا کہ بہ حیثیت قرابت دار اقرب ہر وقت جب تک کہ وارڈ نابالغ ہے۔ اور ان شرائط پر جن کی تصریح اوپر کی گئی گارڈین کے نام پر یا اگر وہ فوت کرے تو اس کے قائم مقام قانونی کے نام پر واسطے حساب اس شئے کے جو گارڈین مذکور کو جائداد اور وارڈ کی بابت ملی ہو۔ نالش رجوع کرے اور نیز مجاز اس بات کا ہوگا کہ نالش مذکور میں بہ حیثیت وارڈ کے امین کے ایسا مبلغ زر جو گارڈین یا اس کے قائم مقام سے جیسی صورت ہو واجب الوصول پایا جائے وصول کرے۔

(۲) دفعہ ماتحتی (۱) کے احکام جہاں تک کہ وہ نالش بنام گارڈین سے متعلق ہیں مجموعہ ضابطہ دیوانی (ایکٹ نمبر ۱۴ سنہ ۱۸۸۲ء) کی دفعہ ۴۴۰[1] کے احکام کے جیسی کہ اس کی اس ایکٹ کے ذریعہ سے ترمیم ہوئی ہے پابند ہونگے۔

گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۱۰۵۔

ہر سہ دفعات ماسبق کے ہم مضمون شرع محمدی میں کوئی احکام نہیں گارڈین اور وارڈ ایکٹ میں دو ولیوں سے ایک کو تنہا بغیر شمولیت دوسرے کے کام کرنے کے اختیار کی نسبت

[1] اب ایکٹ ۵ سنہ ۱۹۰۸ء کی دفعہ آرڈر ۳۲ رول ۴ ہے۔

کوئی حکم درج نہیں شرع محمدی میں اس کے متعلق دیکھو بیلی صاحب صفحہ ۶۷۰۔

۱۸۵۔ شرع محمدی کے مندرجہ ذیل قواعد ان اشخاص سے متعلق ہو سکتے ہیں جو بروئے شرع جائداد نابالغ کے سربراہ ہونے کے مستحق ہیں۔ لیکن جنہوں نے اپنے آپ کو تابع احکام ایکٹ ہذا کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

(۱) باپ نہ کہ کوئی اور ولی اس قرضہ کے عوض میں جو اس کو بچہ سے پانا ہو اس کا اسباب اپنے پاس یا اپنے بچوں میں سے کسی اور نابالغ بچے کے پاس گرو کر سکتا ہے۔ بچہ کو اختیار نہیں کہ بلوغت پر پہنچکر اس گرو کو فسخ کرے۔

(۲) ہر ولی کو اختیار ہے کہ اس روپیہ کی ضمانت میں جو اس نے وارڈ کی ضروریات زندگی کے خرید کرنے میں دیا ہو۔ اس کا کچھ حصہ اسباب اپنے پاس گرو کرے۔

(۳) باپ یا دوسرا گارڈین (ولی) اپنے وارڈ کے اسباب کو اپنے قرضہ کے عوض میں مکفول کر سکتا ہے۔

ہندوستان کا عام قانون درباب اختتام میعاد ولایت

۱۸۶۔ دو یا دو سے زیادہ اشتراک گارڈینوں میں سے ایک نے فوت ہونے پر باقی ماندہ گارڈینوں یا گارڈین کی گارڈینی جب تک کہ عدالت کی طرف سے پھر مقرر نہ ہو جاری رہے گی۔

گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۳۸۔

بیلی صاحب صفحہ ۷۱ سے ظاہر ہوتا ہے کہ شرع محمدی کا یہ قاعدہ ہے کہ جو فعل ایک ولی دوسرے ولی کی زندگی میں تنہا نہیں کر سکتا۔ دوسرے کی وفات کے بعد بھی سپانذ نہیں کر سکتا۔ الّا اس صورت میں کہ عدالت صریحًا اس کو تنہا کرنے کی اجازت دے۔

۱۸۷۔ (۱) عدالت کو اختیار ہوگا کہ کسی شخص ذی غرض کی طرف سے درخواست گذرنے پر یا حسب تحریر اپنے کسی گارڈین کو جو از طرف عدالت مقرر ہوا یا قرار دیا گیا ہو یا جو بذریعہ وصیت نامہ یا اور دستاویز کے مقرر ہوا ہو وجوہات مرقوم الذیل میں سے کسی وجہ پر موقوف کر دے۔ یعنی۔

(الف) اپنی امانت میں خیانت کی وجہ سے یا

(ب) اپنی امانت کے کارہائے منصبی کی بجا آوری میں پے درپے قصور کرنیکی وجہ سے یا

(ک) گارڈین وارڈز ایکٹ کے یا عدالت کے کسی حکم کو مستند نہ ماننے کی وجہ سے۔ یا
(و) کسی ایسے جرم میں مجرم ہونے کی وجہ سے۔ جو عدالت کی رائے میں ایسا عیب اس کے اطوار میں لگائے جس سے وہ اپنے وارڈ کا گارڈین ہونے کے لائق نہ رہے۔ یا
(ز) ایسی غرض کے رکھنے کی وجہ سے جو دیانت کے ساتھ اس کے کارہائے منصبی کے بجالانے کی مخالف ہو۔ یا
(ح) عدالت کے علاقہ اختیار کی حدود ارضی کے اندر سکونت چھوڑ دینے کی وجہ سے یا
(ط) جائداد کے گارڈین کی صورت میں دیوالہ نکلنے یا مفلس ہو جانے کی وجہ سے۔ یا
(ی) اس قانون کی رو سے جس کا نابالغ تابع ہو گا۔ گارڈین کی گارڈینی کے موقوف ہو جانے یا مستوجب موقوفی ہونے کی وجہ سے۔
مگر شرط یہ ہے کہ وہ گارڈین جو بذریعہ وصیت نامہ یا دوسری دستاویز کے مقرر ہوا ہو خواہ وہ اس ایکٹ کے رو سے قرار دیا گیا ہو۔ یا قرار نہ دیا گیا ہو۔ برطرف نہیں کیا جائیگا۔
(الف) اس وجہ سے جو ضمن (ز) میں درج ہے۔ الا اس صورت میں کہ غرض مخالف اس شخص کی موت کے بعد پیدا ہو جس نے اسے مقرر کیا تھا۔ یا یہ دکھایا جائے۔ کہ جس شخص نے مقرر کیا تھا اور تقرر کو بحال رکھا تھا غرض مخالف کے وجوہ سے ناواقف تھا۔ یا
(ب) اس وجہ سے جو ضمن (ح) میں مندرج ہے۔ الا اس صورت میں کہ گارڈین مذکور ایسے مقام میں سکونت اختیار کرے جہاں رہ کر عدالت کی رائے میں گارڈین کے لوازم خدمات کا انجام کرنا اس کے لئے ناممکن ہو۔

گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۳۹۔

فقرہ (ی) کے متعلق یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ شرع محمدی کے رو سے ماں کا اختیار ولایت ذات اپنے نابالغ لڑکے کی صورت میں ۷ برس کی عمر میں اور نابالغ لڑکی کی صورت میں بالغ ہونے اور دوسرے شوہر سے نکاح ثانی کرنے پر اور بعض دیگر صورتوں میں ختم ہو جاتا ہے۔ دفعہ ہذا کے احکام بہ نسبت احکام مندرجہ ہدایہ ۶۹۸ و بیلی ۶۶۹ زیادہ وسیع اور درست ہیں لیکن فرق صرف یہ ہے کہ شرع محمدی میں یہ ہدایت ہے کہ اگر ولی کچھ بھی نا قابل ہو تو خواہ اس کی بد اعمالی نہ ہو۔ تو قاضی کو چاہیے کہ اس کے ساتھ کسی دوسرے متعلق کو ولی مقرر کرے (دولسن ضمیمہ صفحہ ۱۸۳)

۱۸۸ - (۱) اگر کوئی گارڈین جو عدالت کی طرف سے مقرر ہوا یا قرار دیا گیا ہو اپنے عہدہ سے مستعفی ہونا چاہے تو وہ اس سے برخواست کر دئیے جانے کے لئے عدالت میں درخواست کر سکتا ہے۔

(۲) اگر عدالت کو معلوم ہو کہ درخواست کی وجہ کافی ہے تو عدالت اس کو برخاست کر دے گی۔ اور اگر درخواست کرنے والا گارڈین کلکٹر ہو اور لوکل گورنمنٹ اس کے برخاست کر دئیے جانے کی درخواست منظور کرے تو عدالت بہرصورت اس کو برخاست کر دے گی۔

گارڈین اور وارڈس ایکٹ دفعہ ۴۰۔ بیلی صاحب صفحہ ۶۷۶ سے مقابلہ کرو۔

کرخی نے لکھا ہے کہ اگر کوئی وصی اپنا منصب قبول کر لے یا بعد وفات وصی اس کے ترکہ کا کوئی جزو منتقل کر دے۔ اور بعدا پنے منصب سے سبکدوش ہونا چاہے تو وہ شرعاً ایسا نہیں کر سکتا۔ سوائے اس کے کہ وہ حاکم کے روبرو حاضر ہو کر ایسا کرے اور جب وہ اس طرح حاضر ہو تو جج کو اس بات پر غور کرنے کے بغیر اس کو سبکدوش نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ وہ اپنے فرائض منصبی کو مناسب طور پر انجام دینے کے قابل ہے اور صرف اس حالت میں اس کو سبکدوش کرنا چاہیئے جب کہ یہ اطمینان ہو کہ وہ کام کرنے کے ناقابل ہے یا کام کی کثرت ہے۔

۱۸۹ - ذات نابالغ کے گارڈین کا اختیار نیچے کی لکھی ہوئی باتوں سے جاتا رہتا ہے

(الف) اس کے وفات پانے پر یا برطرف کئے جانے پر یا برخاست ہونیسے یا

(ب) جب کہ کورٹ آف وارڈس ذات نابالغ کی نگرانی کا ذمہ لیلے۔ یا

(ج) وارڈ کے سن بلوغ کو پہونچنے سے۔ یا

(د) وارڈ جنس اناث کی صورت میں اس کا ازدواج ایسے شخص سے ہو جانے سے جو اس کی ذات کے گارڈین ہونے کے ناقابل نہ ہو اور اگر گارڈین از طرف عدالت مقرر کیا یا قرار دیا گیا ہو تو اس کا ایسے شخص سے ازدواج ہو جانے سے جو عدالت کی رائے میں ویسا ناقابل نہ ہو۔ یا

(ہ) کسی ایسے وارڈ کی صورت میں جس کا باپ ذات وارڈ کے گارڈین ہونے کے قابل نہ ہو تو باپ کی ناقابلیت بند ہو جانے سے یا اگر باپ عدالت کی رائے میں

ویسا نا قابل ٹھیرے تو عدالت کی رائے میں اس کی ویسی نا قابلیت کے جاتے رہنے سے
گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۴۱ (۱) جزء
ضمن (د) کا حصہ دوم فضول معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ نا قابلیت کا سوال عدالت نے
فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ خواہ ولی عدالت کی طرف سے مقرر ہوا ہو یا نہ۔ لیکن شائد
تفاوت کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ولی کے اختیارات جو عدالت کی طرف سے منظور نہ
ہوا ہو وارڈ کے نکاح پر خود بخود معدوم ہو جاتے ہیں۔ الا اس صورت میں کہ کوئی شخص
خاوند نابالغہ کی نا قابلیت ثابت کرنے کے متعلق عدالت میں درخواست دے۔ لیکن
اگر ولی عدالت کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو تو وہ اوس وقت تک ولی رہے گا جب تک
کہ نابالغہ کا خاوند اس کی حضانت کا مستدعی نہ ہو۔ (ولسن صاحب صفحہ ۱۰۵)۔
۱۹۰۔ جائداد کے گارڈین کا اختیار نیچے لکھی ہوئی باتوں سے جاتا رہتا ہے۔
(الف) اس کے وفات پانے پر یا برطرف کئے جانے یا برخاست ہونے سے۔ یا
(ب) جب کہ کورٹ آف وارڈس وارڈ کی جائداد کے اہتمام کا ذمہ لیلے۔ یا
(ج) وارڈ کے سن بلوغ کو پہونچنے سے۔
گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۴۱ (۲)۔
۱۹۱۔ (۱) ہر نابالغ جس کی ذات یا جائداد یا دونوں کے لئے کوئی گارڈین سوا اس
گارڈین کے جو حسب منشاء باب ۳۱ مجموعہ ضابطہ دیوانی (ایکٹ نمبر ۱۴ ۱۸۸۲ء) کسی نالش
کا گارڈین از طرف عدالت مقرر ہوا یا قرار دیا گیا ہو یا آئندہ مقرر کیا یا قرار دیا جائے قبل اس
کے کہ نابالغ ۱۸ برس کی عمر کو پہونچے اور ہر نابالغ جس کی جائداد کا اہتمام کسی کورٹ آف
وارڈس نے قبل اس کے کہ نابالغ اس عمر کو پہونچ گیا ہو۔ یا آئندہ لے۔ جس وقت
کہ اپنی عمر کا اکیسواں سال تمام کر چکے ایسا متصور ہوگا کہ بحد بلوغ پہونچ گیا۔ مگر قبل
اس کے نہیں۔
(۲) ہر دوسرا شخص جو برٹش انڈیا میں سکونت مستقل رکھتا ہو۔ جب پورے اٹھارہ
برس کی عمر کا ہو چکے تو ایسا متصور ہوگا کہ بحد بلوغ پہونچ گیا مگر قبل اس کے نہیں۔
(۳) یہ قواعد کسی مسلمان کے اس منصب میں کہ وہ امور مفصلہ ذیل میں یعنی (ولی یا موکل)
ازدواج یا مہر یا طلاق کی نسبت کوئی عمل کرے۔

ایکٹ بلوغت ہند مصدرہ ۱۸۷۵ء۔ دفعہ ۳ و ۴ جس طرح پر کہ ایکٹ ۸ ۱۸۹۰ء کی دفعہ ۵۲ سے ترمیم ہوئی ہے۔

۱۹۲- جب کسی وجہ سے گارڈین کے اختیارات جاتے رہیں تو عدالت اس کو اور جو وہ فوت کر جائے تو اس کے قائم مقام کو یہ حکم کر سکتی ہے کہ جس طرح پر کہ وہ ہدایت کرے ہر ایسی جائداد جو اس کے قبضہ یا ضبط و نگرانی میں ہوں اور وارڈ کی ملک ہو یا ایسے حسابات جو اس کے قبضہ یا ضبط و نگرانی میں ہوں اور وارڈ کی کسی گذشتہ یا حال کی جائداد سے متعلق ہوں حوالہ کرے۔

جب کہ وہ حسب ہدایت عدالت جائداد یا حسابات مذکور حوالہ کر دے۔ تو عدالت یہ قرار دے سکتی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں سے بری ہو گیا۔ بجز بہ نسبت کسی ایسے فریب کے جو بعد ازاں ظاہر ہو۔

گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۴۱ (۳) و (۴)۔

۱۹۳- جب کہ کوئی گارڈین جو از طرف عدالت مقرر کیا یا قرار دیا گیا ہو برخاست کر دیا جائے یا اوس قانون کے رو سے جس کا وارڈ تابع ہے کام کرنے کے متعلق اس کا حق جاتا رہے یا جب کہ کوئی ویسا گارڈین یا دہ گارڈین جو بذریعہ وصیت نامہ یا اور دستاویز کے مقرر ہو برطرف کیا جائے یا فوت کرے تو عدالت اپنی تحریک سے یا درخواست تحت دفعہ ۶۲ = دفعہ ۸ - ایکٹ) کے گذرنے پر اگر وارڈ اس وقت تک نابالغ ہے تو اس کی ذات یا جائداد یا دونوں کے لئے جیسی کہ صورت ہو دوسرا گارڈین مقرر کر سکتی یا قرار دے سکتی ہے

گارڈین اور وارڈ ایکٹ دفعہ ۳۴۔

۱۹۴- اصطلاحات کے جو معنے اس دفعہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ کل باب میں ان کے وہی معانی سمجھے جائینگے۔

گذارہ سے خوراک پوشاک اور مکان سکونتی (حسب حیثیت گذارہ دہندہ) مراد ہے
نابالغ و بالغ اور ان کے مترادف الفاظ کے وہی معنی ہوں گے جو ایکٹ بلوغت ہند مصدرہ
۱۸۷۵ء میں بیان کئے گئے ہیں نہ کہ وہ جو شرع محمدی میں مذکور ہیں۔
مرفہ الحال سے مراد اس قدر دولت کا مالک ہونا ہے۔ کہ شرع محمدی کے رو سے اس پر
زکوٰۃ دینا واجب ہو اور مال زکوٰۃ میں سے خیرات لینا اس کو منع ہو (اہل نصاب) جب
کبھی ہندوستان میں یہ سوال پیدا ہو تو عدالت اس امر کی نسبت شہادت لیگی۔ کہ زکوٰۃ کے
وصول کرنے اور خرچ کرنے کا کیا قاعدہ ہے۔
بیلی صاحب صفحہ ۴۳۴۔ بحوالہ درالمختار) ۔
تعلیم یا امداد طبی کا کوئی ذکر نہیں ۔ دفعہ ۲۔ ایکٹ ۹ ۱۸۷۵ء ملاحظہ طلب ہے ۔
الفاظ حسب حیثیت گذارہ دہندہ نہایت ضروری ہیں۔ لیکن اسلامی اسناد اس پر بہت
کم روشنی ڈالتی ہیں۔ بیلی صاحب کے صفحہ ۴۵۸ پر بحوالہ حلواری موقوم ہے کہ اچھے
خاندان کے لڑکے خواہ وہ جسمانی طور پر مضبوط ہوں اپنے گذارہ کے لئے کام پر نہیں
لگائے جانے چاہئیں ۔
دفعہ ۲۔ ایکٹ بلوغت ہند ۱۸۷۵ء میں حسب ذیل مستثنیات ہیں :-
(۱) نکاح ۔ مہر ۔ طلاق اور تبنیت کے متعلق کسی شخص کی قابلیت ۔
(۲) مذہب اور مذہبی رسم ورواج ۔
لیکن ان میں قرابتیوں کا گذارہ شامل نہیں ہے ۔
۱۹۵ ۔ کوئی شخص سوائے زوجہ کے جو اپنا گذارہ اپنی جائداد سے کرنے کی استطاعت
رکھتا ہے کسی دوسرے سے گذارہ لینے کا مستحق نہیں ۔ تمام قواعد مندرجہ باب ہذا اس
شرط سے مشروط سمجھے جاویں گے ۔
بیلی صاحب صفحہ ۴۵۵۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۶۱۔ و ۴۶۳۔
گذارہ تاریخ ڈگری سے واجب ہوتا ہے۔ اور ڈگری دینے کے وقت گذشتہ عرصہ کا
گذارہ نہیں دلایا جاسکتا۔ ۲۶ کلکتہ ۱۳۱ ۔
الّا اس صورت میں کہ فریقین کے درمیان باہمی اقرار ہو۔ (پنجاب ریکارڈ ۷۵ ۱۹۰۸ء) ۔
لیکن اگر ڈگری یا اقرار کے بعد زوجہ اپنے گذارہ کے لئے قرضہ اٹھائے تو خاوند اسکے

قرض خواہ کا ذمہ وار ہوگا ۔ مذہبی مکان کا مالک (خادم) گذارہ کا مستحق ہے ۔ (پنجاب ریکارڈ ۴۸ ۱۸۶۶ء) ۔

ہدایہ صفحہ ۱۴۴ پر مرقوم ہے کہ ہر ایک شخص کا خواہ وہ بالغ ہوں یا نابالغ گذارہ اُس کی اپنی جائداد سے ملنا چاہیئے ۔

۱۹۶ ۔ ہر مرد کو چاہیئے کہ اپنے نابالغ پسر کو اس وقت تک گذارہ دے کہ وہ اپنی محنت سے گذارہ کرنے کے قابل ہو جائے لیکن اس کو اختیار ہے کہ لڑکے کو اپنے زیر نگرانی کام پر لگائے یا کام کے لئے غیر کے حوالہ کرے ۔ اور اس کی محنت یا مزدوری کے روپیہ میں سے گذارہ کا روپیہ وصول کرے لیکن شرط یہ ہے کہ جس کام پر لڑکا لگایا جائے وہ اس کی طاقت سے باہر نہ ہو اور نہ اس کی حیثیت کے نامناسب ہو اور نہ اس پیشہ کے ناموافق ہو جو آخرکار اس کو اختیار کرنا ہے جب لڑکا بالغ ہو جائے تو اس کی آمدنی کی بچت جمع کر کے اس کے حوالہ کرنی چاہیئے ۔

بیلی صاحب صفحہ ۴۵۶ ۔ ۴۵۸ ۔

۱۹۷ ۔ باپ پر ضرور ہے کہ اپنی ناکتخدا دختروں کو گذارہ دے ۔ لیکن اوس پر یہہ فرض نہیں کہ وہ اپنے بالغ پسران کو گذارہ دے سوائے اس کے کہ بوجہ ضعف جسمانی یا مرض کے ناقابل ہوں ۔ صرف یہ امر کہ بچے اپنی نابالغی میں اپنی ماں کی حفاظت میں ہیں ۔ باپ کو اس فرض سے سبکدوش نہیں کرتا کہ وہ ان کو گذارہ دے ۔

اگر باپ مفلس الحال ہو یا اپنی محنت سے گذارہ کرنے کے ناقابل ہو تو ماں کا فرض ہے کہ وہ اپنی ناکتخدا دختران اور اپنے اُن بالغ پسران کو جو کام کرنے کے ناقابل ہوں گذارہ دے ۔

ہدایہ ۱۴۸ ۔ بیلی صاحب ۴۵۴ ۔ ۴۵۸ ۔

بیلی صاحب صفحہ ۴۵۸ میں مرقوم ہے کہ باپ کو چاہیئے کہ اپنی دختروں کو ۔ جب کہ ان کی کوئی جائداد نہ ہو ان کے ناکتخدا ہونے تک گذارہ دے ۔

اس فقرہ کی وجہ سے یہ امر مشتبہ ہو گیا ہے ۔ کہ آیا بیوہ اور مطلقہ دختران کسی حال میں گذارہ کی دعویدار ہو سکتی ہیں ۔ لیکن یہ سوال شاذ و نادر پیدا ہوتا ہے ۔ کیونکہ ایسی دختران عموماً جائداد (مثلاً مہر وغیرہ) کی مالک ہوتی ہیں ۔

لیکن قاضی خاں صفحہ ۴۸۳ پر مرقوم ہے کہ ایک مفلس شخص ماسوائے چار اشخاص ذیل کے

اور کسی کو گذارہ دینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

(۱) اپنا نابالغ بچہ (۲) اپنی دختر جو رشد حاصل کر چکی ہو۔ خواہ ناکتخدا ہو یا کتخدا۔ (۳) اپنی زوجہ (۴) اپنے مقدم۔

کتاب مذکورہ کے صفحہ ۴۷۷ پر کہا ہے کہ خاوند تنہا گذارہ زوجہ کا ذمہ وار ہوتا ہے۔ اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہوتا۔

۱۹۸۔ بالغ پسر کو جو کام کرنے کے ناقابل ہو یا بالغ دختر کو ماں اگر زندہ اور مرفہ الحال ہو باپ گذارہ دینے کی ذمہ وار ہے۔

اس قاعدہ کو اصول حنیف وحسن کہتے ہیں۔

(ہدایہ کتاب ۴ باب ۱۵ صفحہ ۱۴۸) - لیکن ظہر روایات میں مرقوم ہے کہ تنہا باپ گذارہ کا ذمہ وار ہے۔

۱۹۹۔ باپ اپنے نابالغ بچوں کو گذارہ دینے کا بہر حال ذمہ وار ہے۔ خواہ وہ مرفہ الحال ہو یا نہ ہو۔ جب تک وہ اپنی محنت سے گذارہ کر سکتا ہے اس کو لازم ہے کہ بچوں کو بھی گذارہ دے۔ اور جس شخص پر یہ واجب ہے کہ باپ کے مفلس یا ضعیف ہونے کی حالت میں گذارہ دے۔ اس پر یہ بھی لازم ہے کہ بچوں کو بھی گذارہ دے۔ لیکن جب کسی وقت کوئی جائداد باپ کے قبضہ میں آجائے تو جو شخص گذارہ دیتا رہا ہے وہ باپ سے واپسی کا مستحق ہوگا۔ لیکن باپ کی یہ ذمہ واری کہ اپنے بالغ لیکن ضعیف پسر یا نابالغ ناکتخدا دختر کو گذارہ دے صرف اس حالت میں ہوتی ہے کہ وہ مرفہ الحال ہو اور اس پر واجب نہیں کہ ان کے فائدہ کے لئے محنت کرے۔

بیلی صاحب نے صفحہ ۴۶۲ میں لکھا ہے کہ اگر باپ مفلس ہو اور اس کے نابالغ بچے محتاج ہوں لیکن بالغ پسر مرفہ الحال ہو تو بالغ پسر پر واجب ہے کہ باپ اور بچوں کو گذارہ دے ہدایہ صفحہ ۱۴۸ میں بجائے مرفہ الحال کے دولتمند کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

اگر کسی مفلس شخص کے بچے ہوں اور وہ خود کمانے کے قابل ہو تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ مزدوری سے کماوے اور اگر وہ انکار کرے تو قید کیا جاسکتا ہے۔ (بیلی صاحب صفحہ ۴۵۶) - اس کے بعد مرقوم ہے کہ اگر وہ کما نہ سکے تو بھی عدالت کو چاہیئے کہ اس کے برخلاف ڈگری صادر کرے۔ اور ماں کو ہدایت کرے کہ وہ قرض لیلے۔ اور جسوقت وہ

مرفہ الحال ہو جائے تو اس سے وصول کرے۔ لیکن اگر قرض اٹھانا ہو تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں باپ کو ہی قرض اٹھانے کی ہدایت نہ کی جاوے۔ اور کیوں یہ ذمہ داری ماں پر ڈالی جائے اور کب ممکن ہے کہ ان حالات میں انہیں کوئی شخص قرض دیگا غالباً قرض اٹھانے کی بجائے قرض دینا چاہیئے۔ اگر ماں کے پاس اپنی کوئی جائداد ہو۔

باپ پر بچوں کے گذارہ اور پرورش کی ذمہ واری بمقابلہ ماں کے زیادہ تر لازم ہے یہاں تک کہ اگر باپ مرفہ الحال ہو تو ماں کے لئے یہ بھی لازم نہیں کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ دے۔ بلکہ باپ کا فرض ہے کہ وہ ان کے لئے دایہ رکھے۔ اِلّا اس صورت میں کہ بچے اس کا دودھ لینے سے انکار کریں۔ پس ماں کا فرض بغرض گذارہ بچگان خود صرف بمانند اس نزدیکی کے رشتہ دار کے ہے۔ جو مرفہ الحال ہے اور جس کا فرض ہے کہ وہ اپنے مفلس قرابتیوں کو گذارہ دے۔

اگر ایک بالغ لڑکا کمزور اور لنگڑا لولا ہو یا اس کے دونوں ہاتھ موجود نہ ہوں جن سے وہ کام کر سکے۔ یا فاتر العقل یا مفلوج ہو۔ اور اس کے پاس جائداد ہو تو اس کی اپنی جائداد سے گذارہ دیا جاوے گا۔ لیکن اگر اس کی جائداد نہیں ہے اور اس کا باپ اور ماں مرفہ الحال ہوں تو باپ کا فرض ہے کہ اس کو گذارہ دے۔ (بیلی صاحب صفحہ ۴۵۸)۔ ماں کے شامل کرنے کا منشاء غالباً یہ ہے کہ اس کا حق گذارہ بطور زوجہ پسر سے مقدم ہوگا۔ بہرحال اس فقرہ سے صاف عیاں ہے کہ ایسے لڑکے کی حالت میں جو کام کرنے کے ناقابل اور مفلس ہو ایسے باپ کے لئے جو مرفہ الحال نہ ہو لازم نہیں کہ محنت مزدوری کر کے اس کو گذارہ دے۔ اسی طرح سے ہدایہ صفحہ ۱۴۸ میں مرقوم ہے کہ زوجہ ممنوعہ کے رشتہ داران کا گذارہ مفلس شخص پر لازم نہیں لیکن زوجہ اور نابالغ بچوں کو گذارہ دینا لازم ہے۔

۲۰۰۔ اگر باپ مرجاوے یا بوجہ افلاس اپنے نابالغ یا ضعیف پسران کو یا نا کتخدا دختران کو گذارہ نہ دے سکے تو ماں گذارہ دینے کی ذمہ وار ہے۔ اس کے بعد دادا پھر بھائی اگر وہ مرفہ الحال ہوں گذارہ دینے کے ذمہ وار ہیں۔ لیکن جب باپ مرفہ الحال ہو جائے تو گذارہ دہندہ مستحق ہے کہ باپ سے گذارہ واپس لے۔

بیلی صاحب صفحہ ۴۵۵ - ۴۵۹ - ۴۶۲ - ہدایہ ۱۴۸۔

لیکن گزارہ دہندہ اوس صورت میں واپسی کا مستحق نہیں - اگر گذارہ ایسے بچوں کو ادا کیا گیا ہو جن کو گذارہ دینا باپ کے لئے نہ صرف مرفہ الحال میں بلکہ افلاس میں بھی ضروری ہو۔ اور نیز جب کہ باپ بوجہ افلاس نہیں بلکہ بوجہ ناقابل ہونے کام کرنے کے گذارہ دینے سے معذور ہو۔ ایسی صورت میں دیگر مرفہ الحال رشتہ دار پر لازم ہے کہ وہ گذارہ دیں۔ لیکن چچا یا تایا سے دور کا رشتہ دار گذارہ کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ دولسن صاحب صفحہ ۲۱۶ -

۲۰۱ - بلا لحاظ تمام قواعد متذکرہ صدر کوئی مسلم یا غیر مسلم جو کافی استطاعت رکھتا ہو اگر اپنی اولاد حلال یا حرام کو گذارہ دینے سے انکار یا غفلت کرے تو ہندوستان کے عام قانون کے رو سے وہ اس امر پر مجبور کیا جا سکتا ہے کہ ایسے بچے کے گذارہ کے لئے اس قدر ماہانہ کفالت دے - جو یک صد روپیہ سے زیادہ نہ ہو اور عدم ادائگی کی صورت میں ایک ماہ قید رہے -

مجموعہ ضابطہ فوجداری دفعہ ۴۸۸ - لغائیت ۴۹۰ -

اگر اولاد حرام ہو تو ماں کا اس کے واپس دینے سے انکار کرنا گذارہ دینے سے انکار کرنے کے لئے کافی وجہ نہیں ہو سکتی - ۱۹ مدراس ۴۶۱ -

ماں بھی ان احکام کی پابند ہے - دولسن صفحہ ۲۱۲) -

۲۰۲ - ہر شخص مرفہ الحال خواہ وہ جنس ذکور سے ہو یا اناث سے اس بات کا ذمہ دار ہے کہ درجہ ممنوعہ میں ہر مفلس رشتہ دار کو گذارہ دے جو اگر جنس ذکور سے ہے تو نابالغ یا ضعیف ہے اور اگر جنس اناث سے ہے تو کتخدا ہے یا اگر کتخدا ہے تو اس کا شوہر اس کو گذارہ دینے کے ناقابل ہے - یا انکار کرتا ہے لیکن اس اخیر صورت میں گذارہ دہندہ خاوند سے اس بات کا دعویدار ہو سکتا ہے - کہ اگر اس کی جائداد نہ ہو تو مزدوری کر کے اس کا یافتنی روپیہ ادا کرے -

بیلی صاحب صفحہ ۴۶۳ -

شافعی مسلک کے مطابق درجہ ممنوعہ میں کسی نسبی رشتہ دار کو سوائے سلسلہ متصاعدہ اور متنزلہ کے گذارہ دینے کی ذمہ داری نہیں -

اگر کوئی رشتہ دار دوسرے رشتہ دار کی زوجہ کو گذارہ دے تو وہ اس شخص سے واپس وصول کر سکتا ہے - کیونکہ غریب اور امیر دونوں کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی

اور بچوں کو گذارہ دے - پس ایک مفلس شخص کے لئے لازم ہے کہ وہ محنت مزدوری کر کے اپنی زوجہ کو گذارہ دے اور اون اشخاص کا قرض ادا کرے جنہوں نے اس کی زوجہ کو گذارہ دیا ہو - (ولسن صاحب صفحہ ۲۰۳) -

۲۰۳ - مرفہ الحال بچے اپنے حقیقی والدین کو (نہ کہ سوتیلے کو) جو مفلس ہوں گذارہ دینے کے ذمہ وار ہیں - خواہ والدین مزدوری کر کے کچھ کمانے کے ناقابل ہی ہوں یہ ذمہ داری بالحاظ اضافی (نسبی) دولتمندی اور حیثیت کے ہوتی ہے - مرفہ الحال پسر یا دختر کو تمام اخراجات گذارہ دینے کے لئے مجبور کیا جاسکتا ہے - البتہ اس کو اختیار ہے کہ بعد ادائیگی دوسروں سے مساوی حصہ وصول کرے -

تشریح - الف کا جس کی کوئی ایسی جائداد نہیں جس سے کچھ آمدنی ہو ایک پسر ب ہے جس کی جائداد مالیتی ایک لاکھ روپیہ ہے - اور دختر ج ہے - جس کی جائداد مالیتی ۵۰ ہزار روپیہ ہے - عدالت کی رائے میں آ کے گذارہ کے لئے ایک سو روپیہ ماہوار درکار ہے - عدالت کو اختیار ہے کہ ب اور ج کو حکم دے کہ ۵۰ ماہوار ادا کریں اور اگر ان میں سے کوئی اداء کرنے سے قاصر رہے تو عدالت اس کمی کو دوسرے کی جائداد سے وصول کر سکتی ہے - لیکن اس دوسرے شخص کو اختیار ہے کہ قاصر سے بذریعہ نالش جداگانہ وصول کرے

بیلی صاحب صفحہ ۴۶۱ - ہدایہ صفحہ ۱۴۸ -

ہدایہ صفحہ ۱۴۸ میں صاف طور پر مرقوم ہے کہ اگر والدین کو اپنے گذارہ کے لئے محنت کرنی پڑے تو انہیں تکلیف ہوگی اس لئے اولاد کا فرض اعظم ہے - کہ وہ اپنے والدین کو اس تکلیف سے بچا دے - اسی وجہ سے اولاد پر لازم ہے کہ وہ اپنے والدین کو گذارہ دیں - خواہ والدین کام کرنے کے قابل ہی ہوں -

فتوائے عالمگیری کے بموجب اس امر کی نسبت اختلاف رائے ہے (بیلی صاحب صفحہ ۴۶۲) -

سوتیلے والدین کے متعلق بیلی صاحب کے صفحہ ۴۶۱ پر مرقوم ہے کہ ایک لڑکے کے لئے لازم نہیں کہ وہ اپنے باپ کی زوجہ کو جو اس کی حقیقی ماں نہیں گذارہ دے - الا اس صورت کے کہ بلا گذارہ وہ اس کے باپ کی خدمت نہ کر سکتی ہو - اسی لئے ایک پسر اپنی ماں کے خاوند ثانی کو گذارہ دینے کا ذمہ دار نہیں - کیونکہ اس صورت میں جو امداد

وہ اپنی ماں کو دے وہ بھی وہ اس کے خاوند سے واپس لے سکتا ہے۔ (بیلی صاحب صفحہ ۴۶۳)۔

۲۰۴۔ بیٹے پر جو مرفہ الحال نہ ہو واجب نہیں کہ والدین کو گذارہ کے لئے نقد ماہانہ دے بخصوص جب کہ اس کے اپنے بچے اور زوجہ ہوں لیکن اگر وہ اس قدر کماتا ہے کہ اس کے اپنے گذارہ اور اپنی اولاد اور بچگان کے (اگر کوئی ہوں) گذارہ سے زیادہ ہو تو اس کو چاہیئے کہ اپنی ماں کو اگر وہ مفلس ہو اور اپنے باپ کو اگر وہ مفلس اور ضعیف ہو اپنے پاس رکھ کر کھانا کھلائے اور پوتے اور نواسے کی ذمہ داری نسبت دادا اور نانا کے بھی یہی ہے۔

بیلی صاحب صفحہ ۴۶۲۔

۲۰۵۔ جو شخص مرفہ الحال نہ ہو اس پر واجب نہیں کہ اپنے کسی نسبی رشتہ دار کو سوائے ان کے جو سلسلہ متصاعدہ یا متنزلہ میں اس سے ملتا ہو گذارہ دے۔

ایک مفلس شخص کے لئے ضروری نہیں کہ وہ کسی رشتہ دار کو گذارہ دے۔ ماسوا زوجہ اور بچوں کے۔ (بیلی صاحب صفحہ ۴۶۳)۔

ہدایہ میں صفحہ ۱۴۸ پر مرقوم ہے کہ (۱) زوجہ اور بچوں کو گذارہ دینا اہم لازمی ہے۔ کیونکہ ایک شخص نکاح کرنے سے زوجہ کو گذارہ دینے کا ذمہ دار بنتا ہے۔ ورنہ نکاح کا مدعا فوت ہو جاتا ہے۔ (۲) اس کی اولاد بوجہ اس کے نطفہ سے ہونے کے اس کے جسم کا حصہ ہے جس کی پرورش کرنا اس کے لئے ایسا ہی لازم ہے جیسا کہ اپنی پرورش۔ اولاد میں لڑکے کی اولاد شامل ہے۔ کیونکہ صفحہ ۱۴۷ پر مرقوم ہے۔ کہ دادا بمنزلہ باپ کے اور دادی بمنزلہ ماں کے ہے۔

۲۰۶۔ بالعموم گذارہ دینے کی ذمہ داری رشتہ داران درجہ ممنوعہ کے درمیان ان حصص کے مطابق منقسم ہوتی ہے جن کے مطابق وہ اس شخص کی وراثت کے مستحق ہوتے جس کو گذارہ دیا جاتا ہے جب کہ وہ جائداد حاصل کرنے کے بعد فوراً بلا کسی رشتہ دار کے چھوڑنے کے فوت ہو جاتا۔

تمثیلات

(الف) ایک مفلس کا ایک دادا اور ایک پوتا ہے جو دونوں مرفہ الحال ہیں۔ دادا کو گذارہ کا

پ اور پوتا کو کچھ دینا واجب ہے۔

(ب) ماں اور دادا (سلسلہ متصاعدہ میں خواہ کتنا بلند ہو) کے درمیان گذارہ کی ذمہ داری اس طرح تقسیم ہوگی کہ ماں ⅓ اور دادا ⅔ کا ذمہ دار ہے۔ اور اگر دادا کی بجائے بھائی یا بھائی کا بیٹا (سلسلہ متنزلہ میں خواہ کتنا نیچے ہو) یا چچا (سلسلہ متصاعدہ میں خواہ کتنا بلند ہو) حقیقی ہو یا علاتی تو بھی ذمہ داری کی تقسیم اسی طرح ہوگی۔

(ج) اگر بھائی اور برادر زادہ یا چچا ہوں تو صرف بھائی گذارہ کا ذمہ دار ہے۔ کیونکہ اگرچہ یہ ہر سہ درجہ ممنوعہ میں ہیں اور وراثت کے مستحق ہیں لیکن بھائی تنہا کلی جائداد ورثہ میں لے لیگا۔

(د) اگر صرف ماموں اور چچازادہ بھائی مرفہ الحال ہوں تو صرف ماموں گذارہ کا ذمہ دار ہے کیونکہ درجہ ممنوعہ میں وہی ہے اور چچازاد بھائی نہیں۔ اگر چچا اور پھوپھی ہوں تو صرف چچا ذمہ دار ہے۔ کیونکہ اگرچہ وہ دونوں اس شخص کے جس کو گذارہ ملتا ہے۔ ایک ہی درجہ میں ملتے ہیں تاہم صرف چچا بہ اخراج پھوپھی مستحق وراثت ہے۔

بیلی صاحب صفحہ ۴۷۲۔ ہدایہ کتاب ۴۔ باب ۱۵ صفحہ ۱۴۸۔

۲۰۷۔ اگر ایسا رشتہ دار موجود ہو جو تنہا وارث ہو اور بصورت مرفہ الحال ہونے کے تنہا گذارہ دینے کا ذمہ دار ہوتا۔ تو گذارہ کا بار بحساب حصہ رسدی ان اشخاص کے ذمہ جا پڑتا ہے جو اس رشتہ دار کے فوت ہونے کی صورت میں علی قدر مراتب وارث ہوتے لیکن اگر چند اشخاص میں سے جو مشترکاً مستحق وراثت ہوں اور جو بصورت مرفہ الحال ہونے کے گذارہ دینے کے ذمہ دار ہوتے ایک شخص بوجہ افلاس بری ہو تو گذارہ کا بار دیگر اشخاص پر اس حصہ رسدی کے مطابق پہونچے گا جس کے اشخاص مذکور بری الذمہ شخص کے ہمراہ مستحق ورثہ ہوتے۔

تمثیلات

(الف) ایک مفلس کا مفلس بیٹا ب اور ایک حقیقی بھائی ج اور ایک علاتی بھائی د اور ایک اخیافی بھائی ی ہے۔ ا۔ اگر پہلے مر جاوے تو ب اس کا تنہا وارث ہوگا۔ اس لئے اگر وہ دولت مند ہے تو ا کے گذارہ کا تنہا ذمہ دار ہے۔ اگر ب مفلس ہے تو غرض ہذا کے لئے وہ غیر موجود متصور ہوگا۔ اور ا کو گذارہ دینے کی ذمہ داری ان اشخاص پر

عائد ہوگی۔ جو اس کے جائداد چھوڑ کر فوت ہونے کی صورت میں اس کے وارث ہوتے یعنی ج اور ی۔ بحساب ⅚ و ⅙۔ چونکہ ج حقیقی بھائی و علاتی بھائی کو ورثہ سے محروم کرتا ہے۔ اس لئے وہ ا کو گذارہ دینے سے بری الذمہ ہے۔

برعکس اس کے کہ اگر ا اپنے پسر ب کے بعد زندہ رہے تو وہ اس کا تنہا وارث ہوتا ہے۔ اس لئے اگر وہ دولتمند ہے تو گذارہ کا ذمہ وار ہے۔ لیکن اگر وہ مفلس ہو تو غیر موجود متصور ہوگا۔ لیکن اس صورت میں حسب سلسلہ وراثت ب کے گذارہ کا بار صرف ب کے حقیقی چچا ج پر باخراج د اس کے علاتی بھائی کے اور ی اس کے اخیافی چچا کے عائد ہوگا۔

(ب) تمثیل مذکورہ بالا میں اگر ب کو بجائے پسر کے دختر فرض کریں تو اگر ا مرجائے اور جائداد چھوڑ جائے اور تمام دیگر اشخاص اس کے بعد زندہ رہیں تو ب کو نصف بطور ذوی الفروض اور ج کو باقی نصف بطور عصبہ ملے گا۔ اور د و ی کو کچھ نہ ملے گا۔ لیکن اگر ا ب کے بعد فوت ہو تو ج اور ی کو ⅚ اور ⅙ ملے گا۔ جب ا زندہ ہو اور سوال یہ ہو کہ گذارہ کا ذمہ وار کون ہے تو ب بوجہ افلاس بری الذمہ ہوگا۔ لیکن غیر موجود متصور نہ ہوگا۔ جیسا کہ تمثیل گذشتہ میں تھا۔ یعنی ی اس وجہ سے کہ ا کا دوسرے درجہ کا وارث ہے۔ گذارہ کے حصہ کا ذمہ وار نہیں۔ کیونکہ ج جو تنہا وارث ہوگا کل گذارہ کا ذمہ وار ہوگا۔ دبیلی صاحب صفحہ ۴۶۴ و ۴۶۵)۔

۲۰۸۔ صورت ہائے مندرجہ ذیل میں بلالحاظ قواعد وراثت کے گذارہ کی ذمہ داری منقسم ہوتی ہے۔

(۱) والدین اور بچوں کی حالت میں اگر بچے مرفہ الحال ہوں تو وہ تنہا ذمہ وار ہیں اگرچہ والدین یا والدہ بچوں کے مقابلہ میں ورثہ میں کم از کم ⅙ کے مستحق ہیں۔

(۲) ماں اور باپ کی حالت میں باپ تنہا ذمہ وار ہے۔ اگرچہ ماں ورثہ میں ⅓ اور غالباً ⅙ کی مستحق ہے۔

(۳) پسر اور دختر کی حالت میں دونوں ذمہ وار ہیں۔ اگرچہ پسر ورثہ میں ⅔ کا مستحق ہے۔

(۴) باپ اور پوتا کی حالت میں صرف باپ ذمہ وار ہے۔ اگرچہ پوتا کو ورثہ کا ⅚ ملے گا۔

(۵) دختر اور پوتا کی حالت میں دختر تنہا ذمہ وار ہے۔ اگرچہ پوتا ورثہ میں مساوی حصہ پائیگا۔

(۶) نواسہ یا نواسی تنہا ذمہ وار ہونگے خواہ حقیقی یا علاتی بھائی موجود ہو۔ جو بہ اخراج نواسہ یا نواسی وارث ہوتا ہے۔

(بیلی صاحب صفحہ ۴۷۳ و ۴۷۴)۔

بعض اسناد کے بموجب باپ اور دادا یکساں ذمہ وار ہیں۔ لیکن بعض کے خیال میں دادا صرف ⅙ کا ذمہ وار ہے۔ کیونکہ ماں ورثہ میں ⅙ کی مستحق ہے۔ بیلی صاحب صفحہ ۴۶۷-۴۶۸ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ کہ جن صورتوں میں اس کا حق ورثہ ⅙ ہوگا۔ اُن صورتوں میں وہ گذارہ کے ⅙ کی ذمہ دار ہوگی۔

بعض مفتیان کی رائے میں پسر اور دختر کی حالت میں پسر ⅔ کا ذمہ وار ہے۔ اور دختر ⅓ کی۔ لیکن مصنف قاضی خاں کی رائے میں دونوں مساوی ذمہ وار ہیں۔ بقول مصنف قاضی خاں نانا بھائی کے برابر ذمہ وار ہے۔ لیکن دیگر اسناد میں نانا بمثل دادا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔

۲۰۹- برٹش انڈیا میں مذہب اسلام ترک کرنے سے گذارہ دینے کی ذمہ واری میں فرق نہیں آتا۔

(ملاحظہ ہو ایکٹ آزادی مذہب ۲۱ ۱۸۵۰ء)۔ بیلی صاحب کی شرع محمدی صفحہ ۴۷۶ پر لکھا ہے کہ اختلاف مذہب کی صورت میں سوائے زوجہ۔ والدین۔ دادا۔ دادی۔ بچہ اور پوتی پوتا کے اور کسی کو گذارہ دینے کی ذمہ وار نہیں ہوتی۔

اگر ایک مسلمان عیسائی ہونے کے بعد مفلس اور ضعیف ہو جائے۔ اور اس کا بھائی مسلمان اور دولتمند ہو تو مسلمان بھائی کا فرض ہے۔ کہ عیسائی بھائی کو گذارہ دے۔

مفتیان اسلام نے اس بات پر غور نہیں کی کہ اگر اسلام سے برگشتہ بھائی دولتمند ہو اور مسلمان بھائی مفلس اور ضعیف ہو تو کیا صورت ہوگی۔ ایکٹ میں اس بارہ میں کوئی صریح حکم نہیں لیکن واضعان قانون کا یہ منشا نہیں کہ کوئی شخص تبدیلی مذہب سے ذمہ واری سے تو سبکدوش ہو جائے اور حقوق وہی رکھے۔

اگر برعکس اس کے دو عیسائی بھائیوں میں سے ایک مسلمان ہو جائے تو گذارہ کی ذمہ واری

کسی پر عائد نہیں ہوتی۔ اس وجہ سے نہیں کہ انہیں اختلاف مذہب ہے۔ بلکہ اس لئے
کہ جس وقت انہیں رشتہ شروع ہوا تھا یعنی چھوٹا بھائی پیدا ہوا تھا۔ اس وقت انہیں سے
کسی پر شرع محمدی کا اطلاق نہ تھا۔ اور اس بات کی نہ کوئی وجہ ہے۔ اور نہ سند کہ کوئی شخص
اپنا مذہب تبدیل کر کے دوسرے پر جدید شخصی قانون عاید کرے۔

حصہ سوم

جانشینی۔ اہتمام ترکہ و وراثت

باب ہشتم

جانشینی و اہتمام ترکہ

۲۱۰۔ برٹش انڈیا میں مسلمان کی وفات پر اس کی تمام جائداد خواہ منقولہ ہو یا غیر
منقولہ خواہ زیر قبضہ ہو یا ایسی ہو جس کا ہنوز قبضہ حاصل کرنا ہے بہ تبعیت قیود مندرجہ مابعد
فی الفور ان اشخاص کی ذات میں مشترکاً داخل ہو جاتی ہے جو قواعد مرقومہ باب مابعد (وراثت)
کے مطابق اس کے وارث ہیں۔ اگر وارثان ایک سے زیادہ ہوں تو ہر ایک کا علیحدہ
علیحدہ حق اسی وقت سے پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس میں اس وجہ سے دیری نہیں ہوتی کہ
قرضہ جات ترکہ میں سے ادا نہیں کئے گئے اور بقایا تقسیم نہیں کیا گیا۔

۷۔ الہ آباد ۷۷۲ میں ہائی کورٹ الہ آباد نے کامل اجلاس میں قرار دیا ہے کہ وہ کسی مسلمان
مالک جائداد کی وفات پر جس کے ذمہ قرضہ جات ہوں جو خواہ بلحاظ مالیت جائداد کم ہوں
یا زیادہ۔ جائداد مذکور کی ملکیت فی الفور اس کے وارثوں میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور اس
میں اس وجہ سے دیر نہیں ہوتی۔ کہ دیون ادا نہیں کئے گئے۔ نیز دیکھو ۱۱ کلکتہ ۴۲۱۔
۸۔ ۴۳۴۔ اسی طرح سے ہائی کورٹ کلکتہ نے بمقدمہ ۱۱۔ کلکتہ ۴۲۱ میں قرار دیا ہے کہ قائم
مقامی کا قاعدہ شرع محمدی میں موجود نہیں ہے۔ شرع کے بموجب ایک مسلمان کا ترکہ
اس کی وفات پر فی الفور اس کے وارثوں میں داخل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ترکہ پر دیون کی

ادائیگی کا بار رہتا ہے۔ لیکن وارثان ایسے اشخاص ہیں جن کی معرفت ترکہ کی جائداد کے برخلاف کوئی کارروائی کی جاسکتی ہے۔ لیکن کسی مابین شخص میں ترکہ مذکور داخل نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی شرع محمدی میں ایسا کوئی قانون ہے جس کے تحت ایک خاص وارث متوفی کے ترکہ یا دیگر وارثان کا قائم مقام تصور کیا جاسکے۔

لیکن پہلے فیصلہ جات (مثلاً ۴ کلکتہ ۱۴۲) میں اس کے برخلاف قرار دیا گیا ہے یعنی کہ ترکہ فی الفور وارثان میں داخل نہیں ہوتا اور نہ ہی وارثان فی الفور ادائیگی دیون کے ذمہ دار ہیں۔ لیکن یہ صرف مسٹر جسٹس مارکبی صاحب کی رائے تھی۔ اگرچہ دوسرے ججان نے اس کے متناقض رائے ظاہر نہیں کی۔ تاہم ۸ کلکتہ ۳۷۰ میں محترم ججان نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ دیگر ججان نے اس سے اتفاق رائے نہیں کیا تھا۔ چونکہ مقدمہ مذکور میں ایک اور قانونی سوال زیر بحث تھا جس کی وجہ سے اس امر کا فیصلہ ضروری نہ تھا۔

۲۱۱۔ مسلمان متوفی کی جائداد میں سے (۱) اخراجات تجہیز و مصارف مرض الموت (۲) اخراجات نسبت حصول پروبیٹ و چٹھیات مہتمی (۳) حق الخدمت بابت ایسی خدمات کے جو کسی مزدور۔ اہل حرفہ یا خادم خانہ کی طرف سے متوفی کی وفات سے پہلے تین ماہ کے اندر اندر متوفی کے لئے سرانجام دی گئی ہوں (۴) دیگر دیون متوفی بلحاظ ان کی تاریخ قرضہ کے۔ و (۵) ترکہ جات وصیتی جو بعد ادائیگی رقوم مذکورہ بالا کے رقم بقایا کے مجموعی طور پر ایک ثلث سے زیادہ نہ ہوں۔ علی الترتیب اداء کئے جاویں گے اور نہ بقایا جورہ جاوے وہ وارثان متوفی میں بموجب اس فرقہ کے قانون کے جس کا متوفی سے بوقت وفات تعلق تھا تقسیم کیا جاوے گا۔

اخراجات تجہیز میں اخراجات تجہیز و تکفین۔ تدفین اور دیگر رسومات بشمول چہلم شامل ہیں۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی صاحب جلد اول صفحہ ۵۲)۔

اخراجات مرض الموت میں فیس ڈاکٹر۔ قیمت ادویات وغیرہ شامل ہیں (ایضاً)

تمام دیون کے لئے جو کسی خاص جائداد پر بار نہ ہوں متوفی کی کلہم جائداد ذمہ وار ہے (شرع محمدی مسٹر امیر علی صاحب جلد اول صفحہ ۵۲)۔

فتاویٰ عالمگیری میں مرقوم ہے کہ دیون تین اقسام کے ہیں (۱) وہ دیون جو بحالت

صحت اٹھائے گئے ہوں (۲) وہ دیون جو ایسی حالت میں اٹھائے گئے ہوں جب کہ متوفی بیماری لاحق میں مبتلا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ فوت ہوا۔ (۳) وہ دیون جو کچھ تو بحالتِ صحت اور کچھ بحالتِ مرض اٹھائے گئے ہیں۔ اگر تمام دیون بحالت صحت یا اشد مرض اٹھائے گئے ہوں تو مساوی ہیں۔ اور اس میں سے کسی کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ اور اگر دیون کچھ بحالت صحت اور کچھ بحالت اشد مرض اٹھائے گئے ہوں تو اول الذکر کو ترجیح دی گئی ہے۔ بشرطیکہ موخر الذکر کی نسبت ثبوت صرف متوفی کا اقبال ہو لیکن اگر وہ دیون جو بحالت مرض اشد اٹھائے گئے ہوں دیگر ثبوت سے ثابت ہوں یا ظاہراً اغراض مطلوبہ کے لئے اٹھائے گئے ہوں مثلاً خرید جائداد کے لئے یا مہر زوجہ ادا کرنے کے لئے تو اول الذکر کے مساوی ہونگے جو دیون بوقت وفات متوفی قابل ادائیگی نہ ہوں وہ بھی وفات ہونے پر قابل ادائیگی ہو جاتے ہیں کیونکہ حق التواء ذاتی حق ہے۔ جو متوفی کے ساتھ ہی فوت ہو جاتا ہے۔ لیکن بصورت وفات قرض خواہ ایسا نہیں ہوتا۔ کیونکہ جس شخص کو حق التواء حاصل ہوتا ہے وہ زندہ ہے۔

مزدوری اور حق الخدمت دیون میں شامل ہیں۔ شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اوّل صفحہ ۵۳۔

اخراجات تجہیز و تکفین۔ مصارف مرض الموت و قرضہ جات کے بعد وصیتی ترکہ اداء کیا جاوے گا۔ لیکن ایسا ترکہ بقایا کا ایک ثلث ہوگا۔ اِلّا اس صورت میں ورثان زیادہ وصیتی ترکہ پر رضامند ہوں۔ ان تمام قانونی ذمہ واریوں کی ادائیگی کے بعد متوفی کی جائداد اس کے وارثان میں تقسیم ہوگی۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اوّل صفحہ ۵۳)۔

لیکن دیون کی ادائیگی سے پہلے جائداد کا تقسیم کیا جانا ایسی تقسیم کو باطل قرار نہیں دیتا۔ وارثان حصہ رسدی دیون کی ادائیگی کے ذمہ وار ہوتے ہیں۔ (۷۔ الہ آباد ۶۲۲ صفحہ ۳۸۸)۔

یہ امر قابل یاد رکھنے کے ہے کہ ایک مسلمان اپنی جائداد کا مالک اس حصہ کا جو بعد اخراجات تجہیز و تکفین و دیون کے رہ جاوے ایک ثلث سے زیادہ کے لئے

وصیت نہیں کرسکتا۔ سراجیہ ۱۲۔
اگر متوفی بوقت وفات سنی شرع کا پابند ہو تو اس کی جائداد شرع سُنی کے بموجب قابل تقسیم ہوگی۔ اور اگر شرع شیعہ کا پابند ہو تو بموجب شرع شیعہ کے ۱۲۰۔ الہ آباد ۲۹۰-۱۷-انڈین اپیل ۷۳-
کسی مسلمان کے ترکہ کا اہتمام یعنی اُس کے مذکورہ بالا طریق میں خرچ کرنا اس شخص کے ذمہ ہے جو اولاً بموجب وصیت وصی مقرر کیا گیا ہو۔ اگر متوفی بلا وصیت کرنے کے فوت ہو جائے تو ترکہ کا اہتمام اس شخص کے ذمہ ہوگا جسے چٹھیات مہتممی عطا کی جاویں چٹھیات مہتممی اولاً متوفی کے وارثان کو عطا کی جاویں گی۔ اگر چٹھیات مہتممی حاصل نہ کی گئی ہوں تو متوفی کے وارثان اوس کے لینے کا انتظام کرینگے۔
۲۱۲۔ کسی مسلمان متوفی کا وصی یا مہتمم جیسا کہ موقعہ ہو بموجب احکام ایکٹ پروبیٹ و اہتمام ۱۸۸۱ء جملہ اغراض کے لئے متوفی کا قانونی قائم مقام ہے۔ اور متوفی کی تمام جائداد کا اختیار وصی و مہتمم کی ذات میں قائم ہو جاتا ہے۔ الاّ چونکہ کوئی مسلمان اپنے اُس ترکہ کے جو بعد ادائیگی اخراجات تجہیز و تکفین و قرضہ جات رہ جاوے ایک ثلث سے زیادہ کے متعلق وصیت نہیں کرسکتا۔ اور چونکہ صرف باقیماندہ دو ثلث اس کے وارثان کا حق ہے۔ جب کہ متوفی بعد وصیت مرا ہو۔ الاّ اس صورت میں کہ وارثان ترکہ وصی کی نسبت ثلث قابل وصیت کی نسبت رضامند ہوں۔ وصی صرف ایک ثلث قابل وصیت کا اصل امین ہے۔ اور متوفی کی باقیماندہ جائداد کے لئے وارثان کی طرف سے نام نہاد امین ہے۔
۳۳ کلکتہ ۱۱۶-۳۲- انڈین اپیل ۴۴-۲-۷۵-
شرع محمدی کے بموجب مہتمم مقرر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شرع مذکور میں چٹھیات مہتممی کے لئے کوئی ہدایت نہیں ہے۔
شرع کے بموجب وصی صرف جائداد کا امین ہوتا ہے۔ اور اس حیثیت میں متوفی کی جائداد کا کوئی حصہ اس میں داخل نہیں ہوتا بحیثیت مہتمم کے وہ صرف قرضہ جات ادا کرسکتا ہے اور بموجب وصیت کے جائداد کو تقسیم کرسکتا ہے۔ اوسے متوفی کے قرضہ کی ادائیگی کے لئے بھی جائداد متوفی کے رہن یا بیع کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ لیکن وصی متوفی کی جائداد کا حقدار اُس کی وفات پر ہوتا ہے اور اسمیں بوجہ عدم حصول پروبیٹ تاخیر نہیں ہو سکتی۔

اس لئے متوفی کا قرض دار وصی کو قرضہ ادا کر سکتا ہے۔خواہ اوس وقت تک اُس نے پروبیٹ حاصل نہ کیا ہو۔ ۸ بمبئی ۱۴۱-۲-۲۵۲-

ایک مسلمان وصی اس جائداد کو جو اس میں داخل ہو۔جس طرح سے مناسب سمجھے منتقل کر سکتا ہے لیکن بر قیود اُن قواعد کے جو حصہ دوم فقرہ ہذا میں مرقوم ہیں۔لیکن پروبیٹ ایکٹ کے صادر ہونے سے پہلے ایک مسلمان مہتمم کو ایسا اختیار حاصل نہیں تھا۔مسٹر جسٹس پوپ نے بمقدمہ ۷ سو کلکتہ ۴۲۸ قرار دیا کہ ایک مسلمان وصی جس نے پروبیٹ حاصل نہیں کیا۔ان اختیارات کو استعمال نہیں کر سکتا۔جو بموجب پروبیٹ اور ایڈمنسٹریشن ایکٹ وصی کو حاصل ہیں۔کیونکہ حصول پروبیٹ سے پہلے اس کی حیثیت صرف بطور مہتمم کے ہوتی ہے۔

۲۱۴۔تابع اُن شرائط کے جو مد موخر الذکر میں مرقوم ہیں متوفی کی کل جائداد جب کہ وہ بلا وصیت مرا ہو اور اگر وہ وصیت چھوڑ دے تو جائداد کا صرف اُس قدر حصہ جو بذریعہ وصیت انتقال نہیں کیا جا سکتا یا نہ کیا جاوے متوفی کی وفات پر فی الفور اس کے وارثان کی ذات میں بموجب ان کے خاص حصص کے داخل ہو جاتی ہے۔اور اس میں صرف اس وجہ سے دیری نہیں ہو سکتی کہ متوفی کے قرضہ جات واجب الاداء ہیں۔

۷-الہ آباد ۲ ۸۲-۷ الہ آباد ۷۱۶-

اگر کوئی مسلمان بلا کرنے وصیت کے فوت ہو جائے اور چٹھیات مہتمی عطا کی جاویں تو جائداد متوفی اس کی وفات پر ایسے مہتمم میں داخل ہوتی ہے۔ اگر وصیت موجود ہو تو وصی میں داخل ہوگی لیکن اگر کوئی وصی یا مہتمم مقرر نہ کیا جاوے تو جائداد متوفی کے وارثان میں داخل ہوتی ہے۔ یہ امر قابل یاد رکھنے کے ہے کہ اُن اشخاص کی حالت میں جو تابع ایکٹ وراثت ہند میں (اور اہل اسلام اس ایکٹ کے تابع نہیں ہیں) متوفی کی جائداد وارثان کی ذات میں داخل نہیں ہوتی متوفی مسلمان کی جائداد وارث کی ذات میں بدیں وجہ داخل ہوتی ہے۔کہ شرع محمدی میں اصول جائداد کی قائم مقامی کا اصول تسلیم نہیں کیا گیا۔(۲۱ کلکتہ ۳۱۱-۳۱۵)۔

مارکبی صاحب حاکم نے جو مخالفت رائے بمقدمہ ۴ کلکتہ ۱۴۲-۱۵۸ ظاہر کی ہے وہ اب تاثیر قانون کی نہیں رکھتی۔

جب جائداد وارثان کی ذات میں داخل ہوتی ہے۔تو خاص حصص کے مطابق داخل ہوتی ہے۔ گویا کہ ہر ایک وارث اپنے اپنے حصص میں حقدار ہوتا ہے۔جو اُسے پہونچتا ہے۔اور ان کے

استحقاق بحیثیت مزارعان شریک کے ہوتے ہیں۔ ۳۲ مدراس ۶۷۔۲۷۸۔۲۸۰۔ ۴۴ مدراس ۲۴۴۔۲۵۰
تقسیم سے پہلے ہر ایک وارث کو جائداد بوجہ حق کے پہنچتی ہے۔ اور بعد تقسیم کے بوجہ قبضہ کے جس وقت کوئی وارث قابض ہو جاوے۔ تو اُسے اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنا حصہ بذریعہ بیع۔ رہن۔ ہبہ یا دیگر کسی طریق کے منتقل کرے۔ لیکن وارث کو یہ اختیار اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک جائداد بوجہ قبضہ اُسے نہ پہونچے۔ پس ایک وارث اپنے حصہ کا جائز ہبہ نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے حصہ کا قبضہ حاصل نہ کر لے۔ الا کہ وہ ہبہ بحق شریک وارث کے کرے۔

جہاں تک ایک متوفی مسلمان کے وارثان اپنی جائداد کو تقسیم نہ کریں اور بطور شریک حصہ داران رہیں اور بعد ازاں ان میں سے ایک نے اپنا حصہ بذریعہ تقسیم حاصل کرنے کے لئے نالش کی۔ ایسی نالش میں میعاد تاریخ وفات متوفی سے شروع نہیں ہوتی۔ گویا کہ میعاد کے متعلق مد ۱۴۴۔ ایکٹ میعاد سماعت ہند حاوی ہوتی ہے اور مد ۱۲۳ حاوی نہیں ہوتی۔ ۴۴ بمبئی ۴۳۹ ۴۵ بمبئی ۵۱۹۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ وارثان میں سے کوئی ایک نالش انتظام جائداد رجوع کر سکتا ہے اور اس کے لئے ضروری نہیں کہ تقسیم کا دعوے کرے۔ ۴۵ بمبئی ۷۵۔

وراثت۔ شرع محمدی کے رو سے منسوخہ وراثت وہ حصہ ہوتا ہے۔ جو بزرگ کی وفات کے موقعہ پر ایک وارث میں تفویض ہوتا ہے۔ اگر وارث تقسیم سے پہلے مر جائے تو وارث کا حصہ جو اس میں تفویض ہوا ہے اوس کی وفات کے بعد اس کے وارثان کو پہنچیگا ۴ لاہور ۸۰۔ ایک مسلمان کی وفات پر ہر ایک حصہ دار اپنے حصہ کا مستحق ہو جاتا ہے۔ ۴ لاہور ۲۱۴۔

۲۱۴۔ (۱) کوئی وارث ترکہ کی تقسیم سے پہلے ہی اپنا حصہ بذریعہ بیع قطعی یا رہن منتقل کر سکتا ہے۔ اور منتقل الیہ کو کامل حقوق دے سکتا ہے۔ باوجودیکہ متوفی کے قرضہ جات قابل الادا ہوں۔ بشرطیکہ منتقل الیہ کا فعل نیک نیتی سے ہو۔ اور ایسی حالت میں انتقال کیا گیا ہو کہ منتقل الیہ کو قرضہ کی اطلاع کا قیاس مناسب نہ ہو سکتا ہو۔ ۴ کلکتہ ۴۲ ۔ ۵۰ ۴ ۵۔ انڈین اپیل ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۴۰ مدراس ۴۴۲۔ ۴ ۵ ۲ بمبئی ۸۳۳ مدراس ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۱ میں بیان کیا گیا تھا کہ ایک مسلمان وارث متوفی کی جائداد کے ہر ایک جزو کا حصہ لیتا ہے۔ اگر منتقل الیہ کو قرضہ کی اطلاع بھی ہو تو بھی انتقال قطعی ناجائز نہیں ہے۔ لیکن قرض خواہ کی درخواست پر ناجائز قرار دیا جا سکتا ہے۔ تا کہ وہ منتقل الیہ کے ہاتھ میں جو ترکہ ہو۔

اس کے برخلاف چارہ جوئی کر سکے۔ لیکن قرض خواہ اُس وقت تک منتقل الیہ کے ہاتھ میں ترکہ کے برخلاف چارہ جوئی نہیں کر سکتا جب تک کہ وارثان کے قبضہ میں جو جائداد ہو وہ اس کے قرضہ کی ادائیگی کے لئے ناکافی نہ ہو۔ (۴۰ کلکتہ ۱۷)۔

(۲) اگر جائداد یا اس کا کچھ حصہ غیر منقولہ جائداد ہو اور کوئی وارث اس نالش کے دوران میں جو قرض خواہ نے دائر کی ہو ایسی جائداد میں سے اپنے حصہ کا انتقال کر دیوے۔ اور نالش مذکور میں یہ ڈگری صادر کی جاوے کہ رقم ڈگری ازاں جائداد وصول کیجاوے۔ تو انتقال حقوق قرض خواہ پر موثر نہیں ہوگا۔ اور قرض خواہ کو اختیار ہوگا کہ وہ انتقال شدہ حصہ کو قرق اور نیلام کرا دے۔ (۴ کلکتہ ۴۰۲۔ لاء رپورٹ انڈین اپیل جلد ۵ صفحہ ۱۱۶)۔

تشریح۔ لفظ منتقل الیہ جیسا کہ اس مد میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس میں وہ مشتری بھی شامل ہے جس نے اجراء ڈگری برخلاف وارث از طرف اس کے قرض خواہ میں بذریعہ نیلام حصہ مذکور خرید کیا ہو۔ (۶ بنگال لاء رپورٹ ۵)۔

تمثیلا

(الف) ایک مسلمان جو ج کا قرض دار ہے۔ چند وارث چھوڑ کر فوت ہو جائے۔ وارثان متوفی کی کل جائداد ج کے قرضہ کی ادائیگی سے پہلے بحق ب منتقل کر دیں۔ اُس وقت ج وارثان کے برخلاف رقم دیون کی نسبت ڈگری حاصل کرے۔ اور اجراء ڈگری میں اُس جائداد کے جو وارثان نے بحق ب منتقل کی ہو قرقی کی استدعا کرے۔ بدیں وجہ کہ وارثان کو اس کے قرضہ کی ادائیگی سے پہلے جائداد کے بحق ب منتقل کرنے کا اختیار حاصل نہ تھا۔ تو ج کو حق نہیں ہے کہ وہ جائداد مقبوضہ ب کو قرق کرا دے۔ کیونکہ ب نے جائز طور پر جائداد خریدی تھی۔ اور اسے ج کے قرض کی اطلاع نہ تھی۔ (۷ کلکتہ لاء رپورٹ ۴۶۰)۔

جب تک کہ متوفی مسلمان کی جائداد اس کے وارثوں کے قبضہ میں ہو تو متوفی کے اس قرض دار کو جس نے وارثان کے برخلاف ڈگری حاصل کی ہو اختیار ہے کہ وہ اس جائداد کو قرق کرادے۔ جو وارثان کے قبضہ میں ہو۔ لیکن جس صورت میں جائداد فروخت ہو جاوے تو صورت بدل جاتی ہے۔ موخر الذکر حالت میں اگر مشتری کو قرضہ کی اطلاع نہ ہو تو قرض خواہ اس جائداد کو جو اس نے خریدی ہو قرق نہیں کرا سکتا۔ یہ امر قابل لحاظ نہیں ہے کہ بیع کرنے میں وارثان کا منشاء قرض خواہ کو نقصان پہونچانیکا تھا۔ کیونکہ سوال متنازعہ مابین قرض خواہ اور مشتری ہے۔

اور دیکھنا یہ ہے کہ آیا مشتری کو قرضہ کی اطلاع تھی یا نہ۔ اور سوال متنازعہ یہ نہیں کہ آیا وارثان کا منشا قرضخواہ کو نقصان پہنچانیکا تھا یا نہ۔ ۶ بنگال لاء رپورٹ ۵۴ - ۶۸ -

(ب) ایک مسلمان جو جیم کا قرضدار ہو وہ ہمشیرگان چھوڑ مرے جو اس کی وارثان ہیں (ج) ہمشیرگان کے برخلاف بطور قائمقام جائداد متوفی ڈگری حاصل کرے۔ بعدازاں ہمشیرگان کا ایک قرضخواہ ان کے برخلاف ڈگری حاصل کرے اور جائداد مقبوضہ ہمشیرگان اس ڈگری کے اجراء میں نیلام کی جاوے اور ب اُسے خرید کرلے لیکن اُسے (ج) کے قرضہ کی کوئی اطلاع نہ ہو۔ بعدازاں ج اس جائداد کی قرقی کے لیئے درخواست کرے جو ب نے خرید کی ہو تو ج اُس جائداد کو قرق نہیں کرا سکتا کیونکہ ب کو ج کے قرضہ کی کوئی اطلاع نہ تھی۔

(۶ بنگال لاء رپورٹ ۵۴)۔

تمثیل۔ الف (ب) میں یہ تفاوت ہے کہ اول الذکر بیع وارثان نے خود کی تھی۔ اور موخرالذکر میں اجراء ڈگری میں جائداد نیلام کی گئی تھی۔ ہر دو صورتوں میں (ج) نے جائداد کے اُس وقت قرق کرانے کی کوشش کی جبکہ جائداد مذکور جائز مشتری کے ہاتھ میں جا چکی تھی۔ اور جبکہ ج کے قرضہ کی کوئی اطلاع نہ تھی۔ اور ہر دو صورتوں میں یہ قرار دیا گیا کہ وہ جائداد کے قرق کرانے کا مستحق نہیں تھا۔

(ج) ایک مسلمان ایک پسر اور ایک بیوہ بطور وارث چھوڑ کر مر گیا۔ متوفی ج کی بابت مہر میں مقرر حق تھا۔ پسر نے متوفی کی کل جائداد بیچ دی یا بعوض ان رقوم کے جو ب نے اُسے ج کے قرض کی عدم اطلاع میں بطور قرض دی تھیں رہن کر دی۔ بعدازاں ج نے برخلاف پسر بحیثیت قائم مقام جائداد متوفی اپنے قرضہ کی بابت ڈگری حاصل کی اور اس ڈگری کے اجراء میں جائداد مرہونہ کے جو پسر کے قبضہ میں تھی (کیونکہ رہن سے جائداد پر مرتہن لازماً قابض نہیں ہوتا) قرقی کی درخواست کی کارروائی اجراء کے دوران میں ب نے پسر کے برخلاف بربنا رہن نامہ نالش کی اور ڈگری بدیں مضمون حاصل کی کہ رقم رہن جائداد مرہونہ سے وصول کی جاوے۔ اُس ڈگری کی وجہ سے جائداد مرہونہ نیلام کی گئی اور د نے خرید لی۔ کیا د قرقی ج کو منسوخ کرا سکتا ہے۔ بیشک۔ کیونکہ د کو حقوق بوجہ نیلام بصیغہ اجراء اس ڈگری کے حاصل ہوئے ہیں جو ب نے جس نے رہن ج کی نالش کے اجراء سے پہلے اور اس کے قرض کی اطلاع ہونے سے پہلے لیا تھا حاصل کی تھی۔ (۲۴ کلکتہ ۴۰۲ - ۵ انڈین اپیل ۲۱۱)۔

اس تمثیل میں اور تمثیل (الف) میں صرف اس قدر تفاوت ہے کہ موخرالذکر میں انتقال بذریعہ بیع

تھا اور اس تمثیل میں بذریعہ رہن سوال متنازعہ یہ ہے کہ آیا ب مرتہن نے جائز طور پر بعوض زر بلا اطلاع قرضہ ج جائداد حاصل کی۔ نہ کہ یہ کہ آیا د کو جس نے جائداد مرتہن سے خریدی تھی ج کے قرضہ کی اطلاع تھی یا نہ۔

(د) ایک مسلمان جو ج کا قرضدار ہے ایک بیوہ اور دیگر وارثان چھوڑ مرا بیوہ نے کچھ اراضی جو بوقت تقسیم جائداد متوفی اس کے حصہ میں آئی تھی ب کے پاس بیع کردی۔ ب کو بوقت بیع ج کے قرضہ کی اطلاع تھی۔ بعد ازاں ج نے اپنے قرضہ کی بابت برخلاف وارثان ڈگری حاصل کی اور اس اراضی کو قرق کرانا چاہا جو بیوہ نے بدست ج بیع کی تھی۔ ج اس اراضی کو جو ب نے بیوہ سے خرید کی تھی قرق نہیں کرا سکتا جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ وارثان کے پاس جو جائداد باقی موجود ہے وہ قرض کی ادائیگی کے لئے کافی نہیں ہے۔ (۲۴ کلکتہ ۴۸)۔

صرف یہ امر کہ ب کو ج کے قرضہ کی اطلاع تھی اُسے یہ حق نہیں دیتا کہ وہ اس حصہ جائداد کو قرق کرا دے جو ب نے بیوہ سے خرید کی ہے۔ جب تک ج یہ ثابت نہ کرے کہ جو جائداد وارثان کے قبضہ میں ہے وہ اس کے قرضہ کی ادائیگی کے لئے کافی نہیں ہے۔

(ہ) ایک مسلمان جو ج کا مقروض ہے اپنا پسر بطور وارث چھوڑ مرا ج نے برخلاف پسر ایک نالش بدیں مضمون دائر کی کہ پسر اس جائداد کا جو اس کے قبضہ میں آئی حساب داخل کرے اور نیز بغرض وصول رقم قرضہ ازاں جائداد۔ دوران نالش میں پسر نے جائداد متوفی کا کچھ حصہ بحق ب بیع کر دیا۔ بعد ازاں ج کی نالش میں ڈگری بدیں مضمون صادر کی گئی۔ کہ اُس کا قرضہ جائداد سے ادا کیا جائے۔ ج نے اجراء ڈگری میں اس جائداد کی قرقی کے لئے درخواست دی جو ب کے قبضہ میں آچکی تھی ج اس جائداد کو قرق کرانے کا مستحق ہے ۔ ۳۴ کلکتہ ۲۰۲۔ ۵ انڈین اپیل ۲۱۱۔۱۹ الہ آباد ۵۰۴)۔

تمثیل الف۔ میں وارثان نے بیع ج کے نالش کرنے سے پہلے کیا تھا لیکن تمثیل ہذا میں بیع دوران نالش میں کیا گیا۔ لیکن قرضخواہ کو صرف اسی ایک وجہ سے یہ حق حاصل نہیں ہے۔ کہ وہ اُس جائداد کو قرق کرائے۔ جو مشتری حاصل کر چکا ہو۔ اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ جائداد سے قرضکی وصولی کی نسبت ڈگری حاصل کر چکا ہو۔ گویا کہ ڈگری برخلاف جائداد متوفی ہونی چاہیئے۔ نہ کہ صرف نسبت زر نقد کے (۲۶ الہ آباد ۲۰)۔

۲۱۵۔ کوئی وارث مستحق نہیں ہے کہ وہ متوفی کی کسی خاص جائداد منقولہ یا غیر منقولہ کو بطور مالک کامل استعمال کرے۔ الا اس صورت میں کہ وہ بذریعہ ڈگری عدالت یا اقرارنامہ مابین وارثان

اُس کے حصہ میں آئی ہو۔ اور مناسب طریق یہ ہے کہ پیشتر اس کے کوئی تقسیم کی جاوے یا حصص علیحدہ علیحدہ کئے جاویں اخراجات تجہیز۔ دیون اور ترکہ جات وصیتی ادا کئے جاویں۔ لیکن اگر اس وجہ سے کہ قرضخواہان نے اپنے اپنے دیون کی اطلاع نہ دی ہو۔ یا کسی دیگر وجہ سے ادائیگی قرضہ جات سے پہلے تقسیم ہو جاوے تو جو جائداد یا بیت المال کسی وارث کے حصہ میں آوے وہ اس کا مالک کامل ہوگا۔ لیکن ہر ایک وارث متوفی کے ہر ایک قرضخواہ کو اُس حصہ کی حد تک جو اُسے بذریعہ تقسیم ملا ہو ذمہ دار ہوگا۔ جہاں تک متوفی کی جائداد کا تعلق ہو قرضخواہان متوفی کو قرضخواہان وارث پر ترجیح حاصل ہوگی

ہدایہ ۷۔۳۴ – ۳۴۹۔

۱۰ الہ آباد ۷۰ ۵ (۵۸۹) ۲۶ مدراس ۴۳۷ (۳۷۸) – ۱ ۔ صدر دیوانی اپیل کلکتہ ۷۰ ۵ ۴۔ اکہ آباد ۳۶۱ – ۱۹ بمبئی ۳ ۲۷۳ – ۱۱ کلکتہ ۱۲۴ – ۲۸۰ ۴ – ۲۶ – الہ آباد ۲۸۰ – اس مقدمہ میں بیوہ کو جس نے حق مہر کے لئے نالش کی تھی ترجیح دی گئی۔

تمثیل

(الف) ایک مسلمان ۴ ہزار روپیہ کی جائداد اور ۵ ہزار روپیہ کا قرض چھوڑ مرا۔ وارثان صرف مالیت جائداد یعنی ۴ ہزار کے ذمہ وار ہوں گے۔ اور قرضخواہ کو حق نہیں کہ وہ بقایا قرضہ کے لئے وارثان کے برخلاف ذاتی ڈگری حاصل کرے۔

(ب) ایک مسلمان جو ج کا نقد ادی ۔۔ رر مفروض ہے۔ ایک بیوہ ایک پسر اور دو دختران چھوڑ مرا۔ وارثان نے دیون ادا کرنے سے پہلے جائداد تقسیم کر لی۔ بیوہ کو ⅛ حصہ پسر کو $\frac{7}{16}$ اور ہر ایک دختر کو $\frac{7}{32}$ حصہ ملا۔

اس کے بعد ج نے صرف بیوہ اور پسر کے برخلاف اپنے کل قرضہ کی وصولی کے لئے نالش کی۔ بیوہ صرف ... رر کا ⅛ حصہ یعنی ... ادا کرنے کی ذمہ دار ہے اور پسر ... رر کا $\frac{7}{16}$ یعنی ... (۴ ۔ الہ آباد ۳۶۱)۔

۲۱۶۔ اگر متوفی اپنی جائداد سے زیادہ قرضدار نہ مرا ہو تو وارثان کو اختیار ہے کہ متوفی کی وفات کے بعد کسی وقت ترکہ کو تقسیم کر لیں۔ اور یہ تقسیم صرف اس بنا پر ملتوی نہیں ہو سکتی کہ قرض متوفی ادا نہیں کیا گیا۔

شرع محمدی کے مطابق ضروری نہیں کہ متوفی مسلمان کی جائداد اس وقت تک تقسیم نہ کی جاوے جب تک متوفی کے دیون ادا نہ کئے جاویں۔ وارثان کو اختیار ہے کہ وہ دیون

کی ادائگی سے پہلے جائداد کو تقسیم کریں۔ لیکن اس صورت میں ہر ایک وارث اس حد تک دیون کی ادائگی کا ذمہ دار ہوگا جس حد تک اُسے جائداد متوفی میں سے حصہ ملا ہو۔ زیادہ کے لئے نہیں۔ ایک قرضخواہ کو اختیار حاصل نہیں کہ جب وہ تقسیم جائداد کے بعد اپنے دیون کی وصولی کے لئے برخلاف چند وارثان نالش کرے تو وہ یہ عذر پیش کرے کہ ادائگی دیون سے پہلے جائداد تقسیم نہ ہوئی چاہیے تھی اور کہ وارثان اس کا کل قرضہ بذمہ متوفی ادا کرنے کے ذمہ دار ہیں یہ امر کہ قرض تھوڑا ہو یا بہت قابل توجہ نہیں ہے (۱۷-الہ آباد ۸۲۲-۸۳۸-۸۳۹-۱۴-الہ آباد ۳۶۱-۱-الہ آباد ۵۷-۵۹)۔

لیکن ترکہ دیوالیہ ہو تو وارثان تقسیم نہیں کر سکتے کیونکہ بعد ادائگی قرضہ جات کوئی جائداد قابل تقسیم نہیں رہیگی (۱۱ کلکتہ ۴۲۱-۴۲۸)۔

۲۱۷۔ اگر متوفی اپنی جائداد کا کسی شخص کو وصی یا مہتمم مقرر کر مرے تو متوفی کے قرضخواہ کو لازم ہے کہ جو نالش وہ کرے برخلاف وصی یا مہتمم جیسا کہ موقع ہو کرے۔

۲۱۸۔ دیگر صورتوں میں قرضخواہ بعد از تقسیم ترکہ کسی ایک یا زائد وارثان کے برخلاف نالش کرسکتا ہے۔ اور پیشتر از تقسیم کسی اس وارث یا وارثان کے برخلاف جو جائداد کے کسی حصہ پر قابض ہوں[1] لیکن شرائط حسب ذیل ہیں۔

(۱) کہ اگر جائداد تقسیم ہوگئی ہو اور قرضخواہ متوفی کے صرف بعض وارثان کے برخلاف نالش کرے تو قرضخواہ قرضہ کی کل رقم کی ڈگری حاصل کرنے کا مستحق نہیں ہوگا۔ بلکہ صرف اس قدر رقم کی ڈگری کا مستحق ہوگا جو مجموعی طور پر اس حصہ کے برابر ہو۔ جو مدعا علیہم کو متوفی کی جائداد میں سے حاصل ہوا ہو[2]

(۲) اگر جائداد تقسیم نہ ہوئی ہو۔ اور نالش اس وارث یا وارثان کے برخلاف دائر کی جاوے جو جائداد کے کسی حصہ پر قابض ہو۔ تو بموجب فیصلہ جات ہائیکورٹ کلکتہ و بمبئی۔ اور نیز ہائیکورٹ مدراس قرضخواہ صرف اس حصہ جائداد کے برخلاف ڈگری کا مستحق ہوگا۔ جو مدعا علیہ کے قبضہ میں ہو۔

---

[1] ۱۹ بمبئی ۲۷۳-۲۱ کلکتہ ۳۱۱-

[2] ۱-الہ آباد ۵۷-۴-الہ آباد ۳۶۱-

[3] ۲۱ کلکتہ ۳۱۱-

اور جب ایسی ڈگری حاصل کیجاوے۔ تو دیگر وارثان (بشمول نابالغان) بھی اوس کے پابند ہونگے اگرچہ وہ فریق مقدمہ نہ ہوں[۵] تاکہ اجراء ڈگری میں جو شخص اس جائداد کو خرید کرے اُسے کامل استحقاق حاصل ہوجاوے[۵۲]۔

اِلّا اس صورت میں کہ ڈگری رضامندی سے حاصل کی گئی ہو[۵۳] یا یہ ثابت کیا جائے کہ قرضہ واجب الادا نہ تھا۔[۵۴]

شروع مقدمات میں ہائیکورٹ بمبئی کی بھی یہی رائے تھی[۵۵] اگرچہ اسکی وجوہات بوجداگانہ تھیں۔ مگر اس رائے میں اسقدر اختلاف تھا کہ نیلام بسبب اجراء کا کوئی وارث پابند نہیں ہوگا اِلّا اُس صورت میں کہ وہ وارث جس کے برخلاف ڈگری حاصل کی جاوے۔ متوفی کی کل جائداد پر قابض نہ ہو۔ لیکن تازہ تر فیصلہ جات میں اس رائے کو پسند نہیں کیا گیا۔ اور قرار دیا گیا ہے کہ جو نیلام اوس ڈگری کی اجراء میں عمل میں آوے جو قابل وارث کے برخلاف نالش بجانب قرضخواہ میں حاصل کی گئی ہو۔ اوس سے مشتری کو جائداد میں اون وارثان کے حقوق حاصل نہیں ہوتے جو فریق نالش نہ تھے۔ خواہ جس وارث کے برخلاف ڈگری صادر کی گئی ہو وہ کل جائداد پر قابض ہو۔[۵۶] یہ رائے ہائیکورٹ الہ آباد کی رائے کے مطابق ہے۔ یعنی

بمقدمہ ۲۶ مدراس ۳۴۳ - ۵۴۷ ہائیکورٹ مدراس نے فیصلہ جات ہائیکورٹ بمبئی کی پیروی کی ہے۔ مگر فیصلہ مذکور کی سند کی اوس رائے سے جو عبدالرحیم صاحب حاکم نے بمقدمہ ۳۴ مدراس ۲۵۵ - ۲۵۵ ظاہر کی ہے بہت زیادہ ضعف پہونچا ہے۔

(مقدمہ نسبت ڈگری زر رہن)۔

جو ڈگری کسی مقدمہ متنازعہ فیہ یا غیر متنازعہ فیہ میں مسلمان متوفی کے ایسے وارثوں کے برخلاف صادر ہو جو متوفی کی کل یا جزو ترکہ پر قابض ہوں تو ہائیکورٹ الہ آباد کی رائے کے مطابق اُن وارثوں کی جو بوجہ غیر حاضری یا اور وجہ سے قابض جائداد نہ ہوں اس طرح پر

---

[۵۱] ۸ کلکتہ ۷۰۳ - ۱۲ بمبئی ۱۰۱ - ۲۰ بمبئی ۳۲۸ - نیز دیکھو ۲۶ مدراس ۳۴۳ - ۴۷۸ - ۲۱ کلکتہ ۱۱۳ - [۵۲] ۸ کلکتہ ۷۲۰ ۱۲ بمبئی ۱۰۱ - [۵۳] کلکتہ ۲۴۲ او ۱۵۵ - [۵۴] ۱۲ بمبئی ۱۰۱ - ۱۸۳ -

[۵۵] ۱۲ بمبئی ۱۰۱ - ۲۰ بمبئی ۸۳۳ جسکی پیروی بمقدمہ ۲۹ بمبئی ۷۲۹ میں کی گئی تھی۔

[۵۶] ۳۴ بمبئی ۲۷۱ - (جس میں ۱۲ بمبئی ۱۰۱ و ۲۰ بمبئی ۸۳۳ سے اختلاف رائے کیا گیا)۔ ۳۴ بمبئی ۵۷۵ - ۵۱۱ نالش بنسبت رہن (جس میں ۲۹ بمبئی ۷۲۹ سے اختلاف کیا گیا)۔

پابند نہیں کرتی کہ ایسی ڈگری کے نیلام میں خریدار جائداد کو ان وارثوں کے حقوق حاصل ہو جائیں جو فریق نالش نہ تھے [۵۱] اور ایسے ورثاء خریدار نیلام سے اپنا حصہ جائداد نیلام حاصل کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ مشتری کو اپنا حصہ قرضہ جس کی نسبت ڈگری صادر کی گئی تھی۔ ادا کر دیں [۵۲] الا اوس صورت میں کہ حالات ایسے ہوں کہ خریدار ایسے انصاف کا مستحق نہ تصور کیا جاوے [۵۳]

تمثیلات

(فیصلہ جات کلکتہ و بمبئی)

(الف) ایک مسلمان ایک بیوہ - ایک دختر اور دو ہمشیرگان چھوڑ مرا - اس کی وفات کے بعد متوفی کے ایک قرض خواہ نے برخلاف بیوہ اور دختر جو کل جائداد پر قابض تھیں نالش کی - اور ڈگری برخلاف جائداد متوفی صادر ہوئی - ڈگری اور نیلام جائداد متوفی کی بصیغہ اجراء ہمشیرگان پابند ہونگی خواہ وہ فریق مقدمہ نہ ہوں - (۸ کلکتہ ۷۰۳)۔

(ب) ایک مسلمان ایک بیوہ اور دیگر ورثاء چھوڑ مرا - متوفی کے قرض خواہ نے صرف بیوہ کے برخلاف جو کچھ حصہ جائداد پر قابض تھی نالش دائر کی - دیگر وارثان ضروری فریق نہ تھے اور قرض خواہ نہ صرف بیوہ کے حصہ ترکہ کے برخلاف بلکہ کل ترکہ کے برخلاف جو اس کے قبضہ میں آیا اور جو ان ذمہ داریوں کی ادائیگی میں جو متوفی کی وفات پر ترکہ مذکور پر عائد ہوئیں استعمال نہیں کیا گیا ڈگری حاصل کر سکتا ہے -

(۱۲ کلکتہ ۱۱۳)۔

(ج) ایک مسلمان عورت خطیرہ ایک نابالغ پسر اور دختر چھوڑ مری اس کی وفات کے بعد اس کے ایک قرض خواہ نے برخلاف متوفی بوساطت نابالغ پسر بولایت ولی نالش دائر کی - اور اسی صورت میں ڈگری صادر کی گئی متوفی فوتی وطن میں حصہ کی مستحق تھی اور خطیرہ کے حق حقوق و مرافق بحصہ مذکور اجراء ڈگری میں نیلام کئے گئے مشتری نیلام جو حقوق حاصل کریگا

---

[۵۱] ۳ الہ آباد ۲۶۳ - ۲۷۵ - [۵۲] ۷ - الہ آباد ۸۲۲ - ۷ - الہ آباد ۱۶ ، ۷ - ۱ - الہ آباد ۷ ، ۵ - نیز دیکھو ۱۰ - الہ آباد ۲۹۳ - [۵۳] ۷ - الہ آباد ۸۲۲ - (صفحہ ۸۲۵) - [۵۴] نالش کا یہ طریق مفصلات بمبئی میں عام طور پر رائج تھا - لیکن ہائیکورٹ نے حال ہی میں اس کے برخلاف رائے ظاہر کی ہے -

اس کے متعلق دختر اعتراض نہیں کرسکتی - اگرچہ وہ نہ تو فریق مقدمہ تھی اور نہ ہی فریق اجراء ڈگری - (۲۷ ببمبئی ۱۰۱) - یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس مقدمہ میں کھیتی کی پیداوار کا کوئی جزو متوفی کے وارثان میں سے کسی کے واقعی قبضہ میں نہ تھا۔

(د) ایک مسلمان ایک بیوہ - ایک نابالغ پسر اور دو دختران چھوڑ مرا اس کی وفات کے بعد متوفی کے مرتہن نے برخلاف پسر بولایت ولی اور والدہ نالش بغرض قبضہ اراضی مرہونہ نالش دائر کی - بیوہ اراضی پر قابض تھی - اور اس کے برخلاف ڈگری یک طرفہ بدیں مضمون صادر کی گئی کہ وہ اراضی مرہونہ کا قبضہ مدعی قرض خواہ کے حوالہ کرے اس کے مطابق قرض خواہ نے قبضہ حاصل کرلیا - دختران اس ڈگری کی پابند ہونگی - اگرچہ وہ فریق مقدمہ نہ تھیں - اور انہیں استحقاق نہیں کہ وہ مرتہن سے یا اس کے مشتری سے جائداد مرہونہ فک الرہن کرائیں -

(۲۰ بمبئی ۳۸ س) -

(ی) ایک مسلمان ایک بیوہ اور ایک دختر چھوڑ کر مرگیا - اوس کی وفات کے بعد اوس کے ایک قرض خواہ ج نے اپنے واجب الوصول قرضہ کی بابت نالش برخلاف بیوہ رجوع کی اور اس کے حق میں ڈگری بابت مبلغ ۱۵ روپیہ بدیں شرط صادر ہوئی کہ رقم مذکور جائداد متوفی سے وصول کی جاوے - ڈگری مذکور کے اور راہن متوفی کے حق حقوق اور استحقاق نسبت ایک قطعہ مکان نیلام کئے گئے اور ب نے خرید لئے - دختر نے جو فریق مقدمہ مذکور نہ تھی بعد از ثابت دلا پانے حصۂ خود مکان مذکور پر خلاف ب نالش رجوع کی - فیصلہ جات ۲۷ بمبئی ۱۰۱ - اور ۲۰ بمبئی ۳۸ کو ناپسند کرتے ہوئے قرار دیا گیا کہ چونکہ دختر نالش منجانب ج میں فریق مقدمہ نہ تھی اس لئے وہ اس ڈگری کی پابند نہ تھی جو اس نالش میں صادر ہوئی - اور یہ نیلام اوس کے حقوق نسبت مکان مذکور بدست ب منتقل نہ ہوئے تھے - اور کہ وہ مکان میں اپنا حصہ دلا پانے کی مستحق تھی - ۳۳ بمبئی ۲ ۱۴ - اوس مقدمہ میں بیوہ جس کے برخلاف ڈگری صادر ہوئی تھی سالم مکان پر قابض تھی -

۹ ۲۱ - ایک مسلمان ایک پسر اور دو دختران چھوڑ کر فوت ہوگیا - اوس کے قرض خواہان میں سے ایک نے برخلاف پسر نالش کی لیکن دختروں کو فریق نہ بنایا - اوس نالش میں صادر شدہ ڈگری کی اجراء میں بعض جائداد جو جائداد متوفی کا جزو تھی نیلام کی گئی -

قرار دیا گیا کہ جائداد مذکور میں دختروں کا مفاد نیلام مذکور کے ذریعہ منتقل نہیں ہوا تھا - (۲۹ بمبئی ۱۱)

(فیصلہ جات الہ آباد)

(و) ایک متوفی مسلمان کے قرض خواہ نے بربناءِ گردی نامہ اپنے قرضہ کی وصولی کیلئے بذریعہ تعمیل حق خود برخلاف وارث متوفی جو قابض جائداد تھا نالش دائر کی۔ اجراء ڈگری میں متوفی کی کل جائداد نیلام کی گئی۔ بعدازاں ایک دیگر وارث متوفی نے جو فریق مقدمہ نہ تھا برخلاف ڈگریدار بحیثیت مشتری جائداد میں اپنے حصہ کے حاصل کرنے کے لئے نالش کی۔ قرار دیا گیا کہ جو قرضہ زرنیلام میں سے ادا کیا گیا تھا اس کا حصہ رسدی ادا کرنے پر وارث مذکور جائداد میں اپنا حصہ حاصل کرنے کا مستحق ہے۔ (۷۔ الہ آباد ۱۶۷۔ ۷۔ الہ آباد ۲۲۸)۔

(ز) ایک متوفی مسلمان کے ایک قرض خواہ نے برخلاف وارث قابض جائداد متوفی ڈگری ازنقد حاصل کی۔ اور اجراء ڈگری میں کچھ جائداد غیر منقولہ جو ترکہ متوفی کا حصہ تھی قرق کرائی۔ جائداد غیر منقولہ کی مالیت مدعاعلیہ کے حصہ سے زیادہ تھی۔ مدعاعلیہ مستحق ہے کہ اُن وارثان کی طرف سے جو فریق مقدمہ نہیں ہیں اُن کے حقوق کے قرق اور نیلام کئے جانے کی نسبت عذر کرے۔ بدیں وجہ کہ اُن کی طرف سے وہ بطور امین قابض ہے۔ (۲۲۔ الہ آباد ۲۶۳)۔

بموجب فیصلہ جات ہائی کورٹ کلکتہ کے نالش منجانب قرض خواہ بنام اوس وارث کے جو قابض ہو ازقسم نالش نسبت انتظام جائداد کے ہے۔ جو متوفی مسلمان کے جملہ وارثان کو پابند کرتی ہے۔ اس رائے کی بنیاد زیادہ تر یہ خیال معلوم ہوتی ہے کہ بیحد بے انصافی واقع ہوگی اگر قرض خواہ اپنے دعوے کا صرف جزو وصول کرنے کا مجاز قرار دیا جاوے جب کہ ہائی کورٹ الہ آباد نے قرار دیا ہے۔ عدالت مذکور نے اپنی رائے کو ایک وصی کی مثال سے تقویت دینے کی کوشش کی ہے۔ (دیکھو ۲۱ کلکتہ ۱۱۳۔ ۱۳۱) جس کے برخلاف بموجب قانون انگریزی کے اوس خاص جائداد کے جو اس کے تحویل میں آئی ہو حساب داخل کرنے کی نالش کی جاسکتی ہے۔ خواہ متوفی کا کوئی قانونی قائم مقام موجود نہ ہو۔ ہائی کورٹ کلکتہ کے اس خیال پر رائے زنی کرتے ہوئے بیٹی صاحب حاکم بمقدمہ ۳۴ بمبئی ۲۱۳ ۲۲۷ تحریر فرماتے ہیں۔ ہماری دانست میں نالش منجانب قرض خواہ نسبت ثابت کرنے ایک واحد قرضہ برخلاف جائداد متوفی کو نالش ازقسم انتظام جائداد منجانب قرض خواہ نامزد کرنا غلطی ہے۔

ہائی کورٹ بمبئی سے نے اپنے فیصلہ جات ۲۱ بمبئی ۱۰۱ و ۲۰ بمبئی ۳۳۰ میں دہرم شاستر کے اس اصول کی پیروی کی ہے کہ جب نالش منجانب قرض خواہ میں قرضہ باپ سے واجب الوصول ہو اور اس کی وفات کے بعد جائداد بصیغہ اجراء اوس ڈگری کے نیلام کر دی جاوے جو برخلاف بیوہ یا بعض وارثان متوفی کے حاصل کی گئی ہو اور جملہ جائداد نیلام کی جاوے تو اون وارثان کو جو فریق مقدمہ نہ تھے یہ عذر کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ چونکہ وہ فریق مقدمہ نہ تھے اس لئے وہ ڈگری کے پابند نہیں ہیں۔ (۲۰ بمبئی ۳۳۸-۳۴۴-۳۴۵) مقدمہ ۳۳ بمبئی ۱۷۱ میں محترم ججان نے یہ رائے ظاہر فرمائی ہے کہ اہل اسلام کی حالت میں دہرم شاستر کے قاعدہ مذکورہ بالا کے اطلاق کرنے کے لئے کوئی سند موجود نہیں ہے۔

ہائی کورٹ الہ آباد کے فیصلہ جات کی وجہ بقول محمود صاحب حاکم حسب ذیل ہے :- یہ قرار دینا کہ جو ڈگری متوفی کے ایک قرض خواہ نے برخلاف چند ایک وارثان کے حاصل کی ہے وہ اون وارثان کے لئے بھی قابل پابندی ہوگی جو فریق مقدمہ نہ تھے۔ بمنزلہ مابین فریقین کے تجویز کرنے کے ہے۔ یا بہ الفاظ دیگر بمنزلہ ایسی تجویز کے ہے جو باوجودیکہ عدم حاضری میں صادر کی گئی تھی مگر بموجودگی حاضری کے صادر شدہ ظاہر کی جاوے۔ جو بموجب قانون اون حالات تک محدود ہے جن کا ذکر دفعہ ۴۱۔ ایکٹ شہادت ہند میں کیا گیا ہے۔ لیکن ہمارے قانون میں کسی ایسے طریق کی اجازت نہیں ہے اور اس کی وجہ صریح ہے۔ مسلمان وارثان اپنے اپنے حصص کے جدا جدا مالک ہیں۔ اور اون کو اپنا اپنا حصہ تابع قرضہ متوفی کے ملتا ہے تو اونکے ذمہ واری تاحد اون کے اپنے اپنے حصص کے ہوتی ہے۔ جب ایک دفعہ اس اصول کو تسلیم کر لیا جاوے تو پھر یہ اصول کہ ہر ایک وارث اپنا حصہ تابع قرضہ تا در حصہ خود کے لیتا ہے بغیر اس شرط کے حاوی ہوتا ہے جو ہندو خاندان مشترکہ کے مشترک وارثان کی صورت میں حاوی ہوتی ہے۔ (۷۔ الہ آباد ۸۲۲-۸۴۲-۸۴۳-)

۲۱۹۔ ایک مسلمان متوفی کے وارثان میں سے کسی ایک کو جو متوفی کی جملہ جائداد پر قابض ہو قانوناً اختیار حاصل نہیں کہ وہ اپنے شریک وارثان کے حصہ کے ساتھ متوفی کے قرضہ کی ادائیگی کے لئے بھی برتاؤ کرے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر ایسا وارث اس جائداد میں سے جو اس کے قبضہ میں ہو کوئی جائداد جو متوفی کی جائداد کا جزو ہو متوفی کے قرضہ کی ادائیگی کے لئے بیع کر دے۔ ایسا بیع خواہ اوس کے اپنے حصہ کے انتقال کے متعلق قابل عمل ہو۔

مگر دوسرے شریک وارثان اور قرض خواہان متوفی کو پابند نہیں کرتا۔
۵۴ مدراس ۳۴۳ (اجلاس کامل) ۲۴ بمبئی ۴۰۷۔
متذکرہ بالا اصول مدراس ہائی کورٹ کے فیصلہ ۵۴ مدراس ۳۴۴ (اجلاس کامل) سے اخذ کیا گیا ہے۔ جس کے بموجب عدالت مذکور کا پہلا فیصلہ بمقدمہ ۲۶ مدراس ۳۴۴ منسوخ کیا گیا ہے۔ اور الہ آباد ہائی کورٹ کے فیصلہ ۱۔ الہ آباد ۳۴۲ سے اختلاف رائے کیا گیا ہے۔ ہائی کورٹ مدراس کے فیصلہ ۲۶ مدراس ۳۴۴ کی وجہ یہ تھی۔ کہ چونکہ اس صورت میں جب قرض خواہ برخلاف وارث قابض ترکہ کے برخلاف ڈگری حاصل کر کے جائداد کو قرق کرا کر نیلام کرا دے۔ تو دیگر وارثان اوس نیلام کے پابند ہوتے ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ایسے وارثان اُس صورت میں کیوں پابند نہ ہوں۔ جب وارث قابض برضا خود جائز انتقال کرے۔
ہائی کورٹ الہ آباد نے بمقدمہ ۷۔ الہ آباد ۸۲۲ یہ قرار دیا ہے کہ اگر قرض خواہ ایسی ڈگری میں جو صرف وارث قابض کے برخلاف ہو جائداد قرق کرا کر نیلام کرا دے۔ تو ایسے نیلام کے دیگر وارثان پابند نہیں ہونگے۔
جس صورت میں ایسا نیلام جو بعد تحقیقات کامل عدالت کی معرفت ہو دیگر وارثان کو پابند نہیں کر سکتا تو کب ممکن ہے کہ جو انتقال وارث قابض نے برضا خود کیا ہو۔ اس کے وہ پابند ہو سکیں۔ لیکن اس کے برخلاف الہ آباد ہائی کورٹ کا اپنا فیصلہ بمقدمہ ۱۔ الہ آباد ۳۴۵ موجود ہے۔

۲۷۔ جب کہ بیوہ اپنے شوہر متوفی کی جائداد پر قابض ہو اور یہ قبضہ اُس نے جائز طور پر بغیر کسی جبر یا فریب کے حاصل کیا ہو اور اُس کا کُل یا جزو مہر یافتنی ہو اور ہنوز ادا نہ ہو چکا ہو تو وہ مستحق ہے کہ جائداد مذکور پر بمقابلہ دیگر ورثاء شوہر خود اوس وقت تک قبضہ رکھے کہ اوس کا مہر ادا ہو جائے۔ لیکن بیوہ اس بات کی ذمہ وار ہے کہ منافعہ جائداد کا حساب ورثاء کو دے۔ غالباً یہی قاعدہ کسی دیگر صورت سے متعلق ہوگا جس کو قرضہ ترکہ متوفی کے ذمہ یافتنی ہو۔ بعد تقسیم ایسے وارث کو اختیار ہے کہ جو جائداد اس کے قبضہ میں ہو اُس کو بلا روک ٹوک منتقل کرے۔ لیکن اگر مہر ادا نہ ہو چکا ہو یا کوئی قرضہ جدی نہ ہو۔ دادنی ہو تو ہر وارث ذاتی طور پر اس حد تک ذمہ وار ہے جس حد تک کہ کوئی جائداد اوس نے حاصل کی ہو۔ (۴۴ اموراز انڈین اپیل صفحہ ۷۷ ، ۳)۔
۱۲ ویکلی رپورٹر صفحہ ۱۱ میں اگرچہ یہ صریحاً ثابت نہ ہوا تھا کہ خاوند نے اپنی حیات میں مہر کے عوض

میں جائداد کا قبضہ دیا تھا۔ اور مسل سے بعد وفات شوہر زوجہ کے قابض ہونے پر ورثاء کی رضامندی مترشح نہ ہوتی تھی۔ تاہم ہائیکورٹ کلکتہ نے قرار دیا کہ چونکہ زوجہ وارث ہے۔ اور جائز طور پر قابض ہوئی ہے۔ اس لئے بمقابلہ دیگر ورثا اوس وقت تک قبضہ رکھنے کی مستحق ہے۔ کہ اوس کا مہر ادا ہو جائے۔

اس فیصلہ و دیگر فیصل جات ہم مضمون کی پیروی مسٹر جسٹس برکٹ نے ۱۶۔ الہ آباد صفحہ ۷۵ ۲ میں کی ہے۔ لیکن جب یہ مقدمہ مطابق لیٹرز پیٹنٹ اپیل سوم میں۔ چیف جسٹس ایج صاحب اور جسٹس بنرجی کے پیش ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ انہوں نے ایک ماہ قبل ایک اور مقدمہ میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ اگر مسلمان بیوہ نے جس کا مہر یافتنی ہو قبضہ جائداد جائز طور پر حاصل نہ کیا ہو۔ یعنی شوہر نے معاہدہ کے ذریعہ خود اوس کو قبضہ نہ دیا ہو یا شوہر کی وفات پر دیگر ورثاء کی رضامندی سے بعوض مہر اس کا قبضہ نہ ہو گیا ہو اور اس طرح پر اُس جائداد پر مہر کی بابت اس کا مواخذہ نہ ہو گیا ہو تو وہ اوس جائداد پر قبضہ کر لینے سے جس کے قبضہ کی اپنے حصہ وراثت کے مشترک دیگر ورثاء کے ہمراہ مشترک مستحق ہے۔ اپنے مہر کا مواخذہ بمقابلہ دیگر ورثاء قائم نہیں کرتی۔ (۱۷۔ الہ آباد صفحہ ۷۷)۔

۱۷۔ الہ آباد صفحہ ۹۷ میں اگرچہ ججان نے جسٹس برکٹ صاحب کی قانونی رائے سے اختلاف کیا۔ لیکن انہوں نے اُس کے فیصلہ کو اس وجہ پر بحال رکھا کہ یہ ثابت نہیں ہوا کہ طریقہائے متذکرہ صدر میں سے کسی طریقہ سے بیوہ نے قبضہ نہیں لیا۔

صرف بیوہ ہی کی ذات میں دو حیثیتیں یعنی وارث اور قرض خواہ کی جمع ہوتی ہیں۔ اور کل ورثاء میں بالعموم بیوہ ہی شوہر کی وفات پر جائداد پر فوراً قبضہ کرنے کی مستحق ہوتی ہے۔ (۲۰ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۳۴۶ و ۳۴۷)

مسلمان متوفی شوہر کا قرض خواہ اوس جائداد سے جو ایسے شخص کے قبضہ میں ہو جس نے بذریعہ خرید وارث مشترک سے نیک نیتی کے ساتھ معاوضہ قیمتی کے بدلے حاصل کی ہو اپنا قرض وصول نہیں کر سکتا۔ (۲۴ کلکتہ ۲۰۰۔ پریوی کونسل)۔

اگر ایک مسلمان عورت بلا جبر و فریب قابض جائداد شوہر متوفی ہو تو وہ تا ادائیگی مہر مستحق رکھنے قبضہ کی ہے۔ پنجاب ریکارڈ ۸۔ سنہ ۱۹ء۔

یہ امر قابل لحاظ نہیں کہ ابتداءً قبضہ بلا رضامندی ورثاء ہوا تھا۔ (۱۲۔ الہ آباد صفحہ ۲۲۵)۔

ایسی عورت کو اختیار رہن حاصل نہیں - ۷ (۱۷- الہ آباد صفحہ ۱۹)

اگر نالش مہر دائر ہو اور ورثائے شوہر جائداد شوہر کو منتقل کر دیں تو ایسے انتقال کا ڈگری پر کچھ اثر نہیں ہوگا - (۱۹- الہ آباد صفحہ ۵۰۴) -

۲۲۱- کسی عدالت کو یہ جائز نہ ہوگا کہ کسی متوفی مسلمان کے قرض دار کے نام پر واسطے ادائے کرنے اس کے قرضہ کے کسی ایسے شخص کو جو اوس متوفی آدمی کے مال یا اوس کے کسی جزو کے حقدار ہونے کا دعویٰ کرتا ہو ڈگری صادر کرے - اِلّا جب کہ وہ شخص جو اس طرح کا دعویٰ کرتا ہے کوئی پروبیٹ یا اہتمام ترکہ کی چٹھی پیش کرے - جس سے یہ ثابت ہو کہ متوفی کی جائداد کے اہتمام کا اختیار اُسے عطا ہوا ہے - یا کوئی ایسا سرٹیفکٹ پیش کرے جو ایکٹ وراثت ہند ۱۸۶۵ء یا مجموعہ قوانین بمبئی کے قانون نمبر ۸ ۱۸۲۷ء کے رو سے عطا ہوا ہو اور اوس میں زر قرضہ کی تصریح ہو -

تشریح- لفظ "قرضہ" میں جو اس مد میں درج ہے - مہر قرضہ داخل ہے بجز ایسے لگان یا مالگذاری یا منافع کے جو ایسی زمین کی بابت واجب الادا ہوں جو کاشتکاری کے کام میں استعمال آتی ہو -

اصول ہذا دفعہ ۴ - ایکٹ سرٹیفکٹ جانشینی نمبر ۷ ۱۸۸۹ء کی ترمیم ہے - جہاں تک دفعہ مذکور مسلمانوں سے متعلق ہے - ایکٹ ہذا تمام برٹش انڈیا میں نافذ ہے - لیکن بموجب دفعہ ۱ ضمن ۴ زیر تحت ایکٹ ہذا ایسے قرضہ یا ضمانت کے متعلق سرٹیفکٹ عطا نہیں کیا جا سکتا جن کے متعلق زیر تحت ایکٹ وراثت ہند ۱۸۶۵ء پروبیٹ یا چٹھیات مہتمی دستیاب ہو سکتی ہوں - یا زیر تحت ایکٹ وصیت اہل ہنود ۱۸۷۰ء پروبیٹ حاصل کیا جا سکتا ہو یا چٹھیات مہتمی بشمول وصیت مل سکتی ہوں -

پروبیٹ - جن حالات میں ایکٹ وراثت ہند ۱۸۶۵ء حاوی ہو - لیکن ایکٹ ہذا اہل اسلام پر حاوی نہیں - اُن میں بموجب دفعہ ۱۸۷ - ایکٹ مذکور کسی عدالت میں حق بطور وصی قائم نہیں کیا جا سکے گا - اِلّا اس صورت میں کہ اوس وصیت کے متعلق جس کے زیر تحت حق وصی کا استحقاق کیا جاتا ہو پروبیٹ حاصل نہ کیا جاوے - ایکٹ پروبیٹ و ایڈمنسٹریشن میں ایسی ہدایت نہیں ہے - اور ایکٹ ہذا اہل اسلام پر حاوی ہے - بمقدمہ (۲ بمبئی ۴۴۱ - ۲۵۵ - ۷ - کلکتہ ۷۴ - ۹۳۹) میں قرار دیا گیا ہے کہ یہ سقم منیتاً ہے - پس ایک

مسلمان متوفی کی وصیت کا وصی بلا حصول پروبیٹ اپنا استحقاق بطور وصی عدالت میں قائم کرسکتا ہے۔ لیکن وصولی قرضہ کے لئے ضروری ہے کہ پیشتر اس کے کہ کسی شخص کو متوفی کے قرضدار سے وصولی رقم کی ڈگری دیجائے اوس نے پروبیٹ یا سرٹیفکٹ بموجب ایکٹ سرٹیفکٹ وراثت یا بمبئی ریگولیشن ۸ ۱۸۲۷ء حاصل کیا ہو۔ ان ہدایات کا جو ایکٹ سرٹیفکٹ وراثت سے نافذ کی گئی ہیں۔ منشاء یہ ہے کہ قرضجات آسانی سے وصول ہوجاویں اور جو مقروض متوفی کے قائم مقام کو ادائیگی کرے وہ بھی محفوظ ہے۔ اسی طرح سے ۷ بمبئی ۱۲۲ میں قرار دیا گیا ہے کہ ایک مسلمان کا وصی بلا حصول پروبیٹ درضامندی وارثان موصی کی جائداد غیر منقولہ کو جائز طور پر بیع و منتقل کرسکتا ہے۔ اور کہ اوس پر احکام ایکٹ پروبیٹ حاوی ہیں یا نہ وہ حد پروبیٹ میں رہے یا نہ۔

چٹھیات مہتممی - جس حالات میں ایکٹ وراثت ہند حاوی ہو۔ تو زیر تحت دفعہ ۱۹۰ یہ قرار دیا گیا ہے کہ جو شخص بلا وصیت فوت ہوجاوے اس کی جائداد کے کسی حصہ کے متعلق کوئی استحقاق کسی عدالت میں قائم نہیں کیا جاسکتا۔ جب تک پہلے عدالت مجاز سے چٹھیات مہتممی حاصل نہ کی گئی ہوں۔ لیکن دفعہ ہذا پروبیٹ وایڈمنسٹریشن ایکٹ میں نافذ نہیں کی گئی اس لئے ایک متوفی مسلمان کے وارثان بلا حصول چٹھیات مہتممی متوفی کے ترکہ کے حصول کے لئے نالش کرسکتے ہیں۔ لیکن جو نالش وارثان بغرض وصولی قرضہ دائر کریں اس میں اس وقت تک ڈگری صادر نہیں کی جاوے گی جبتک زیر تحت ایکٹ سرٹیفکٹ وراثت یا بمبئی ریگولیشن ۸ ۱۸۲۷ء چٹھیات مہتممی حاصل نہ کیجاویں۔

وصولی قرضہ بوساطت عدالت - یہ امر قابل یاد رکھنے کے ہے کہ ایکٹ سرٹیفکٹ وراثت کے احکام صرف اون حالات میں حاوی ہیں کہ جب متوفی کو واجب الادا قرضجات کی وصولی کے لئے بوساطت عدالت کوشش کی جاوے۔ ایک قرضدار متوفی کا وصی کو قرضہ ادا کرسکتا ہے۔ خواہ اوس نے پروبیٹ یا چٹھیات مہتممی حاصل نہ کی ہوں۔ اور ایسی ادائیگی کے بعد وہ بری الذمہ ہوجاوے گا۔ اسی طرح سے قرضدار وارثان کو قرض ادا کرسکتا ہے۔ خواہ انہوں نے سرٹیفکٹ یا چٹھیات مہتممی حاصل نہ کی ہوں۔ لیکن اگر قرضدار کئی ایک وارثوں میں صرف ایک کو ادا کرے۔ تو وہ تمام کے متعلق بری الذمہ نہ ہوگا۔ ۳۶۵ - مدراس ۴۷۳ - ۹ - ۴۳۹ - ۲۷ بمبئی ۲۹۲ - نیز دیکھو ۲۵ مدراس ۴۶ (۹۰)

الّا اس صورت میں کہ رسید تمام وارثان کی طرف سے حاصل کی گئی ہو۔ اگر تمام وارثان رسید میں شامل نہ ہوں تو مقروض کے لئے بہتر ہوگا کہ وہ سوائے اوس شخص کے جس نے سرٹیفکٹ یا چٹھیات مہتمی حاصل کی ہوں کسی اور کو قرض ادا نہ کرے۔
یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ جس وقت نالش دائر کی جائے تو مدعی پروبیٹ یا چٹھیات مہتمی یا سرٹیفکیٹ حاصل کر چکا ہو۔ بلکہ اُس وقت تک ڈگری صادر نہیں کی جاوے گی جب تک حاصل نہ کر لے۔ ۸ ۳ کلکتہ ۲۷۲۔ ۸ ۳۔ انڈین اپیل ۷۔

دیوان ۔ جائداد خاندان کے ایک حصہ کے لئے برخلاف دیگر ممبران خاندان جو نالش ہو وہ بغرض وصولی قرضہ نہیں ہے۔ ۸ بمبئی ۲۴۱ - ۲۵۵۔
اس امر کا تصفیہ نہیں کیا گیا۔ کہ نالش رہن میں یہ ڈگری کہ جائداد مرہونہ نیلام کیجاوے ڈگری نسبت ادائیگی قرضہ کے ہے۔ ۲۵ مدراس ۷۷۔ ۲۸ بمبئی ۲۴۳۔ ۱۶۔ الہ آباد ۲۵۹۔
اوّل الذکر دو فیصلہ جات میں قرار دیا گیا کہ ڈگری مذکور ایسی نہیں ہے مگر آخر الذکر میں تجویز کیا گیا کہ ڈگری نسبت ادائیگی قرضہ کے ہے۔
بمبئی رگیولیشن ۸ ۱۸۲۷ء۔ ریگیولیشن ہذا صرف احاطہ بمبئی میں نافذ ہے۔ اس کے مطابق متوفی کا وارث۔ وصی یا قانونی مہتمم سرٹیفکٹ حاصل کر سکتا ہے۔ اس سرٹیفکیٹ سے کوئی خاص حقوق حاصل نہیں ہوتے۔ سوائے اس کے وہ شخص جس کے حق میں سرٹیفکٹ عطا کیا جاوے وہ متوفی کی جائداد کا قانونی منتظم ہوتا ہے۔ ۸ بمبئی ہائی کورٹ اپیل دیوانی ۱۵۲۔

۲۲۲۔ جن حالات کا اوپر صریحاً ذکر نہیں کیا گیا۔ اون میں متوفی مسلمان کے ترکہ کا اہتمام احکام ایکٹ ہائے مندرجہ ذیل کی اُس حد تک تابع ہوگا جہاں تک وہ اہل اسلام سے متعلق ہیں:۔

(۱) ایکٹ پروبیٹ واہتمام نمبری ۵ ۱۸۸۱ء۔
(۲) ایکٹ وراثت جانشینی نمبری ۸ ۱۸۸۹ء۔
(۳) ایکٹ ایڈمنسٹریٹر جنرل نمبری ۱۳ ۱۹۱۳ء۔
(۴) ایکٹ ایڈمنسٹریٹر جنرل و آفیشل ٹرسٹی نمبر ۵ ۱۹۰۲ء۔ دفعہ ۴۔
(۵) ایکٹ کیوریٹر نمبری ۱۹ ۱۸۴۱ء۔ ۶۔ ۹۔

(۶) آئین بمبئی نمبری ۸ ۱۸۲۷ء۔

۲۲۳۔ اگر مسلمان متوفی نے وصیت کے رو سے کسی شخص کو وصی مقرر کیا ہو۔ تو وہ مجاز ہے (لیکن اس کے لئے لازم نہیں) کہ زیر ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء پروبیٹ کے لئے عدالت صاحب ڈسٹرکٹ جج یا حاکم ضلع کی عدالت میں درخواست کرے جس کی حدود کے اندر موصی بوقت وفات مستقل بود و باش رکھتا ہو۔ یا اس کی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ واقع ہو۔

لفظ پروبیٹ سے وصیت نامہ کی نقل جو بہ ثبت مہر کسی عدالت ذی اختیار کر تصدیق ہوئی ہو۔ جب اس کے ساتھ حکم عدالت متضمن عطائے اختیار اہتمام ترکہ متوفی شامل ہو مراد ہے وصیت خواہ تحریری ہو یا زبانی۔ ۲۴ بمبئی ۸۔

شریعت اسلام کے مطابق وصی کی تعریف یہ ہے۔ کہ امین جس کو موصی اس غرض سے مقرر کرے کہ اس کی وفات کے بعد اس کی جائداد اور بچوں کی نگرانی اور خبر گیری کرے۔ ایسا شخص متوفی کا قائم مقام بھی کہلاتا ہے۔ (بیلی صاحب ۶۶۵)۔

لیکن ان الفاظ کے قانونی معنے نہیں لینے چاہئیں۔ بلکہ ان سے مراد صرف ایسا منتظم یا کارندہ ہے۔ جو اخراجات تجہیز و تکفین اور قرضہ اور وصیتوں کے ادا کرنے کے لئے مقرر کیا جائے اور اگر اس کے بچے ہوں تو ان کی ذات و جائداد کا ولی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن بروئے شرع محمدی وہ قانونی مالک جائداد نہیں ہوتا۔

فقرہ ہذا میں جو یہ الفاظ درج ہیں کہ وصیت کے رو سے وصی مقرر کیا ہو اس کے اصطلاحی معنے نہیں لینے چاہئیں۔ کیونکہ یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ قاضی بھی وصی مقرر کر سکتا ہے بشرطیکہ متوفی نے کوئی وصی مقرر نہ کیا ہو۔ یا اگر مقرر شدہ وصی کسی وجہ سے علیحدہ کیا جا سکتا ہو (دیکھو ہدایہ گریڈی صاحب کتاب ۲۰۔ باب ۴ صفحہ ۱۵۱ ۲۔ نیز ۴ کلکتہ ۳۴۲) جن اشخاص پر ایکٹ وراثت ہند یا وصیت اہل ہنود حاوی نہیں ہیں ان کے لئے پروبیٹ کا حاصل کرنا لازم نہیں۔ (۸ بمبئی ۲۴۱)۔

۲۲۴۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا شرع محمدی کے رو سے اگر وصیت صرف زبانی ہو۔ تو اس کا مضمون شہادت سے ثابت ہونے پر پروبیٹ عطا ہو سکتا ہے یا نہیں۔

(ایکٹ میں زبانی وصیت کا کوئی ذکر نہیں)۔

۲۲۵۔ اگر وصیت نامہ بعد وفات موصی کے گم ہو چکا ہو یا دستیاب نہ ہو سکے

یا کسی بدنیتی یا اتفاق سے نہ بذریعہ فعل موصی کے ضائع ہو گیا ہو۔ اور وصیت نامہ کی نقل یا مسودہ بچ رہا ہو تو جائز ہے کہ نقل یا مسودہ کا پروبیٹ اس میعاد کے لئے عطا کیا جائے جب تک کہ اصل وصیت نامہ یا اس کی نقل مصدقہ پیش ہو سکے۔

دفعہ ۲۴۔ ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء۔

۲۲۶۔ جب وصیت نامہ گم یا ضائع ہوا ہو اور اسکی کوئی نقل یا مسودہ نہ بچ رہا ہو تو جائز ہے کہ اگر اس کے مضامین ثابت ہو سکیں تو مضامین کا پروبیٹ عطا کیا جائے۔

دفعہ ۲۵۔ ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء۔

۲۲۷۔ پروبیٹ اس شخص کو ادا نہیں ہو سکتا جو نابالغ یا ناقص العقل ہو۔ لیکن جب کوئی شخص جو وصیت کے رو سے وصی مقرر ہوا ہو۔ پروبیٹ کی درخواست دے اور وصیت کی اصلیت کا تنازعہ نہ ہو اور درخواست کنندہ قانوناً ناقابل نہ ہو تو عدالت کو یہ اقتضائے رائے حاصل نہیں کہ اس بنا پر پروبیٹ عطا کرنے سے انکار کرے کہ اس کی رائے میں درخواست کنندہ وصی مقرر کئے جانے کے لائق اور مناسب نہیں [۱]۔

یہ قاعدہ شرع محمدی کے مطابق ہے۔
نابالغ یا ناقص العقل شخص کی تقرری ناجائز ہے۔ لیکن عورت۔ اندھا شخص۔ یا ایسا شخص جو دغا میں سزایاب ہو قانوناً وصی مقرر ہو سکتا ہے۔ اگر نابالغ وصی مقرر کیا جائے۔ تو عدالت اسے علیحدہ کر سکتی ہے۔ دبلی صاحب صفحہ ۶۶۹۔

۲۲۸۔ جب بہت سے اوصیا مقرر ہوئے ہوں تو جائز ہے۔ کہ پروبیٹ سب کو بمرتبہ واحد یا فرداً فرداً بدفعات عطا کیا جائے۔ جب پروبیٹ چند اوصیا کو عطا ہوا ہو اور ان میں سے ایک وصی فوت ہو جائے تو موصی کی کل جائداد کا اہتمام وصی یا اوصیاء باقی ماندہ سے متعلق ہو جاتا ہے۔

دفعات ۹ و ۱۱۔ ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء۔

دفعہ ۱۰ اتمہ جات کے متعلق ہے جو عطائیگی پروبیٹ کے بعد دستیاب ہو۔

۲۲۹۔ (۱) جب کسی وصیت نامہ کا ایک ہی وصی مقرر کیا گیا ہو یا جائداد مالبقی کا ایک ہی موہوب لہ کوئی شخص نابالغ ہو تو جائز ہے کہ چٹھیات ضمنی معہ وصیت نامہ منسلکہ اس شخص

---

[۱] دفعہ ۵۔ ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء [۲] ا نکلکتہ صفحہ ۱۹۵۔

نابالغ کے ولی قانونی یا کسی اور شخص کو جس کو عدالت اس عہدہ کے فریق سمجھے اس میعاد تک عطا کرے۔ جبکہ وہ نابالغ عمر بلوغ کو پہنچ جائے۔ تو اس وقت وصیت نامہ کا پروبیٹ شخص مذکور کو دیا جائے گا۔ نہ کہ اس سے پیشتر۔

(۲) جب دو یا زیادہ اوصیا، نابالغ ہوں اور کوئی ولی جو سن بلوغ کو پہنچا ہو نہ ہو یا جب جائداد مالیقی کا دو یا زیادہ موہوب الیہم ہوں اور کوئی موہوب لہٗ سن بلوغ کو نہ پہنچا ہو۔ تو چٹھیات مہتممی اس میعاد تک عطا ہوں گی جبکہ ان میں سے کوئی شخص عمر بلوغ کو پہنچ جائے۔

۲۳۰ - پروبیٹ کی درخواست میں عدالت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس جائداد کے استحقاق کے سوال کی تجویز کرے۔ جو بذریعہ وصیت منتقل ہوئی ہو۔ یا انتقال کے جواز پر غور کرے۔ عدالت صرف اس امر کا فیصلہ کرسکتی ہے کہ آیا وصی مقرر ہوا۔ اور وصیت جائز ہے اور اس کا مضمون درست ہے۔

۱۲ بمبئی ۱۶۴ - ۳۳ کلکتہ ۱۱۶۔

۲۳۱ - پروبیٹ نامہ کے پروبیٹ کے عطا ہونے سے ثبوت وصیت نامہ کا تاریخ وفات موصی سے ہوجاتا ہے۔ اور وصی کی تمام کارروائی جو مابین تاریخ مذکور اور تاریخ پروبیٹ کی اس حیثیت سے تفریح میں آئی ہو جائز ہوجاتی ہے۔

دفعہ ۱۲ - ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء۔

۲۳۲ - لفظ (ایڈمنسٹریٹر) مہتمم ترکہ سے وہ شخص مراد ہے جس کو بحالت عدم موجودگی وصی کے کسی حاکم مجاز نے کسی متوفی کے ترکہ کے اہتمام کے لئے مقرر کیا ہو۔ اور وہ دستاویز جس کے ذریعہ سے ایسا تقرر قرار دیا جائے چٹھیات اہتمام ترکہ کہلاتی ہے۔

دفعہ ۲ - ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء۔

۲۳۳ - چٹھیات مہتممی سے جملہ حقوق اس شخص کے جو بلا وصیت فوت ہوا ہو اسی طرح مہتمم ترکہ کو حاصل ہوجاتے ہیں۔ کہ گویا اختیار اہتمام ترکہ عین وفات متوفی پر اس کو عطا ہوا تھا چٹھیات مہتممی سے وہ افعال مہتمم ترکہ کے جو ما قبل حصول چٹھیات مذکور واقعہ ہوئے اور جن سے جائداد متوفی بلا وصیت میں کمی یا خسارہ پہنچا ہو دستاویز پروبیٹ کے جائز نہیں ہوجاتے

دفعہ ۱۴ و ۱۵ - ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء۔

اس تفاوت کی وجہ یہ ہے کہ پروبیٹ میں وصی کو اختیار متوفی کی طرف سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور چٹھیات

مہتمی میں صرف چٹھیات مذکور ہے۔

۲۳۴۔ چٹھیات مہتمی کسی شخص کو عطا نہیں ہوسکتی ہیں۔ جو نابالغ ہو۔ یا جس کی عقل ناقص ہو۔ اور عدالت مجاز ہوگی کہ حسب اقتضائے رائے اپنے حکم واسطے نامنظوری کرے کسی ایسی درخواست کو جو زیر تحت ایکٹ ہذا بمراد حصول چٹھیات اہتمام ترکہ گذرے۔ بعد قلمبندی وجوہ نامنظوری کے صادر کرے۔

دفعہ ۱۳۰ ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء۔

دفعہ ۵۸۔ ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء یہ وجہ کہ عدالت درخواست پروبیٹ کو نامنظور نہیں کرسکتی۔ لیکن چٹھیات مہتمی کے لئے درخواست کو نامنظور کرسکتی ہے۔ ظاہر ہے۔ کیونکہ جیسا منتقین صاحب تحریر فرماتے ہیں جس شخص کو چٹھیات مہتمی عطا کی جاتی ہیں۔ وہ بموجب قانون مقرر کیا جاتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ عدالت اشخاص سے واقف نہ ہو۔ لیکن وصی کو موصی مقرر کرتا ہے۔ جسے ممکن ہے کہ وصی کی سزایابی کا علم ہو اور اس نے اُسے نظرانداز کرنا مناسب خیال کیا ہو۔

۲۳۵۔ جائز ہے۔ کہ پروبیٹ یا چٹھیات مہتمی کا عطانامہ کسی وجہ معقول کے اظہار سے مسترد یا منسوخ کیا جائے۔

توضیح۔ وجہ معقول۔ بہ صورتیں ہیں۔

(۱) یہ کہ وہ عمل وراحد جس سے عطانامہ حاصل ہوا بالاصل ناقص تھے۔

(۲) یہ کہ عطانامہ عدالت کے روبرو براہ فریب بیان دروغ کرنے سے یا کوئی امر جو مقدمہ میں مؤثر تھا عدالت سے مخفی رکھکر حاصل کیا گیا۔

(۳) یہ کہ عطانامہ بذریعہ اظہار دروغ ایسے واقعہ کے جو قانوناً عطانامہ کے جواز کے لیے ضرور تھا حاصل ہوا ہے۔ گو وہ اظہار دروغ لاعلمی یا سہو سے وقوع میں آیا ہو۔

(۴) یہ کہ حالات موجودہ کے باعث عطانامہ بیکار اور غیر مؤثر کیا گیا ہے۔

(۵) یہ کہ وہ شخص جس کو عطائے مذکور کی گئی۔ قصداً فہرست یا حساب پیش کرنے سے قاصر رہا ہو۔

دفعہ ۵۰۔ ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء۔

۲۳۶۔ چٹھیات اہتمام ترکہ معہ نقل وصیت نامہ منسلکہ جس کے رو سے مہتمم ترکہ پر وصی کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ مندرجہ ذیل صورتوں میں عطا کی جاسکتی ہے۔

(۱) صورت مندرجہ دفعہ آیندہ میں اس شخص کو عطا ہوں گی جو درصورت بعد وصیت فوت کرنے متوفی شخص کے اس کے ترکہ کے اہتمام کا مستحق ہوتا۔

(۲) اس موہوب لہ کو جس کو کل جائداد یا جائداد مابقی (یا اس شخص کے قائم مقام کے جو موصی کے بعد زندہ رہا ہو) ہبہ میں آئی ہو جبکہ متوفی نے وصیت تحریر کی ہو۔ لیکن کوئی مہتمم مقرر نہ کیا ہو۔ یا

(۳) شخص مذکورہ بالا کو جبکہ متوفی نے ایسے شخص کو وصی مقرر کیا ہو جو قانوناً نالائق ہو یا وصی کا کام انجام دینے سے انکار کرے یا موصی کے روبرو وفات پائے یا وصیت کو ثابت کرنے سے پیشتر فوت ہو جائے

(۴) شخص مذکورہ بالا کو جبکہ وصی وصیت نامہ ثابت کر چکنے کے بعد لیکن متوفی کے تمام ترکہ کے انتظام سے پیشتر فوت ہو جائے۔ یا

(۵) جب کوئی وصی نہ ہو اور جائداد مابقی کا موہوب الیہ یا ایسے موہوب لہ کا قائم مقام بھی نہ ہو تو جائز ہے کہ وہ شخص یا اشخاص جو اس صورت میں اہتمام ترکہ کے مستحق ہوتے جب کہ وصی بعد تحریر وصیت نامہ فوت کرتا۔ یا کوئی اور موہوب لہ جسکو کچھ حق پہنچتا ہو یا کوئی قرضخواہ وصیت نامہ کو ثابت کرائے۔

دفعہ ۱۸ تا ۲۱۔ ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء۔

۲۳۷۔ اگر وہ شخص جو وصی مقرر ہوا ہو اپنے عہدہ وصیت سے مستعفی نہ ہوا ہو۔ تو چٹھیات مہتممی کسی اور شخص کو اس وقت تک عطا نہ کی جائیں گی۔ کہ حکم طلب بنام وصی مذکور مشعر اس کے کہ وہ وصیت کا عہدہ قبول کرے یا منظور کرے جاری نہ ہولے۔ مگر شرط یہ ہے کہ جب چند اوصیا میں سے ایک یا بعض اوصیا نے وصیت نامہ کا پروبیٹ حاصل کیا ہو۔ تو عدالت مجاز ہے کہ وقت وفات اس شخص کے جو منجملہ حاصل کنندگان پروبیٹ کے سب سے پیچھے زندہ رہے۔ چٹھیات مہتممی بلا طلب ان اوصیا کے جنھوں نے پروبیٹ حاصل نہیں کیا عطا کرے۔

جائز ہے کہ استعفے عہدہ وصی کا حاکم عدالت کے روبرو تقریراً یا تحریراً دستخطی شخص نامنظور کردہ کے گذرے اور جب شخص مذکور استعفے گذار دے تو وہ کسی وقت آیندہ پروبیٹ کے درخواست کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔ اگر وصی عہدہ وصی کے اقبال یا انکار کرنے کی میعاد کے اندر عہدہ مذکور سے مستعفی ہو یا اس کو منظور نہ کرے۔ تو جائز ہے۔ کہ وصیت نامہ کا ثبوت ہو کر چٹھیات مہتممی معہ نقل منسلکہ وصیت نامہ کے اس شخص کو عطا ہوں جو درصورت

بلاوصیت فوت کرنے شخص متوفی کے اس کے ترکہ کے اہتمام کا مستحق ہوتا۔
دفعات ۱۶ تا ۱۸۔ ایکٹ ۵ سنہ ۱۸۸۱ء۔

۲۳۸۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا ایسے مسلمان وصی کے خلاف جو نہ تو استعفٰے دیتا ہے اور نہ منظور کرتا اور عمل کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ بلکہ صرف پروبیٹ حاصل کرنے سے انکار کرتا ہے۔ اس کے خلاف عمل دفعہ سابقہ کو نفاذ دیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

۲۳۹۔ جب کوئی مسلمان بلا وصیت فوت ہوا ہو تو جائز ہے۔ کہ اس کے ترکہ کے اہتمام کا اختیار کسی ایسے شخص کو دیا جاوے جو بموجب ان قواعد تقسیم متروکہ لاوصیتی کے جو متوفی مذکور کے معاملہ سے متعلق ہو سکتے ہوں۔ متوفی مذکور کی جائداد کلاً یا جزاً پانے کا مستحق ہوتا جب چند ایسے اشخاص اہتمام ترکہ کا اختیار پانے کی درخواست کریں۔ عدالت مجاز ہو گی کہ حسب اقتضائے رائے اپنے ان میں سے کسی ایک یا چند کو اختیار دے۔
جب ایسا کوئی شخص درخواست نہ کرے۔ تو جائز ہے کہ اختیار اہتمام ترکہ کا متوفی کے کسی دائن کو عطا کیا جائے۔
دفعہ ۲۳۔ ایکٹ ۵ سنہ ۱۸۸۱ء۔

۲۴۰۔ بعد عطا ہونے پروبیٹ یا چٹھیات مہتممی کے سوائے اس شخص کے جسکو پروبیٹ وغیرہ عطا ہوا ہو کسی اور شخص کو اختیار نہ ہو گا کہ اس تمام حصہ ملک کے اندر جس میں پروبیٹ وغیرہ عطا ہوا ہو۔ متوفی کی طرف سے نالش یا مقدمہ کی پیروی یا اور طرح پر متوفی کی قائم مقامی کرے۔ الا اس صورت میں کہ پروبیٹ یا چٹھیات مہتممی واپس لی گئی۔ یا منسوخ کی گئی ہوں۔
دفعہ ۸۲۔ ایکٹ ۵ سنہ ۱۸۸۱ء۔

۲۴۱۔ جب کوئی پروبیٹ یا چٹھیات مہتممی مسترد کی جائیں تو جن اشخاص نے نیک نیتی سے اس پروبیٹ یا چٹھیات مہتممی کے اعتبار پر شخص وصی یا مہتمم ترکہ کو مبالغ عطا کئے ہوں۔ ان کے ادا کرنے سے اشخاص ادا کنندہ باوصف استرداد پروبیٹ وغیرہ کے بری الذمہ ہو جائیں گے اور وصی یا مہتمم ترکہ جس نے ایسے پروبیٹ یا چٹھیات مسترد کے مطابق عمل کیا ہو۔ مجاز ہے کہ اگر اس نے کچھ روپیہ ایسے امور میں صرف کیا ہو جن امور میں وہ شخص جسکو پروبیٹ یا چٹھیات مہتممی سچے سے عطا ہوں قانوناً صرف کر سکتا تھا۔ تو اس قدر روپیہ متوفی کی جائداد سے مجرا لے کر اپنے پاس رکھ لیوے۔
دفعہ ۸۴۔ ایکٹ ۵ سنہ ۱۸۸۱ء۔

۲۴۲ ۱- شخص متوفی کا وصی یا مہتمم ترکہ جیسا کہ موقع ہو جملہ اغراض کے لئے اس کا قانونی قائم مقام ہے اور متوفی کی تمام جائداد کا اختیار وصی یا مہتمم کی ذات میں قائم ہو جاتا ہے۔ مسلمان متوفی کا وصی وارثان کی طرف دو ثلث کے لئے صرف امین ہوتا ہے۔ اور باقی ایک ثلث کے لئے بغرض وصیت کے کامل امین ہوتا ہے۔

دفعہ ۴- ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء۔

۲۴۳ ۲- وصی یا مہتمم ترکہ (حسب ایکٹ ہذا) بربنائے ان وجوہ نالش کے جو متوفی کی وفات کے بعد قائم رہیں اسی طرح نالش کرنے کا مجاز ہوگا۔ اور بنظر وصول دیون کے جو اس کی وفات کے وقت واجب الادا تھے۔ وہی اختیارات عمل میں لائیگا جو متوفی حین حیات عمل میں لا سکتا تھا۔

دفعہ ۸۸- ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء۔

۲۴۴ ۲- ہر قسم کے مطالبہ جات اور جمیع استحقاق متضمن پیروی یا جوابدہی کسی مقدمہ یا دیگر کارروائی کے جو کسی شخص کی وفات کے وقت اس کے حق میں یا مقابلہ میں وجود پذیر تھے۔ اوس کے اوصیاء یا مہتممان ترکہ کے حق اور مقابلہ میں بھی قائم رہیں گے۔ بہ استثنائے استحقاق نالش بہ عوض ہتک عزت یا زدوکوب حسب متذکرہ مجموعہ تعزیرات ہندیا اور قسم کے ضرر جسمانی کے جو مستغیث کی ہلاکت کا باعث نہ ہو۔ اور نیز بہ استثناء اون مقدمات کے جن میں اصل فریق کی وفات کے بعد دادرسی متدعویہ مدعی کے لئے مفید نہ ہو یا اس کا عطا کرنا فضول ہو۔

دفعہ ۸۹- ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء۔

۲۴۵ ۲- ایک مسلمان وصی جس نے پروبیٹ حاصل نہ کیا یا مسلمان وارث یا موصی البہ جس نے چٹھیات اہتمام ترکہ حاصل نہ کی ہوں۔ صرف اس وجہ سے عدالت میں ترکہ متوفی کی قائم مقامی کرنے سے محروم نہیں ہو جاتا۔ بہ استثنائے اس کے کہ ایسے قرضہ (سوائے ایسے لگان یا مالگذاری یا منافع کے جو ایسی زمین کی بابت واجب الادا ہوں جو کاشتکاری کے کام میں استعمال میں آتی ہے) کی نالش کے لئے اوس نے شرائط مندرجہ ایکٹ جانشینی مصدرہ ۱۸۸۹ء کی تعمیل کی ہو۔

(دیکھو ۸ بمبئی صفحہ ۲۴۱ و ۲۷ کلکتہ صفحہ ۴۷)۔

مقدمہ اول الذکر میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ جس وصی نے وصیت کو ثابت نہیں کیا تھا وہ اس امر کا مجاز تھا دیا اگر اس کے شریک اوصیاء مخالفت نہ کرتے تو مجاز ہوتا کہ وہ اس دعویٰ کو چلائے جو موصی نے کسی جائداد خاندانی کی بابت دائر کیا تھا۔

۲۴۶۔ (۱) وصی یا مہتمم ترکہ کو اس دفعہ کے حکموں کے تابع رہ کر یہ اختیار ہے کہ وہ کل جائداد یا اوس میں سے کوئی جائداد جو تحت دفعہ ۴۔ ایکٹ مذکور اس وقت اس کی حوالگی میں رہی ہو جس طور سے مناسب سمجھے علیحدہ کرے۔

(۲) وصی کا یہ اختیار کہ جائداد غیر منقولہ کو جو اس کی حوالگی میں اس طرح پر ہو۔ علیحدہ کرسکتا ہے۔ کسی ایسی قید کے تابع ہے۔ جو اس بارہ میں اس وصیت نامہ کے ذریعہ سے جس کی رو سے وہ مقرر ہوا ہو لگائی گئی ہو۔ اِلّا جب کہ پروبیٹ اس کو عطا ہوا ہو اور اُس عدالت نے جس نے پروبیٹ عطا کیا تحریری حکم کے ذریعہ سے باوجود اس قید کے اُسے یہ اجازت دی ہو کہ حکم نامہ میں جس جائداد غیر منقولہ کا ذکر ہے اُسے اس طرح پر علیحدہ کرے جس طرح اس حکم نامہ میں اجازت ہے۔

(۳) مہتمم ترکہ بغیر پہلے حاصل کرنے اجازت اوس عدالت کی جس نے چٹھیات اہتمام ترکہ عطا کی تھیں۔

(الف) کسی جائداد غیر منقولہ کو جو اس وقت تحت دفعہ ۴۔ ایکٹ اس کی حوالگی میں رہی ہو رہن نہیں رکھ سکتا ہے۔ یا اس پر کوئی مواخذہ عائد نہیں کرسکتا ہے۔ یا اوسکو فروخت یا ہبہ یا مبادلہ کے ذریعہ سے یا اور نہج سے منتقل نہیں کرسکتا ہے۔ یا

(ب) کسی ایسی جائداد کو ایسی ایک مدت کے لئے جو پانچ برس سے زیادہ ہو اجارہ پر نہیں دے سکتا ہے۔

(۴) اگر کسی وصی یا مہتمم ترکہ نے دفعہ ماتحتی (۲) یا دفعہ ماتحتی (۳) کے برخلاف یعنی (جیسی صورت ہو) جائداد کو علیحدہ کر دیا ہو تو وہ علیحدہ کرنا کسی اور شخص کی درخواست سے جو اس جائداد میں حق رکھتا ہو مسترد ہوسکے گا۔

(۵) قبل اس کے کہ کوئی پروبیٹ یا چٹھیات اہتمام ترکہ اس ایکٹ کے رو سے عطا ہوں چاہیئے کہ دفعات ماتحتی (۱) (۲) (۳) و (۴) کی دفعات ماتحتی (۱) (۳) و (۴) کی یعنی جیسی صورت ہو) ایک نقل اس کی یا اون کی پشت پر لکھ دی جائے یا اس کے یا

اون کے ساتھ منسلک کر دی جائے۔
(۲) کوئی پروبیٹ یا چٹھیات اہتمام ترکہ اس وجہ سے باطل نہیں ہو جائیں گی۔ کہ اوپر کی اخیر دفعہ ماتحتی کے رو سے پشت پر جس مضمون کے لکھنے کا یا جس انسلاک کے کر دینے کا حکم ہے وہ اس پر نہیں لکھا گیا یا نہیں کر دیا گیا اور نہ پشت پر تحریر یا انسلاک مذکور کا رہنا کسی وصی یا مہتمم ترکہ کو یہ اختیار دیگا کہ وہ اس دفعہ کے حکموں کے برخلاف کوئی کام کرے (دفعہ ۹۰ - ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء)۔
۲۸۷ - یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا ایک مسلمان وصی جس نے پروبیٹ حاصل نہ کیا ہو دفعہ ماسبق کے فقرہ اوّل سے مستفید ہو سکتا ہے - یعنی آیا
(۱) تمام جائداد متوفی اس کی ذات میں اس حیثیت سے داخل ہو جاتی ہے - اگر ہو جاتی ہے تو آیا۔
(۲) تمام جائداد منقولہ وغیر منقولہ جس کی نسبت وصیت میں کوئی قید نہیں لگائی گئی جسطرح مناسب سمجھے منتقل کر سکتا ہے۔
۲۸۸ - متوفی مسلمان کے ورثاء جنہوں نے چٹھیات مہتمی حاصل نہ کی ہوں ان حقوق و ذمہ داریوں سے مستثنےٰ ہیں جو مہتمان ترکہ سے لاحق ہوتی ہیں اور اون کے اختیارات جائداد متوفی کے ساتھ برتاؤ کرنے کے بارے میں اور ان کی ذمہ داری اس امر کی نسبت کہ قرض خواہان اور موصی الیہم اُن پر دعوے کریں - مسلمانوں کے قانون اصلی اور برٹش انڈیا کے عام قانون ضابطہ کے رو سے فیصلہ پانے چاہئیں۔
۲۸۹ - اگر کوئی وصی یا مہتمم ترکہ شخص متوفی کی کسی قدر جائداد حیلتاً یا صریحاً خرید کرے تو عند التحریر کسی اور شخص کے جو جائداد مبیعہ میں حق رکھتا ہو بیع مذکور باطل ہو سکتی ہے۔
(دفعہ ۹۱ - ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء)

اگر کوئی وصی بغیر پروبیٹ حاصل کرنے کے کوئی جائداد اپنے حق میں بیع کرے - تو بیع کالعدم ہے
ولسن صاحب کی رائے میں پروبیٹ حاصل کرنے پر یہی صورت واقعہ ہوتی ہے۔
(ولسن صاحب صفحہ ۱۵۷)۔
ردالمحتار کے قول کے مطابق وصی نہ صرف اپنے حق میں بلکہ کسی ایسے شخص کے حق میں جس کی شہادت قانون مذکور کے رو سے قابل ادخال نہ ہو بیع کرنے سے مانع ہے۔

۲۵۰ - جب چند اوصیاء یا چند مہتمان ترکہ ہوں تو جائز ہے کہ اگر وصیت نامہ یا چٹھیات اہتمام ترکہ میں اس کے خلاف حکم نہ ہو اختیارات محصلہ جملہ اوصیاء یا جملہ مہتمان ترکہ ایسے ایک وصی یا مہتمم کی معرفت نافذ کئے جائیں جس نے وصیت نامہ ثابت کرایا ہو یا چٹھیات مہتممی حاصل کی ہوں۔

(دفعہ ۹۲ - ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء)۔

۲۵۱ - جس صورت میں کہ وصیت نامہ یا چٹھیات اہتمام ترکہ میں اس کے خلاف حکم نہ ہو عند الوفات ایک یا زیادہ اشخاص منجملہ چند اوصیاء یا مہتمان ترکہ کے جملہ اقتدارات عہدہ وصی کے اس وصی یا اوصیاء کو پہونچیں گے جو اسکی وفات کے بعد زندہ رہے۔

(دفعہ ۹۳ - ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء)۔

بیلی صاحب صفحہ ۶۷۱ میں کہتے ہیں کہ جب کوئی آدمی دو وصی مقرر کرے اور ایک ان میں سے فوت ہو جائے تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی رائے کے مطابق پسماندہ جائداد کو منتقل کرنیکا مجاز نہیں۔ بلکہ اس کو چاہیئے کہ معاملہ جج کے روبرو پیش کرے۔ جو اگر مناسب سمجھے اس کو تنہا وصی مقرر کر سکتا ہے۔ اور اختیار انتقال دے سکتا ہے۔ لیکن امام ابویوسف کی رائے ہے کہ پسماندہ وصی تنہا کام کرنے کا مجاز ہے۔ کیونکہ دوسرے کی موجودگی میں بھی وہ کام کرنے کا مجاز تھا۔

لیکن ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگرچہ امام ابویوسف کی یہ رائے ہے لیکن امام موصوف یہ بھی کہتے ہیں اگرچہ پسماندہ وصی کو ایسا اختیار ہے تاہم قاضی کے لئے مناسب ہے کہ وہ متوفی کی بجائے جدید وصی مقرر کرے۔

بقول ہدایہ اور فتوائے عالمگیری اگر متوفی پسماندہ ولی کو اپنا بھی وصی مقرر کرے تو پسماندہ وصی تنہا کام کرنیکا مجاز ہوگا۔

قانون ہند امام ابویوسف کی رائے کی پیروی کرتا ہے۔

۲۵۲ - اشیاء غیر اہتمام شدہ کے مہتمم کو ایسی اشیاء کی نسبت وہ تمام اختیارات حاصل ہیں۔ جو اصل وصی یا مہتمم ترکہ کو حاصل تھے۔

دفعہ ۹۴ - ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وصی بغیر پروبیٹ کے عمل کرے اور اپنے کام کے اختتام

سے پہلے فوت ہو جائے۔ تو کیا کیا جائے گا۔ شرع محمدی کا یہ قاعدہ ہے۔ کہ وصی کا وصی اگر کوئی ہو اصل موصی کا وصی ہوتا ہے۔ دیلی صاحب صفحہ ۱۲۷ - اگر پہلا وصی اپنا جانشین مقرر نہ کرے تو قیاساً نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ گویا وصی پہلے ہی مقرر نہیں ہوا۔ اور اس بارہ میں شرع محمدی کا یہ قانون معلوم ہوتا ہے۔ کہ جج کو چاہیئے۔ کہ دیکھے کہ آیا قرضہ جات اور وصیتیں بے باق ہوئی ہیں یا نہیں۔ یا کسی شخص کو وصی یا مہتمم ترکہ اس کام کے لئے مقرر کرے۔

۲۵۳۔ مہتمم ترکہ کو عہد صغر سنی میں وہی اختیارات حاصل ہیں۔ جو معمولی مہتمم ترکہ کو حاصل ہوتے ہیں۔

دفعہ ۹۵۔ ایکٹ ۵ سنہ ۱۸۸۱ء۔

۲۵۴۔ جب پروبیٹ یا ارد چٹھیات مہتمی کسی عورت کتخدا کو عطا ہوں تو عورت مذکورہ کو معمولی وصی یا مہتمم ترکہ کے جملہ اختیارات حاصل رہیں گے۔

دفعہ ۹۶۔ ایکٹ ۵ سنہ ۱۸۸۱ء۔

احکام دفعہ ہذا مسلمانوں سے متعلق معلوم نہیں ہوتے۔ کیونکہ منکوحہ عورتوں پر شرع محمدی میں مالک ہونے کی ناقابلیت عائد نہیں کی گئی۔

۲۵۵۔ وصی پر واجب ہے کہ لوازم تکفین و تدفین موصی کے اس طور سے ادا کرے جو متوفی کی حیثیت کے لائق ہو۔ بشرطیکہ متوفی نے اس کام کے لئے جائداد کافی چھوڑی ہو۔

(دفعہ ۹۷ ایکٹ ۵ سنہ ۱۸۸۱ء)۔

یہ لوازم حصول پروبیٹ سے پہلے ادا ہوگا۔ اس لئے اگر وصی مقرر کیا گیا ہو اور اسے متوفی کے فوت ہونے پر اس کی تقرری کی اطلاع ہو جاوے اور وہ زنانہ متوفی کے مکان کے اندر موجود ہو تو وہ اس لوازم کو ادا کر سکے گا۔ لیکن اس دفعہ میں یہ مذکور نہیں ہے۔ کہ بصورت حصول چٹھیات اہتمام کون شخص اس لوازم کو ادا کرے گا۔ کیونکہ جب تک چٹھیات اہتمام عدالت سے حاصل کی جاویں کسی شخص کی تقرری بطور مہتمم عمل میں نہیں آتی۔

سراجیہ میں مرقوم ہے کہ ایسی صورت میں یہ لوازم جسٹریٹ کو ادا کرنا چاہیئے۔

۲۵۶۔ وصی (جس نے پروبیٹ حاصل کیا ہو) یا مہتمم ترکہ کو چاہیئے۔ کہ پروبیٹ یا چٹھیات

اہتمام ترکہ کے عطا کی تاریخ سے چھ مہینے کے اندر یا اس مدت مزید کے اندر جو وہ عدالت جس نے پروبیٹ یا چھٹیات مذکور عطا کی ہوں وقتاً فوقتاً ٹھہرا دے۔ ایک تعلیقہ جس میں پورا اور صحیح حساب تمام جائداد کا درج ہو۔ عدالت پیش کرے اور اسی طرح پر تاریخ عطا سے ایک برس کے اندر یا اس مدت مزید کے اندر جو عدالت مذکور وقتاً فوقتاً ٹھہرا دے تمام ترکہ کا حساب لکھکر پیش کرے۔ اگر کوئی وصی یا مہتمم ترکہ تعلیقہ یا حساب قصداً پیش نہ کرے یا قصداً جھوٹا تعلیقہ یا حساب پیش کرے تو حسب مجموعہ تعزیرات ہند مستوجب سزا ہوگا۔

(دفعہ ۹۸۔ ایکٹ ۵ سنہ ۱۸۸۱ء)۔

۲۵۷۔ وصی یا مہتمم ترکہ کو لازم ہے کہ کوشش قرار واقعی کے ساتھ جائداد متوفی کی معہ جملہ دیون کے جو اس کی وفات کے وقت اس کے یافتنی تھے حاصل کر کے جمع رکھے۔

(دفعہ ۱۰۰۔ ایکٹ ۵ سنہ ۱۸۸۱ء)۔

۲۵۸۔ اخراجات تکفین و تدفین بہ تعداد مناسب اور بلحاظ درجہ اور حیثیت شخص متوفی کے معہ اخراجات مرض الموت جن میں فیس صاحب ڈاکٹر اور خرچ خورد و نوش اور کرایہ مکان بابت ایک مہینے ماقبل وفات کے شامل رہے گا۔ سب دیون سے پہلے ادا کئے جائینگے

(دفعہ ۱۰۱۔ ایکٹ ۵ سنہ ۱۸۸۱ء)۔

شرع محمدی کے رو سے صرف اخراجات تکفین و تدفین دیگر قرضوں پر مقدم ہیں۔ اس لئے اس امر کا فیصلہ کرنا ضروری ہے۔ کہ جس وصی نے پروبیٹ حاصل نہ کیا ہو اس کو شرع محمدی کی پیروی کرنی چاہیئے۔ یا احکام دفعہ ہذا کی۔ اگر بمبئی ہائیکورٹ کی رائے بمقدمہ شیخ موتی (۸ بمبئی صفحہ ۲۴۱) درست ہے تو اس کو احکام دفعہ ہذا کی پیروی کرنی چاہیئے۔ البتہ یہ دفعہ احکام شرع محمدی کو دربارہ ان اوصیاء کے جنہوں نے پروبیٹ حاصل کر لیا ہے منسوخ کرتی ہے۔

شرع محمدی میں مصارف مرض الموت کو وہی درجہ حاصل نہیں جو اخراجات تکفین کو حاصل ہے

۲۵۹۔ اخراجات حصول پروبیٹ یا چھٹیات مہتممی معہ خرچہ مقدمات متعلقہ عدالت کے جس کا صرف کرنا جائداد کے اہتمام کے لئے ضرور پڑا ہو عین بعد بے باقی اخراجات تدفین اور مصارف مرض الموت کے ادا کئے جائیں گے۔

(دفعہ ۱۰۲۔ ایکٹ ۵ سنہ ۱۸۸۱ء)۔

۲۶۰۔ بعد اس کے حق بابت ایسی خدمات کے جو شخص متوفی کی وفات سے پہلے تین مہینے کے اندر اندر کسی مزدور یا اہل حرفہ یا خادم خانہ کی طرف سے متوفی کے لئے انجام پائی ہوں ادا کیا جائے گا اور باقی دیون و ملکی متوفی بہ ترتیب تقدم و تاخیر اس کے بعد ادا کئے جائیں گے۔

(دفعہ ۱۰۳۔ ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء)۔

شرع محمدی میں ترجیحات کا کوئی ذکر نہیں۔

الفاظ "بہ ترتیب تقدیم و تاخیر" دفعہ ماسبق کے ساتھ پڑھنے سے مبہم معلوم ہوتے ہیں کیونکہ دفعہ ماسبق میں مذکور ہے کہ "بحفظ شرائط مندرجہ صدر کسی قرضخواہ کو کسی اور قرضخواہ کے حق پر ترجیح نہیں دی جاوے گی۔ لیکن منشا یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسے قرضخواہ نے جس نے اپنی یافتنی رقم کے لئے ڈگری حاصل کی ہو۔ ایسے قرضخواہ پر جس نے ڈگری حاصل نہ کی ہو ترجیح دی جاوے گی۔ دیکھو ۱۲ بنگال لاء رپورٹر، ۲۸۔

۲۶۱۔ بحفظ شرائط مندرجہ صدر متوفی کے کسی قرضخواہ کو کسی اور قرضخواہ کے حق پر ترجیح نہ دی جائے گی۔ بلکہ وصی یا مہتمم ترکہ کو لازم ہے کہ جملہ دیون قسم مذکور کو جن سے وہ واقف ہو بشمول کسی دین یافتنی اپنے کے برابر بحساب رسدی جہاں تک جائداد متوفی میں گنجائش ہو ادا کرے۔ (دفعہ ۱۰۴۔ ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء)۔

۲۶۲۔ زر ہائے قرضہ ہر قسم کے ادائے موہوبہ وصیت سے پہلے ادا کئے جائیں گے۔ (دفعہ ۱۰۵ ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء)۔

ہدایہ (صفحہ ۶۷۳) میں مرقوم ہے کہ اگر کوئی شخص جو سخت مقروض ہو کوئی وصیت بطور ہبہ کر جاوے۔ تو ایسا ہبہ وصیتی ناجائز ہے۔ اور غیر موثر ہوتا ہے۔ لیکن اگر قرضخواہ اپنے حقوق چھوڑ دے تو ایسا ہبہ جائز ہوگا۔

۲۶۳۔ جب وصی یا مہتمم ترکہ نے کسی مقدمہ اہتمام ترکہ میں ایسے اشتہارات جو وقتاً فوقتاً مطابق کسی قاعدہ عام کے جو ہائی کورٹ سے تجویز کئے جاویں بنام قرضخواہان وغیرہ شخص متوفی بہ ہدایت اس امر کے کہ جس کسی کو جائداد متوفی پر کچھ دعویٰ ہو۔ وہ اپنا دعویٰ وغیرہ اس کے پاس بھیجدے۔ جاری کئے ہوں تو وصی یا مہتمم ترکہ کو اختیار ہے۔ کہ بعد گذرنے اس وقت کے جو اشتہارات میں واسطے درپیش دعاوی کے مقرر ہوا ہوگا۔ جائداد کو کلاً جزاً ان دعاوی جائز کے ادا کرنے

میں صرف کرے جو اس کو معلوم ہوں اور وہ جائداد صرف شدہ کی بابت اس شخص کے مقابلہ میں جوابدہ نہ ہوگا جس کے دعوے ایسے وہ جائداد کے تقسیم کے وقت لاعلم رہا ہو۔ الا اس دفعہ کی کسی عبارت سے کسی قرضخواہ یا وشویدار کو اس امر کی ممانعت نہ ہوگی۔ کہ اپنا مطالبہ اس جائداد یا اس کے جزو پر جو اشخاص حاصل کنندہ کے پاس موجود ہوتا ہو قائم کرے۔

(دفعہ ۱۳۹۔ ایکٹ ۵ سنہ ۱۸۸۱ء)

۲۶۴۔ اگر وصی یا مہتمم ترکہ جائداد متوفی کو بے جا طور پر صرف کرے یا اس کو نقصان پہنچائے۔ تو وہ اس امر کا مستوجب ہے کہ نقصان یا خسارہ مذکور اپنے پاس سے پورا کرے۔

(دفعہ ۱۴۱۔ ایکٹ ۵ سنہ ۱۸۸۱ء)

۲۶۵۔ جب وصی یا مہتمم ترکہ جائداد متوفی کے کسی جزو کو حاصل یا وصول نہ کرنے سے جائداد مذکور کو نقصان پہنچائے۔ تو وہ اسی قدر رقم معینہ کا مستوجب ہے۔ (دفعہ ۱۴۲۔ ایکٹ ۵ سنہ ۱۸۸۱ء)

۲۶۶۔ کوئی عبارت اس دفعہ کی

(الف) کسی دستاویز وصیتی کو جو اور صورتوں میں ناجائز ہوتی جائز نہ کرے گی۔

(ب) کسی دستاویز وصیتی کو جو اور صورتوں میں جائز ہوتی ناجائز نہ کرے گی۔

(ج) کسی شخص کو استحقاق خورد و نوش سے جو اور صورتوں میں اس کا مستحق ہوتا محروم نہ کرے گی۔ یا

(د) صاحبان ایڈمنسٹریٹر جنرل بنگال، مدراس و بمبئی کے اقتدارات اور خدمات اور حقوق پر موثر ہوگی۔

(دفعہ ۱۴۹۔ ایکٹ ۵ سنہ ۱۸۸۱ء)

۲۶۷۔ کوئی کارروائی بابت حصول پروبیٹ یعنی اختیار نامہ تعمیل وصیت یا چٹھیات اہتمام ترکہ نسبت متروکہ کسی شخص ہندو و مسلمان کے بجز اس کے کہ مطابق ایکٹ ہذا ہو کسی عدالت واقع قلمرو برٹش انڈیا میں دائر نہ کی جا دے گی۔

(خلاصہ دفعہ ۱۵۰۔ ایکٹ ۵ سنہ ۱۸۸۱ء)

۲۶۸۔ عطا ہونا پروبیٹ یعنی اختیار تعمیل وصیت نامہ یا چٹھیات اہتمام ترکہ حسب احکام ایکٹ ہذا نسبت کسی جائداد کے موجب تنسیخ ہر سارٹیفکیٹ کا سمجھا جائیگا جو اس سے پہلے اسی جائداد کی بابت حسب احکام ایکٹ ۲۷ سنہ ۱۸۶۰ء یا قانون بمبئی نمبر ۸ سنہ ۱۸۲۷ء کے عطا ہوا ہو

اور جو بروقت عطا ہونے پروبیٹ یا چٹھیات اہتمام ترکہ کے کوئی نالش یا اور کارروائی مرجوعہ دارندہ سرٹیفکٹ مذکور بابت اُس جائداد کے زیر تجویز ہو تو وہ شخص جس کو ایسا اختیار دیا گیا ہو مستحق ہوگا کہ اس عدالت میں درخواست دیکر جس میں وہ نالش یا کارروائی زیر تجویز ہو مقدمہ یا کارروائی مذکور میں دارندہ سارٹیفکٹ کی جگہ پر خود قائم ہو جائے۔
مگر شرط یہ ہے کہ جب کوئی سارٹیفکٹ اس دفعہ کے مطابق منسوخ کیا جائے۔ تو ادا ہونا کل مبالغ کا جو دارندہ سارٹیفکٹ کو بدعملی ایسی تنسیخ کے دئے گئے ہیں۔ بمقابلہ اُن دعاوی کے جو پروبیٹ یا چٹھیات اہتمام ترکہ کے روسے پیش ہوں برقرار رکھا جائیگا۔
(دفعہ ۲ ۵ ۱۔ ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء)۔

۲۶۹۔ وصیت نامہ کے پروبیٹ یا اہتمام ترکہ کی چٹھیات معہ یا بدون وصیت نامہ ملحقہ کے اگر تعداد یا مالیت اس مال کی جس کی نسبت پروبیٹ یا چٹھیات عطا کیجاویں ایک ہزار روپیہ سے زیادہ ہو تو رسوم عدالت دو روپیہ سینکڑہ کے حساب سے محسوب ہوگا۔
مد ۱۱ ضمیمہ اول ایکٹ رسوم عدالت ۱۸۷۰ء۔
نیز دیکھو دفعات ۱۹ (الف) تا ۱۹ (ذی) ایکٹ مذکور۔

احکام ایکٹ سرٹیفکٹ جانشینی نمبر ۷ ۱۸۸۹ء

۲۷۰۔ متوفی جس عدالت ڈسٹرکٹ کورٹ کے علاقہ اختیار کے اندر اپنی موت کے وقت عموماً رہتا تھا۔ یا اگر اُس وقت اُس کا کوئی بھی مقام سکونت نہ تھا۔ تو جس عدالت ڈسٹرکٹ کورٹ کے علاقہ اختیار کے اندر متوفی کی جائداد کا کوئی جزو پایا جائے اُس عدالت کو اختیار ہوگا کہ اوس ایکٹ کے روسے کوئی سارٹیفکٹ عطا کرے۔
درخواست میں ماسوائے دیگر باتوں کے ذیل کی باتیں درج ہونی چاہئیں۔
(۱) متوفی کے اہل وعیال دوسرے قریب رشتہ داروں میں سے ہر ایک کا مقام سکونت۔
(۲) وہ حق جس کے روسے عرضی کرنے والا دعوے کرتا ہے۔
(۳) قرضے اور کفالتیں جن کی نسبت سرٹیفکٹ کی درخواست کی جائے۔
خلاصہ دفعات ۵ و ۶۔ ایکٹ ۷ ۱۸۸۹ء۔

ضروری نہیں کہ متوفی کے تمام قرضہ جات کی نسبت سرٹیفکیٹ حاصل کیا جائے ۔ ۱۸ ۔ الٰہ آباد ۴۹۴
لیکن کسی خاص قرضہ کے جزو کے لئے سرٹیفکیٹ عطا نہیں ہو سکتا ۔ ۱۹ ۔ الہ آباد ۱۲۹ ۔
فیصلہ موخر الذکر سے ظاہر ہے کہ اگر کسی خاص قرضہ کا جزو ادا ہو گیا ہو تو درخواست کنندہ کو کل رقم قرضہ کے لئے رسوم عدالت نہیں ادا کرنا ہوگا بلکہ صرف اوس حصہ پر جو قابل یافتنی ہو۔

۲۷۱ ۔ جب ڈسٹرکٹ کورٹ کا فیصلہ (بعد اجراء ایسے نوٹس اور ایسی کارروائی سرسری کے جس کی نسبت ایکٹ ہذا میں ہدایت ہے) یہ ہو کہ درخواست کرنے والے کو وہ حق پہونچتا ہے تو عدالت موصوف ایسے سرٹیفکیٹ دئے جانے کا حکم صادر کرے گی ۔ اگر بغیر تصفیہ کئے تکرارات قانونی یا واقعی کے جو عدالت کے نزدیک اس قدر پیچیدہ اور مشکل ہوں کہ بطریقہ سرسری اُن کا انفصال نہیں ہو سکتا ہے ۔ عدالت مذکور سرٹیفکیٹ کی نسبت فیصلہ صادر نہ کر سکے تو اس پر بھی عدالت درخواست کرنیوالے کو سرٹیفکیٹ عطا کر سکتی ہے ۔ بشرطیکہ وہ ایک ایسا شخص معلوم ہو جو ثبوت ظاہری کے رو سے اوس سرٹیفکیٹ کی نسبت بہترین حق رکھتا ہو۔

دفعہ ۷ (۲) وسہ ایکٹ ۷ سنہ ۱۸۸۹ع ۔

صریحاً عدالت کو یہ اقتضائے رائے حاصل نہیں کہ وہ وصی کی درخواست پر عطائیگی سرٹیفکیٹ سے بدیں وجہ انکار کرے کہ عدالت کی رائے میں وصی کے لئے پروبیٹ کا حاصل کرنا مناسب تھا ۔ ۱۶ بمبئی ۱۲ ۔ ۷ ۔ ۸ ابمبئی ۶۰۸ ۔

۲۷۲ ۔ جب ایک سے زیادہ لوگ سرٹیفکیٹ کے لئے درخواست کریں اور عدالت کو یہ معلوم ہو کہ شخص متوفی کی جائداد میں اُن درخواست کرنے والوں میں سے ایک سے زیادہ لوگ حق رکھتے ہیں تو عدالت کو اختیار ہوگا کہ اس امر کا فیصلہ کرتے وقت کہ سرٹیفکیٹ کس کو دینے چاہئیں ۔ لحاظ اس بات کا رکھے کہ درخواست کرنے والوں میں سے زیادہ کس کا حق ہے اور دوسرے امور میں کون سب سے قابل تر ہے ۔

دفعہ ۷ (۴) ایکٹ ۷ سنہ ۱۸۸۹ع ۔

"کس کو" کا مطلب یہ ہے کہ درخواست کنندگان میں سے کس شخص کو عطا کیا جاوے ۔
ایک ہی ترکہ کے مختلف قرضہ جات کی وصولی کے لئے عدالت مختلف اشخاص کو سرٹیفکیٹ عطا نہیں کر سکتی ۔ ۱۶ ۔ الہ آباد ۲۱ ۔

۲۷۳- جب کہ ڈسٹرکٹ کورٹ سرٹیفکٹ عطا کرے اُس کو لازم ہوگا کہ اُس میں ان قرضوں اور کفالتوں کا ذکر کرے۔ جو سرٹیفکٹ کی درخواست میں قلم بند کی ہوئی ہوں۔ اور بذریعہ اُس کے اُس شخص کو جس کو سرٹیفکٹ دیجاوے۔

(الف) کفالت ہائے مذکور یا اُن میں سے کسی کے سود یا منافع حصۂ رسدی کے لینے کا۔ یا

(ب) کفالت ہائے مذکور یا اُن میں سے کسی کے خرید و فروخت یا منتقل کرنیکا۔ یا

(ج) کفالت ہائے مذکور یا اُن میں سے کسی کے سود یا منافع کے حصۂ رسدی لینے کا اور کفالت ہائے مذکور یا اُن میں سے کسی کے خرید فروخت یا منتقل کرنے کا یا دونوں باتوں کا اختیار بخشے۔

دفعہ ۸- ایکٹ ۷ ۱۸۸۹ء۔

۲۷۴- رسوم عدالت جو سرٹیفکٹ جانشینی پر واجب الادا ہے وہ اُن قرضہ جات یا کفالت کی تعداد یا مالیت پر دو روپیہ فی سینکڑہ کے حساب سے محسوب کیا جائیگا جس قرضہ یا کفالت کے متعلق سرٹیفکٹ عطا کیا جاوے۔ لیکن جب سرٹیفکٹ مذکور کو کسی قرضہ کی بابت وسعت دی جاوے تو ایسی وسعت شدہ قرضہ پر تین روپیہ سینکڑہ کے حساب سے۔

دفعہ ۱۳- ایکٹ ۷ ۱۸۸۹ء۔

۲۷۵- اس ایکٹ کے احکام کی پابندی کے ساتھ عدالت ڈسٹرکٹ کورٹ کی سرٹیفکٹ اُن قرضوں اور کفالتوں کی بابت جن کا اس میں ذکر ہے اون اشخاص کے مقابل میں ثبوت قطعی ہوگی جو وہ قرض دہارتے ہوں۔ یا اون کفالتوں کی بناء پر ذمہ وار ہوں۔ اور وہ تمام اشخاص اون سب قرضوں یا کفالتوں کی بابت جو روپے سرٹیفکٹ پائے ہوئے شخص کو نیک نیتی سے ادا کئے گئے ہوں۔ یا جو معاملات سرٹیفکٹ پائے ہوئے شخص کے ساتھ نیک نیتی سے عمل میں آئے ہوں اُن سے یکبارگی بری الذمہ ہو جائیں گے۔

دفعہ ۱۶- ایکٹ ۷ ۱۸۸۹ء۔

۲۷۶- کوئی سرٹیفکٹ جو از روئے اس ایکٹ کے کسی شخص متوفی کی کسی اشیاء کی بابت عطا ہوا ہو غیر صحیح ہوگا۔ اگر ویسا کوئی سرٹیفکٹ یا پروبیٹ یا چٹھیات اہتمام

ترکہ شخص متوفی کی جائداد کی بابت پیشتر اس کے عطا ہوئے ہوں - اور جو پروبیٹ یا چٹھیات اہتمام ترکہ عطا ہوں اون کا کسی ایسے سرٹیفکٹ پر ترجیح رکھنا سمجھا جائیگا - مگر جب پروبیٹ یا چٹھیات کے عطا کے وقت سرٹیفکٹ رکھنے والے کی طرف سے رجوع کی ہوئی کوئی نالش یا اور کارروائی کسی ویسے قرضہ یا کفالت کی بابت دائر رہے - اور جب کسی سرٹیفکٹ پر دوسرا سرٹیفکٹ ترجیح پائے یا جب کوئی سرٹیفکٹ بوجہ استرداد یا کسی دیگر نہج سے باطل ہو جائے تو جو روپیہ غیر ترجیح پائے ہوئے یا باطل ہوئے ہوئے سرٹیفکٹ رکھنے والے شخص کو بصورت لاعلمی ان امور کے ادا کئے گئے ہوں وہ صحیح سمجھے جائیں گے -

(خلاصہ دفعات ۲۰ - ۲۱ - ۲۲ - ایکٹ ۷ ۱۸۸۹ء) -

۲۷۷ - کوئی فیصلہ تحت ایکٹ ۷ ۱۸۸۹ء کسی تکرار حقیت کی نسبت جو مابین فریقین کے ہو ایسا نہیں سمجھا جائے گا کہ اسی تکرار کی کسی نالش یا اور کارروائی میں اُنہیں فریقین کے درمیان تجویز ہونے کا مانع ہے اور اس ایکٹ کی کسی بات کے ایسے معنے نہیں لئے جائینگے جس سے ایسے شخص کی ذمہ واری کو اثر پہونچے جو کسی قرضہ یا کفالت کا کل یا کوئی جزو یا کسی کفالت کا سود یا منافع بحساب حصہ رسدی کسی ایسے شخص کے لئے ذمہ واری کے ساتھ لے جو قانوناً اس کا مستحق ہو -

(دفعہ ۲۵ - ایکٹ ۷ ۱۸۸۹ء) -

احکام ایکٹ جائداد حفاظت متوفی نمبر ۱۹ ۱۸۴۱ء

۲۷۸ - اگر کسی شخص متوفی کی کل اشیاء یا اُس کے جزو پر وراثت کے روسے کوئی دعوے کرے تو اوس کو جائز ہے کہ جب اور کوئی دخیل ہو چکا ہے - یا کسی کے بزور دخیل ہونے کا خوف ہو تو اشیائے مذکورہ کی بابت اس ضلع کے صاحب جج سے جہاں کہ اون کا کوئی جزو واقع ہے استمداد کرے -

اور جب جج عدالت ضلع کی رائے میں دلائل قویہ سے اعتماد ہو سکتا ہے کہ فریق دخیل یا جو شخص کہ دخل پانے کے لئے جبر و تعدی کرے از روئے قانون کے مستحق نہیں اور کہ اہل درخواست یا وہ شخص جس کے واسطے اہل درخواست عرض کرتا ہے - فی الواقعہ حقدار ہے اور اگر مقدمہ نمبری دائر کرنے پر مقدمہ کا استیصال منحصر ہے تو فی الحقیقت موجب مضرت کا ہے

تو صاحب موصوف دخیل کو طلب کر کے بصیغہ انفصال سرسری دخل کا حکم (بشرطیکہ تابع اجرا نالش مبرسی) صادر کریں اور اس کے مطابق دخل دلاویں۔
لیکن اگر فیصلہ سرسری سے بیشتر خطرہ معلوم ہو تو صاحب جج کو جائز ہے کہ ایک یا کئی محافظ اشیاء مقرر کرے۔ الآاراضی کے باب میں صاحب کلکٹر یا اس کے عہدہ دار کو محافظ اشیاء کا اختیار تفویض کرنا جائز ہوگا۔

خلاصہ دفعات ا تا ۵۔ ایکٹ ۹ ۱۸۶۱ء۔

۲۷۹۔ صاحب جج محافظ اشیاء کو عموماً خواہ جب تک دخیل ضامن نہ دیوے کہ جب ایسے حکم دیا جاوے گا، وہ قبضہ چھوڑ دیگا۔ یا فرد تعلیقہ تیار نہ ہو۔ تب تک اشیاء مذکورہ پر قابض ہوگا حکم دیوے۔ صاحب جج محافظ مذکور سے ضمانت لے گا۔ اور جو محنتانہ مناسب سمجھے اس کو اشیاء مذکور میں سے لینے کا حکم دے۔ لیکن وہ کسی حال میں ۵ فیصدی سے زیادہ نہ ہو۔

خلاصہ دفعہ ۶ و ۷۔ ایکٹ ۹ ۱۸۶۱ء۔

۲۸۰۔ قانون ہذا کسی بندوبست سرکاری میں مخل نہ ہوگا۔ نہ ایسی قانونی ہدایات میں جو متوفی شخص نے دی ہوں مخل نہ ہوگا۔ نہ ہی اس ایکٹ کے زیر تحت کوئی مبرسی نالش کے لئے مزاحمت پہنچائے گا۔ ایکٹ ہذا کے رو سے جو سرسری فیصلہ کیا جاوے گا اس کا نتیجہ دخل حقیقی ٹھہر انے کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔ مگر فیصلہ مذکور اس باب میں قطعی ہوگا۔ اور نہ اس کا اپیل ہوگا اور نہ نظر ثانی

خلاصہ دفعات ۱۵۔۱۷ اور ۱۸۔ ایکٹ ۹ ۱۸۶۱ء۔

باب نہم

وراثت

(۱) عام قواعد

۲۸۱۔ شرع محمدی میں جانشینی کے متعلق منقولہ و غیر منقولہ و نیز جدی و خود پیدا کردہ جائداد میں کوئی تمیز نہیں ہے۔
۲۸۲۔ ایک لڑکے یا کسی دیگر وارث کا حق وراثت بزرگ کی وفات پر پہلی دفعہ پیدا ہوتا ہے

اور اس وقت تک وہ اس جائداد کے متعلق کسی استحقاق کا حقدار نہیں ہوتا جس جائداد کا وہ اس حالت میں وارث ہوتا۔ اگر وہ بزرگ کی وفات پر زندہ ہوتا۔
میگناٹن صاحب باب اول اصول ۹ - ۱۱ کلکتہ ۵۹۷ - ۱۲ - انڈین اپیل ۹۱ - ۷ اوبمبئی رپورٹ ۵۲۵ - ۱۱ - الہ آباد ۴۵۶ - ۳۰ بمبئی ۴۳۴ -

تمثیلات

الف جس کا پسر ب ہے ج کے ہبہ کرتا ہے۔ ب نے بربنائے اس استحقاق کے کہ وہ الف کی جائداد کا اس کی وفات پر جانشین ہوگا۔ ج کے برخلاف الف کی حین حیات میں بدیں مضمون نالش کی۔ کہ ہبہ دباؤ ناجائز سے کرایا گیا ہے۔ نالش خارج کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ب کو برخلاف ج کوئی بنائے دعوی حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ الف کی حین حیات میں اس کی جائداد میں کوئی استحقاق حاصل نہیں۔ (۱۱ - الہ آباد ۴۵۶ - ۴۵۸)۔ لیکن قابل منسوخی ہے۔ اگر نالش بعد وفات الف دائر کی جائے۔ بشرطیکہ اندر میعاد ہو۔ ۴۳ کلکتہ ۱۱۶ - ۴۲ - انڈین اپیل ۲۴۴ -

مذکورہ بالا تمثیل میں جس استحقاق کا ذکر ہے۔ ایسا استحقاق شرع محمدی میں تسلیم نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہی اس کے متعلق شرع میں کوئی ہدایت درج ہے۔ ۳۰ بمبئی ۴۳۰ - بمقدمہ ۱۱ - الہ آباد ۴۵۶ - ۴۵۸۔ ہائیکورٹ الہ آباد نے یہ قرار دیا ہے کہ شرع محمدی میں اس بات کو تسلیم نہیں کیا جاتا کہ کسی شخص کو بدیں وجہ کہ وہ کسی رشتہ دار کی وفات پر اس کا وارث ہوگا۔ کوئی استحقاق حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ شرعاً وراثت حق صرف وفات پر ہی پیدا ہوتا ہے۔
نیز دیکھو ۱۱ کلکتہ ۵۹۷ - ۱۲ - انڈین اپیل ۹۱ - ۷ اوبمبئی رپورٹ ۵۲۵ -

۲۸۴ - اس امر کی بابت اختلاف رائے ہے کہ آیا ایک ایسے شخص کا جسے وراثت پہنچنے کی امید ہو حق سے دست بردار ہو جانا جس وقت حق پیدا ہو اُسے پابند کریگا یا نہ۔ اور وہ شخص اس وجہ سے کہ دست بردار ہو چکا ہے۔ محروم الارث ہوگا یا نہ
میگناٹن صاحب کے خیال میں نہ تو وہ پابند ہوتا ہے اور نہ ہی محروم الارث۔ نظائر رورٹ مقدمہ ۱۱ صدر عدالت بنگال نے (مقدمہ ۴ صدر دیوانی عدالت ۲۱۰) میں یہی رائے ظاہر کی تھی بمبئی ہائیکورٹ نے بمقدمہ ۱۲ بمبئی ۱۹ یہی قاعدہ قرار دیا ہے لیکن مدراس ہائیکورٹ نے بمقدمہ ۱۹ مدراس ۷۶ - اس کے مخالف رائے ظاہر کی ہے۔ لیکن مقدمہ موخرالذکر میں فیصلہ صدر دیوانی عدالت پر غور نہیں کیا گیا۔ اور نظائر میگناٹن صاحب کا حوالہ نہیں

دیا گیا۔ اب ہائیکورٹ مدراس نے ایک تازہ فیصلہ (۴۱ مدراس ۳۶۵) میں اصول مذکورہ بالا کو قبول کیا ہے۔ نیز دیکھو اوکلی رپورٹر ۲۰۸ - (پریوی کونسل)

ایک خاوند نے اپنی زوجہ کو بعوض حق مہر جائداد غیر منقولہ حوالہ کر دی اور اقرار کیا کہ اس کی وفات پر وہ اس کے ترکہ کا دعویدار نہ ہوگا۔ الہ آباد ہائیکورٹ نے قرار دیا ہے۔ کہ ایسا اقرارنامہ جائز ہے اور خاوند کے لئے قابل پابندی ہے۔ ۳۳ - الہ آباد ۷۵۴۔

۲۸۴۔ جو شخص اپنے باپ کے سامنے فوت ہو اس کا بیٹا قائم مقام اس کا نہیں ہوسکتا اور نہ ہی بہ حق وراثت کسی شخص کے حق میں وصیت کیا جا سکتا ہے۔ لیکن بموجب شریعت شیعہ کے بعض حوالوں میں جن کا ذکر بعد ازاں کیا جاویگا ایسا ہو سکتا ہے۔

میکناٹن باب اوّل دفعہ ۹ - ۱۱ کلکتہ ۵۹۷ - ۶۰۷ - ۱۲ - انڈین اپیل ۹۱۔

الف کے دو پسران ب و ج تھے ب ایک پسر د چھوڑ کر الف کی حیات میں فوت ہو گیا۔ بعد ازاں الف فوت ہوا۔ اور پسر ج اور پوتا د چھوڑ گیا۔ الف کی تمام جائداد ورثہ میں ج کو پہنچے گی اور د محروم رہے گا۔ د کو اختیار نہیں۔ کہ وہ اس بات کا دعویدار ہو کہ وہ ب کے حصہ کا بحیثیت قائم مقام ب حقدار ہے۔ ۳۴ کلکتہ ۱۷۳ - ۳۲ - انڈین اپیل ۱۷۷۔

مقدمہ مذکور الصدر میں محترم حاکمان پریوی کونسل نے تحریر فرمایا ہے کہ شرع محمدی کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ اگر کسی شخص کی کوئی اولاد اس کی جائداد کی وراثت کے حق پیدا ہونے سے قبل اولاد چھوڑ کر فوت ہو جائے تو اس اولاد کو اس کے چچا و تایا و پھوپھی وراثت سے قطعاً محروم کرتے ہیں۔

اگر ایسی صورت میں الف کی جائداد کا کوئی حصہ جس کے وارث ہونے کی ب متوقع ہو۔ ب بنام ج وصیت کرے تو ج کو باوجود وصیت کے کوئی ورثہ نہیں پہنچیگا۔ ۱۱ کلکتہ ۵۹۷ - ۱۲ انڈین اپیل ۹۱۔

۲۸۵۔ کسی مسلمان خاندان کے ممبران اکٹھے رہنے سے ہندوؤں کی مانند مشترکہ خاندان قائم نہیں کرتے۔ اور نہ ہی شرع محمدی کے رو سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے۔ کہ جو جائداد کسی خاندان کے ممبران خرید کریں یا حاصل کریں۔ وہ مشترکہ خاندان کے لئے مشترکہ طور پر خرید یا حاصل کی جاتی ہے۔

۸ کلکتہ ۴۲۲ - ۳ کلکتہ ۶۹۴ - ۱۰ کلکتہ ۵۶۲ - نیز دیکھو ۲۳ بمبئی ۱۸۸ - ۱۱ بمبئی ۱۴۴ - ۱۳ مدراس ۱۰۹ - ۱۱ - ۴۱ بمبئی ۵۸۸ - ۶۱۲ و ۶۲۳۔ ہائیکورٹ بمبئی نے قرار دیا ہے کہ ضابطہ کے لحاظ سے نالش تقسیم وراثت میں جو کسی مسلمان کی طرف سے دائر کیا جاوے۔ ایسی نالش سے بہ مشکل تمام تمیز کی جا سکتی ہے۔ جو کسی ہندو کی طرف سے دائر ہو۔ ۲۳ بمبئی ۱۸۸۔

بمبئی ہائیکورٹ نے بمقدمہ ۱۴ بمبئی ۲۰۹ جس کی پیروی بمقدمہ ۲۳ بمبئی ۱۹۷ میں کی گئی یہ قرار دیا ہے کہ جیسے ہندو مشترکہ خاندان کی ۰۰۰۰ جائداد سے محروم شدہ شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ بموجب مد ۱۲۷ ضمیمہ اول ایکٹ میعاد شدہ ۱۹۰۸ء ۱۲ سال کے اندر نالش دائر کرے ویسے ہی مسلمان کے لئے ترکہ متوفی میں حصول حصہ کے لئے لازم ہے۔ لیکن ہائیکورٹ کلکتہ نے بمقدمہ ۲۲ کلکتہ ۹۵۴ جس میں ۱۳ الہ آباد ۲۸۳ اور ۵ مدراس ۵۷ کی پیروی کی گئی اس کے برخلاف قرار دیا ہے۔

۲۸۶ - بہ نیت ادائگی اخراجات تکفین و تدفین و قرضہ جات و برعایت حدود اختیار انتقال بذریعہ وصیت متذکرہ باب آئیندہ کل جائداد جو کسی شخص کے مطلق اختیار میں عین اس کی وفات یا مرض الموت کے ماقبل تھی اور جو اس کے مرض الموت کے عرصہ میں جائز طور پر منتقل نہیں ہوئی تھی۔ اس کی وفات کے بعد حسب قواعد مندرجہ باب ہذا تقسیم ہونی چاہیئے۔

اگر کوئی شخص چند مورث چھوڑ کر فوت ہو　　اور ان میں سے بعض وارث قبل تقسیم ترکہ فوت ہو جائیں۔ تو جو حصہ ترکہ سے اشخاص حی القائم کو پہنچتا ہے اس کو مفاسخہ کہتے ہیں اس صورت میں قاعدہ یہ ہے۔ کہ جو شخص پہلے فوت ہوا اس کا ترکہ اُن وارثوں میں تقسیم ہونا چاہیئے۔ جو اس کی وفات کے وقت زندہ ہوں اور یہ تصور کرنا چاہیئے۔ کہ ان کو اپنا اپنا حصہ ملے گا (شرع محمدی میگناٹن صاحب)۔

۲۸۷ - تقسیم کے وقت سب سے پہلے کل جائداد قابل وراثت کے بعض خاص حصص متوفی کے رشتہ داران صلبی متذکرہ مابعد کے نام اگر کوئی ہو ایسے رشتہ دار موجود ہوں اور نیز زوجہ یا زوجگان کے نام اگر کوئی ہوں یا خاوند کے نام جیسی کہ صورت ہو مخصوص ہونے چاہیئں۔ اشخاص مذکورہ ذوی الفروض کہلاتے ہیں۔ (سراجیہ صفحہ ۱۲)۔

مسٹر امیر علی اپنی کتاب شرع محمدی جلد اول صفحہ ۶۲ تا ۶۶ میں تمام وارثان کی تقسیم حسب ذیل کرتے ہیں۔

اولاً ذوی الفروض۔ اور ثانیاً اہل المیراث میں کرتے ہیں۔

ذوی الفروض وہ ہیں جن کے حصص قرآن مجید یا اجماع الات میں مخصوص کئے گئے ہیں۔

اور اہل المیراث وہ ہیں جو بالفعل استحقاق کے مستحق ہیں۔ (صفحہ ۶۲)۔

ذوی الفروض کی سات جماعتیں ہیں۔

جماعت اوّل۔ اثبات نسبیہ۔ جزا المیت یعنی اولاد پسری۔
اصل المیت ۔ یعنی بزرگان پدری۔
جزا یلائت یعنے حقیقی وعلاتی برادران
اور اُن کے پسران۔
جز جد المیت ۔ یعنی حقیقی وعلاتی چچا۔ متوفی
وباپ متوفی وانکی اولاد۔

جماعت دوم عصبات العبیہ۔
جماعت سوم۔ ذوی الارحام۔ اولاد البنت ۔ دختروں کے پسروں ودختروں اور اُنکی اولاد
ہردو جنس
اجداد فاسدہ ۔ دادی کا باپ اور نانے کی ماں
اولاد الاخوت ۔ ہمشیرگان کی اولاد خواہ کسی سلسلۂ تنزلہ میں ہوں۔
بنت الاخویہ۔ حقیقی وعلاتی بھائیوں کی دختران اور اُنکی اولاد۔
اخوفا لمین ۔ اخیافی بھائیوں کے پسروں اور انکی اولاد۔
امت ۔ حقیقی علاتی واخیافی پھوپی اور اوس کی اولاد۔
اخوال ماموں اور اُنکی اولاد۔
خالات ۔ خالہ اور اونکی اولاد۔
الامائین ۔ اخیافی چچا وپھوپھی اور اون کی اولاد۔
جماعت چہارم ۔ مولی الموالات ۔ متوفی کے وارث کے ہریاں۔
جماعت پنجم ۔ وارثان تسلیم کردہ۔
جماعت ششم ۔ وصیتی وارث جس کے نام متوفی نے اپنی کلی ترکہ وصیت کیا ہو۔
جماعت ہفتم ۔ بیت المال۔
مختصراً تین اقسام کے وارثان عام طور پر تسلیم کئے جاتے ہیں۔
(۱) ذوی الفروض۔
(۲) اخیہ۔
(۳) ذوی الارحام۔ اس میں تمام وارثان جو پہلے دو قسم میں شامل نہیں ہیں شامل ہیں۔

جب محجوب الارث نہ ہو کوئی شخص اجداد میں سے دادا یا باپ - ذوی الفروض یہ ہیں - باپ - دادا یا اجداد میں سے کوئی شخص جب محجوب الارث نہ ہو برادر اخیافی - شوہر - زوجہ - دختر پوتی - ماں - جدہ حقیقی - ہمشیرہ حقیقی - ہمشیرہ علاتی - ہمشیرہ اخیافی - (شرع محمدی مسٹر امیر علی صفحہ ۶۷)-

ان میں ۴ جنس ذکور سے اور ۸ جنس اناث میں سے ہیں - (ایضاً)-

۲۸۸ - واحد زوجہ کا حصہ یا ہمعصر زوجگان کی کسی ایسی تعداد کا حصہ مجموعی جو شرعی تعداد چار سے زائد نہ ہو خالص ترکہ متوفی کا ¼ ہے - جب کہ وہ کوئی اولاد یا اولاد پسر خواہ وہ سلسلہ متنزلہ میں کتنی ہی بعید ہو چھوڑ کر مرے اور اگر کوئی ایسی اولاد نہ ہو تو حصہ مذکور ⅛ ہوگا

تشریح - حصہ ہذا علاوہ مہر غیر مودی کے اگر کوئی ہوتا ہے - اور مہر مذکور ایک معمولی قرضہ سمجھا جاتا ہے - جو تقسیم ورثہ سے پہلے ادا ہونا چاہیئے -

مفتیان سنی کے خیال کے مطابق فقرہ بالا اور فقرات ہم مضمون میں لفظ اولاد میں اولاد مشتری شامل نہیں ہے -

سراجیہ ۱۷ اور ۱۸ - قرآن مجید سپارہ - ۴ - آئیت ۱۲ -

زوجہ اگر ایک سے زیادہ ہوں تو وہ اپنا حصہ مساوی طور پر آپس میں تقسیم کریں گی - میکناٹن صاحب اصول وراثت ۴ - ۱ - اس دفعہ اور دفعات ماسبق میں اولاد میں اولاد دختری شامل نہیں ہے - (ولسن صاحب صفحہ ۲۷۰ -

بمقدمہ ۱۲ کلکتہ صفحہ ۱۵۷ - عدالتوں نے ایک مقامی رواج مندرجہ واجب العرض بندوبست کو تسلیم کیا جس کے رو سے مسلمان بیوگان کل جائداد غیر منقولہ متروکہ متوفی شوہر خود میں بہ حصہ نصفا نصف حق حین حیات رکھتی ہیں -

قواعد مندرجہ قرآن مجید متعلق حصص شوہر و زوجہ کی تعبیر کرنے میں شیعہ حنفیوں سے تین امور مصرحہ ذیل میں اختلاف کرتے ہیں:-

۱ - "اولاد" میں جس کی موجودگی سے زوجہ یا شوہر کا حصہ کم ہو جاتا ہے - اولاد ہر دو جنس واقعی ہے - خواہ اس اولاد کا سلسلہ جنس ذکور کے ذریعہ سے ہو یا جنس اناث کے ذریعہ سے -

۲ - بے اولاد بیوہ کو اپنے شوہر کی زمینداریوں میں کچھ حصہ نہیں ملتا - گو اُن عمارات کی قیمت میں جو ان زمینوں پر بنی ہوئی ہوں اور نیز خاوند کی جائداد منقولہ میں حصہ مفروضہ کی حقدار ہوتی ہے -

بیلی صاحب حصہ سوم صفحہ ۲۹۵ - ۱۹ - الہ آباد ۱۷۹ - ۲۹ - الہ آباد ۴۷۰ - زمین سے مراد
صرف زرعی زمین کی نہیں ہے بلکہ اس میں زمین سکنی بھی شامل ہے - ۲۵ کلکتہ ۹ -

سبا - جب کہ اور وارث نہ ہوں مابقی قاعدہ کے مطابق زوجہ کو نہیں پہونچتا - بلکہ بموجب
مسئلہ شیعہ امام کو ملتا ہے - اور اینگلو محمڈن لا کے رو سے برٹش گورنمنٹ کو حق ہوتا ہے -
۱۴ ویکلی رپورٹر صفحہ ۱۷۵ - ۲۰ ویکلی رپورٹر صفحہ ۲۹۷ -

اس جگہ اور دیگر جگہ میں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ متعہ والی زوجہ وارث نہیں ہوتی جب تک کہ
معاہدہ نکاح میں اس کی صریح شرط نہ ہو -

شرع محمدی میں بیوہ جائداد شوہر کی کامل مالک ہوتی ہے - نہ کہ حین حیات (۱۳ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۶ء)
اگر متوفی کا کوئی بچہ یا بچہ پسر نہ ہو تو زوجہ یا زوجگان کو ¼ ملتا ہے - اور جب کہ متوفی نے کوئی
بچہ یا بچہ پسر چھوڑا ہو تو زوجہ یا زوجگان کو صرف ⅛ ملتا ہے - عورتیں کامل حقوق ملکیت
رکھتی ہیں - اور مسلمانوں میں جائداد جدی و مکسوبہ میں کوئی فرق نہیں - (۴۰ پنجاب
ریکارڈ ۱۸۸۲ء) -

اگر شوہر زوجہ کو طلاق نہ دے تو زوجہ بوجہ بدچلنی حق وراثت سے محروم نہیں ہوتی -
زوجہ ادن وارثوں میں سے ہے - جو کسی حال میں محروم نہیں ہوتے - (۷ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۸ء)

۲۸۹ جبکہ متوفیہ ایک منکوحہ عورت ہو اور اولاد متذکرہ بالا چھوڑ کر مرے تو شوہر کا حصہ ½ ہوتا ہے - ورنہ نصف -

سراجیہ ۱۷ و ۱۸ - قرآن مجید سپارہ ۴ - آیت ۱۳ -
شوہر کو اختیار ہے کہ وہ اس کے ترکہ سے ایسا غیر مؤدی مہر جو اسے زوجہ سے واجب الوصول ہو منہا کرے - میگناٹن صاحب کا ڈائجسٹ وراثت ۸۸ (۱۸۵۵ء) -
شیعوں میں ورثائے نسبی جماعت دوم یا سوم کے تمام حقوق حصہ شوہر یا زوجہ کے پورے حصص یعنی شوہر کے ½ و زوجہ یا زوجگان
کے ¼ کی منہائی کے تابع سمجھے جائیں گے (بیلی صاحب جلد ۲ صفحہ ۳۲۸) -
شیعہ مذہب کے بموجب شوہر اپنی زوجہ کی متروکہ جائداد میں نصف حصہ کا حقدار ہے (۵ پنجاب ریکارڈ ۱۸۹۸ء) -

۲۹۰ - پسر کی عدم موجودگی میں واحد دختر کا نصف حصہ ہوتا ہے اور دو یا دو سے زیادہ دختران کا حصہ مجموعی دو تہائی ہوتا ہے (سراجیہ ۱۸ قرآن مجید سپارہ ۴ آیت ۱۱)

اس مذہب میں پسر میں پوتا شامل نہیں ہے (ولسن صاحب صفحہ ۲۷۱) -
بنگال یا صوبہ ممالک مغربی و شمالی میں رواج اخراج دختران کے ناجائز کے متعلق دیکھو ۲۳ - الہ آباد صفحہ ۲۰ -
بیٹیاں وارث ہوتی ہیں (۱۳ پنجاب ریکارڈ ۱۸۶۷ء) -

۲۹۱ - دو یا دو سے زیادہ دختران موجودہ کے مقابلہ میں متوفی پسر کی دختر کو کوئی حصہ

نہیں ملتا - الا اگر صرف ایک دختر اور دختر پسر موجودہ ہوں تو مقدم الذکر کو حسب سابق نصف ملتا ہے - اور موخر الذکر کو وہ باقی ماندہ چھٹا حصہ ملتا ہے - جس سے دو تہائی حصہ مجموعی دختران کا پورا ہوتا ہے - دو یا دو سے زیادہ دختران پسر چھٹا حصہ مذکور لیکر مساوی طور پر تقسیم کر لیتی ہیں خواہ مقابلہ دختران پسر اور اور دختران پسر یا دختران موخر الذکر اور اُس قسم کی بعید تر اولاد کے درمیان ہو - تو وہی قاعدہ ہوگا - جو دختران اور دختران کے پسر کے درمیان استعمال ہوتا ہے -

سراجیہ ۱۸ - میکناٹن صاحب نظائر وراثت ۱۷ و ۳۲ -

دختران پسر کا ذکر قرآن مجید میں خاص طور پر نہیں ہے - ولسن صاحب صفحہ ۲۷۱ -

۲۹۲ - بموجودگی اولاد یا اولاد پسر خواہ وہ سلسلہ متنزلہ میں کتنی ہی بعید ہو والد اور والدہ کو چھٹا چھٹا حصہ ملتا ہے - (نسبت حقوق والد بحیثیت دیگر بطور بحصہ دیکھو دفعہ) -

سراجیہ ۱۵ - میکناٹن صاحب نظائر وراثت مقامات ۲۳ و ۵۷ و ۶۹ -

باپ کا مفروضہ حصہ شیعوں میں بھی ۱/۶ ہوتا ہے - جیسا کہ سُنیوں میں ہوتا ہے - لیکن اس کے حقوق بطور بحصہ مندرجہ ذیل حالتوں میں کم تر ہوتے ہیں -

(۱) اگر متوفی کی کسی جنس سے اولاد ہو یا سلسلہ ذکور یا اناث سے کوئی اولاد ہو تو باپ کو بحیثیت عصبہ کچھ نہیں ملتا -

(۲) بروئے شرع حنفیہ جس حال میں وارثان کو والدین اور ایک شوہر یا زوجہ ہو تو ۱/۳ حصہ مفروضہ جو ماں کو ملتا ہے - کل ترکہ کا ۱/۳ نہیں ہوتا - بلکہ شوہر یا زوجہ کا حصہ کر دینے کے بعد مابقی کا ۱/۳ ہوتا ہے - یعنی ۱/۶ یا ۱/۴ ہوتا ہے - اس طرح باپ کو ۲/۶ یا ۲/۴ بچ رہتا ہے اہل شیعہ اس سلسلہ کی اس طرح تعبیر کرتے ہیں کہ ماں کو کل ترکہ کا ۱/۳ ملتا ہے اور اس طرح باپ کو پہلی حالت میں اس کا معمولی ۱/۶ حصہ اور دوسری حالت میں ۵/۱۲ ملتا ہے -

شرع حنفیہ کے رو سے اگر دو بہنیں ہوں یا ایک بھائی اور ایک بہن ہو تو ماں کا حصہ باپ کی موجودگی میں صرف ۱/۶ رہ جاتا ہے - اور باقی ۵/۶ باپ کو ملتا ہے - شرع شیعہ کے مطابق اس غرض سے کہ ماں کو ۱/۶ اور باپ کو ۵/۶ ملے یہ ضروری ہے کہ یا تو دو بھائی ہوں یا ایک بھائی اور دو بہنیں ہوں یا چار بہنیں خواہ حقیقی ہوں یا علاتی -

۲۹۳۔ اگر کوئی اولاد یا اولاد پسر خواہ وہ سلسلہ متنزلہ میں کتنی ہی بعید ہو موجود نہ ہو تو والدہ کا حصہ $\frac{1}{3}$ کر دیا جاتا ہے۔ اِلّا اس صورت میں کہ

(الف) برادران یا ہمشیرگان (حقیقی یا علاقی یا اخیافی)، ایک سے زیادہ موجود ہوں جس صورت میں والدہ کا حصہ صرف $\frac{1}{6}$ ہوتا ہے۔

(ب) دونوں زوجہ یا شوہر اور والد موجود ہوں جس صورت میں والدہ کو زوجہ یا شوہر کا حصہ منہا کرنے کے بعد باقی ماندہ کا صرف $\frac{1}{3}$ حصہ ملتا ہے اور دیگر دو تہائی حصہ باقی ماندہ مذکور کا والد کو بہر دو حیثیت ذوی الفروض و عصبہ میں ملتا ہے۔

سراجیہ ۲۲۔ قرآن مجید سیارہ ۴۔ آیت ۱۲۔

شیعوں میں ایک صورت میں ماں رد میں حصہ پانے سے محروم ہوتی ہے۔ یعنی جبکہ اس کے ہمراہ باپ ایک دختر اور دو یا زیادہ حقیقی یا علاقی بھائی موجود ہوں ایسی صورت میں اگرچہ بھائی خود محروم ہوتے ہیں لیکن ان کی موجودگی ماں اس کے کم از کم $\frac{1}{6}$ سے زیادہ لینے کی مانع ہوتی ہے۔ اور رد باپ اور دختر کے مابین تقسیم کی جائے گی۔ چنانچہ تمام تقسیم ترکہ اس طرح پر ہوگی۔

ماں	باپ	دختر
$\frac{1}{6} = \frac{4}{24}$	$\frac{1}{4}$ کا $\frac{5}{6} = \frac{5}{24}$	$\frac{3}{4}$ کا $\frac{5}{6} = \frac{15}{24}$

۲۹۴۔ اگر والد فوت ہو چکا ہو تو اس کے باپ کو بنام جد صحیح وہی حصہ ملتا ہے جو والدہ کو ملتا۔ اِلّا بحالت متذکرہ دفعہ ماقبل دادا کی موجودگی بمثل موجودگی والد کے والدہ کو باقی ماندہ کے صرف $\frac{1}{3}$ حصہ کی بجائے کل کا ایک تہائی حصہ لینے میں مانع نہیں ہوتی ہے۔ جو کچھ یہاں پر دادا کی بابت مذکور ہوا ہے وہی اس کی عدم موجودگی میں سب سے قریبی جد پدری جنس ذکور کے متعلق ہے۔ خواہ وہ سلسلہ متصاعدہ میں کتنا ہی بعید ہو۔ (سراجیہ ۱۶)۔

شیعوں میں جب ایک طرف اجداد و جدات یا بعید تر بزرگان ہوں اور دوسری طرف برادران یا ہمشیرگان یا دونوں۔ یا برادران یا ہمشیرگان کی اولاد ہو تو ایک جماعت کے سب سے نزدیکی رشتہ داران (خواہ وہ کوئی ہوں) دوسری جماعت کے سب سے نزدیکی رشتہ داران کے ہمراہ حصہ لیتے ہیں۔

(الف) اجداد و جدات برادران ہمشیرگان کے بچوں کو محروم نہیں کرتے۔ بلکہ ان کے ہمراہ حصہ پاتے ہیں بشرطیکہ کوئی بھائی یا بہن پسماندہ زندہ نہ ہو۔

(ب) برادران و ہمشیرگان اجداد و جدات کو محروم نہیں کرتے۔ بلکہ ان کے ہمراہ حصہ پاتے ہیں بشرطیکہ کوئی جد یا جدہ پسماندہ زندہ نہ ہو۔

جب کہ اجداد و جدات برادران و ہمشیرگان کے یا ان کی اولاد کے ہمراہ ورثہ پاویں تو تقسیم بہ تعین قواعد مندرجہ ذیل عمل میں آوے گی۔

(۱) دادا حقیقی یا علاتی بھائی کے ہمراہ مساوی حصہ پاوے گا۔ اور دادی حقیقی یا علاتی بہن کے ہمراہ حصہ پائے گی۔

(۲) نانا یا نانی اخیافی بھائی یا اخیافی بہن کے ہمراہ مساوی حصہ پاتی ہے۔

(۳) بعید تر بزرگان ان اجداد و جدات کی بجائے اس طرح حصہ پاتے ہیں جن کے ذریعہ سے وہ متوفی کے ساتھ قرابت رکھتے ہیں جس طرح برادران یا ہمشیرگان اپنے حسب اجداد والدین کے ذریعہ پاتے ہیں۔

۲۹۵۔ اگر والدہ فوت ہو چکی ہو تو اس کا کسری چھٹا حصہ نہ کہ بڑھا ہوا وہ حصہ جس کی وہ بعض حالات متذکرۂ صدر میں مستحق ہوتی۔ جدہ صحیحہ کو پہنچتا ہے یا جدات صحیحہ (جس طرح پر کہ دفعہ آئندہ میں ان کی تعریف کی گئی ہے) کے درمیان اگر ایک سے زیادہ ہوں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۲۹۶۔ جدہ صحیحہ ایک ایسی جدہ از جنس اناث ہوتی ہے جس کے اور متوفی کے درمیان کسی جد فاسد کا واسطہ نہ ہو۔ جد فاسد ہر ایک ایسا مرد ہوتا ہے جس کے اور متوفی کے درمیان عورت کا واسطہ ہو۔ وہ جد از جنس اناث جس کے اور متوفی کے درمیان ایسے شخص کا واسطہ ہو، جدہ فاسدہ کہلاتی ہے۔

شجرہ منسلکہ سے مختلف اقسام صحیح و فاسد اجداد و جدات کے اور وہ ترتیب ظاہر ہوتی ہے جس میں صحیح اجداد و جدات کو باپ اور ماں کے حصص بالانفراد پہنچتے ہیں۔

شجرۂ صحیح و فاسد اجداد و جدات

م م م　م م ب　م ب م　م ب ب　ب م م　ب م ب　ب ب م　ب ب ب

م م　م ب　ب م　ب ب

م　ب

متوفی

ب سے مراد باپ م سے مراد ماں ہے۔ ب ب (دادا) اور ب ب ب (پڑدادا)، اجداد صحیح ہیں م ب (نانا)، م م ب وم ب ب وب م ب ب - اجداد فاسد صحیح ہیں۔ ب م (دادی) اور م م (نانی) اور نیز ب ب م - ب م م . . . وم م م جدات صحیحہ ہیں - م ب م جدہ فاسدہ ہے۔

کسی جد فاسد یا جدہ فاسدہ کو بطور ذوی الفروض ورثہ پہنچ سکتا ہے۔

اگر ب مرچکا ہو تو ب ب یا اس کی عدم موجودگی میں ب ب ب اور علیٰ ہذا القیاس سلسلہ متصاعدہ) کو وہ چھٹا حصہ ملے گا جو ب کو ملتا ہے۔ اگر ب اور م دونوں فوت ہو چکے ہیں تو ب م اور م م اس چھٹے حصہ کا مساوی زندہ ہو تو ب م کو کچھ نہیں مل سکتا ہے۔ اور م م کو کل چھٹا حصہ ملے گا۔ اگر دونوں ب م اور م م فوت ہو چکی ہوں تو جدہ صحیحہ کا حصہ مساوی طور پر ب ب م اور ب م م اور م م م کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔ الا جب تک دوسری پشت کو کوئی جدہ صحیحہ موجود اور مستحق ہو تیسری پشت کی کسی جدہ صحیحہ کو کچھ نہیں مل سکتا۔ چنانچہ اگر ب م زندہ ہو۔ لیکن م م مرچکی ہو تو ب م کو سالم چھٹا حصہ ملے گا۔ الا اس صورت میں کہ ب نے اس کو محروم کر دیا ہو۔ اور اگر م م زندہ ہو لیکن ب م مرچکی ہو تو م م کو سالم چھٹا حصہ ملے گا۔ خواہ ب زندہ ہو یا نہ۔

سراجیہ ۱۵و۲۲۔

۲۹۷ - اگر کوئی اولاد یا اولاد پسر خواہ وہ سلسلۂ متنزلہ میں کتنی ہی بعید ہو موجود نہ ہو اور نیز باپ (یا جد صحیح خواہ وہ سلسلۂ متصاعدہ میں کتنا ہی بعید ہو) اور کوئی حقیقی بھائی موجود نہ ہو تو واحد ہمشیرہ حقیقی کا حصہ نصف ہوتا ہے۔ اور دو یا دو سے زیادہ ہمشیرگان حقیقی کا حصہ مجموعی دو تہائی ہوتا ہے۔ جو ان کے درمیان مساوی طور پر تقسیم کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید - ۴ - آیت ۱۷۵۔

شیعوں میں اگر اجداد یا جدات نہ ہوں اور نہ برادران نہ ہمشیرگان اور ان کی اولاد ہو متنزلہ کہ اجداد و جدات کے والدین کو پہنچے گا۔ اور اگر وہ بھی نہ ہوں تو ان سے اوپر کے بزرگان کو داگر وہ زندہ ہوں)، خواہ سلسلہ میں کتنے ہی بلند ہوں ایک ہی درجہ کے بزرگان کے درمیان تقسیم بر عایت اصول مندرجہ ماسبق ہوگی۔

تمثیل - فرض کرو اس تمثیل کا وقوع بہت شاذ ہے کہ متوفی کے سب سے قریبی پسماندہ رشتہ داران آٹھ اجداد و جدات ہیں۔ دادا کے باپ و ماں کو فرداً فرداً $\frac{1}{27}$ و

کا $\frac{4}{9}$ ملے گا اور نانی کے باپ اور ماں کو $\frac{2}{3}$ اور $\frac{1}{3}$ کا $\frac{1}{2}$ ملے گا۔ اور کسرات دوسری ملینگی۔

۲۹۸۔ جہاں کہ متوفی کا کوئی طفل یا بیٹے کا طفل یا اس کا بھائی موجود نہ ہو تو متوفی کی ہمشیرہ نصف حصہ کی مستحق ہوگی۔ اور متوفی کے پڑدادا کی اولاد نرینہ بقایا حصہ کی حقدار ہوگی۔ ۳ لاہور ۲۷۸۔

۲۹۹۔ واحد ہمشیرہ علاقی کا حصہ حالات ہیچ قسم میں جبکہ نہ کوئی حقیقی بھائی نہ حقیقی بھائی ہمشیرہ نہ علاقی بھائی موجود ہو نصف ہوتا ہے۔ اور دو یا دو سے زیادہ کا حصہ دو تہائی ہوتا ہے لیکن اگر صرف ایک ہی ہمشیرہ حقیقی موجود ہو تو اپنا نصف حصہ بلا کم و کاست لیگی اور اس حصہ مجموعی کا جو دو یا دو سے زیادہ ہمشیرگان کے نام مخصوص ہوتا ہے۔ باقی یعنی چھٹا حصہ علاقی ہمشیرہ یا ہمشیرگان کی واسطے چھوڑے گی۔

اُن حقوق کی بابت جو ہمشیرگان حقیقی یا علاقی بطور عصبات رکھتی ہوں۔ سراجیہ ۲۱ میگناٹن صاحب نظائر وراثت ۷۳)۔

۲۹۹۔ ایک ہمشیرہ اخیافی کا حصہ جبکہ کوئی اولاد یا اولاد پسر خواہ سلسلہ متنزلہ میں کتنی ہی بعید ہو یا باپ (یا جد صحیح خواہ سلسلہ متصاعدہ میں کتنا ہی بعید ہو) $\frac{1}{6}$ ہوتا ہے۔ دو یا زیادہ سے زیادہ کا مجموعی حصہ $\frac{1}{3}$ ہوتا ہے۔ اس غرض کے لئے برادران اخیافی بطور ہمشیرگان شمار کئے جاتے ہیں۔

کتاب ہذا میں اسی جگہ اور دیگر جگہوں میں لفظ اخیافی سے سوتیلا رشتہ صرف از جانب مادر مراد ہے۔

قرآن سپارہ ۔ ۴ ۔ آیت ۱۵۔

(قانون شیعہ) اگر متوفی کوئی بزرگ چھوڑ کر فوت نہ ہو۔ لیکن صرف برادران و ہمشیرگان مختلف اقسام یعنی حقیقی علاقی و اخیافی چھوڑ کر فوت ہو تو تقسیم ترکہ حنفی مسلک کے مطابق ہوگی۔ یعنے حقیقی علاقی کو محروم کریں گے۔ لیکن اگر ایک سے زیادہ برادران و ہمشیرگان اخیافی ہوں تو حقیقی یا علاقی کے مقابلہ میں $\frac{1}{3}$ پائیں گے۔ اور اگر صرف ایک بہن . . . ہو تو اس کو $\frac{1}{6}$ ملے گا۔ برادران و ہمشیرگان حقیقی یا علاقی کے درمیان جیسی کہ صورت ہو تقسیم ترکہ اس طرح پر ہوگی۔ کہ ذکور کو اناث کی نسبت دو چند حصہ ملے گا۔

(بیلی صاحب جلد ۲ صفحہ ۲۸۱)۔

شرع محمدی کے رو سے شخص متوفی کے حقیقی برادران کی موجودگی میں اس کے سوتیلے برادران کی جائداد متروکہ سے کچھ نہیں پہونچ سکتا۔ (۲۲ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۶ء)۔

۳۰۰۔ اگر اُن کسرات کا حاصل جمع جن کی مختلف اشخاص قواعد سابق الذکر کے رو سے مستحق ہیں اکائی سے بڑھ جائے تو کسرات مذکور بحصہ رسد کم کر دینی چاہئیں۔

چونکہ عرب اور یورپ کے علم حساب سے جس کے رو سے یہ کمی عمل میں لائی جاتی ہے۔ کسرات زیر بحث کے تقسیم مشترک کو بڑھا دیا جاتا ہے اس لئے اس قاعدہ کو عام طور پر مسئلہ اول کہا جاتا ہے۔

تمثیل

ایک مسلمان ایک زوجہ دو بیٹیاں اور ماں باپ چھوڑ کر مر جاتا ہے۔ اصلی حصص حسب ذیل ہیں۔

زوجہ = $\frac{1}{8}$ ۔ دختران $\frac{2}{3}$ ۔ باپ اور ماں سے ہر ایک $\frac{1}{6}$ لیکن $\frac{1}{8}+\frac{2}{3}+\frac{1}{6}+\frac{1}{6}=\frac{3}{24}+\frac{16}{24}+\frac{4}{24}+\frac{4}{24}=\frac{27}{24}$ ۔

تقسیم مشترک ۲۴ سے ۲۷ کو دینا چاہیئے۔ اور پھر اصل حصص $\frac{3}{27}$ و $\frac{16}{27}$ و $\frac{4}{27}$ و $\frac{4}{27}$ ہو جاتے ہیں۔ (سراجیہ ۲۹-۳۰)۔

سراجیہ صفحہ ۱۰ میں تمثیل مذکور کو ممبریہ کہا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت علی نے ممبر پر بیٹھ کر اس طرح جواب دیا تھا۔ قرآن شریف میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

شیعوں میں حنفیوں کا مسئلہ اول نہیں پایا جاتا۔ یعنی جب کہ اُن تمام حصص کا مجموعہ جو مختلف اشخاص کو بطور ذوی الفروض باقاعدہ طور پر ملتا ہے۔ اکائی سے بڑھ جاوے۔ تو وہ حصص بحساب رسدی کم نہیں ہوتے بلکہ وہ قاعدے مقرر ہیں۔ جن کے مطابق قرار دیا جائے گا۔ کہ کس حصہ کو کلی نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔

اُن تمام صورتوں میں جو ورثاء جماعت اول میں پیدا ہو سکتے ہیں یہ قاعدہ ہے کہ باپ یا نانا۔ زوجہ یا شوہر کو نقصان نہیں پہونچتا۔ لیکن دختر کو نقصان پہونچتا ہے۔

تمثیلات

(۱) ذوی الفروض بالمقابل یہ ہیں۔ باپ ماں۔ شوہر اور ایک دختر۔

اصل حصص کا مجموعہ = $\frac{1}{6}+\frac{1}{6}+\frac{1}{4}+\frac{1}{2}=\frac{2}{12}+\frac{2}{12}+\frac{3}{12}+\frac{6}{12}=\frac{13}{12}$ ۔ والدین اور شوہر اپنے پورے حصص لینگے۔ اور $\frac{5}{12}$ دختر کو ملے گا۔

(۲) اگر مثال مذکورہ بالا میں بجائے ایک دختر کے دو یا زیادہ دختران ہوں تو ان کا اصلی مجموعی حصہ $\frac{2}{3} = \frac{16}{24}$ ہوگا۔ لیکن یہ بھی گھٹا کر $\frac{16}{21}$ کر دیا جائیگا۔ اور ہر دختر کو $\frac{8}{21}$ یا اس سے کم تر ملے گا۔

(۴) ذوی الفروض بالمقابل یہ ہیں۔ باپ۔ ماں۔ زوجہ اور دو یا زیادہ دختران ان کے اصل حصص کا مجموعہ $= \frac{1}{6} + \frac{1}{6} + \frac{1}{8} + \frac{2}{3} = \frac{4}{24} + \frac{4}{24} + \frac{3}{24} + \frac{16}{24} = \frac{27}{24}$ اس کی دختران کا مجموعی حصہ کم ہوکر $= \frac{24-11}{34} = \frac{13}{24}$ رہ جائیگا۔

نقشہ حصص ذوی الفروض

ذوی الفروض	معمولی حصہ: ایک کا	معمولی حصہ: دو یا زیادہ کا مجموعی حصہ	حالات جن میں معمولی حصہ پہنچتا ہے یا اس کی کمی بیشی پیدا ہوتی ہے جبکہ تعداد کافی سے زیادہ ہو یا کوئی عصبات نہ ہو۔	حصہ جو خاص حالات میں پہنچتا ہو۔
۱۔ زوجہ	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$	جب اولاد ہو یا پسر کی اولاد کسی سلسلہ متنزلہ میں	$\frac{1}{4}$ جب اولاد یا پسر کی اولاد کسی سلسلہ متنزلہ میں نہ ہو
۲۔ شوہر	$\frac{1}{4}$	-	ایضاً	$\frac{1}{2}$ ایضاً
۳۔ دختر	$\frac{1}{2}$	$\frac{2}{3}$	جب کوئی پسر نہ ہو۔	دیکھو نقشہ عصبات۔
۴۔ پسر یا پوتے کی دختر	$\frac{1}{2}$	$\frac{2}{3}$	جب پسر نہ ہو یا جب پسر کا (سلسلہ متنزلہ) میں پسر یا دختر نہ ہو یا پسر متصاعدہ کی دختر نہ ہو۔	$\frac{1}{6}$ جب دختر ہو یا پسر متصاعدہ کی دختر ہو جس کو $\frac{1}{2}$ ملیگا۔ نیز دیکھو نقشہ عصبات۔
۵۔ باپ	$\frac{1}{6}$	-	جب اولاد ہو یا پسر کی سلسلہ متنزلہ میں اولاد ہو	دیکھو نقشہ عصبات۔
۶۔ ماں	$\frac{1}{6}$	″	جب اولاد ہو یا پسر کی سلسلہ متنزلہ میں اولاد ہو یا دو یا زیادہ برادران و ہمشیرگان ہوں یا ایک بھائی اور ایک بہن اور باپ ہو۔	$\frac{1}{3}$ جب کوئی اولاد نہ ہو یا پسر کی سلسلہ متنزلہ میں اولاد نہ ہو۔ اور نہ ہی ایک سے زیادہ بھائی بہن ہوں لیکن اگر زوجہ یا شوہر اور باپ بھی ہو تو $\frac{1}{3}$ بعد منہائی حصہ زوجہ یا شوہر۔
۷۔ جد صحیح	$\frac{1}{6}$	-	جب اولاد نہ ہو۔ اور پسر کی سلسلہ متنزلہ میں بھی اولاد نہ ہو۔ اور نہ باپ ہی اور نہ نزدیکی جد صحیح۔	دیکھو نقشہ عصبات۔

ذوی الفروض	معمولی حصہ ایک کا	معمولی حصہ دو یا زیادہ کا مجموعی حصہ	حالات جنہیں معمولی حصہ پہنچتا ہے یا اسی میں کمی بیشی پیدا ہوتی ہے جب مجموعی تعداد اکائی سے زیادہ ہو یا کوئی عصبات نہ ہو۔	حصہ جو خاص حالات میں پہونچتا ہو۔
۸- جدہ صحیحہ	۱/۶	۱/۶	جب ماں یا نزدیکی جدہ صحیحہ نہ ہو اُسی جماعت میں	
۹- حقیقی بہن	۱/۲	۲/۳	جب کوئی اولاد نہ ہو یا پسر کی سلسلہ متنزلہ میں اولاد نہ ہو۔ یا باپ یا بھائی بھی نہ ہو۔	دیکھو نقشہ عصبات۔
۱۰- علاقی بہن	۱/۲	۲/۳	ایضاً و حقیقی بہن بھی نہ ہو۔	۱/۶ جب حقیقی بہن ایک ہی جسے ۱/۲ ملیگا۔ نیز دیکھو نقشہ عصبات
۱۱- اخیافی بھائی ۱۲ ″ بہن	۱/۶	۱/۳	جب اولاد نہ ہو۔ نہ پسر کی سلسلہ متنزلہ میں اولاد ہو اور نہ باپ ہو۔	

۲۰۱- جس قدر جائداد قابل برداشت ذوی الفروض سابق سے بچ رہے یا اگر کوئی ایسے ذوی الفروض موجود نہ ہوں تو جملہ جائداد قابل میراث رشتہ داران موسومہ عصبات (اگر کوئی ایسے رشتہ داران موجود ہوں) کے درمیان ترتیب مندرجہ دفعات کے مطابق تقسیم ہو جاتی ہے۔ جو جائداد اسطرح پر تقسیم کی جائے۔ اُس کو ازیں بعد جائداد مابقی کہا جائیگا۔

سراجیہ صفحہ ۱۲- (سراجیہ ۱۸ تا ۲۱ و ۲۳ و ۲۶)۔

جن عصبات کا یہاں پر ذکر ہے۔ سراجیہ کے صفحہ ۲۱ پر اُنکو عصبات بغرض خاص سے ممیز کرنے کے لئے "عصبات بذریعہ رشتہ" کیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ "عصبات بغرض خاص" کا ذکر اینگلو محمڈن لا میں کہیں نہیں آتا ہے۔ اس لئے کسی ممیز الفاظ کی ضرورت نہیں ہے۔ مصنف سراجیہ نے ان عصبات بذریعہ رشتہ کو تین اقسام ذیل پر تقسیم کیا ہے۔

(۱) عصبہ بنفسہ (۲) عصبہ بغیرہ (۳) عصبہ مع غیرہ۔

عصبہ بنفسہ — میں تمام عصبہ جنس ذکور شامل ہیں جن میں اور متوفی میں کوئی اناث واقعہ نہیں ہوا ہے۔ (کیونکہ اگر کوئی وفات واقعہ ہوئی ہو تو وہ عصبہ نہیں ہوتے۔ بلکہ ذوی الفروض یا اخیافی ہوتے ہیں)۔ مثلاً ماں کا پسر عصبہ نہیں ہے۔ بلکہ ذوی الفروض ہے۔ (شرع محمدی امیر علی صفحہ ۷)۔

عصبہ بغیرہ - جنس اناث ہیں جنہیں ورثہ بموجودگی جنس ذکور پہونچتا ہے - ان کی چار اقسام ہیں - (۱) دختران (معہ پسران خود) (۲) دختران پسر یا پسر پسر وغیرہ (۳) حقیقی بہن (۴) علاقی بہن -

عصبہ مع غیرہ - یہ ہیں - (الف) ہمشیرگان حقیقی معہ دختران یا دختران پسران اور (ب) علاقی ہمشیرگان معہ دختران دختران پسران (شرع محمدی مسٹر امیر علی صفحہ ۳۷) -

۳۰۲ - عصبات کی چار جماعت ہیں - اور ہر ایک قسم دوسری قسم کے کسی ممبر کو کوئی چیز لینے سے پہلے باری باری سے ختم ہونی چاہیئے - اقسام مذکور حسب ذیل ہیں :-

جماعت اوّل - بیٹے اور پوتے خواہ سلسلہ متنزلہ میں کتنے ہی بعید ہوں - بیٹیاں اور پوتیاں خواہ سلسلہ متنزلہ میں کتنی ہی بعید ہوں بشرطیکہ ذوی الفروض نہ ہوں -

جماعت دوم - باپ (اور جد صحیح خواہ وہ سلسلہ متصاعدہ میں کتنا ہی بعید ہو) -

جماعت سوم - بھائی اور بھتیجے (خواہ وہ سلسلہ متنزلہ میں کتنے ہی بعید ہوں) - حقیقی ہوں یا علاقی - حقیقی - اور علاقی ہمشیرگان بشرطیکہ ذوی الفروض نہ ہوں -

جماعت چہارم - اجداد صحیح کے بیٹے اور پوتے خواہ سلسلہ متنزلہ میں کتنے ہی بعید ہوں یعنی اعمام و اعماب اب وغیرہ اور سلسلہ ذکور میں اُن کی اولاد از جنس ذکور -

(ملاحظہ ہو سراجیہ صفحہ ۱۳ اور ۲۴) -

۳۰۳ - جائداد مالبقی اسب سے پہلے پسر یا پسران کو بمعیت دختر یا دختران کے اگر کوئی ہو یا ہوں پہونچتی ہے - بیٹے اگر ایک سے زیادہ ہوں تو مساوی حصہ لیتے ہیں - لیکن ہر ایک دختر کو ہر ایک بیٹے کو صرف نصف حصہ ملتا ہے -

تمثیل

ایک شخص ایک بیوہ - ایک پسر - ایک دختر اور دو برادران چھوڑ مرا - اُس کا ترکہ ۲۴ حصص میں تقسیم کیا جائیگا - جس میں اُن کے حصص حسب ذیل ہوں گے $\frac{3}{24}$ $\frac{14}{24}$ $\frac{7}{24}$ اور برادران کو کوئی حصہ نہیں پہونچے گا -

سراجیہ ۲۳ - متوفی کی اولاد اولاد اس کے پسران ہیں -

پسروں کا حصہ مساوی ہوگا - اگرچہ صریحاً درج نہیں - لیکن چونکہ اس کے مخالف بھی کوئی اصول

درج نہیں اس لئے قیاس یہی ہو سکتا ہے۔
نیز دیکھو میگناٹن صاحب نظائر وراثت مقدمات ۱ و ۹ ۴ ۔
ہراجیہ ۸ امیں مرقوم ہے کہ اگر پسر موجود ہو تو وہ اناث سے دو چند لیگا۔ اور اناث کو عصبات بناتا ہے۔ اس اصول کی بنیاد قرآن شریف سپارہ ۴۔ آیت ۱۱ پر ہے نیز دیکھو میگناٹن صاحب نظائر وراثت مقدمات ۴۴ ۔ ۵۰ ۔ ۵۱ ۔

وراثت ۔ جہانتک ایک مسلمان بیوہ ۔ ایک پسر اور ایک دختر چھوڑ کر فوت ہو گیا۔ دختر مذکور فوت ہو گئی مگر بیوہ کے ہاں ایک دختر اور پیدا ہوئی ۔ اوس کے بعد بیوہ نے نکاح ثانی کر لیا۔ دختر ثانی نے $\frac{1}{14}$ حصہ جائداد کی نالش کی ۔ اور قرار پایا کہ بوجہ وفات حقیقی ہمشیرہ کے صرف مدعیہ اور اوس کا بھائی وارث جائداد تھا اور کہ مدعیہ کا حصہ $\frac{161}{864}$ تھا۔ ۳۔ لاہور۔ ۳۹۷ ۔

قانون شیعہ ۔ اگر متوفی جنس ذکور سے ہو اور ایک سے زیادہ پسران چھوڑے تو سب سے بڑا پسر تقسیم جائداد سے بیشتر بطور اپنے خاص حصہ کے یہ اشیاء لینے کا حق دار ہوتا ہے ۔ پوشاک جو متوفی پہنا کرتا تھا۔ اس کی مہر والی انگشتری ۔ تلوار اور قرآن مجید (اصطلاحی نام حبوہ ہے) اور اوس کے عوض ذمہ داری ہائے مذہبی مثلاً نماز۔ خیرات وغیرہ کی ادائیگی کا تنہا ذمہ دار ہے ۔ جن کو کہ متوفی نے اپنی زندگی میں پورا نہ کیا ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ :۔

(۱) وہ صحیح العقل ہو اور اپنے کاموں کی انجام دہی کے لئے عدالت نے اس کو ناقابل قرار نہ دیا ہو ۔ اور کہ

(۲) اشیاء مندرجہ صدر کے علاوہ متوفی نے اور جائداد بھی چھوڑی ہو۔

۳۰۱ ۔ پسران کی عدم موجودگی میں جائداد مابقی متوفی کے پسروں کے پسروں کو پہونچتی ہے ۔ اور وہ بلالحاظ اُن حصص کے جو اُن کو اپنے اپنے باپ کے پسماندگان ہونے کی حالت میں ملتے اپنے درمیان مساوی تقسیم کر لیتے ہیں ۔ اور نواسہ گان کے ساتھ اگر کوئی ہوں ۲ و ۱ کی نسبت حصہ لیتے ہیں ۔ پوتوں کی عدم موجودگی میں جائداد مابقی پڑپوتوں وغیرہ کو خواہ وہ سلسلہ منتزلہ میں کتنے ہی بعید ہوں پہونچتی ہے ۔ ہر حالت میں قریب تر رشتہ دار بعید تر رشتہ دار کو محروم کرتا ہے ۔ اور ہر درجہ کے اناث منفرداً نصف اس حصہ کا لیتی ہیں جو اسی درجہ

کا ہر ایک مرد لیتا ہے ۔

تمثیل

ایک شخص دو دختران ۔ ایک پوتا اور ایک پوتی چھوڑ مرا ۔ اس صورت میں بعد ادائیگی مناسب اخراجات تکفین و تدفین ۔ و ادائیگی قرضہ جات و ادائیگی ایک ثلث بطور وصیت جو ترکہ باقی بچے وہ ۹ حصص میں تقسیم کیا جائیگا ۔ اور ہر ایک کا حصہ حسب ذیل ہوگا ۔ دونوں دختران $\frac{2}{3}$ بطور ذوی الفروض کے ۔ پوتا $\frac{2}{9}$ و دختر پسر $\frac{1}{9}$ ۔

اگر پسران یا دختران نہ ہوں تو والدین کے اور شوہر یا زوجگان کے اگر کوئی ہوں حصص مفروضہ منہا کرنے کے بعد مابقی یا اگر ان میں سے ایسا کوئی ذوی الفروض نہ ہو تو تمام ترکہ ابناء کو حق قائم مقامی کے اصول پر پہونچتا ہے ۔ یعنی

(۱) متوفی دختر کی اولاد کو بجائے اس کے کہ تمام جدی رشتہ داران کے (خواہ وہ کتنے بعید ہوں) بعد حصہ کے جیسا کہ شرع حنفیہ میں ہوتا ہے ۔ وہ حصہ ملتا ہے جو ان کی ماں کو ملتا اور جو حسب حالات نصف یا کہ دو ثلث یا اس قدر ہو سکتا ہے ۔ جو اس کو بحیثیت عصبہ بموجودگی پسر یا پسران ذکور کو اناث کی نسبت دو چند ملنے کے قاعدہ کے مطابق ملتا ہے ۔

(۲) متوفی پسر کی دختر (جو شرع حنفیہ میں قیاسی دختر سمجھی جاتی ہے ۔ اور اسی درجہ یا اس سے کم تر درجہ میں متوفی کی اولاد ذکور کی موجودگی یا عدم موجودگی کی صورت ذوی الفروض یا عصبہ ہوتی ہے ۔ (جیسا کہ موقع ہو) وہی حصہ لیتی ہے یا اسی پسر متوفی کی اور اولاد ہو تو ان کے ساتھ وہی حصہ بانٹتی ہے ۔ جو متوفی پسر کو ملتا ہے ۔

(۳) پسروں کے درمیان یا مختلف متوفی پسروں کے پسروں اور دختران کے درمیان تقسیم چونڈہ وند ہوتی ہے نہ کہ پگونڈ ۔ جیسا کہ حنفیوں میں ہوتا ہے ۔ ہر پسر کی اولاد کو وہ تمام حصہ ملتا ہے ۔ جو اس کے باپ کو ملتا ۔ اور قاعدہ دو چند ایک ہی پسر کے پسران دختران سے متعلق ہوتا ہے ۔

قانون شیعہ ۔ اگر درجہ اول یا دوم میں اولاد نہ ہو تو تمام یا مابقی جیسی کہ صورت ہو اسی اصول کے مطابق درجہ سوم کی اولاد کے درمیان اور اسی طرح بعید تر اولاد کے درمیان تقسیم کیا جاتا ہے ۔

۳۰۵ ۔ ایک حالت میں قریب تر درجہ کی اولاد از جنس اناث جائداد مابقی کو منذکرہ

بالا تناسب میں ایسی اولاد از جنس ذکور کے ساتھ جو اسفل درجہ میں ہو۔ تقسیم کرے گی۔ یعنی جب کہ دو یا دو سے زیادہ دختران یا قریب تر بیٹے کی دختران کی موجودگی کی وجہ سے پوتی یا پوتے (خواہ وہ سلسلہ متنزلہ میں کتنا ہی بعید ہو) کی دختر جیسی کہ صورت ہو کوئی چیز بطور ذوی الفروض نہ لے سکے اور اسی درجہ میں اس کے ساتھ اور کوئی اولاد از جنس ذکور نہ ہو۔

تمثیلات

(الف) متوفی

پ	ب	د
پ ا	$\frac{1}{3}$ کا $\frac{1}{3}$	$\frac{2}{3}$
پ اا	$= \frac{1}{9}$	
$\frac{2}{3}$ کا $\frac{1}{3}$		
$\frac{2}{9}$		

د۔ دختر کے واسطے۔ پ پسر کے واسطے اور جن حروف پر زیر پڑی ہوئی ہے اُس سے ایسی اولاد مراد ہے جو متوفی سے پہلے فوت ہو گئی ہو۔

اُس جگہ دو دختران وہ حصہ لے لیتی ہیں جو دو یا دو سے زیادہ اولاد اناث کے لئے قرآن شریف میں مخصوص ہے اور دختر پسر کے واسطے بحیثیت ذوی الفروض لینے کے لئے کچھ باقی نہیں رہتا اگر وہ تنہا ہو تو اُس کو کچھ نہیں ملیگا۔ الا چونکہ عام قاعدہ کے رو سے وہ پسر کے پسر کے ساتھ بطور عصبہ معمولی تناسب سے حصہ لینے کی مستحق ہو گی۔ اس لئے یہ خیال کیا گیا ہے کہ اُس حیثیت میں وہ اسفل درجہ کے لڑکے کے ساتھ وہی حصہ لے گی۔

(ب) متوفی

پ	پ	پ
پ ا	پ ا	د ا
پ اا	د ا	$\frac{2}{3}$
$\frac{2}{9}$ پ ااا	$\frac{1}{9}$	

اس جگہ دختران کی عدم موجودگی میں وہ پسروں کی دختران دوتہائی حصہ لینگی - جو قرآن شریف میں مقرر ہے - اور مابقی تیسری پشت کی عورت کے واسطے چھوڑینگی جس کو وہ چوتھی پشت کے مرد کے ساتھ تقسیم کرے گی -

(ج)

متوفی

د | پ / د۱ / [illegible] | پ / پ / ۱

د ۱/۹ — پ ۲/۹

اس جگہ ایک دختر وہ حصہ لیتی ہے جو قرآن شریف میں ایک بچہ از جنس اُناث کے لئے مخصوص ہے - دختر پسر اولاد از جنس اناث کے مجموعی حصہ کا بقایا لیتی ہے - اور مابقی معمولی تناسب سے پڑپوتے اور پوتے کی دختر کے درمیان منقسم ہوجاتا ہے -

(د)

متوفی

پ / پ۱ / پ۱ / پ۱ / ۱/۶ | پ / پ۱ / د۱ / ۱/۱۲ | پ / د۱ / ۱/۱۲ | ۲ د / ۲/۳

اس جگہ دو دختران حسب سابق قرآنی دوتہائی حصہ لیتی ہیں - اور مابقی میں دیگر اولاد کے درمیان تقسیم ہوجاتا ہے - مرد دُگنا حصہ لیتا ہے - خواہ وہ اون تمام میں سے سب سے بعیدی رشتہ دار ہو - اور عورتیں مساوی حصہ لیتی ہیں - خواہ وہ مختلف پشتوں میں ہوں - (سراجیہ صفحہ ۱۹) -

۳۰۷ - عصبات جماعت اوّل کی عدم موجودگی میں جائداد مابقی باپ کو پہنچتی ہے - (سراجیہ صفحہ ۲۴) - نیز دیکھو میگناٹن صاحب نظائر وراثت مقدمہ ۶۱ -

شیعہ - اگر متوفی چار اجداد یا جدات زندہ چھوڑ کر فوت ہو - اور اس کا کوئی

بھائی یا بہن یا بھائی بہن کی اولاد نہ ہو تو تمام ترکہ اجداد و جدات کو پہنچتا ہے۔ ترکہ کا ۲/۳ جہت پدری کو اور ۱/۳ جہت مادری کو ملتا ہے۔ اور پھر ان کسرات میں سے ہر ایک کسر اسی نسبت سے اپنی اپنی جہت کے اجداد یا جدات ذکور و اناث کے درمیان تقسیم کی جائے گی یعنی تقسیم حسب ذیل ہوگی۔
دادا ۲/۳ کا ۲/۳ = ۴/۹ ۔ دادی ۱/۳ کا ۲/۳ = ۲/۹ ۔ نانا ۲/۳ کا ۱/۳ = ۲/۹ ۔ نانی ۱/۳ کا ۱/۳ = ۱/۹
اگر ہر دو جہت میں صرف ایک جد صحیح یا جدہ صحیحہ یا جد فاسد یا جدہ فاسدہ ہو تو اس کو وہ کل جزو ترکہ ملے گی جو اس کی جہت کے واسطے مقرر ہے۔ اور دوسری جہت کے اجداد یا جدات یا جدہ محروم رہیں گے۔ اور اگر صرف ایک ہی جد یا جدہ پسماندہ ہو تو اس کو تمام ترکہ ملے گا۔
(بیلی صاحب جلد ۲ صفحہ ۲۸۱)۔

۳۰۷۔ اگر باپ مر چکا ہو تو بعض اسناد کے مطابق جائداد مابقی کا کلیتاً سب سے قریبی جد صحیح کو بلا لحاظ موجودگی یا عدم موجودگی برادران یا ہمشیرگان پہنچتی ہے۔ لیکن دیگر اسناد کے مطابق جد صحیح کو اختیار ہے کہ بمقابلہ حقیقی یا علاتی یا اخیافی برادران یا ہمشیرگان یا تو
(۱) اس ۱/۶ حصہ پر قناعت کرے جس کا وہ بطور ذوی الفروض مستحق ہے۔ یا
(۲) اس حیثیت میں اپنے حق کو ترک کر دے۔ اور بطور عصبہ وہ حصہ لے جو حسب حالات اس کو ایک حقیقی بھائی ہونے کی حالت میں ملتا۔ یا
(۳) اس کی بجائے مابقی کی ایک تہائی لے۔

تمثیلات

(الف) رشتہ داران پسماندگان حسب ذیل ہیں۔ جد صحیح۔ جدہ صحیحہ۔ دختر دو برادران۔
اس جگہ چونکہ جدہ اور دختر کے حصہ باہمی ۲/۳ ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر جد صورت دوم یا سوم اختیار کرے تو اس کو صرف ۱/۲ کا ۱/۳ یعنی ۱/۶ ملے گا۔ اس لئے اس کے واسطے مناسب یہ ہوگا کہ بطور ذوی الفروض ۱/۶ لے لے۔
(ب) ایک عورت کے پسماندگان حسب ذیل ہیں۔ شوہر۔ جد صحیح اور برادر۔ یہاں پر چونکہ شوہر کا حصہ نصف ہے۔ اس لئے جد کو صورت سوم کے رو سے ۱/۲ کا ۱/۳ یعنی ۱/۶ ملے گا۔ اور یہ ۱/۴ سے اچھا ہے جو اس کو صورت اول یا دوم کے رو سے ملے گا۔
(ج) پسماندگان حسب ذیل ہیں۔ جد صحیح۔ جدہ صحیحہ۔ دو برادران اور ایک ہمشیرہ حقیقی۔ یہاں پر چونکہ جدہ کا حصہ ۱/۶ ہے۔ تو اگر جد ۱/۶ چھوڑ دے۔ جو وہ بطور ذوی الفروض لے سکتا

ہے۔ مابقی $\frac{5}{9}$ ہوگا۔ اگر وہ صورت دوم کو پسند کرے تو چونکہ ہمشیرہ معیت برادران عصبہ ہوتی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے حصہ کا نصف لیتی ہے اس لئے اس کا حصہ $\frac{1}{5}$ کا $\frac{5}{9}$ یعنی $\frac{5}{12}$ ہوگا صورت سوم کے رو سے اس کو $\frac{1}{3}$ کا $\frac{5}{9}$ یعنی $\frac{5}{27}$ ملے گا۔ جو $\frac{5}{12}$ یا $\frac{1}{9}$ یعنی $\frac{3}{18}$ سے اچھا ہوگا۔

(سراجیہ صفحہ ۲۱-۴۰ اور ۴۰)۔

(شافعی) حنفیوں میں بعض شارعین کی رائے ہے کہ جد صحیح برادران اور ہمشیرگان کو خارج کرتا ہے اور بعض کی رائے ہے۔ کہ ان کے ہمراہ حصہ پاتے ہیں۔ پچھلی رائے شافعی مسلک کے مطابق ہے۔ (سراجیہ ۴۴)۔

۳۰۸۔ ایک صورت میں زید اور اس کے تابعین کی رائے کے مطابق جد صحیح کو اس بات کی اجازت دی گئی ہے۔ کہ وارث بالمقابل کو پہلے ذوالفروض سمجھے اور پھر عصبہ تاکہ خود اس حصہ سے زیادہ حصہ پاسکے جو اس کو ہر سہ صورتہائے متذکرہ دفعہ ما قبل میں کسی کے رو سے مل سکتا۔ یعنی جہاں متوفیہ ایک عورت تھی اور دیگر ورثا شوہر، مادر، ہمشیرہ ہیں حالت مذکور میں اس کو اجازت ہے کہ ہمشیرہ کو پہلے ذوی الفروض سمجھے (اگر وہ خود ذوی الفروض بنے۔ تو ہمشیرہ ذوی الفروض ہی ہوگی) اور پھر اس کے ساتھ اس کسر کو تقسیم کرلے جو ہمشیرہ کے اصلی حصہ کو اس کے اپنے حصہ کے ساتھ ۲۷ اسے جمع کرنے سے پیدا ہو۔ اگر دونوں کو عصبات سمجھا جاوے تو تناسب مذکور ٹھیک مناسب ہوگا۔ لیکن جو حصہ اس طرح حاصل ہو اس میں عمل عول کے ذریعہ سے من بعد کمی ہوسکتی ہے۔

(سراجیہ صفحہ ۴۲)۔

صورت بالا کو اکدریہ اس واسطے کہتے ہیں کہ یہ فرقہ اکدریہ کی ایک عورت کی وفات پر وقوع میں آئی تھی۔

صورت بالا کو حل کرنے سے معلوم ہوگا کہ جد کا مجموعی حصہ ابتداءً $\frac{4}{27}$ کا ($\frac{1}{2}+\frac{1}{4}$) $= \frac{4}{9} = \frac{8}{18}$ ہے اور شوہر $= \frac{1}{2} = \frac{9}{18}$، ماں $= \frac{1}{3} = \frac{6}{18}$، ہمشیرہ $= \frac{2}{9} = \frac{4}{18}$ اس کی کل میزان $\frac{4+6+9+8}{18}$ یعنی $\frac{27}{18}$ ہوتی ہے۔ پس عول کے ذریعہ سے بالآخر جد کا حصہ $\frac{8}{27}$ ہوتا ہے۔

معمولی قواعد کے رو سے اس کو ابتداءً $\frac{1}{6}$ سے زیادہ نہ ملتا اور یہ عول کے ذریعہ سے $\frac{1}{9}$ رہ جاتا ہے۔

۳۰۹۔ باپ یا جد صحیح کی عدم موجودگی میں مابقی حقیقی ہمشیرگان کے ساتھ اگر کوئی ہوں حقیقی برادران کو مساوی حصہ ملتا ہے اور ہر ایک ہمشیرہ کو ہر ایک برادر کا نصف ملتا ہے۔

ف سراجیہ ۴۴ سطر ۱۱۔ میکناٹن صاحب نظائر وراثت مقدمات ۲۶۔ ۹۔ ۳۵۔ ۳۸۔ ۸۳۔

لہ قرآن شریف سپارہ ۴۔ آیت ۷۵،۱ سراجیہ صفحہ ۲۰ سطر ۱۲۔ میکناٹن صاحب نظائر وراثت ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔

۳۱۰۔ حقیقی برادران کی عدم موجودگی میں مابقیٰ علاتی بھائیوں کو علاتی ہمشیرگان کے ساتھ اگر کوئی ہوں مساوی حصہ ملتا ہے۔ اور ہر ایک علاتی ہمشیرہ کو ہر ایک علاتی بھائی کا نصف ملتا ہے (سراجیہ صفحہ ۲۴)۔

اس حال میں مابقیٰ معلوم کرنے کے لئے حقیقی ہمشیرگان اور اخیافی برادران و ہمشیرگان کے حصص منہا کر دینے چاہئیں۔

میکناٹن صاحب نظائر وراثت ۲۶ (د) و (۳)۔

اگر حقیقی بہن اور اخیافی بھائی اور بہن۔ علاتی بھائی اور بہن موجود ہوں تو حصص حسب ذیل ہوں گے۔

حقیقی بہن مساوی ½ - اخیافی بھائی ⅙ - اخیافی بہن ⅙ علاتی بھائی ⅑ - علاتی بہن 1/18

۳۱۱۔ اگر کوئی عصبات جماعت اول یا دوم موجود نہ ہوں اور نہ کوئی بھائی ہوں۔ لیکن دختران یا دختران پسر موجود ہوں جن کی موجودگی سے ہمشیرگان (حقیقی ہوں یا علاتی) بطور ذوی الفروض کچھ نہیں ملے گا۔ تو ایسی ہمشیرگان یا ہمشیرہ کو مابقیٰ اگر کوئی ہو ملے گا۔ (سراجیہ ۲۰ و ۲۱)

عام قاعدہ کی رو سے مستثنےٰ ہے کہ کوئی اناث بذات خود عصبہ نہیں ہے بلکہ ذکور کے ذریعہ سے عصبہ بنتی ہے

ایک مسلمان عورت مر گئی اور اس کے پیچھے اس کا خاوند۔ دو لڑکیاں، ایک بہن اور اس کے باپ کا چچا زاد بھائی رہ گیا۔

تجویز ہوا کہ خاوند اور لڑکیوں کے حصہ کے بعد بقایا ترکہ لینے میں بہن کو متوفیہ کے باپ کے چچا زاد پر ترجیح ہے۔ (۴ بمبئی صفحہ ۱۱۲)۔ نیز دیکھو میکناٹن صاحب نظائر وراثت مقدمہ ۱۳۔

۳۱۲۔ اگر کوئی حقیقی یا علاتی بھائی موجود نہ ہو اور نہ کسی ہمشیرہ کو قاعدہ ماقبل کے رو سے کوئی حصہ ملتا ہو تو باقی حقیقی برادران کے پسران کو ملتا ہے۔ اور وہ اس کو آپس میں مساوی طور پر تقسیم کر لیتے ہیں۔ خواہ وہ ایک ہی باپ یا مختلف باپوں کے ذریعہ سے دعویدار ہوں۔

نہ تو دختران برادر کو نہ اولاد ہمشیرہ کو نہ پسران برادران اخیافی کو بطور عصبات کوئی حصہ مل سکتا ہے (سراجیہ ۲۴ سطر ۱۳)۔ میکناٹن صاحب نظائر وراثت۔ مقدمات ۲۴ و ۲۳۔

قانون شیعہ۔ ہمشیرگان اور اخیافی برادران (جن کے ہمراہ حقیقی یا علاتی برادران نہ ہوں)

کے حقوق شرع حنفیہ کی نسبت وسیع تر ہیں۔ حنفیوں میں ان کے شرعی حصص ادا کرنے کے بعد مابقی بجائے اس کے کہ برادرزادگان یا بعید تر عصبات کو پہنچے ان کو ہی پہنچتا ہے۔ مختلف اقسام کی ہمشیرگان کے درمیان مقابلہ کی صورت میں حقیقی علاتی کو قطعاً محروم کرتے ہیں۔ اور حقیقی ہمشیرگان تو حقیقی اور شاید علاتی ہمشیرگان بھی اخیافی ہمشیرگان (یا اخیافی برادران جو غرض وراثت کے واسطے اخیافی ہمشیرگان تصور ہوتے ہیں) کے مقابلہ میں کل رد کے مستحق ہوتے ہیں۔

تمثیلات

(۱) قریب ترین پسماندہ رشتہ داران یہ ہیں۔ ایک حقیقی بہن اور ایک علاتی بھائی قانون حنفی کے مطابق بہن بطور ذوی الفروض $\frac{1}{2}$ لے گی۔ اور بھائی کو دوسرا $\frac{1}{2}$ بطور عصبہ ملے گا۔ لیکن قانون شیعہ کے رو سے کل بہن کو ملے گا۔

(ب) ایک حقیقی بہن اور ایک علاتی بہن اور ایک برادرزادہ ہے۔ قانون حنفی کے رو سے حقیقی بہن کو $\frac{1}{2}$ ملے گا۔ اور علاتی بہن کو $\frac{1}{6}$ اور باقی $\frac{1}{3}$ برادرزادہ لے گا۔ لیکن قانون شیعہ کے مطابق کل حقیقی بہن کو ملے گا۔

(ج) علاتی بہن۔ اخیافی بھائی اور بہن اور برادرزادہ ہیں قانون حنفی کے مطابق علاتی بہن کو $\frac{1}{2}$ اور اخیافی بھائی اور بہن ایک ایک سدس اور برادرزادہ کو باقی $\frac{1}{6}$۔ لیکن قانون شیعہ کے مطابق برادرزادہ کو کچھ نہیں ملنا۔ اخیافی بھائی و بہن کو ایک ایک سدس اور باقی $\frac{2}{3}$ علاتی بہن کو۔

قانون شیعہ۔ اگر کسی قسم کے برادران یا ہمشیرگان نہ ہوں تو متوفی برادران یا ہمشیرگان کے بچے اپنے والدین کی بجائے وارث ہوتے ہیں۔

تمثیلات

(۱) قریب ترین رشتہ داران پسماندہ یہ ہیں۔
متوفی حقیقی برادر کے دو پسران۔ دوسرے متوفی حقیقی برادر کی ایک دختر۔ متوفی علاتی بھائی کا ایک پسر۔ اخیافی بھائی کا ایک پسر اور ایک دختر۔
ابتداءً تقسیم ترکہ اس طرح پر ہوگی۔
ہر ایک برادرزادہ $\frac{2}{5}$ کا $\frac{2}{3}$ = $\frac{4}{15}$ بھائی کی دختر $\frac{1}{5}$ کا $\frac{2}{3}$ = $\frac{2}{15}$ علاتی بھائی کے پسر کو کچھ نہیں ملیگا اخیافی بھائی کے پسر اور دختر کو فرداً فرداً $\frac{1}{2}$ کا $\frac{1}{6}$ = $\frac{1}{12}$ اور مابقی $\frac{1}{6}$ قاعدہ رد کے مطابق حقیقی

بھائی کے بچوں کو پہونچے گا۔ اور اون کے اصلی حصص کے تناسب سے ان کے درمیان تقسیم کیا جائیگا اور آخیری تقسیم اس طرح پر ہوگی۔

ہر ایک برادر زادہ ۲/۵ کا ۵/۶ = ۱/۳ بھائی کی دختر ۱/۵ کا ۵/۶ = ۱/۶ اخیافی بھائی کا پسر اور دختر فرداً فرداً ۱/۲ کا ۱/۶ = ۱/۱۲ ۔

(ب) حقیقی بہن کا پسر ۔ تین مختلف اخیافی بھائیوں کی دختران ۔ یہاں ابتداءً حقیقی بہن کا حصہ ۱/۲ اور ہر سہ اخیافی برادران کا مجموعی حصہ ۱/۳ ہوتا لیکن حقیقی بہن کو بذریعہ قاعدہ رو زائد حصہ بھی ملتا ہے ۔ اس لئے تقسیم حسب ذیل ہوگی ۔ ہمشیر زادہ ۲/۳ اخیافی برادر کی دختران فرداً فرداً ۱/۳ کا ۱/۳ = ۱/۹ ۔

(ج) مثال مذکورہ بالا میں اگر حقیقی بہن کے پسر کی بجائے علاقی بہن کا پسر ہو تو دو متضاد رایوں میں سے ایک کے مطابق تقسیم حسب مذکورہ صدر ہوگی ۔ لیکن دوسری رائے کے مطابق جس کی تائید قوریری صاحب کی رائے سے ہوتی ہے علاقی بہن اور اخیافی بھائی اپنے اصلی حصص کے تناسب سے رد میں حصہ پائیں گے اور اسی طرح اون کے بچوں کو بھی فرداً فرداً اسی طرح حصہ ملیگا ۔

۳۱۳ ۔ اگر حقیقی بھائیوں کے کوئی بیٹے موجود نہ ہوں تو ما بقی علاقی بھائیوں کے پسران کو مساوی حصص میں پہونچتا ہے ۔

(سراجیہ ۲۴ ۔ سطر ۱۴)

۳۱۴ ۔ اگر حقیقی یا علاقی بھائیوں کے کوئی پسران موجود نہ ہوں تو مابقی اسی طریق سے بھائیوں کے پوتوں کو خواہ وہ سلسلہ متنزلہ میں کتنے ہی بعید ہوں پہونچتا ہے ۔ اور نزدیک تر ہمیشہ بعید تر کو محروم کرتے ہیں اور حقیقی بھائیوں کی اولاد ہمیشہ قریب تر علاقی بھائیوں کی اولاد کو محروم کرتی ہے ۔

(سراجیہ ۲۴ ۔ سطر ۱۳ ۔ وصفحہ ۲۵ سطر ۲) ۔

۳۱۵ ۔ اگر کوئی عصبات جماعت سوم موجود نہ ہوں تو برعایت قواعد متذکرہ بالا جو (۱) قریب تر درجہ کو بعید تر درجہ کے اوپر ترجیح کی بابت اور (۲) اُن رشتہ داران کی بابت ہیں جن کے دونوں مشترک جد و جدہ ایک ہی ہیں اور جن کو اُسی درجہ کے اور رشتہ داروں پر ترجیح دیجاتی ہے ۔ جن کا صرف ایک جد مشترک از جنس ذکور ہے ۔ مابقی قریب ترین جد صحیح کے بیٹوں اور پوتوں کو خواہ سلسلہ متنزلہ میں کتنے ہی بعید ہوں پہونچتا ہے ۔ قریب

ترجد صحیح کی اولاد مذکور کی عدم موجودگی میں مالبقی ابعد ترا جداد صحیح (خواہ وہ سلسلہ متصاعدہ میں کتنی ہی بعید ہوں) کی ویسی ہی اولاد کو بالترتیب پہونچتا ہے۔

تمثیل

جد　　دادا کا باپ

(۶) دادا کا علاتی بھائی = علاتی عم اب　　(۵) دادا کا بھائی = عم اب

(۸) بیٹا　　دادا یا پکا باپ　　(۷) بیٹا

(۲) باپ کا علاتی بھائی = علاتی چچا　　(۱) باپ کا بھائی = چچا

(۴) بیٹا　　باپ　　(۳) بیٹا
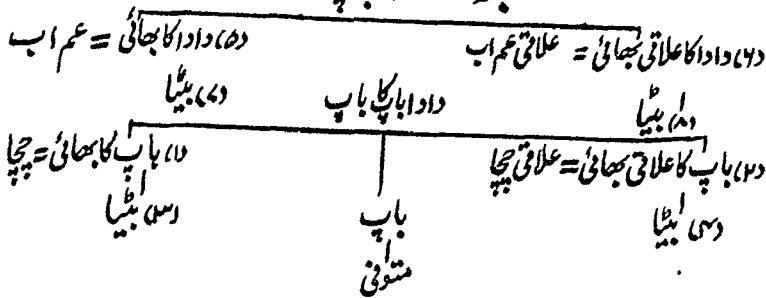
متوفی

اگر تین اجداد نسبی کو مردہ فرض کیا جاوے تو سلسلہ وراثت وہی ہوگا جو اعداد سے ظاہر ہوتا ہے۔ (سراجیہ صفحہ ۲۴)۔

بمقدمہ ۱۲ ویکلی رپورٹر صفحہ ۳۱۷ (سنہ ۱۸۶۹ء) ایک سارٹیفکٹ زیر ایکٹ نمبر ۲۷ مجریہ سنہ ۱۸۶۰ء ایک دعوے دار کو عطا کیا گیا جس کا پانچویں درجہ کا جد پدری متوفی کے چھٹے درجہ کا جد پدری تھا۔ نیز دیکھو میکناٹن صاحب نظائر وراثت مقدمات ۱۲ و ۳۶۔

جائداد وراثت غلامان کی بابت دیکھو فیصلہ پریوی کونسل بمقدمہ ۲ بمبئی صفحہ ۴۲۲۔

قانون شیعہ۔ اگر جماعت اول یا دوم کا کوئی نسبی رشتہ دار نہ ہو تو تمام ترکہ (بہ منہائی حصہ زوجہ یا شوہر اگر کوئی ہو) اعمام وعمات (خواہ وہ پدری ہوں یا مادری اور خواہ وہ حقیقی ہوں یا سوتیلے) سوائے ایک صورت کے بہ ترجیح متوفی کے رشتہ کے بھائیوں کو ملتا ہے۔

مستثنےٰ۔ حقیقی چچا کا پسر علاتی چچا سے ترجیح رکھتا ہے اور اس کو محروم الارث کرتا ہے لیکن اگر ایک ماموں بھی موجود ہو تو چچا کا پسر محروم ہو جاتا ہے۔

الف نے اپنی مرنے پر ایک بیٹا ب ایک بیوہ ج ایک بھائی د اور ایک بھتیجا ہ اسکا باقی رہا بعد ازاں ب فوت ہو گیا اور الف کی جائداد پر ج قابض ہوئی د نے الف کی جائداد حاصل کرنیکے لئے ج پر نالش کی تجویز ہوا کہ د ۳/۴ حصہ کا اور ج ۱/۴ کی مستحق ہے۔ (۵ پنجاب ریکارڈ سنہ ۱۸۷۶ء)۔

از روئے شرع محمدی وہ ہم جدیاں جو ایسی جد کی شاخ نرینہ میں سے ہوں جو کہ اولاد متوفی کا یعنی دونوں کا جد ہو وہ متوفی متوفی مذکور کی جائداد کا وارث پانیکے واسطے بمقابلہ پسر ہمشیرہ کے فوق رکھتے ہیں۔ (۱۸ پنجاب ریکارڈ سنہ ۱۸۸۱ء)۔

۳۱۶ - اگر ایک یا ایک سے زیادہ ذوی الفروض ہوں لیکن کوئی عصبات نہ ہوں تو جائداد مابقی اگر کوئی ہو ایک یا زیادہ ذوی الفروض کی طرف عود کرتی ہے۔ اور اگر وہ ایک سے زیادہ ہوں تو ان کے درمیان ان کے اپنے اپنے حصص کے تناسب سے تقسیم ہو جاتی ہے۔

دسراجیہ ۲ میکناٹن نظائر وراثت مفروضات ا۔ ۳۰، ۳۰ نیز دیکھو اودھ رلوپرٹر ۲۲

قانون شافعی - استاد قدیمہ شافعیہ کے رو سے رد کا کوئی قاعدہ نہیں۔ یعنی اگر کوئی عصبہ نہ ہو تو حصص مفروضہ کی تقسیم کے بعد مابقی بیت المال میں جاتا ہے اور اگر کوئی ذوی الفروض یا عصبہ نہ ہو تو شافعی مسلک کے رو سے تمام ترکہ جو بروئے وصیت منتقل نہ ہوا ہو بیت المال میں جاتا ہے ذوی الارحام کو کچھ نہیں ملتا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ سوالات یا فرائض بالاقرار کو بھی کچھ نہیں ملتا لیکن بیان کیا گیا ہے کہ زمانہ حال (۱) قاعدہ رد پر ان تمام صورتوں میں عملدرآمد ہوتا ہے جس میں مالیہ سرکار کا قانون کے مطابق انتظام نہیں کیا جاتا اور (۲) ذوی الفروض عصبات کی عدم موجودگی میں رشتہ داران صلبی کو جو ہر دو اقسام مذکورہ بالا میں سے نہ ہوں ترکہ ترتیب مصرحہ ذیل کے مطابق ملتا ہے۔

(۱) سلسلہ متصاعدہ (اجداد و جدات فاسدہ) (۲) اولاد (۳) حقیقی یا علاتی بھائی کی دختر (۴) ہمشیرگان (حقیقی و علاتی) کی اولاد (۵) اخیافی بھائیوں (یا ہمشیرگان) کے پسران (۶) اخیافی اعمام (۷) دختران اعمام (۸) پھوپھیاں (۹) ماموں اور خالہ (۱۰) اس حصہ مندرجہ صدر کے قرابتی خواہ جنس ذکور سے ہوں یا اناث سے۔

ولسن صاحب کی رائے ہے کہ برٹش گورنمنٹ کو زمانہ حال کے عمل درآمد کو تسلیم کرنا واجب ہے اور ہر دو طریق ہائے مذکرہ صدر میں ترکہ کو ضبط نہیں کر لینا چاہیئے۔

حنفی شرع کے رو سے اس کا اصول صرف اس صورت میں متعلق ہوتا ہے۔ جبکہ ان تمام ذوی الفروض کے حصص نکالنے کے بعد جو ورثہ سے خارج نہیں ہوا ہے۔ مابقی بچ رہے۔ اور کوئی عصبہ نہ ہو۔ شیعہ مذہب کے مطابق بیادل ورثائے نسبی کی جماعت اول کی ذوی الفروض سے متعلق ہوتا ہے خواہ دوسرے یا تیسرے درجہ کے عصبی موجود ہی ہوں۔

تمثیلات

(الف) ایک شیعہ ایک ماں اور ایک دختر اور ایک بھائی چھوڑ کر فوت ہوا۔ حنفی مسالک کے مطابق اس کا ترکہ اس طرح پر تقسیم ہوگا۔ ماں $\frac{1}{6}$ دختر $\frac{1}{2}$ = $\frac{4}{6}$ بھائی $\frac{1}{3}$ = $\frac{2}{6}$ مگر شیعہ

مذہب کے روسے بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔ اور تمام ترکہ ماں اور دختر کے درمیان کے اصلی حصص کے مطابق تقسیم کیا جائیگا۔ یعنی ماں $\frac{1}{4}$ دختر $\frac{3}{4}$۔

(ب) رشتہ داران پس ماندہ حسب ذیل ہیں۔ باپ۔ ماں۔ دختر۔ بھائی۔ حنفی اور شیعہ ہر دو مسائل کے مطابق بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔ کیونکہ باپ اور ماں دونوں نے اس کو محروم الارث کر دیا ہے۔ حنفی مسائل کے روسے تقسیم ترکہ اس طرح ہوگی ماں $\frac{1}{6}$ دختر $\frac{1}{2}$ باپ $\frac{1}{3}$ یعنی $\frac{1}{6}$ بطور ذوی الفروض اور $\frac{1}{6}$ بطور عصبہ۔

مسئلہ شیعہ کے روسے تقسیم اس طرح ہوگی۔ ماں $\frac{1}{6}$ باپ $\frac{1}{6}$ دختر $\frac{1}{2}$ اور مابقی $\frac{1}{6}$ ہر سہ کے درمیان ان کے اصلی حصص کے تناسب سے تقسیم کیا جائے گا۔ اور تقسیم کلی اس طرح پر ہوگی

ماں $\frac{1}{5}$ باپ $\frac{1}{5}$ دختر $\frac{3}{5}$۔

(ج) رشتہ داران پس ماندہ یہ ہیں۔ زوجہ۔ ماں۔ دختر۔ بہن۔
حنفی مسائل کے مطابق بہن عصبہ سمجھی جاوے گی اس لئے رد کے قاعدہ کو استعمال کرنے کی گنجائش نہ ہوگی۔ لیکن شیعہ مذہب کے مطابق دختر یا بہن محروم الارث ہوگی۔ اور چونکہ ہر دو فرقوں میں زوجہ کو بروے قاعدہ رد کچھ نہیں ملتا اس لئے تقسیم ورثہ اس طرح پر ہوگی۔

زوجہ $\frac{1}{8} = \frac{4}{32}$ ماں $\frac{1}{4}$ کا $\frac{7}{8} = \frac{7}{32}$ - دختر $\frac{3}{4}$ کا $\frac{7}{8} = \frac{21}{32}$۔

۳۱۷۔ ذوی الارحام کے مقابلہ میں متوفی کی زوجہ یا شوہر کو رد میں کوئی حصہ نہیں ملتا ہے لیکن بجائے اس کے کہ پسماندہ حصہ گورنمنٹ کو ضبط ہو کر ملے اس کو مل سکتا ہے۔

تمثیلات

(الف) ایک مسلمان ایک ماں اور ایک دختر چھوڑ کر مر جاتا ہے۔ یہاں پر اصل حصص حسب ذیل ہیں۔
ماں $\frac{1}{6}$ دختر $\frac{1}{2}$۔ پس $\frac{1}{3}$ حصہ بلا تقسیم رہ جاتا ہے اور یہ ماں اور دختر کے درمیان $\frac{1}{6} : \frac{3}{6} :: 1 : 3$ کے تناسب سے تقسیم ہونا چاہیئے۔

اس لئے ماں کا حصہ $\frac{1}{6}$ + ($\frac{1}{4}$ کا $\frac{1}{3}$) $= \frac{1}{6} + \frac{1}{12} = \frac{1+2}{12} = \frac{3}{12} = \frac{1}{4}$ دختر کا حصہ $= \frac{1}{2}$ + ($\frac{3}{4}$ کا $\frac{1}{3}$)
$= \frac{1}{2} + \frac{3}{12} = \frac{3+1}{12} = \frac{9}{12} = \frac{3}{4}$۔

لیکن یہ کہنا سہل تر ہے کہ کل اصل حصص کی تناسب سے تقسیم ہونا چاہیئے۔ $\frac{1}{6} : \frac{3}{6} :: 1 : 3$ حصص ماں $\frac{1}{4}$۔ دختر $\frac{3}{4}$۔

(ب) وہی رشتہ داران ہیں مگر ایک زوجہ زیادہ ہے اس جگہ اصل حصص حسب ذیل ہیں ماں $= \frac{1}{6} = \frac{4}{24}$۔ دختر $= \frac{1}{2} = \frac{12}{24}$ زوجہ $\frac{1}{8} = \frac{3}{24}$۔

$\frac{5}{24}$ حصہ بلا تقسیم رہ جاتا ہے - اور یہ ہم نے ماں دختر کے درمیان ۱:۳ کی تناسب سے تقسیم کرنا ہے - اور زوجہ کے حصہ میں کوئی تغیر نہیں کرتا ہے - اس لئے اب حصص ذیل ہوں گے :-

ماں $= \frac{1}{6} + (\frac{1}{4}$ کا $\frac{5}{24}) = \frac{1}{6} + \frac{5}{96} = \frac{5+16}{96} = \frac{21}{96} = \frac{7}{32}$ دختر $= \frac{1}{2} + (\frac{3}{4}$ کا $\frac{5}{24}) = \frac{1}{2} + \frac{5}{32} = \frac{5+16}{32} = \frac{21}{32}$ زوجہ $= \frac{1}{8} = \frac{4}{32}$ -

$\frac{7}{32} + \frac{21}{32} + \frac{4}{32} = \frac{32}{32} = 1$ -

یہاں پر یہ کہنا زیادہ سہل ہوگا کہ $\frac{7}{8}$ حصہ ماں اور دختر کے درمیان تقسیم کرتا ہے - ماں کا حصہ $\frac{1}{4}$ کا $\frac{7}{8} = \frac{7}{32}$ - دختر کا حصہ $\frac{3}{4}$ کا $\frac{7}{8} = \frac{21}{32}$ زوجہ $= \frac{1}{8} = \frac{4}{32}$ -

سراجیہ صفحہ ۳۷ - دیکھو ۳ کلکتہ صفحہ ۲۰۷ - سیلیکٹ رپورٹ صدر دیوانی عدالت صفحہ ۳۴۶ -

نقشہ حصص عصبات

(۱) اولاد

(۱) پسران بموجودگی دختران (اگر کوئی ہوں) بہ تناسب ۲ : ۱ - اگر بہن کا بھائی نہ ہو تو دیکھو نقشہ حصص ذوی الفروض -

(۲) پوتے بموجودگی دختران پسر (اگر کوئی ہوں) بہ تناسب مذکور -

(۳) پوتے کے پسروں کو (خواہ سلسلہ متنزلہ میں کتنے ہی بعید ہوں) اُسی درجہ کی دختران پوتا اونچے درجہ کی دختران پسر یا دختران پوتا جہاں حال یہ ہو کہ آخرالذکر کو کسی اور نہج میں کچھ نہ ملتا ہو - اور محرومی پوتے کے بیٹے اور پوتے کی دختران کے جو کم تر درجہ کے ہوں - بہ تناسب مذکور -

(۲) جد

(۱) باپ -

(۲) جد صحیح - (خواہ سلسلہ متصاعدہ میں کتنے ہی بعید ہوں) نزدیک درجہ کے بعید درجہ کو محروم کریں گے -

(۳) نزدیکی رشتہ داران

(۱) حقیقی برادران - بموجودگی حقیقی ہمشیرگان - (اگر کوئی ہوں) بہ تناسب ۲ : ۱ -

(۲) علاتی برادران بموجودگی علاتی ہمشیرگان (اگر کوئی ہوں) بہ تناسب ۲ : ۱۔
(۳) حقیقی بہن بعدم موجودگی نسبی برادران یا کسی دیگر نزدیکی عصبہ کے اور بموجودگی ایک یا زیادہ دختران یا دختران × × × پسر (جو سلسلہ متنزلہ میں خواہ کتنی ہی بعید ہوں) اگر ما بقی کسی دیگر ذوی الفروض کو عود نہ کرتا ہو۔
(۴) علاتی بہن بعدم موجودگی حقیقی یا علاتی بہن یا کسی دیگر نزدیکی عصبہ کے اور بموجودگی مذکورہ بالا۔
(۵) حقیقی برادر کے پسران (خواہ سلسلہ متنزلہ میں کتنے بعید ہوں، نزدیک تر درجہ کے بعید تر درجہ کو محروم کریں گے۔
(۶) علاتی بھائی کے پسران (خواہ سلسلہ متنزلہ میں کتنے بعید ہوں)۔

(۴) جد صحیح کی اولاد خواہ سلسلہ متصاعدہ میں کتنی بعید ہو

(۱) حقیقی چچا۔
(۲) علاتی چچا
(۳) حقیقی چچا کی اولاد خواہ سلسلہ متنزلہ میں کتنی بعید ہوں۔ نزدیک درجہ کے بعید تر درجہ کو محروم کریں گے۔
(۴) علاتی چچا کی اولاد۔ خواہ سلسلہ متنزلہ میں کتنی بعید ہوں۔ نزدیک درجہ کے بعید تر درجہ کو محروم کریں گے۔
(۵) جدی صحیح کی اولاد ذکور خواہ کتنی بعید ہو۔

ذوی الارحام

۳۱۸۔ اگر کوئی ذوی الفروض یا عصبات موجود نہ ہوں تو ترکہ قابل وراثت ان اشخاص کو پہنچتا ہے جن کو عام انگریزی درسی کتابوں میں "ڈسٹنٹ کنڈرڈ" Distant Kindred ذوی الارحام کے نام سے بیان کیا گیا ہے۔ لیکن جو حقیقت میں وہ تمام صلبی رشتہ دار ہوتے ہیں جو خواہ قریبی ہوں یا بعیدی۔ نہ تو ذوی الفروض ہوتے ہیں نہ عصبات۔ سراجیہ ۴۴۔

شیعہ۔ جس طرح سنیوں میں وارثان ذوی الارحام ہوتے ہیں اسی طرح شیعوں میں وارثوں کی کوئی الگ جماعت نہیں ہوتی۔ نسب کی بنا پر صرف ذوی الفروض یا عصبہ وارثان ہوتے ہیں اور عصبات کی ترتیب وراثت میں اولاد سلسلہ ذکور اور سلسلہ اناث کے درمیان کچھ فرق نہیں

کیا جاتا اور نہ ہی وصی دعویداران کی حیثیت کا کچھ لحاظ کیا جاتا ہے۔ سوائے اسکے کہ تناسب کا خیال کیا جاتا ہے جسکے مطابق اُن اناث اور ذکور کے درمیان جو متوفی سے ایک ہی درجہ میں قرابت رکھتے ہیں۔ ورثہ تقسیم کیجاتی ہے۔

۳۱۹۔ ذوی الارحام کے درمیان ذیل کی ترتیب بغیر کسی مستثنیٰ کے صحیح معلوم ہوتی ہے اور تمام بردہ جماعات میں سے ہر ایک جماعت پیشتر اس کے کہ دوسری جماعت کا کوئی رکن حصہ لے سکے بالکل ختم ہونی چاہیئے۔

(۱) اولاد (۲) سلسلہ متصاعدہ (۳) اولاد والدین (۴) اولاد (خواہ وہ سلسلہ متنزلہ میں کتنی ہی بعید ہو) اباء (خواہ وہ سلسلۂ متصاعدہ میں کتنے ہی بعید ہوں) (سراجیہ صفحہ ۴۵)۔

مالک متوفی کے پڑدادا کے پوتے اور پڑپوتے ہر سہ اقسام وارثان یعنی ذوی الفروض و عصبات ذوی الارحام میں سے کسی کی ذیل میں نہیں آتے۔ (۴۵ پنجاب ریکارڈ ۱۹۰۸ء) مقدمہ ۲۹ کلکتہ ۳۰۷ ڈگری ترکہ بحق متوفی کے دادا یا نانا کے بھائی کا پڑپوتا (اپنی ماں کی وجہ سے) کے صادر کی گئی۔ لیکن عنوان مقدمہ میں یہ تشریح نہیں کی گئی کہ دادا تھا یا نانا تھا اس لئے اس فیصلہ کی اصلی تاثیر نہیں ہوسکتی۔

۳۲۰۔ ایسی اولاد کے درمیان جو ذوی الارحام ہو یہ قاعدہ کہ قریب تر درجہ بعید تر درجہ کو محروم کرتا ہے بغیر کسی مستثنیٰ کے نعلق پذیر ہے۔ اس لئے نواسہ یا نواسی جملہ دیگر ذوی الارحام کو خواہ وہ کوئی بھی ہوں محروم کرے گی۔

(سراجیہ ۴۷)۔

بموجب شرع محمدی قاعدہ وراثت رشتہ داران بعید کا بلحاظ قرابت درجہ ہے۔ (۸۰ پنجاب ریکارڈ ۱۸۶۷ء)۔

۳۲۱۔ تیسری یا کسی بعید تر پشت کی اولاد کے درمیان اولاد ذوی الفروض یا اولاد عصبات کو دوسروں پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اس لئے اگر پوتی کا ایک لڑکا یا لڑکی موجود ہو تو نواسی کی کسی اولاد کو کچھ نہیں مل سکتا۔

(سراجیہ ۴۷)۔

۳۲۲۔ تیسری یا کسی بعید تر پشت کے اولاد کے درمیان جو سب کے سب یا ان میں سے کوئی اولاد ورثا رتہ ہو یہ امر یقینی ہے کہ بعض معنی میں مردوں اور عورتوں کو ۲ : ۱ سے حصہ ملتا ہے لیکن یہ امر بحث طلب ہے کہ آیا قاعدہ ہذا کا اطلاق محض واقعی دعویداروں کے اجناس کے لحاظ سے ہوگا

یا ان درمیانی اجداد کے اجناس کے لحاظ سے بھی جن کے ذریعہ سے وہ بالانفراد دعوی کرتے ہیں۔
مثلاً یہ امر یقینی ہے کہ پسر نواسہ بمقابلہ دختر نواسہ زیادہ حصہ لے گا۔ لیکن یہ امر غیر فیصلہ شدہ ہے کہ
نواسی کے پسر اور دختر نواسہ کے درمیان کون زیادہ حصہ لے گا۔

(سراجیہ صفحہ ۴۷ و ۴۸)۔
یہ رائے کہ صرف واقعی دعویداروں کے اجناس کا خیال رکھنا چاہیئے۔ امام ابو یوسف کی رائے ہے۔ دوسری
رائے امام محمد کی ہے۔ بیلی صاحب کی شرع محمدی متعلق وراثت کے صفحہ ۹۲ پر شریفیہ کی سند پر بہ وضاحت
کے ساتھ لکھا ہے کہ تابعین امام ابو حنیفہ نے امام محمدؒ کی رائے کو بطور قاعدہ فیصلہ اختیار کیا ہے۔ برعکس
اس کے فتاوی عالمگیری میں جیسا کہ بیلی صاحب کی ڈائجسٹ صفحہ ۷۰۱ پر اس کا ترجمہ ہوا ہے لکھا ہے
کہ دونوں اماموں میں سے کسی کو ترجیح نہیں دینی چاہیئے۔

مسائل امام محمد

۳۲۳۔ قاعدہ امام محمد کے مطابق جب کسی متوفی سے مختلف دعویداروں تک سلسلہ جات
اولاد دریافت کرنے میں ہم ایسے ایک درمیانی پشت یا درجہ تک پہنچیں جس میں وہ اشخاص جو شمار
میں آتے ہیں سب کے سب ایک ہی جنس کے نہیں ہیں بلکہ دو یا زیادہ ایک جنس کے ہیں اور ایک یا زیادہ
دوسری جنس کے تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس درجہ کے ہر ایک جنس کے ممبر ایک علیحدہ شق بناتے ہیں اور ہر ایک
شق کا مجموعی حصہ صرف اس شق کے ارکان کے درمیان مرد کو دو چند حصہ ملنے کے قاعدہ کے مطابق
تقسیم کیا جاتا ہے۔

تمثیل

متوفی

د۲	ا۲	مجموعی حصہ پوتوں کا	د۱
۱/۵ دِ د۳	پ۱ د۲	۴/۵	پ۱ د۱
۱/۵ ب د۳	د پ۱ و۲ =		پ۱ پ د۱
= ۳/۱۵	۱/۳ کا ۴/۵		۲/۳ کا ۴/۵ = ۸/۱۵
	= ۴/۱۵		

نقشہ بالا میں صرف د سے مراد دختر اور پ سے پسر ہے۔ یہ فرض کیا گیا ہے کہ صرف تیسری پشت کی
اولاد متوفی کے زندہ رہی ہے۔ اول درجہ تنزلہ میں تین دختران ہیں۔ دوسرے درجہ میں دو مرد

اور ایک عورت جن کے حصص ان کے وارث بننے کے لئے زندہ رہنے کی حالت میں معمولی قاعدہ کے رو سے حسب ذیل ہوتے۔

فی مرد $\frac{۲}{۵}$ - عورت $\frac{۱}{۵}$ -

اولاد درجہ سوم حسب ذیل ہو۔

ایک مرد جو ایک نواسہ کی اولاد ہے ایک عورت جو دوسرے نواسہ کی اولاد ہے۔ اور ایک مرد جو ایک نواسی کی اولاد ہے یہ تینوں اصل دعویدار خیال کئے گئے ہیں۔

دو پہلے نواسوں کا مجموعی حصہ یعنی $\frac{۴}{۵}$ لے لیتی ہیں اور اس کو معمولی تناسب میں تقسیم کر لیتے ہیں مرد کو اس کا $\frac{۸}{۱۵}$ اور عورت کو $\frac{۴}{۱۵}$ ملتا ہے۔ نواسی کا بیٹا اپنی ماں کا حصہ یعنی کل کا $\frac{۱}{۵}$ بغیر تغیر و تبدل کے لے لیتا ہے۔

امام ابو یوسف کی رائے کے مطابق تقسیم حسب ذیل ہوگی۔

پ پ ۱ = $\frac{۲}{۵}$ د پ ۲ = $\frac{۱}{۵}$ پ پ ۳ = $\frac{۲}{۵}$ -

(سراجیہ صفحہ ۴۹ تا ۵۰)۔

۳۲۴۔ اول درمیانی پشت میں جس میں اجناس مختلف ہوں اسی جنس کے اشخاص کا مجموعی حصہ شمار کرنے میں اس شخص کو جو دو یا زیادہ اصل دعویداروں کا بزرگ ہو وہ حصہ ملنا چاہیے جو اس کی اپنی جنس کے اشخاص کی اس تعداد کو دیا جاتا۔

تمثیل

متوفی

د　　　　　　　　　　　　　　　　(۲) د

پ د (۱) $\frac{۲}{۵}$　　　　　　　　　(۱) د د ($\frac{۱}{۵}$)

(۱) پ پ د (۱) د پ د (۱)　　　　　(۲) پ د د

$\frac{۵}{۱۵}$　$\frac{۴}{۱۵}$　$\frac{۳}{۱۵}$

اس جگہ دوسری پشت کا مرد اپنی دو اولاد کی وجہ سے باوجود اس امر کے ان میں سے ایک عورت ہے دو مرد سمجھا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایک ہی تقسیم اصل دعویداروں کے درمیان کی جاتی ہے۔ خواہ ہر ایک متوفی کے ساتھ درمیانی اجداد کے کسی مختلف سلسلہ کے ذریعہ سے یا دو یا زیادہ ان ہی درمیانی اجداد کے ذریعہ سے جیسی کہ اس جگہ صورت ہے ملتے ہوں۔ (سراجیہ صفحہ ۴۹ تا ۵۰)۔

۳۲۵- اگر کوئی ذوی الارحام جماعت اول موجود نہ ہوں تو جملہ ترکہ قابل وراثت ماں کے باپ کو پہنچے گا۔ کیونکہ صرف وہی ذوی الارحام کی جماعت دوم کے قریب ترین درجہ کا ایک شخص موجود ہے۔ (سراجیہ صفحہ ۵۱)۔

۳۲۶- اگر ماں کا باپ موجود نہ ہو تو جائداد تیسرے درجہ کی ان فاسد اجداد و جدات کے درمیان تقسیم کی جائے گی جو متوفی کے ساتھ بوساطت ذوی الفروض یعنی والد یا والدہ و الد و والدہ مادر ملتے ہیں اور ان میں سے اول الذکر دو تہائی بطور حصہ جہت پدری اور موخر الذکر صرف ایک تہائی لیگا۔ خواہ وہ دونوں ایک ہی جنس سے ہوں۔ (سراجیہ صفحہ ۵۱)۔

۳۲۷- رشتہ داران آخر الذکر کی عدم موجودگی میں جائداد تیسرے درجہ کے باقیماندہ فاسد اجداد و جدات کے درمیان یعنی ماں کے باپ کے باپ اور ماں کے درمیان تقسیم کی جائے گی جن میں سے اول الذکر دو تہائی اور موخر الذکر کو ایک تہائی ملے گا۔ (سراجیہ صفحہ ۵۲)۔

ذوی الارحام- امام ابویوسف کی رائے

۳۲۸- اگر کوئی ذوی الفروض و عصبہ اور کوئی ذوی الارحام جماعت اول یا دوم موجود نہ ہوں تو ترکہ قابل وراثت حقیقی بھائیوں کی دختران اور حقیقی ہمشیرگان کی اولاد کو ملتا ہے اور مرد کے دو چند حصہ کے قاعدہ کے مطابق اور ایک ہی جنس کے اشخاص کے درمیان مساوی طور پر تقسیم کیا جاتا ہے خواہ وہ متوفی کے ساتھ ایک ہی یا مختلف براوران و ہمشیرگان کے ذریعہ سے یا بعض براداران کے ذریعہ سے اور دیگر ہمشیرگان کے ذریعہ سے ملتے ہوں۔

۳۲۹- اگر حقیقی برادران یا ہمشیرگان کی کوئی اولاد موجود نہ ہو تو ترکہ علاتی برادران یا ہمشیرگان کی اولاد کے درمیان اسی طریق سے تقسیم کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسی اولاد موجود نہ ہو تو پھر اخیافی برادران یا ہمشیرگان کی اولاد کے درمیان تقسیم کیا جاتا ہے۔

۳۳۰- اگر کسی قسم کے برادران یا ہمشیرگان کی کوئی اولاد نہ ہو تو ترکہ حقیقی برادر کے پسران کی دختران کو ملتا ہے اور وہ بلالحاظ نسل مساوی حصص لیتے ہیں۔

۳۳۱- حقیقی برادر کے پسران کی دختران کے بعد علاتی بھائی کے پسران کی دختران کو ترکہ ملتا ہے۔

۳۳۲- علاتی بھائی کے پسران کی دختران کے بعد حقیقی برادران یا ہمشیرگان کی دیگر اخلاف کو ترکہ ملتا ہے۔ یعنی پسران برادر یا پسران ہمشیرہ یا دختران ہمشیرہ کے پسران یا دختران کو

بلا تمیز کسی امر کے باستثنا اس بات کے کہ ذکور کو دو چند حصہ ملتا ہے اور ان کے بعد علاتی برادران یا ہمشیرگان کے احفاد و بالمقابل کو ترکہ ملتا ہے۔ (سراجیہ ۵۲ و ۵۵)۔

۳۳۳۔ اگر حقیقی یا علاتی برادران و ہمشیرگان کی کوئی احفاد موجود ہوں تو ترکہ اخیافی برادران یا ہمشیرگان کے احفاد کو پہنچتا ہے اور ایک ہی جنس کے اشخاص کے درمیان مساوی طور پر لیکن بہ تبعیت عام قاعدہ دو چند حصہ ذکور تقسیم کیا جاتا ہے۔ (سراجیہ ۵۲ تا ۵۵)۔

۳۳۴۔ برادران و ہمشیرگان کی بعید تر اولاد کے وراثت پر وہی اصول جاری ہیں جو چار دفعات ماقبل میں استعمال ہوئے ہیں یعنی کہ

(۱) قریب درجہ بعید تر درجہ کو بالکل محروم کرتا ہے۔

(۲) اولاد عصبات کو اولاد ذوی الارحام پر ترجیح دیجاتی ہے۔

(۳) بہ تبعیت قاعدہ ماقبل حقیقی صلبی رشتہ داروں کو اخیافی رشتہ داروں پر ترجیح دی جاتی ہے۔ (سراجیہ صفحہ ۵۲ تا ۵۵)۔

ذوی الارحام جماعت سوم۔ امام محمدؒ کی رائے

۳۳۵۔ (۱) اگر حقیقی یا علاتی برادران یا ہمشیرگان کی اولاد کے ساتھ اخیافی برادران یا ہمشیرگان کی اولاد کے ساتھ اخیافی برادران یا ہمشیرگان کی اولاد ہو تو اولاد موخر الذکر مجموعی طور پر وہ ⅓ حصہ لے گی۔ جو ان کے والدین کا مجموعی مفروضہ حصہ ہوتا۔ اور پھر اس کو اپنے درمیان بلا تمیز جنس مساوی طور پر تقسیم کرے گی۔ اگر صرف ایک اخیافی بھائی یا بہن ایک بچہ یا بچے چھوڑ کر مرگئی ہو تو اس کو تنہا یا ان کو مجموعاً جیسی کہ صورت ہو وہ ⅙ حصہ ملیگا جو ان کے والدین کو ملتا۔

(۲) بہ تبعیت حقوق اشخاص مذکورہ بالا اگر کوئی ہوں حقیقی برادران یا ہمشیرگان کی اولاد بحرومی اولاد علاتی برادران یا ہمشیرگان ورثہ باقی ہے اور اپنے درمیان قاعدہ جزوی قائم مقامی متذکرہ دفعات ۴۴۲ و ۳۴۲ کے مطابق اور بہ تبعیت قاعدہ مذکور مطابق قاعدہ دو چند حصہ ذکور سے حصے کر لینی ہے۔

(۳) حقیقی برادران و ہمشیرگان کی اولاد کی عدم موجودگی میں ٹھیک ویسی ہی تقسیم علاتی برادران و ہمشیرگان کی اولاد کے درمیان ہوتی ہے۔

(سراجیہ صفحہ ۵۴)۔

تمثیل

$\frac{1}{3}$

علاتی بہن		علاتی بھائی	اخیافی بہن		اخیافی بھائی
دختر	پسر	دختر	دختر	پسر	دختر
×	×	×	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{3}$ کا $\frac{1}{2}$ = $\frac{1}{6}$

$\frac{2}{3}$

بھائی $\frac{1}{2}$ دختر　　　بہن $\frac{1}{2}$ (بحیثیت دو عورتوں کے) پسر دختر

$\frac{1}{2}$ کا $\frac{2}{3}$ = $\frac{1}{3}$　　　$\frac{2}{3}$ کا $\frac{1}{2}$ کا $\frac{2}{3}$ = $\frac{2}{9}$　　　$\frac{2}{3} \times \frac{1}{2} \times \frac{1}{3}$ = $\frac{1}{9}$

یہ فرض کیا گیا ہے کہ پہلی پشت کے لوگ مر چکے ہیں۔
اس جگہ مردہ ہمشیرہ اپنے دو بچوں کی وجہ سے دو عورتوں کے برابر شمار کی جاتی ہے۔ اور اس طرح وہ اپنے بھائی کی مساوی ہو جاتی ہے۔ اور جو نصف حصہ اس کو اس طرح دیا جاتا ہے۔ وہ جنس کے مطابق اوس کے پسر اور دختر کے درمیان تقسیم کی جاتی ہے۔ لیکن امام محمد کی رائے کے مطابق قاعدہ دوچند حصہ ذکور اخیافی بھائی اور بہن کو اس واسطے متعلق نہیں ہے کہ قرآن مجید کے رو سے یہ اُن کے والدین سے متعلق نہیں ہے۔

امام ابو یوسف کے قاعدہ کے مطابق اخیافی رشتہ داروں کو کچھ نہیں ملے گا۔ الّا جبکہ حقیقی و علاتی موجود نہ ہوں اس حالت میں اوُن کے درمیان جنس کے مطابق اور نہ مساوی طور پر تقسیم کیا جاوے گا۔

۳۳۷۔ وہی اصول برادران یا ہمشیرگان کی بعید تر اولاد کی تقسیم پر حاوی ہیں۔ الّا بہ تبعیت اس قاعدہ کے کہ اولاد ورثاء کے حسب جماعت اوّل اوس شخص پر ترجیح دی جاتی ہے جو اولاد ورثاء نہ ہوں۔

تمثیل

(الف) بھائی کے بیٹے کی دختر کو خواہ حقیقی ہو یا علاتی (بطور بچہ عصبہ) حقیقی بہن کی دختر کے پسر یا اخیافی بھائی کے بیٹے کے (بیٹے یا) دختر پر ترجیح دی جاتی ہے (ب) حقیقی بھائی کے بیٹے کی دختر پر ترجیح دیجاتی ہے۔ کیوں کہ دونوں اولاد عصبات ہیں۔ اور

اوّل الذکر پشت میں قریب تر ہے۔

(ج) حقیقی بھائی کی دختر کی دختر علاقی بھائی کی دختر کے پسر کو محروم کرتی ہے۔ کیونکہ دونوں میں کوئی بچہ عصبہ نہیں۔

(د) حقیقی ہمشیرہ کی دختر کی دختر علاقی بھائی کی دختر کے پسر کے ساتھ امام محمد کے اصول قائم مقامی کے مطابق مساوی حصہ لیتی ہے۔ کیونکہ ہمشیرہ خود اپنا نصف حصہ بطور ذوی الفروض لیگی۔ اور دوسرا نصف حصہ علاقی بھائی کے واسطے بطور ذوی الارحام چھوڑیگی۔

(ہ) رشتہ داران پسماندہ وہ اشخاص ہیں جو نقشہ ذیل کی سب سے نیچے کی سطر میں ظاہر ہوتے ہیں۔

اس جگہ کوئی شخص اولاد ورثہ نہیں ہے۔

اخیافی برادر و ہمشیرہ کے احفاد کل کا $\frac{۱}{۳}$ مساوی طور پر تقسیم کر لیں گے اس لئے اُن میں سے ہر ایک $\frac{۱}{۱۲}$ حصہ ملیگا۔

باقیماندہ $\frac{۲}{۳}$ حصہ حقیقی یا علاقی بھائی اور ہمشیرہ کے احفاد کے درمیان حسب ذیل تقسیم کیا جاوے گا۔

پ (۱) $\frac{۲}{۳}$ کا $\frac{۴}{۷} = \frac{۸}{۲۱}$
د (۱) $\frac{۲}{۳}$ کا $\frac{۲}{۷} = \frac{۴}{۲۱}$
پ (۲) $\frac{۲}{۳}$ کا $\frac{۲}{۷} = \frac{۴}{۲۱}$ } کا $\frac{۲}{۳}$
د (۲) $\frac{۱}{۳}$ کا $\frac{۲}{۷} = \frac{۲}{۲۱}$
پ (۳) $\frac{۲}{۷} = \frac{۳}{۲۱}$

(دفعہ ہذا سراجیہ صفحہ ۵۲ تا ۵۵ = "جماعت سوم" پر مبنی ہے)۔

جماعت چہارم۔ ذوی الارحام

۳۳۷۔ اگر کوئی ذوی الفروض یا عصبات موجود نہ ہوں۔ اور نہ کوئی ذوی الارحام پہلی تین جماعتوں کا ہو تو ترکہ قابل وراثت اجداد و جدات کی اولاد یعنی متوفی کے چچوں اور پھوپھیوں کو ملتا ہے۔ اور اگر دونوں پدری اور مادری جہتوں کے قائم مقام ہوں تو اس جماعت کے ارکان کے درمیان دو تہائی حصہ اوّل الذکر کو اور ایک تہائی حصہ موخر الذکر کو دیا جاتا ہے

(سراجیہ صفحہ ۵۵ و ۵۶)۔

۳۳۸۔ چچوں اور ماموں اور پھوپھیوں اور خالات کے درمیان ترتیب ترجیحی حسب ذیل ہے:۔

(۱) باپ کی حقیقی ہمشیرگان یا ماں کے حقیقی برادران و ہمشیرگان جیسی کہ صورت ہو۔

(۲) باپ یا ماں کے حقیقی برادران یا ہمشیرگان جیسی کہ صورت ہو۔

(۳) اخیافی ایضاً۔

(سراجیہ ۵۲ تا ۵۵)۔

قانون شیعہ۔ مختلف اقسام کے اعمام اور عمات کے درمیان تقسیم ترکہ کا اوّل طریقہ یہ ہے کہ ⅔ پدری رشتہ داران کو اور ⅓ مادری رشتہ داران کو دیا جاتا ہے۔ پدری یا مادری جہت کا (جیسی کہ صورت ہو) خواہ ایک شخص ہی جنس ذکور یا اناث سے موجود ہو اور خواہ وہ حقیقی علاقی یا اخیافی ہو ہر ایک شخص کو جو دوسری جہت کا ہو اس حصہ سے محروم کرے گا جو اس جہت کے وارث کیلئے مقرر ہے۔

تمثیل

رشتہ داران پسماندہ یہ ہیں۔ علاقی چچا۔ حقیقی ماسی۔ علاقی چچا کو ⅔ اور حقیقی ماسی کو ⅓ ملیگا لیکن اگر دونوں وارث پدری جہت کے ہوتے یا دونوں مادری جہت کے ہوتے تو حقیقی پھوپھی علاقی چچا کو محروم کرتی ہے۔ دبلی صاحب جلد ۲ صفحہ ۲۷۶-۲۳۴)۔ جہاں تک کہ ذوی الارحام کا تعلق ہے حنفی قاعدہ بھی یہی ہے۔ (دفعہ ۲۵۸)۔

قانون شیعہ۔ ایک جہت کے مختلف اقسام کے اعمام و عمات کے درمیان مقابلہ کی صورت میں اس حصہ کی نسبت جو اس جہت کے لئے مقرر ہے۔ (یعنی کل کا ⅔ یا ⅓ جیسی کہ صورت ہو) اسی اصول پر عمل کیا جاتا ہے۔ کہ گویا خود متوفی کے برادران و ہمشیرگان کے

درمیان مقابلہ تھا نہ کہ اس کے باپ یا اس کی ماں کے برادران وہمشیرگان کے درمیان یعنی والد یا والدہ زیر بحث کے حقیقی برادران وہمشیرگان اُسی والد یا والدہ کے علاقی برادران وہمشیرگان محروم کرتے ہیں - اور والد یا والدہ زیر بحث کے اخیافی برادران وہمشیرگان کو مجموعاً اس والد یا والدہ کا ۱/۳ ملتا ہے - اور اگر ایسا بھائی یا بہن ایک ہی ہو تو اس کو اسی جہت کے حقیقی یا علاقی ورثائے کے مقابلہ میں ۱/۶ ملتا ہے لیکن اخیافی اعمام وعمات بھی دوسری جہت کے اعمام وعمات یا بعید تر رشتہ داروں کے مقابلہ میں اپنی جہت کا کل حصہ لیتے ہیں -

تمثیلات

(ا) پدری جانب کے رشتہ داران حسب ذیل ہیں :-
حقیقی چچا - حقیقی پھوپھی - علاقی چچا - دو اخیافی چچے اور ایک اخیافی پھوپھی - ایک اخیافی ماسی بھی ہے - تقسیم ترکہ حسب ذیل ہوگی :-
چچا ۲/۳ کا ۲/۳ = ۴/۹ - پھوپھی ۱/۳ کا ۲/۳ = ۲/۹ علاقی چچا کو کچھ نہیں ملے گا - ہر ایک اخیافی چچا کو ۱/۳ کا ۱/۳ کا ۲/۳ = ۲/۲۷ ملے گا - اسی طرح اخیافی پھوپھی کو بھی ۲/۲۷ ملے گا - اخیافی ماسی کو ۱/۳ ملیگا -
(ب) ورثاء حسب ذیل ہیں :- علاقی چچا - اخیافی چچا - حقیقی ماسی - علاقی ماموں - تقسیم ترکہ حسب ذیل ہوگی -
علاقی چچا ۲/۳ کا ۵/۶ = ۱۰/۱۸ = ۵/۹ اخیافی چچا ۱/۶ کا ۲/۳ = ۲/۱۸ = ۱/۹ حقیقی ماسی ۲/۳ کا ۱/۳ = ۲/۹ = علاقی ماموں ۱/۳ کا ۱/۳ = ۱/۹ -

۳۳۹ - قاعدہ دوچند حصہ ذکور اوس اندرونی تقسیم پر حاوی ہے جو بالانفراد پدری اور مادری جہتوں کے دعوے داروں کے درمیان کی جاوے لیکن اوس سے جہتوں کے درمیان ابتدائی تقسیم میں ایسی دست اندازی نہیں کی جا سکتی جس سے ماموں کو پھوپھی کی نسبت زیادہ حصہ ملے -

دفعہ ہذا دو دفعات ماقبل دونوں امام ابو یوسف اور امام محمد کی رائے کے مطابق صحیح ہیں - (سراجیہ ۵۵) -

قانون شیعہ - اعمام وعمات کے درمیان ذکور کو اناث کی نسبت دوچند حصہ کا قاعدہ صرف جہت پدری سے متعلق ہے - اور اُن میں بھی حقیقی وعلاقی سے - خالات کا حصہ اس قسم کے ماموں کے ساتھ (خواہ وہ قسم کچھ ہی ہو) کے مساوی ہوتا ہے - اور اس طرح

اخیافی پھوپھیوں کا اخیافی چچوں کے مساوی ہوتا ہے۔ (بیلی صاحب جلد ۲ صفحہ ۲۸۶)۔

۴۳۰۔ اجداد و جدات کی بعید تر اولاد اور بعید تر اجداد کی اولاد ویسی ہی ترتیب سے ورثہ پاتی ہے نہ سوائے اس بات کے کہ ایک ہی درجہ اور ایک ہی جہت کے رشتہ داروں کے درمیان جو سب کے سب حقیقی ہوں۔ یا سب کے سب علاتی ہوں۔ یا سب کے سب اخیافی ہوں ان اشخاص کو جو ورثاء یعنے ذوی الفروض یا عصبات کے ذریعہ سے دعویدار ہوں ترجیح دیجاتی ہے۔

ایسے دعویداروں کے درمیان جو اور نہج سے ہر طرح مساوی ہوں لیکن مورث اعلیٰ کے ساتھ ایسے اشخاص کے ذریعہ سے ملتے ہوں جو مختلف الجنس ہوں امام محمدؒ دوچند حصہ ذکور کے قاعدہ کا استعمال اُسی طریق سے کرتا ہے جس طرح جماعت اوّل و جماعت سوم میں (سراجیہ صفحہ ۵۶ تا ۵۸)۔

قانون شیعہ ۔ اعمام و عمات کے بعد ان کی اولاد درجہ بدرجہ وارث ہوتی ہے۔ اور ہر درجہ میں تقسیم اصول قائم مقامی کے مطابق ہوتی ہے اور اعمام و عمات کی اولاد کے بعد اعمام و عمات کے والدین اسی سلسلہ میں خواہ کتنے بلند ہوں وارث ہوتے ہیں اور پیشتر اس کے کہ شاخ اعلیٰ کو ورثہ پہونچے ہر ایک شاخ کی اولاد الگ الگ ختم ہونی چاہیئے اور ہر درجہ میں تقسیم اصول مذکورہ صدر کے مطابق ہونی چاہیئے۔

ورثاء جن کا نسب کے ذریعہ سے تعلق نہیں ہوتا!

۴۳۱۔ اگر کوئی شخص بطور ذوی الفروض عصبہ یا ذوی الارحام وارث ہونے کا مستحق نہ ہو تو جائداد قابل وراثت اُس شخص کو (اگر کوئی ہو) پہونچے گی جس کے ساتھ متوفی نے معاہدہ موالات کیا تھا۔

معاہدہ موالات کے ذریعہ سے وارث کی تقرری کا ذکر سراجیہ کی تمہید میں درج ہے۔ لیکن ایسے وارث کی کوئی تعریف نہیں کی گئی۔ بلکہ تعریف کے لئے شریفیہ کو دیکھنا چاہیئے۔ (ولسن صاحب صفحہ ۳۰۶)۔

۴۳۲۔ جانشین بذریعہ معاہدہ کے عین بعد اگر اب تک ایسے وارث کی موجودگی قانوناً ممکن ہے یا اگر ممکن نہ ہو تو ذوی الارحام کے بعد فرضی طور پر تسلیم (اقرار) کیا ہوا رشتہ وارث ہوتا ہے یعنی اگر ایک شخص دوسرے کو جس کی ولدیت نامعلوم ہو اپنا برادر یا پسر

برادر تسلیم کرنا پسند کرے اور ان کے درمیان رشتہ داری کے ہونے کی اور کوئی شہادت نہ ہو اسی درجہ یا نیز اُس سے بعید تر درجہ کے واقعی صلبی رشتہ داروں کے خلاف کچھ اثر نہ ہوگا لیکن اگر کوئی ایسا رشتہ دار موجود نہ ہو جو وارث ہو سکتا تو یہ اقرار بطور اقبال کے موثر ہوگا۔ اور اگرچہ کسی اور کو نہیں لیکن خود اقرار کنندہ کو ضرور پابند کرے گا اور بنا بریں ایسی کوئی وصیت خواہ وہ اقرار سے پہلے ہو یا پیچھے اور جو قانونی ثلث سے زیادہ ہو نا جائز ہو جائے گی اِلّا اُس صورت میں کہ مقر لہٗ وارث ہونے کی حیثیت سے موصی کی وفات کے بعد اس پر رضا مند ہو۔

(سراجیہ ۱۳-۱۲- بیلی صاحب صفحہ ۴۰۵)- دیکھو ۱۲ ویکلی رپورٹ صفحہ ۵۱۲- نیز دیکھو ۱۴ ویکلی رپورٹ صفحہ ۱۱۲- ۱۲ ویکلی رپورٹ (پریوی کونسل ۳۱) - ۱۳ بنگال لا رپورٹ ۱۰۲- دلا رپورٹ، نزیر اپیل ۲۲-

اقرار رشتہ بذریعہ دیگر شخص کے ہونا چاہیئے۔ مثلاً ایک شخص دوسرے کو اپنا بھائی ہونا تسلیم کر سکتا ہے کیونکہ یہ رشتہ بذریعہ باپ کے ہوگا۔ (ٹیگور لا لیکچر ۱۸۷۳ء صفحہ ۹۲ و ۹۳) لیکن وہ دوسرے کو اپنا پسر ہونا تسلیم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ایسا رشتہ بذریعہ خود ہوتا ہے۔

۳۴۳- اگر کوئی مقر لہٗ رشتہ دار نہ ہو اور کسی اور قسم متذکرہ صدر کا رشتہ دار بھی نہ ہو لیکن متوفی نے وصیت کے رو سے اپنی تمام جائداد یا اس حصہ سے زیادہ جائداد جو بالعموم[1] قابل وصیت ہوتی ہے۔ منتقل کرنے کی کوشش کی ہو تو ایسی وصیت ایک ہی باقیماندہ دعویدار یعنی بیت المال کے مقابلہ میں اثر پذیر ہوگی۔

سراجیہ ۱۳-

یہ امر قابل یاد رکھنے کے ہے کہ یہ معاملہ کہ ایک ثلث سے زیادہ کے لئے وصیت نہ کی جائے مفاد وارثان کے لئے ہے۔ اندریں صورت کُل جائداد کے متعلق وصیت اُسی وقت ہو سکتی ہے۔ جب کوئی مکسوبہ وارث نہ ہو۔ بیلی صاحب کی شرع محمدی دراثت صفحہ ۱۹-

۳۴۴- برٹش انڈیا میں تمام جانشینان متذکرہ صدر کی عدم موجودگی کی صورت

[1] ایک ثلث

میں مسلمان متوفی بلاوصیت کا ترکہ گورنمنٹ کو پہونچتا ہے - سراجیہ ۱۳
شیعہ شرع محمدی کے رو سے یہ مال خزینہ بیت المال میں جاتا ہے - جو صرف اغراض مسلمانان
میں صرف ہوتا ہے - مثلاً کافروں کے ساتھ جنگ کرنے - مساجد کی تعمیر میں اور مفلس
مسلمانوں کو خوراک دینے میں لیکن برٹش عدالتوں نے ایسے کسی خزینہ کی موجودگی کو
تسلیم نہیں کیا اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ جس جائداد کا کوئی دعوے دار نہ ہو وہ عام اغراض گورنمنٹ
میں صرف کی جائے (۸ موروز انڈین اپیل ۴۹۸ سے مقابلہ کرو) -

۵۴۴ - سوتیلے بچوں کو سوتیلے والدین اور سوتیلے والدین کو سوتیلے بچوں کی وراثت
نہیں پہونچتی -

(میگناٹن صاحب نظائر وراثت (۲) -

ولد الحرام کے ترکہ کی جانشینی

۵۴۶ - ولد الحرام جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے صرف اپنی ماں کا پسر خیال کیا جاتا ہے
اور اس حیثیت سے وہ اپنی ماں اور اپنی ماں کے رشتہ داروں کا وارث ہوتا ہے - اور وہ
اوس کے وارث ہوتے ہیں - البتہ برعائت دعاوی اس کی اپنی اولاد کے (اگر کوئی ہو)
اور اس کی زوجہ یا زوجگان کے یا اگر ولد الحرام مذکور جنس اناث سے ہو تو برعائت
دعوے خاوند کے -

(بیلی صاحب صفحہ ۴۱۱ - ۴۹۲) -

قانون شیعہ - ولد الحرام بچہ (یعنی ایسا بچہ جس کا حمل اثنائے نکاح میں نہ ہوا ہو - اور
جو نہ اقرار سے جائز پسر تسلیم کیا گیا ہو) سنیوں کی طرح اپنی ماں یا اپنی ماں کے رشتہ داروں
کا وارث نہیں ہوتا - اور نہ وہ اوس کے وارث ہوتے ہیں - اس کی اپنی زوجگان و اولاد
اس کے وارث ہوتے ہیں اور وہ ان کا وارث ہوتا ہے - ولد الملاعنۃ یعنی ایسے بچہ کی نسبت
جس کا حمل ہی آنا اثنائے ازدواج میں تسلیم کیا گیا ہو لیکن جس کی ماں کے شوہر نے اس
کو اپنے نطفہ سے ہونے کی نسبت حلفاً انکار کیا ہو قانون شیعہ و سنی ایک ہی ہیں یعنی
وراثت و دیگر اغراض کے لئے وہ صرف اپنی ماں کا پسر سمجھا جاتا ہے (بیلی صاحب جلد ۲ صفحہ
۳۰۵ - ۱۲ ویکلی رپورٹر صفحہ ۵۱۲ - ۱۲ ویکلی رپورٹر صفحہ ۱۲۵) سنی مسلک کی ایک مسلمان عورت
شوہر اور اپنی بہن کا ایک ولد الحرام بیٹا چھوڑ مری - شوہر کا حصہ ½ ہوگا اور بہن کے ولد الحرام

بیٹے کو بہ حیثیت ذوی الارحام کے نصف ملیگا۔ (۳۰ کلکتہ ۳۰۷)۔

قانون وراثت بموجب شرع شیعہ!

۳۴۷۔ شریعت شیعہ میں وارثان کی دو اقسام درج ہیں۔

(۱) وارثان بوجہ نکاح۔

(۲) نسب۔

بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۲۷۳۔

مسٹر امیر علی نے اپنی کتاب شرع محمدی جلد اول صفحہ ۱۲۵ میں شیعہ شریعت کے بموجب وراثت کے دو باعث بیان کئے ہیں۔

(الف) نسب۔

(ب) سبب۔

۳۴۸۔ وارثان بوجہ نکاح شوہر اور زوجہ ہیں۔ شوہر کا حصہ $\frac{1}{2}$ اور زوجہ کا $\frac{1}{4}$ ہے۔ اگر اولاد کی اولاد خواہ کسی سلسلہ متنزلہ میں موجود ہو۔ لیکن اگر اولاد کی اولاد ہو تو شوہر کا نصف حصہ اور زوجہ کا نصف حصہ $\frac{1}{8}$ ہوگا۔

بیلی صاحب کی کتاب حصہ دوم۔ صفحہ ۲۷۳۔

اس قاعدہ کے بموجب لڑکی کی اولاد کی موجودگی میں شوہر اور زوجہ کا حصہ کم تر ہو جاوے گا۔ لیکن شریعت حنفیہ میں یہ قاعدہ نہیں ہے۔

شرع حنفیہ میں شوہر زوجہ کے حصہ میں کمی صرف اُس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب پسر کی اولاد موجود ہو۔

۳۴۹۔ وارثان نسبی مفصلہ ذیل تین جماعات میں منقسم ہیں۔

ا۔ (۱) والدین۔

(۲) اولاد سلسلہ متنزلہ میں خواہ کتنی بعید ہو۔

۲۔ (۱) اجداد و جدات سلسلہ متصاعدہ میں خواہ کتنے بعید ہوں۔

(۲) برادران و ہمشیرگان اور ان کی اولاد و سلسلہ متنزلہ میں خواہ کتنی بعید ہوں۔

(۳) تمام دیگر جدی رشتہ داران

۳۵۰۔ جماعت اول کے ہر رکن کو جماعت دوم کے ہر رکن پر اور جماعت دوم کے

ہر رکن کو جماعت سوم کے ہر رکن پر ترجیح ہوتی ہے۔

۳۵۱۔ جماعت اوّل و دوم کا ہر رکن اور جماعت سوم میں جس میں کوئی تقسیم نہیں ہے نزدیکی دور کے رشتہ داروں کو محروم کر لیگا۔

۳۵۲۔ (۱) اگر متوفی کی کوئی اولاد نسبی موجود ہو تو باپ بطور ذوی الفروض کے وارث ہوگا۔ اور اگر ایسی اولاد موجود نہ ہو تو بطور عصبہ کے وارث ہوگا۔

(۲) تو ماں کا حصہ $\frac{1}{6}$ ہوگا۔ اگر اولاد نسبی موجود ہو یا اگر دو یا زیادہ برادران ہوں یا ایک بھائی اور دو یا زیادہ ہمشیرگان ہوں یا چار یا زیادہ ہمشیرگان ہوں۔ خواہ حقیقی یا علاتی۔ ورنہ $\frac{1}{3}$۔

بیلی صاحب حصہ دوم۔ صفحہ ۲۷۱۔ ۲۷۳۔

۳۵۳۔ جب دونوں جنس کی اولاد موجود ہو تو ہر ایک جنس ذکور کا حصہ جنس اناث سے دوگنا ہوگا۔

بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۲۷۶۔

۳۵۴۔ ہر ایک پسر اُس حصہ کو جو اُن کے باپ کو ملتا تھا مساوی طور پر تقسیم کریں گے۔ اسی طرح سے ایک دختر کی اولاد اپنی ماں کے حصہ کو آپس میں تقسیم کرے گی۔ اور ہر ایک جماعت میں یہی قاعدہ عمل پذیر ہوگا۔ کہ ہر جنس ذکور کا حصہ ہر جنس اناث سے دوگنا ہوگا۔ یہی قاعدہ سلسلہ متنزلہ کی تمام اولاد پر حاوی ہوگا۔

بیلی صاحب مد دوم صفحہ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔

۳۵۵۔ حقیقی برادران و ہمشیرگان کی موجودگی میں علاتی برادران و ہمشیرگان محروم ہوں گے۔ لیکن حقیقی و علاتی برادران و ہمشیرگان کی وجہ سے اخیافی برادران و ہمشیرگان محروم نہیں ہوں گے۔

حقیقی بھائی کا حصہ حقیقی بہن سے دوگنا ہوگا۔ اور علاتی بھائی کا حصہ علاتی بہن سے دوگنا ہوگا۔

اخیافی بھائی یا بہن کا حصہ $\frac{1}{6}$ حصہ ہے۔ دو یا زیادہ اخیافی بھائیوں کا مجموعی حصہ $\frac{1}{3}$ ہے۔ جسے وہ آپس میں مساوی طور پر تقسیم کرینگے۔

بیلی صاحب حصہ دوم۔ جلد ۲۸۰۔ ۲۸۱۔

۳۵۶- ہر ایک بھائی کی خواہ حقیقی ہو یا علاتی - اولاد اس حصہ کو جو اون کے باپ بموجب قاعدہ دوگنا کے لے سکتا تھا- آپس میں تقسیم کریں گے - اور اسی طرح سے ایک بہن کی اولاد لیکن اخیافی بھائی یا بہن کی اولاد بلا تمیز جنس اُس حصہ کو ۱/۶ یا ۱/۳ کو جیسی کہ صورت ہو آپس میں مساوی طور پر تقسیم کریں گے -

بیلی صاحب حصہ دوم ۲۸۴-

۳۵۷- (۱) اگر کوئی بھائی یا بہن نہ ہو تو کسی بھائی یا بہن کی کوئی اولاد نہ ہو - تو جدہ فاسدہ کو ۱/۳ حصہ ملے گا جسے وہ آپس میں مساوی طور پر تقسیم کریں گے - اور جدہ صحیحہ کو بموجب قاعدہ دوگنا دو تہائی -

(۲) اگر نانا یا نانی یا دونوں اخیافی بھائی و بہنیں موجود ہوں تو نانا اور نانی بطور بھائی اور بہن کے حصہ لینگے -

لیکن اگر نانا یا نانی یا دونوں اور حقیقی یا علاتی بھائی یا بہنیں ہوں تو نانا اور نانی بطور حقیقی یا علاتی بھائی، بہن کے حصہ لیں گے -

یہی صورت اُس حالت میں ہو گی جب برادروں اور ہمشیرہ کی اولاد اور اجداد صحیح موجود ہوں -

بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۲۸۱-

۳۵۸- چچا اور پھوپھی کو وراثت کا حق حسب ذیل ہے -

(۱) جب دونوں ایک ہی جہت کے ہوں اور ایک ہی درجہ میں ہوں تو اجداد صحیحہ کو اجداد فاسد پر ترجیح ہو گی -

ایک حقیقی چچا کے پسر کو ایک علاتی چچا کے پسر پر ترجیح ہو گی - خواہ موخر الذکر نزدیک تر ہو -

(۲) اگر پدری اور مادری دونوں جہت کے دعویدار ہوں تو اول الذکر کو مجموعی طور پر ۲/۳ اور موخر الذکر کو ۱/۳ حصہ ملیگا -

خالہ اور ماموں اگر ایک ہی نہج سے ہوں تو مساوی حصہ پائیں گے - اسی طرح سے اخیافی پھوپھی کا حصہ اخیافی چچا کے برابر ہو گا - لیکن حقیقی خالہ اور چچا کا حصہ مطابق قاعدہ دوگنا ہو گا -

(۴) پھوپھی اور چچا جو ایک جہت کے ہوں اون میں تقسیم مثل قاعدہ برادران وہمشیرگان متوفی ہوگا۔ بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۲۸۵ و ۲۸۶۔

متوفی کا ماموں اوس کے پڑدادے کے بھائی کے پوتے کو محروم کرتا ہے۔ الہ آباد ویکلی نوٹ ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۴۸۔

۳۵۹۔ پھوپھی اور چچا کی اولاد اپنے اپنے والدین کا حصہ اُسی طریق میں حاصل کریں گے جس میں ہمشیرگان وبرادران کی اولاد کرتی ہے۔

بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۲۸۷۔

اُس حالت میں طریق تقسیم پگ ونڈ ہے۔ نذکرچونڈہ ونڈ۔ ۲ ۳ بمبئی ۵۴۰۔

۳۶۰۔ اگر ذوی الفروض کو ادا کرنے کے بعد کوئی مالبقیٰ رہ جاوے اور کوئی عصبہ اُس درجہ کا نہ ہو جس کے ذوی الفرض ہیں۔ تو مالبقیٰ ذوی الفروض میں عود کرے گا بہ تناسب اُن کے حصص کے۔

۳۶۱۔ زوجہ کو حق ردالمال حاصل نہیں لیکن جو باقی رہ جاوے وہ حق گورنمنٹ ہوگا۔

بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۲۶۲۔

۳۶۲۔ اگر متوفی کی ماں۔ باپ اور ایک دختر و نیز دو یا زیادہ برادران یا ایک برادر دو یا زیادہ ہمشیرگان یا چار یا زیادہ ہمشیرگان موجود ہوں تو جو خواہ حقیقی ہوں یا علاقی تو وہ دختر اور باپ کو پہنچیگا نہ کہ ماں کو۔

بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۲۷۲۔

۳۶۳۔ اصول عول شریعت شیعہ میں تسلیم نہیں کیا گیا۔ کیونکہ شریعت مذکور کے بموجب عول صرف اوس صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ دختران پس ماندہ رشتہ داران میں ہوں۔ اور اس صورت میں دختران کے حصہ میں سے الکائی کی زیادتی وضع کیجاتی ہے

بیلی صاحب حصہ دوم۔ جلد صفحہ ۲۷۳۔

۳۶۴۔ اگر متوفی ماسوائے پوشاک۔ قرآن شریف۔ تلوار۔ وانگشتری کے اور جائداد چھوڑ مرے اور اُس کا خلف ایک موجود ہو اور عاقل ہو تو اشیاء مذکورہ بالا اس کا حصہ ہونگی۔

بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۲۷۹۔

۳۶۵- ایک بے اولاد بیوہ اپنے خاوند کی اراضی کا حصہ نہیں لے سکتی- بلکہ اُسے صرف غیر منقولہ جائداد اور مالیت مکانات وغیرہ کا جو شامل حصہ ترکہ ہوں حصہ ملتا ہے-

بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۲۹۵-

۲۱ مدراس ۲۷- ۱۹- الہ آباد ۱۶۹- ۲۹- الہ آباد ۴۰۷-

اُس مد میں لفظ اراضی سے مراد زرعی اراضی سے نہیں بلکہ زمین زیر مکانات سے ہے- ۲۵ کلکتہ ۹-

۳۶۶- ایک ولدالحرام بچہ کسی وراثت کا مال اور اس کے رشتہ داران کی جہت میں بھی حقدار نہیں- اور نہ ہی وہ ایسے بچہ کی وراثت کے حقدار ہیں-

بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۳۰۵-

۱۲ ادیکلی رپورٹر ۵۱۵- نیز دیکھو ۴ ادیکلی رپورٹر ۱۲۵-

۳۶۷- اگر بروقت پیدا ہونے موقعہ وراثت کے کوئی شخص جو اگر زندہ ہوتا تو اپنے حصہ کا یا کل کا اگر وہ وارث کل ہو وارث ہوتا تو ترکہ مذکور محفوظ رکھا جاوے گا جب تک کہ وہ ظاہر نہ ہو اور اُس کا دعویدار نہ ہو یا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ فوت ہو گیا ہے یا فوت ہو گیا ایسا قیاس کیا جا سکتا ہو قیاس قانونی مطابق شرع محمدی کے نہ ہو گا- بلکہ بموجب دفعات ۱۰۷ و ۱۰۸- ایکٹ شہادت ہند-

۷- الہ آباد ۲۹۷- جس کی پیروی بمقدمہ ۳۳ کلکتہ ۱۷۳ = لارپورٹ ۳۶ انڈین اپیل ۷۷ میں کی گئی-

ایکٹ شہادت کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے زندہ ہونے کی بابت تیس سال تک کوئی ثبوت نہ ہو- تو قیاس یہ ہے کہ وہ فوت ہو چکا ہے- بہرحالت اگر کسی شخص کی بابت ۷ سال تک اُن اشخاص کو جن کو قدرتی طور پر علم ہونا چاہیئے- اُس کے زندہ ہونے کی بابت علم نہ ہو تو قیاس کیا جاویگا کہ وہ فوت ہو چکا ہے-

قدیم شرع حنفیہ کے مطابق مفقود الخبر شخص ۹۰ سال تک زندہ سمجھا جاتا تھا- لیکن اب حنفیوں میں شرع مالکی کا زیادہ معقول اصول مروج ہے- یعنے اگر ایک شخص کی چار برس تک کچھ خبر نہ سُنی جائے تو وہ مردہ قیاس کیا جائے گا- شیعوں

میں بھی یہی اصول جاری ہے۔
شافعیوں میں مسئلہ زمانہ سات سال ہے۔
جو شخص ناگہانی مصیبت میں مرجائیں وہ زمانہ واحد میں فوت ہونے سمجھے جائیں گے چنانچہ وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔ بلکہ ہر ایک کا ترکہ اس کے اپنے ورثاء کو فرداً فرداً ملیگا۔

۳۶۸۔ یہ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی عورت ایسے شخص کی وفات کے وقت حاملہ ہو جس کا کہ وہ بچہ جو اوس کے بطن میں ہے پیدا ہوکر وارث ہو گا تو چار پسران یا چار دختران کا حصہ (ہر خاص صورت میں جو زیادہ ہو) ہر صورت میں ۶ ماہ تک اور اگر عورت مذکورہ متوفی مورث کی بیوہ ہو۔ تو دو برس تک نتیجہ حمل کی خاطر محفوظ رکھا جائے ہر دو میعاد ہائے مذکورہ صدر قدیم مسلمان مفتیان کے خیال کے مطابق سب سے زیادہ اور سب سے تھوڑی مدت وضع حمل ہے۔

سراجیہ ۶۰ تا ۶۴۔
بروئے شرع محمدی زوجہ منجملہ اون وارثان کے ہے جو کسی حالت میں خارج ہونے کی مستوجب نہیں۔ اگر باپ مرجائے اور بچہ اوس کی وفات کے بعد معمولی میعاد حمل کے اندر پیدا ہوا تو وہ اوس کا وارث ہوتا ہے۔ لیکن اگر بچہ کسی اور ایسے رشتہ دار کی وفات کے بعد پیدا ہو جس کی وفات کے وقت موجود ہونے کی صورت میں وہ مستحق وراثت ہوتا تو وہ ورثہ نہیں پائے گا۔ اِلّا اوس صورت میں کہ ایسے رشتہ دار کی وفات سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو۔

محروم الارث

۳۶۹۔ محروم الارث کی دو اقسام ہیں:۔
اولاً۔ جزواً۔ دوم کلاً۔

شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اوّل صفحہ ۱۰۷۔
جزواً محرومی سے در اصل حصص سے کمی واقع ہوتی ہے۔
لیکن باپ بیٹا۔ شوہر۔ ماں۔ دختر اور بیوہ محروم الارث نہیں ہو سکتے۔

۳۷۰۔ عصبات میں نزدیک تر درجہ کے عصبات بعید تر درجہ کے عصبات کو

محروم کرتے ہیں۔

شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۱۰۷۔

لیکن نزدیک تر درجہ کے عصبات ہر صورت میں بعید تر عصبات کو محروم نہیں کرتے۔ مثلاً نانی کو باپ محروم نہیں کرتا۔ نہ ہی نزدیکی ذوی الفروض بعید تر عصبات کو محروم کرتا ہے۔ الا حق وراثت ایک ہی رشتہ سے پیدا ہو۔ مثلاً بوجہ ہونے ماں یا دادی کے یا دختر یا پوتی کے۔

۳۷۱۔ مانع الارث حسب ذیل ہیں۔

(۱) اختلاف دین یعنی کفر	(۳) غلامی
(۲) قتل انسان۔	(۴) اختلاف دار

سراجیہ صفحہ ۳۔

لیکن مسٹر امیر علی اپنی شرع محمدی میں ان کے علاوہ ایک اور مانع الارث ولد الحرامی بیان کرتے ہیں۔ جلد اول صفحہ ۱۱۲۔

مانع اول ایکٹ نمبر ۲۱ مجریہ ۱۸۵۰ء (آزادی مذاہب) سے دور ہو گیا ہے۔ ۳۲۔ الہ آباد ۳۶۵۔ ۱۱۔ الہ آباد ۱۱۰۔ لاہور ۷۶۔ ۳۔

مانع دوم۔ موجود ہے۔

مانع سوم۔ ایکٹ انسداد غلامی ۱۸۴۳ء سے دور ہو گئی ہے۔ ۳ بمبئی ۲۲۴۔

مانع چہارم۔ بیلی صاحب نے صفحہ ۶۹۸ میں بحوالہ فتاوائے عالمگیری کہا ہے کہ یہ مانع مسلمانوں سے متعلق نہیں۔ بلکہ غیر مسلمانوں سے متعلق ہے۔ اینگلو محمڈن لاء میں اس مانع کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ قانون ہذا صرف اہل اسلام سے متعلق ہے۔ جو غیر اسلامی سلطنت کی رعایا ہیں۔

۳۷۲۔ جو شخص دوسرے کی ہلاکت کا باعث ہو خواہ عمداً یا غفلتاً یا شامت اعمال سے اس دوسرے شخص سے ورثہ نہیں پا سکتا۔

شریعت سنی کے بموجب ہلاکت کا باعث خواہ عمداً یا غفلتاً ہلاک کرنے والا ورثہ سے محروم ہو جاتا ہے۔ لیکن نابالغ یا فاتر العقل شخص کا ایسا فعل اُسے ورثہ سے محروم نہیں کریگا۔ یا اگر مقتول جنگ میں مارا جاوے یا اوس وقت ہلاک ہے جب ہلاک کنندہ کسی قانون

کی تعمیل میں اُسے سزا دے رہا ہو تو ہلاک کنندہ محروم نہیں ہوگا۔ (مسٹر امیر علی شرع محمدی صفحہ ۱۱۱ جلد اوّل۔

فعل جس سے ہلاکت واقعہ ہو عمداً ہونا چاہئیے۔ (امیر علی صفحہ ۱۱۲ جلد اول)

اگر باپ اپنے بیٹے کی رسم ختنہ ادا کرے اور بیٹا اس وجہ سے فوت ہوجاوے تو باپ ذمہ وار قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اور نہ ہی وہ اس وجہ سے بیٹے کے ورثہ سے محروم ہوسکتا ہے۔ شرع محمدی مسٹر امیر علی بحوالہ فتاوٰے عالمگیری صفحہ ۱۱۲ جلد اوّل۔

لیکن اگر باپ اپنے بچہ کو تازیانہ کی سزا دے۔ اور اس وجہ سے وہ ہلاک ہوجاوے تو بقول امام ابوحنیفہ وہ ورثہ سے محروم ہوتا ہے۔ مگر بقول امام محمد و امام ابویوسف وہ محروم نہیں ہوتا۔ (امیر علی صفحہ ۱۱۲ جلد اوّل۔

اگر استاد اپنے شاگرد کو بہ اجازت اس کے باپ کے بدنی سزا دے۔ اور وہ ہلاک ہوجائے تو اُستاد ذمہ وار نہیں (امیر علی صفحہ ۱۱۲ جلد اول۔

شیعہ شرعیت کے بموجب باعث ہلاکت عمداً ہونا چاہئیے۔ (بیلی صاحب جلد ۲ صفحہ ۳۶۹)۔

۳۷۳۔ برٹش گورنمنٹ کا دشمن رعیت ریاست غیر مسلمان یا دیگر برٹش رعیت کے ترکہ کا وارث ہونے کے ناقابل ہے کیونکہ وہ کسی دیگر دیوانی حق کے دعوٰے کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔

(ولسن صاحب صفحہ ۱۳۰۔ مد ۲۶۸) سراجیہ ۴۲۔

۳۷۴۔ وجوہات متذکرہ دو دفعات ماسبق کے سوا اور کوئی وجہ محروم الارث ہونے کی اینگلو محمڈن لاء میں تسلیم نہیں کی گئی۔

مسٹر امیر علی نے اپنی کتاب شرع محمدی جلد اوّل صفحہ ۱۱۲ پر جو لکھا ہے کہ ولدالحرامی بھی مانع الارث ہے۔ اور بموجب شرعیت شیعہ ہے۔ کیونکہ سُنیوں میں ولدالحرام بچہ اپنی ماں اور اوس کے رشتہ داران کا ورثہ پاتا ہے۔

شرع محمدی کے بموجب جسمانی نقص مانع الارث نہیں ہے۔ اور نہ ہی دختر یا بیوہ کا اپنے باپ یا خاوند کی حین حیات میں بدچلن ہونا اون کو محروم الارث کرتا ہے۔ (مسٹر امیر علی صفحہ ۱۱۳ جلد اوّل۔

باب دہم

وصیت

۳۷۵۔ بپابندی اون قیود کے جن کا ذکر مابعد میں کیا گیا ہے۔ ہر ایک عاقل مسلمان جو نابالغ نہ ہو اپنی جائداد کے متعلق وصیت کرسکتا ہے۔

بیلی صاحب ۶۱۷۔ ہدایہ کتاب ۵۲۔ باب ۱۔ صفحہ ۶۷۳۔

شافعی مسلک میں یہ امر مشتبہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ نابالغ کی وصیت کسی حالت میں جائز ہوسکتی ہے۔ وصیت کے لئے آزادی کا ہونا ضروری ہے۔ شرع محمدی مسٹر امیر علی صفحہ ۵۷۳ جلد اوّل۔

لیکن قیدی جو کسی جرم میں سزا بھگت رہا ہو وصیت کرنے کے ناقابل نہیں (ایضاً)

۳۷۶۔ وصیت کی غرض کے لئے نابالغی ایسے نابالغ کی صورت میں جس کی ذات یا جائداد کے لئے (سوائے ولی لغرض پیروی وجوابدہی نالش) کوئی ولی مقرر ہوا ہو یا جس کی جائداد انتظام کورٹ آف وارڈس کے تحت ہو اختتام ۲۱ سال پر اور دیگر صورتوں میں اختتام ۱۸ سال پر ختم ہوتی ہے۔

ملاحظہ ہو دفعہ ۳۔ ایکٹ بلوغت ہند مصدرہ ۱۸۷۵ء جس طرح پر کہ ایکٹ ۸ ۱۸۹۰ء سے اس کی ترمیم ہوئی ہے۔ (دیکھو ۱۴ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۷۶)۔

فتاوائے عالمگیری (بیلی صاحب صفحہ ۶۱۷) کے بموجب ایک مسلمان جب سن رشد کو حاصل کرلے وصیت کرسکتا ہے۔

۳۷۷۔ وصیت جو کسی شخص نے جنون کی حالت میں کی ہو اس کے صحیح العقل ہونے پر جائز نہیں ہوجاتی۔

(یہ امر مشتبہ ہے کہ وصیت جو کسی شخص نے صحیح العقل کی حالت میں کی ہو۔ بعدازاں اس کے مجنون ہوجانے اور اناث کے مجنون ہی رہنے کی وجہ سے فاسد ہوجاتی ہے۔ (بیلی صاحب ۶۱۷)۔

اگر ایک شخص وصیت کرنے کے بعد دوامی مجنون ہوجائے تو بقول قاضی خان وصیت

فاسد ہوتی ہے۔ لیکن اگر حالت جنون ۶ ماہ سے زیادہ نہ ہے۔ تو وصیت فاسد نہیں ہوتی۔ (سید امیر علی۔ شرع محمدی جلد اول صفحہ ۵،۵)۔

قانون شیعہ۔ شریعت شیعہ کے بموجب اگر کوئی زہرخورانی کے بعد وصیت کرے یا کسی دیگر عمل خودکشی کے بعد کرے تو ایسی وصیت ناجائز ہوتی ہے۔ (بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۲۳۲)۔

بمقدمہ ۱۱۔الہ آباد ۱۹) میں ایک شخص نے وصیت کرنے کے بعد زہر کھالی قرار دیا گیا کہ وصیت جائز ہے۔ اگرچہ وصیت کرتے وقت اوس کی نیت خودکشی کی تھی۔

۳۷۸۔ وصیت تحریری یا زبانی ہو سکتی ہے۔ اگر زبانی ہو تو غالباً دو مسلمان بالغ گواہان کے مواجہ میں ہونی چاہیئے۔ اگر تحریری ہو تو ایکٹ شہادت کے بموجب واقعہ کی طرح سے ثابت ہونی چاہیئے یہ ضروری نہیں کہ وصیت خاص نمونے کی ہو یا کسی خاص طریقہ سے اس پر تصدیق ہو۔

۲۵ ویکلی رپورٹر ۱۹۱۔

قرآن مجید میں صرف زبانی وصیت کے لئے حکم آیا ہے۔ سورہ۔ ۵۔ آیت ۱۰۶۔ اگرچہ قرآن شریف میں تحریر وصیت کے لئے کوئی حکم نہیں آیا۔ لیکن سورۃ۔ ۲ آیت ۲۸۲ میں حکم آیا ہے کہ معاہدہ جات تحریری ہونے چاہئیں۔ اس لئے قیاس ہے کہ تحریری وصیت کی مخالفت کا حکم نہیں۔ (ولسن صاحب صفحہ ۳۴۴)

شرع محمدی کے رو سے وصیت زبانی یا تحریری دونوں طرح سے جائز ہے۔ (۵۵ پنجاب ریکارڈ ۱۸۹۱ء)۔

شرع محمدی کے بموجب وصیت کا تحریری ہونا ضروری نہیں اور نہ ہی کوئی خاص نمونہ مقرر ہے۔ البتہ وصیت کرنے والے کا ارادہ صاف ظاہر ہونا چاہیئے۔ (۲۵ ویکلی رپورٹر ۱۲۱۔ ۵۵ پنجاب ریکارڈ ۱۸۹۱ء)۔

بمقدمہ ۲۱۔ الہ آباد ۹۱ میں قرار دیا گیا کہ خط جو موصی نے وفات سے پہلے لکھا تھا اور جس میں اس نے اپنی جائداد کی وصیت کی تھی جائز وصیت تھی۔

ضروری نہیں کہ کوئی دستاویز صرف اس بناء پر کہ وہ تملیک نامہ بیان کی گئی ہو وصیت قرار نہ دی جاوے۔ ایک تملیک نامہ میں تملیک کنندہ نے پ کو اوس کی خدمت اور

محبت کے عوضانہ میں اپنی جائداد منتقل کی اور ہدایت کی کہ اس کی وفات کے بعد وہ اور اس کے وارثان مالک ہوں گے۔ قرار دیا گیا۔ کہ وہ دستاویز وصیت تھی۔ ۷ نارتھ ویسٹ ۳۱۳۔۱۱ انڈین اپیل ۱۲۵۔ ۱۴۱۔ ۱۴۳۔۱۰ کلکتہ ۷۹۲۔ ۸۰۰۔ ۸۰۲۔

جس حال میں دستاویز میں یہ الفاظ درج تھے کہ "میرا کوئی پسر نہیں ہے اور میں نے اپنے بھتیجے کو اپنی جائداد کا وارث قرار دیا ہے۔ پریوی کونسل نے قرار دیا کہ ایسی دستاویز وصیت نہ تھی۔ ۳ موز انڈین اپیل ۲۲۵۔ ۲۵۸۔ میگناٹن صاحب صفحہ ۱۲۴۔ مقدمہ ۵۴۔

مسلمان کی وصیت اگر تحریر ہو تو ضروری نہیں کہ اس پر موصی کے دستخط ثبت ہوں ۲۸۰ الہ آباد ۱۵۷ نہ ہی تصدیق کی ضرورت ہے۔ اگرچہ اس پر دستخط ثبت ہوں۔ ۱ بمبئی لارپورٹ ۵۵۸ کیونکہ مسلمان کی وصیت کے لئے تحریری ہونا ضروری نہیں۔

وصیت کے الفاظ معین اور مقرر ہونے چاہئیں۔ ایک مسلمان کی طرف سے جو وصیت بصرف عنداللہ یعنی وصی کی اقتضائے رائے پر دینی اغراض میں روپیہ صرف کرنے کے لئے کی گئی تھی۔ غایت درجہ کی ایسی مبہم اور غیر معین قرار دی گئی۔ کہ اس کو امانت قائم کرنے والی وصیت نہیں کہا جاسکتا۔ جو سرمایہ مذکورہ بالا الفاظ وصیت کیا جائے وہ مسلمان مقننان کی رائے کے بموجب جائز طور پر مختلف مطالب میں صرف ہوسکتا ہے۔ جن میں منجملہ دیگر مطالب کے حج مکہ۔ خیرات۔ روزہ۔ نماز۔ وضو۔ تعمیر مساجد بھی داخل ہیں۔ وہ خاص مقاصد جن پر روپیہ خرچ کیا جائے گا وصی کی اقتضائے رائے پر منحصر ہیں۔

(وصیت اشاروں کے ذریعہ سے بھی ہوسکتی ہے۔ چنانچہ گونگا بھی بذریعہ اشارات وصیت کرسکتا ہے۔ اور مریض جو بوجہ ضعف بول نہ سکتا ہو۔ بذریعہ اشارات وصیت کرسکتا ہے (شرع محمدی سید امیر علی جلد اول صفحہ ۵۷۲۔)

۳۷۹۔ اگر ایک شخص دستاویز کے ذریعہ دوسرے کے نام خاص جائداد کی ملکیت منتقل کردے لیکن یہ شرط لکھ دے کہ اس کو قبضہ بعد وفات تکمیل کنندہ دستاویز ملے گا تو بوجہ اس کے کہ فی الفور قبضہ نہیں دیا گیا۔ یہ انتقال ہبہ نہیں۔ صرف وصیت ہے۔ اور بہ تبعیت قیود وصیت نفاذ پذیر ہوگا۔

(۷ ممالک مغربی و شمالی صفحہ ۳۱۳)۔

اگر ایک دستاویز کے ذریعہ اپنی کل جائداد اغراض مذہبی کے لئے وقف کردے۔ اگر اس کا

نفاذ فوراً عمل میں آتا ہے۔ تو کل جائداد کی نسبت وقف جائز ہے لیکن اگر وقف کا نفاذ اسی شخص کی وفات کے بعد عمل میں آتا ہے۔ تو یہ دستاویز بمنزلہ وصیت نامہ ہے۔ اور صرف ⅓ جائداد کی نسبت وقف جائز ہوگا۔

(۲ پنجاب ریکارڈ ۱۹۱۵ء)۔

۳۸۰۔ وارثا کے حق میں وصیت باطل ہوتی ہے۔ الّا اس صورت میں کہ موصی کی وفات کے بعد دیگر ورثا اس پر رضامند ہوں۔

تشریح۔ اس امر کا فیصلہ کرنے کے لئے کہ ایک شخص وارث ہے یا نہیں وقت تحریر وصیت کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ وقت وفات موصی کا کیا جائیگا۔

بیلی صاحب ۶۱۵ - ہدایہ ۶۷۱ - ۳ بمبئی ہائیکورٹ رپورٹ ۵۰ - ۱۴ بمبئی ۳۷۷۔ ۲۳ مارلے ۱۲۰ - ۹ ویکلی رپورٹر صفحہ ۲۵۷ - ۲۳ ویکلی رپورٹر ۲۰۸ - ۵ انبگال لارپورٹر ۶۷ - ۲۰ انڈین اپیل ۸۷ - ۲ کلکتہ ۱۸۴ - لارپورٹ ۳ - انڈین اپیل ۲۹۱ - ۳ - الہ آباد ۷۲۳ - ۲۰ کلکتہ ۶۸۳ -

وارثان کی رضامندی سے وہ مانع الارث دور ہوجاتی ہے۔ جوان کی موجودگی سے پیدا ہو۔ لیکن اس سے وصیت کی ایسی شرائط جو خلاف شرع محمدی ہوں جائز نہیں ہو جاتیں۔ ۲۸ - الہ آباد ۲۴۳ - الاہور ۳۰۲ -

موصی کی وفات سے پہلے دی ہوئی رضامندی غیر موثر ہے۔ کیونکہ اس وقت وارثان کو کوئی حق ورثہ حاصل نہیں ہوتا۔ رضامندی بعد وفات موصی ہونی چاہیئے۔ (بحوالہ رد المختار سید امیر علی جلد اول صفحہ ۵۸۹) ۲۴ - الہ آباد ۵۹۳ -

شیعہ مذہب کے رو سے اگر وارث کے حق میں جو شرعی حصہ ⅓ سے زیادہ نہ ہو کی جائے تو اس کے جواز کے لئے موصی کی وفات کے پیچھے یا پہلے دیگر ورثا کی رضامندی ضروری نہیں۔ (سید امیر علی جلد اول صفحہ ۵۹۲) بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۲۴۴)۔ لیکن اگر ایک ثلث سے زیادہ کے لئے وصیت کی جاوے۔ تو ایسی وصیت اس وقت تک جائز نہیں ہوتی جب تک کہ ورثا کی رضامندی ہو۔ (۳۰ - الہ آباد صفحہ ۱۵۳) ۴۶ الہ آباد ۸۰۲ -

تمثیلات

(الف) رشتہ داران پسماندہ۔ ایک بیٹا - ایک باپ اور ایک دادا ہیں۔ اس حالت میں دادا

وارث نہیں ہے۔ اس لئے اس کے حق میں وصیت بغیر رضامندی پسر دباپ کے جائز ہے۔

(ب) الف نے اپنے دادا کے نام اپنی جائداد کا کچھ حصہ وصیت کیا۔ موصی کا علاوہ دادا کے ایک بیٹا اور باپ موجود تھا۔ باپ موصی کی عین حیات میں فوت ہو گیا۔ وصیت بحق دادا بلا رضامندی پسر کے غیر موثر ہو گی۔ کیونکہ موصی کی وفات کے وقت بوجہ فوتیدگی اس کے باپ کے دادا وارث ہو گا۔

(ج) الف نے اپنی کچھ جائداد اپنے بھائی کے حق میں وصیت کی۔ بوقت وصیت موصی کے رشتہ داران جو موجود تھے۔ ایک دختر اور بھائی تھے۔ تاریخ تحریر وصیت کے بعد الف کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اور اس کی وفات پر بیٹا۔ دختر اور بھائی پسماندہ تھے وصیت بحق بھائی جائز ہے۔ کیونکہ اگرچہ وہ بوقت تحریر وصیت خیالی وارث تھا۔ لیکن موصی کی وفات پر وہ بطور وارث حقدار نہ تھا۔ واگر دختر و بھائی پسماندہ ہوتے تو بھائی بطور عصبہ حقدار ہوتا۔ اور اس حال میں بلا رضامندی دختر بھائی کے حق میں وصیت تاثیر پذیر نہیں ہو گی۔) بیلی صاحب صفحہ ۶۲۵۔ ہدایہ ۶۷۲۔

(د) الف نے اپنی کچھ جائداد اپنے یکے از پسران کے نام بحیثیت وصی بدیں شرط وصیت کی کہ وصی اس کی آمدن کا کچھ حصہ موصی کے مفاد کے لئے مثلاً حج اور زکوٰۃ پر خرچ کرے اور بقایا کلہم خود استعمال کرے۔ دیگر پسران اس وصیت پر رضامند نہ ہوئے۔ وصیت ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ بہانہ مذہبی اغراض کے یکے از وارثان کو فائدہ پہنچانا تھا۔ (۲ کلکتہ ۱۸۴۔ ۲۔ انڈین اپیل ۲۹۱)۔

اگر وصیت صرف مذہبی اغراض کے لئے ہوتی اور وہ اغراض صریحاً بیان کی جائیں تو یہ ایک ثلث تک جائز ہو سکتی تھی۔

(ہ) ایک مسلمان۔ ایک پسر اور ایک دختر پسماندہ چھوڑ مرا۔ اس نے اپنی جائداد کا ۳/۴ بحق پسر اور ۱/۴ بحق دختر وصیت کیا۔ دختر کو اختیار ہے۔ کہ وہ اس وصیت پر رضامند ہو۔ یا جائداد متوفی میں سے اپنے حصہ کے لئے نالش کرے۔ ۹ کلکتہ لا رپورٹ ۶۶۔

شرع محمدی کے بموجب ایک وارث کے حق میں وصیت بلا رضامندی ورثاء ناجائز نہیں ہو گی۔ ۳۰ کلکتہ ۶۸۳۔

قانون ہذا کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی شخص بخلاف اپنے وارثان کے کسی غیر شخص کو ایک مخصوص حصہ سے زیادہ جائداد نہ دے۔ ۲ کلکتہ ۱۸۴۔ ۱۹۶۔ ۳ انڈین اپیل ۲۹۱۔ ۳۰۷۔

کیونکہ ایسی وصیت کا لازمی نتیجہ یہ ہے۔ کہ اس سے دیگر ورثا کے حصص میں کمی واقع ہوگی (ہدایہ ۶۷۱)۔

وصیت بحق وارث بخلاف رضامندی دیگر وارثان کالعدم ہے۔ (۲۱ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۶ء)۔

۲۸۱۔ اخراجات تجہیز وتکفین اور قرضہ جات مسلمان متوفی کی ادائیگی کے بعد جو کچھ خالص ترکہ بچ رہے۔ اس کے ایک ثلث تک وصیت جائز ہے۔ الا اس صورت میں کہ موصی کی وفات کے بعد اور ورثا رضامند ہوں۔ (ہدایہ ۶۷۱)۔ بیلی ۶۲۵۔ ۲ مدراس ہائیکورٹ رپورٹ ۵۰-۲۔

اس مد اور ما قبل سے ظاہر ہے۔ کہ ایک مسلمان موصی کے اختیارات وصیت دو طریق میں محدود ہیں۔ اولاً نسبتاً ان اشخاص کے جن کے حق میں وصیت کی جا سکتی ہے۔ دوم ایک ثلث جائداد سے زیادہ کے لئے وصیت نہیں ہو سکتی۔ پس وارثان وصیت کے صرف اسی حالت میں پابند ہو سکتے ہیں۔ جبکہ وصیت ایک ثلث سے زیادہ کے لئے نہ کی جاوے اور ایسے شخص کے حق میں کی جاوے جو وارث نہ ہو۔ لیکن ایک ثلث سے زیادہ کے لئے وصیت ورثا کی رضامندی سے جائز ہو جاتی ہے۔ اور یہی صورت وصیت بحق وارث کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا شرائط صرف مفاد وارثان کے لئے عائد کی گئی ہیں۔ اور وارثان کو اختیار ہے۔ کہ اگر وہ چاہیں تو اپنی رضامندی دے کر اس استحقاق سے دست بردار ہو سکتے ہیں (بیلی صاحب صفحہ ۶۲۵)۔

جو رضامندی ایک ثلث سے زیادہ وصیت کے لئے ایک دفعہ دی جاوے وہ منسوخ نہیں کی جا سکتی۔ (ہدایہ ۶۷۱)۔

رضامندی ضروری نہیں۔ کہ صریحاً ہو۔ الف نے اپنی کل جائداد مشمولہ سہ مکانات ایک غیر شخص کے حق میں وصیت کر دی۔ وصیت پر اس کے دو پسران نے۔ جو اس کے وارث تھے بطور گواہ دستخط کئے۔ الف کی وفات کے بعد موصی الیہ نے قبضہ حاصل کیا۔ اور پسران کے علم سے کرایہ وصول کرتا رہا۔ لیکن پسران نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ ان امور سے پسران کی

طرف سے کافی طور پر اظہار رضامندی ہوتا ہے۔ اس لئے وصیت پسران اور
ایسے اشخاص کے جو ادن کے ذریعہ حقدار ہوں موثر ہوگی۔ ۲۶ بمبئی ۷ ۳۹ - نیز
دیکھو ۱۶ مدراس ۴۳۔
اگر وصیت بحق وارثان اور نیز غیر اشخاص کے کی جاوے تو وصیت بحق وارثان
باطل ہے اور اوس صورت میں کہ دیگر وارثان اوس پر رضامند ہوں۔ مگر وصیت
بحق غیر اشخاص جائداد کے ایک ثلث حصہ تک جائز ہے۔
الف نے اپنی جائداد کا ایک ثلث بحق س ایک غیر شخص اور ۱/۲ حصہ بحق یکے از
وارثان خود (ح) وصیت کیا ۔ دیگر وارثان نے وصیت بحق ح پر رضامندی
نہ دی۔ نتیجہ یہ ہے کہ س تو ایک ثلث بموجب وصیت لے گا۔ مگر بقایا دو ثلث
الف کے جملہ وارثان میں تقسیم کیا جاوے گا۔ ۲۴ - الہ آباد ۷ ۹۴ - اسی طرح سے
اگر الف اپنی جملہ جائداد بحق زوجہ خود و ایک غیر شخص کے وصیت کر دے اور وصیت
بحق زوجہ پر الف کے دیگر وارثان رضامند نہ ہوں تو غیر شخص بموجب وصیت ایک
ثلث لے گا۔ اور باقی ماندہ دو ثلث الف کے وارثان میں تقسیم کیا جاوے گا۔
۲۴ - الہ آباد ۷ ۹۴ (صفحہ ۵۰۲)۔
اگر وصیت میں بحق موصی یہ ہدایت ہو کہ وہ اپنی خدمات کا عوضانہ وصول کرے
تو یہ قرضہ نہیں ہے۔ اس لئے یہ حصہ وصیت اس مد اور مد ماسبق کے تابع
ہوگا۔ ۲۵ کلکتہ ۹ - ۱۸۔
نیز دیکھو ۳ مدراس ہائی کورٹ صفحہ ۳۵۰ - ۵ ویکلی رپورٹر صفحہ ۱۴۶۔
۱/۳ کی قید قرآن شریف میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ حضرت رسول کی ایک حدیث پر مبنی
ہے۔ قاعدہ ہذا ہائی کورٹوں نے مختلف فیصلہ جات میں تسلیم کر لیا ہے ملاحظہ
ہو۔ ۱ - ویکلی رپورٹر صفحہ ۲۱۷ - ۲ ویکلی رپورٹر ۷۹ - ۱۰ ویکلی رپورٹر صفحہ ۳۷۵ - ۲۲ ویکلی رپورٹر ۴۰
فیصلہ موخر الذکر کے روسے اس امر کا بار ثبوت موصی الیہ کے ذمہ ہے۔ کہ جو وصیت کسی کے حق میں کی
گئی ہو۔ یا اگر ایک سے زیادہ وصیتیں ہوں تو جملہ کی تعداد ایک ثلث سے زیادہ نہیں۔
ایک کچھ میمن اپنی جائداد کی حسب رواج وصیت کر سکتا ہے۔ ۳۱ بمبئی ۱۳۱۔
شیعہ مذہب کے روسے شائد خالص ترکہ کی ۱/۳ وصیت جائز ہوتی ہے۔

اگر اون وارثان نے جن کے حق کو وصیت سے نقصان پہونچتا ہے۔ موصی کی حیات میں رضامندی دی ہو خواہ اس کی وفات کے بعد اُنہوں نے اوس کو تصدیق نہ کیا ہو۔ بیلی صاحب حصہ دوم ۳۳۲۔

وصیت سے مراد ہے عطا کرنا حق ملکیت کا کسی شے میں عین یا کسی شے کی منفعت میں ملے گا۔ نفاذ کرنے والے کی وفات کے بعد ہوتا ہے۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اوّل صفحہ ۵۷۰)

۳۸۲۔ جب کہ موصی نے چند وصیتیں کی ہوں اور اون کی مجموعی تعداد شرعی ایک ثلث سے زیادہ ہو اور ورثاء اوس پر رضامند نہوں تو وہ بحصہ رسدی کم ہوجائینگی بشرطیکہ تمام وصیتیں اشخاص کے حق میں نہ ہوں۔ لیکن اگر بعض وصیتیں ایسے پاک مطالب کے لئے کی گئی ہوں جن کا قرآن مجید میں صریحاً حکم آیا ہے۔ اور بعض وصیتیں ایسے پاک مطالب کسے لئے ہوں جن کا قرآن مجید میں صریحاً حکم نہیں آیا تو قرآن مجید والی وصیتوں کو دوسری وصیتوں پر ترجیح ہوگی۔

ہدایہ ۶۷۶۔ بیلی صاحب ۶۲۶۔ ۶۲۷۔

پاک مطالب جن کا قرآن مجید میں حکم آیا ہے یہ ہیں۔ حج۔ ذکوۃ۔ ہبہ جات دیگر پاک کام جن کا قرآن مجید میں ذکر نہیں یہ ہیں۔ مسجد۔ سرائے۔ پُل وغیرہ کا بنانا۔

اگر مختلف اشخاص کو ترکہ کی چند جز جن کی مجموعی تعداد شرعی ⅓ سے زیادہ ہو چند وصیتوں کے ذریعہ دی جاویں اور ورثائے نے اون وصیتوں کو تصدیق نہ کیا ہو تو شیعہ مذہب میں (جیسا کہ حنفی مسلک میں ہوتا ہے۔ بہ حصہ رسدی کم نہیں ہوجاتیں۔ بلکہ بلحاظ تقدیم وتاخیر وقت کے قائم رہتی ہیں۔ (تحریری وصیت کی صورت میں قیاس یہ ہے کہ اوس ترتیب کے لحاظ سے جس ترتیب سے وہ وصیت نامہ میں درج ہیں قائم رہتے یا باطل ہوجاتے ہیں۔ ایک مستند رائے کے مطابق قاعدہ مذکورہ بالا کا ایک مستثنٰے بھی معلوم ہوتا ہے۔ یعنی جبیا کہ دو مختلف اشخاص کو یکے بعد دیگرے ٹھیک ⅓ وصیت کی جاوے تو پچھلی وصیت سے پہلی وصیت منسخ ہوجاتی ہے۔

تمثیلات بموجب شرع شیعہ

(۱) (ا) ایک شخص اپنے ترکہ کا ⅓ ایک موصی الیہ کو اور ¼ دوسرے کو اور ½ تیسرے کو وصیت کرے اور ورثاء وصیتوں کو تصدیق کرنے سے انکار کریں تو ترکہ کا ⅓ موصی الیہ کو دیا جاوے گا۔ اور دوسری وصیتیں باطل سمجھی جاویں گی۔ بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۲۳۵۔

(ب) ایک شخص ⅓ ایک آدمی کو اور ⅓ یا وہی حصہ دوسرے کو وصیت کرتا ہے۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا دوسری وصیت سے پہلی وصیت منسوخ ہوگئی ہے یا نہیں یا ان وصیتوں سے عام قاعدہ تقدیم و تاخیر متعلق ہے یا نہیں۔

منجملہ دیگر مقاصد کے مقاصد ذیل کے لئے وصیت کی جاسکتی ہے۔

(۱) غریبوں کے حق میں عموماً یا غریبوں کے خاص گروہ کے حق میں۔

(۲) کعبہ شریف یا کسی مسجد کے لئے۔

(۳) فی سبیل اللہ خرچ کرنے کے لئے۔

(۴) بالعموم وجوہ الخیر یا وجوہ البر کے لئے۔

(۵) جہاد کے لئے (نیز عرس و محرم کے لئے)۔

(۶) موصی کی اولاد۔ قرابتیوں اور رشتہ داروں کے حق میں۔

(۷) عتق رقبات۔

(۸) اپنے قرضہ کی ادائیگی کے لئے۔

(۹) مویشی کی پرورش کے لئے (شرع محمدی امیر علی جلد اول صفحہ ۱۰۶)۔

(۱) وصیت بحق غربا جائز ہے۔ اور حنفیہ مسالک کے رو سے ایک مسلمان ایک غریب عیسائی کے حق میں جائز وصیت کر سکتا ہے۔ لیکن شیعہ مسالک کے بموجب صرف مسلمان غربا کے حق میں وصیت جائز ہوتی ہے۔

بقول ابو یوسف عام مسلمانوں کے لئے قبریں کھودنے یا کفن بہم پہنچانے وغیرہ کے متعلق وصیت ناجائز ہے۔ البتہ غربا کے لئے جائز ہے۔

(۲) فتاویٰ عالمگیری میں مرقوم ہے۔ کہ اگر کوئی شخص کعبہ شریف کے حق میں وصیت کرے تو ایسی وصیت جائز ہے۔ اسی طرح سے مسجد کے لئے۔

(۳) فی سبیل اللہ کے لئے جو وصیت کی جائے وہ غریب حاجیوں کی امداد میں خرچ

کی جا سکتی ہے۔
(۴) جب وصیت وجوہ الخیر یا وجوہ البیر کے لئے کی جاوے۔ تو یہ پل مسجد۔ کالج یا ہسپتال کی تعمیر اور طلبہ اور غربا کی امداد میں خرچ کی جا سکتی ہے۔
(۵) جو وصیت جہاد کے لئے ہو۔ اس میں غازی کے پسماندگان کو گذارہ دیا جانا چاہیئے
(۶) ایک شخص کے ورثاء کے بچوں کے حق میں وصیت جائز ہے۔ کیونکہ وہ غیر ہوتے ہیں۔ کسی ایسے شخص کے حق میں جسے وراثت میں حق نہ مل سکتا ہو جائز طور پر وصیت کی جا سکتی ہے۔
(۷) شرع محمدی کے مطابق عتق رقبات قابل بخشش ہیں۔ اس لئے اس کے لئے وصیت جائز ہے۔
(۸) موصی اپنے وصی کو ہدایت کر سکتا ہے۔ کہ اس کی جائداد کو فروخت کر کے اس کا قرضہ ادا کر دے اور بقایا جزو دینی کاموں کے لئے وقف کرے یا اس کے وارثان میں تقسیم کرے۔ (شرع محمدی سید امیر علی جلد اول صفحہ ۶۰ تا ۶۰۵)۔
شیعہ مسالک کے بموجب اغراض ذیل کے لئے وصیت جائز ہے۔
(۱) موصی کے حق میں دوام یا بالخصوص عرصہ کے لئے دعا مانگنے کے لئے۔
(۲) موصی کی لاش کو کربلا یا کسی دیگر متبرک مقام پر لیجانے کے لئے۔
(۳) موصی کی طرف سے حج کرنے کے لئے۔
(۴) اس کی قبر یا اماموں کی درگاہوں پر چراغ جلانے و پھول چڑھانے کے لئے۔
(۵) کربلا و نجف کے غریب سیدوں کی امداد کے لئے۔
(۶) خاص متبرک موقعوں پر غربا کو روٹی کھلانے کے لئے۔
(۷) امام باڑوں میں مرثیہ خوانی کے لئے۔
(۸) ایام محرم میں شربت یا پانی پلانے کے لئے یا ایسی دیگر اغراض کے لئے۔
(۹) موصی کی طرف سے مذہبی رسوم کی ادائیگی کے لئے (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۵۹۵-۵۹۶)۔
ایسی وصیت جس میں یہ ہدایت ہو۔ کہ موصی کی لاش اس کی وفات کے بعد خاص مقام پر لیجائی جائے اور دفن کی جائے اور اسی مقام پر ریاست تعمیر کی جائے بقول ابوقاسم

صرف رباط کی نسبت جائز ہوگی۔ اور وصیت جس میں ہدایت ہو کر موصی کی وفات پر تین روز تک کھانا تقسیم کیا جاوے ناجائز ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی وصیت میں یہ ہدایت کرے کہ اُسے اس کے اپنے مکان میں دفن کیا جاوے۔ تو وصیت ناجائز ہوگی۔ الائے اگر وہ اپنے مکان کو بطور قبرستان برائے اہل اسلام قرار دے (شرع محمد مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۵۹۴-۵۹۵)۔

۳۸۳- اگر موصی اپنے ورثاء میں سے ایک کے حق میں اس کی حین حیات کے لئے یا دو یا زیادہ ورثاء کے حق میں اُن کی مشترک زندگیوں کے لئے پسماندہ کی حین حیات کے لئے اور مابقی ایسے اجنبی شخص کے حق میں جسکے حق میں وہ جائز طور پر وصیت کرسکتا ہے۔ یا کسی جائز خیراتی کام کے لئے وصیت کرے۔ تو اگر اوّل وصیت بوجہ عدم رضامندی دیگر ورثاء باطل ہو تو دیگر وصیتیں بھی باطل ہونگی۔

موصی نے ہدایت کی کہ لگان اوّل اوس کے بچوں کو ملے اور اون میں سے پسماندہ کی وفات کے بعد ڈسٹرکٹ چیریٹبل سوسائیٹی کی کمیٹی کو مساکین کے فائدہ کے لئے دیا جائے۔ جسٹس ولسن کی رائے تھی کہ یہ باطل ہے۔ اول ہبہ اس وجہ سے باطل ہے کہ ورثاء کے حصص شرعی میں اُس سے مداخلت ہوتی ہے۔ اور اگر مساکین کے فائدہ کی خاطر ورثاء محروم کئے جائیں تو یہ بالکل خلاف منشاء موصی ہوگا۔ (۹ کلکتہ لاء رپورٹ صفحہ ۶۶)۔

۳۸۴- جب کہ وصیت جو اور نہج سے باطل ہو ورثاء کی رضامندی سے جائز ہو جائے تو سمجھا جاتا ہے کہ موصی لہٗ نے موصی سے حق حاصل کیا ہے نہ کہ ورثاء سے اور اس کی تکمیل کے لئے واقعی قبضہ ضروری نہیں۔

(ہدایہ صفحہ ۶۷۱)۔

شافعی مسلک کے مطابق موصی الیہ ورثاء سے حق حاصل کرتا ہے نہ کہ موصی سے

۳۸۵- وصیت جو اور نہج سے جائز ہو اس وجہ سے باطل ہو جاتی ہے۔ کہ موصی لہٗ موصی کی ہلاکت کا (خواہ بلا ارادہ) باعث ہوا تھا۔ حنفیوں کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا ایسی حالت میں ورثاء کی رضامندی سے ایسی وصیت جائز ہو جاتی ہے یا نہیں۔

(بیلی صاحب ۶۱۶۔ ہدایہ ۶۷۲)۔
امام ابو یوسف کی رائے ہے کہ رضامندی سے وصیت جائز نہیں ہو سکتی۔ لیکن امام ابو حنیفہ اور امام محمدؒ کی رائے ہے۔ کہ جائز ہوتی ہے۔ مصنف ہدایہ کی رائے امام ابو حنیفہ اور امام محمدؒ کی رائے سے متفق معلوم ہوتی ہے۔
لیکن اگر ہلاکت کا باعث نابالغ یا مجنون العقل ہو تو وصیت جائز ہو گی (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۵۸۷) اور اسی صورت میں ورثاء کی رضامندی کی ضرورت نہیں۔
مالکی مسالک کے رو سے اگر وصیت زخم شدید کے لگنے کے بعد کی جاوے تو قیاس کیا جاتا ہے۔ موصی نے موصی الیہ کو معاف کر دیا تھا۔ اور اس لئے وصیت جائز ہو گی (شرع محمدی مسٹر امیر علی صفحہ ۵۸۸ جلد اول)۔
حنفی مسالک کے رو سے اگر ہلاک کنندہ ہی صرف مقتول کا وارث ہو تو بقول امام ابو حنیفہ اور امام محمد اس کے حق میں وصیت جائز ہو گی۔ لیکن امام ابو یوسف کی رائے اس کے برخلاف ہے۔
لیکن اگرچہ ہلاک کنندہ کے حق میں وصیت ناجائز ہے۔ لیکن اس کے والدین و اولاد وغیرہ کے حق میں جائز ہے۔ (شرع محمدی جلد اول صفحہ ۵۸۹)۔

۳۸۷۔ ایسے شخص کے حق میں وصیت جو ہنوز وجود میں نہ آیا ہو باطل ہے۔ لیکن جو بچہ رحم مادر میں ہو اس کے حق میں وصیت جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ وصیت سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو۔ (ہدایہ ۶۷۴)۔

شرع محمدی کے رو سے موصی الیہ ایسا ہونا چاہیئے جو وصیت سے فائدہ اٹھا سکے (بیلی صاحب صفحہ ۲۴۴) پس اس کا وجود بوقت وفات موصی ہونا چاہیئے۔ (۹ بمبئی ۱۵۸) جو بچہ رحم مادر میں ہو اس کے حق میں وصیت تمام مسالک کے رو سے جائز ہے۔ لیکن حنفی مسالک کے بموجب ایسا بچہ چھ ماہ کے اندر اندر پیدا ہونا چاہیئے۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۵۹۹)۔
اگرچہ ایسے بچے کے حق میں جو چھ ماہ کے اندر پیدا نہ ہو وصیت جائز نہیں ہو سکتی۔ لیکن وقف بالوصیت اس کے حق میں ہو سکتا ہے۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد

جلد اول صفحہ ۶۰۰)۔

شیعہ مسالک کے رو سے ضروری نہیں کہ بچہ کب پیدا ہو۔ زیادہ سے زیادہ میعاد حمل کے اندر پیدا ہونا چاہیئے۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۶۰۰)۔

۳۸۷۔ اگر موصی لہ موصی کی وفات سے پہلے فوت ہو جائے تو وصیت کی تاثیر جاتی رہتی ہے اور وصیت ختم ہو کر ترکہ موصی کا جزو بن جاتی ہے۔ الّا اس صورت میں کہ یہ ثابت ہو کہ موصی کی نیت یہ تھی۔ کہ یہ کسی اور شخص کو ملے۔ پیشتر اس کے کہ موصی کے قائم مقامان شے موصی بہ حاصل کریں۔ یہ ثابت ہونا چاہیئے۔ کہ موصی لہ موصی سے پہلے فوت ہو گیا ہے۔

ہدایہ ۶۷۹ - (مقابلہ کرو دفعہ ۹۲ - ایکٹ وراثت ہند - جو مسلمانوں پر حاوی نہیں ہے۔

شیعہ مسلک کے رو سے ایسی صورت میں شے وصیت شدہ موصی لہ کے وارثان کو محدود کرے گی۔ الّا موصی وصیت کو منسوخ کر چکا ہو۔ لیکن اگر موصی الیہ بلا وارث فوت ہوا تو پھر موصی کے وارثان کی طرف رد کرے گی۔ (بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۲۴۷)۔

دفعہ ۲۲ - ایکٹ وراثت ہند۔

اگر موصی الیہ موصی سے پہلے فوت ہو جلئے۔ تو از روئے مذہب شیعہ شے موصی بہ موصی لہ کے ورثار کو ملے گی۔ (اگر کوئی ہو) الّا اس صورت میں کہ موصی نے وصیت کو فسخ کر دیا ہو۔

۳۸۸۔ کسی آئندہ واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کی شرط پر جو وصیت کی جاوے۔ وہ باطل ہے۔ لیکن بصورت تبادل جو وصیت کی جاوے وہ باطل نہیں ہے۔

ایک کچھ میمن نے جس کا بوقت کرنے وصیت کے کوئی پسر نہ تھا۔ اپنی جایداد کا مابقیٰ حسب ذیل طریق میں وصیت کیا۔

"اگر میرے کوئی پسر ہو جاوے اور میری وفات پر پسر مذکور زندہ ہو تو میرے وصی میری جایداد مابقیٰ اس کے حوالہ کر دیں گے۔ لیکن اگر پسر مذکور میری جین حیات میں پسر چھوڑ کر مر جاوے اور میرا پوتا میری وفات پر زندہ ہو تو میری جایداد مابقیٰ اس کے حوالہ کی جاوے گی۔ لیکن اگر میری وفات پر میرا کوئی پسر یا پوتا موجود نہ ہو تو میرے وصی

میری جائداد مابقے اخیرات میں صرف کریں گے" موصی بغیر کسی پسر کے ہونے کے فوت ہوگیا۔ جائداد مابقے اخیرات میں صرف کی جاوے گی۔ جیسا کہ وصیت میں درج ہے۔ یہ آئندہ شرط پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ قطعی بصورت بیاولی ہے۔ ۱۴ بمبئی ۲۸۱-۲۸۲-۲۸۶-

۳۸۹- بشرطیکہ قاعدہ مندرجہ دفعہ ماسبق کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔ موصی کو اختیار ہے۔ کہ ایک شے کی پیداوار یا استعمال کا حق (حق انتفاع) ایک موجودہ شخص کے حق میں اس کی زندگی کے لیے یا کسی اور خاص میعاد کے لئے وصیت کرے۔ اور اصل شے کو کسی اور کے حق میں وصیت کرے۔ یا اس کو اختیار ہے کہ صرف حق استعمال یا حق پیداوار تو وصیت کر دے اور اصل شے کو رہنے دے۔ اس صورت میں اصل شے برعایت حقوق انتفاع وارثوں کو ملیگی لیکن امر کے فیصلہ کیلئے کہ آیا حق انتفاع وصیت کی شرعی حد سے زیادہ ہے یا نہیں معلوم ہوتا ہے کہ قیمت کے اس فرق کچھ لحاظ نہیں کیا جاتا جو محض حق انتفاعی اور کامل ملکیت کے درمیان ہے چنانچہ اگر اصل شے ہی (مثلاً کھیت) موصی کی تمام جائداد ہو تو موصی لہ جسکے حق میں حق انتفاعی وصیت کیا گیا ہو پیداوار کی صرف ⅓ کا مستحق ہوگا۔

دبلی صاحب کتاب ۶ باب ۶ صفحہ ۶۵۶ (ہ) ۔ ہدایہ کتاب ۵۲ باب ۵ صفحہ ۶۹۲-۶۹۴-

الفاظ حق استعمال اور حق پیداوار کے معنے تنگ تر لیے گئے ہیں۔ چنانچہ مکان کے حق استعمال کا موصی لہ مکان کو کرایہ پر دینے کا مجاز نہیں ہے۔ اور نہ مکان کی آمدنی کا۔ موصی خود مکان میں رہنے کا مجاز ہے۔ نیز دیکھو ۲۸ - الہ آباد صفحہ ۲۴۳- جس میں اسی قاعدہ کو تسلیم کیا گیا ہے۔ (مفصل دیکھو شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۶۴ تا ۶۵)۔

۳۹۰- کسی وصیت کے جواز کے لئے ضروری نہیں کہ شے وصیت شدہ بوقت تحریر وصیت موجود ہو۔ یہ کافی ہے۔ کہ وہ بوقت وفات موصی موجود ہو۔ (دبلی صاحب صفحہ ۶۱۴)۔

لیکن ہبہ میں شرط ہے کہ شے ہبہ شدہ بوقت ہبہ موجود ہو۔

۳۹۱- مسلمانوں کی وصیت کے جواز کے لئے ضروری نہیں کہ موصی البتہ مسلمان ہو۔ ہدایہ ۶۷۲-

شرع محمدی مسٹر امیر علی کی جلد اول صفحہ ۵۹۷ میں مرقوم ہیں۔ کہ ایسا غیر مسلمان دار الحرب میں نہ رہتا ہو۔ مسٹر امیر علی اسی صفحہ پر بحوالہ فتاوٰے عالمگیری کہتے ہیں۔ کہ ایک مسلمان جائز طور پر ایک ذمی کے حق میں وصیت کر سکتا ہے۔ اور ایسے شخص کے حق میں جو مسلمان نہیں ہے۔ وصیت ناجائز ہے۔

یہ بھی ضروری نہیں ہے۔ کہ مسلمان کی وصیت کا وصی مسلمان ہو۔ ۴ ۳۔ صدر دیوانی عدالت ۵۵ - ۴ صدر دیوانی عدالت ۳۰۳۔

۳۹۲۔ کسی مسلمان کے موصی الیہ کے اختیارات اور فرائض وہی ہیں جو احکام ایکٹ پروبیٹ واڈمنسٹریشن میں درج ہیں۔ ان حالات میں جن پر ایکٹ ہذا حاوی ہو (۸ بمبئی ۲۴۱-۲۵۶)۔

وصیتوں کی تعبیر

۳۹۳۔ سوائے اس کے جو آیندہ بیان کیا جائے گا اور سوائے اس کے کہ وصیت سے اس کے برخلاف منشا پایا جائے جائداد موصی بہ کا حلیہ وہی سمجھا جائے گا۔ اور وہی جائداد وصیت میں شامل سمجھی جائے گی۔ جو موصی کی وفات کے وقت موجود تھی۔

تمثیلات

(الف) اگر ایک شخص جو مفلس ہے اپنی جائداد کا ⅓ دوسرے کو وصیت کرے اور بعد ازاں وہ شخص دولتمند ہو جائے۔ تو موصی لہٗ ترکہ کے ⅓ کا خواہ وہ کسی قدر ہو مستحق ہوگا۔ اگر موصی وصیت کے وقت دولتمند ہو۔ لیکن بعد ازاں مفلس ہو جائے اور اس کے بعد پھر دولتمند ہو جائے تو بھی یہی قاعدہ متعلق ہوگا۔

(ب) اگر ایک شخص زید کو اپنی بکریوں کا ⅓ وصیت کرے اور معلوم ہو کہ یا تو اس کے پاس بکریاں بالکل نہ تھیں یا اس کے پاس تھیں۔ لیکن اس کی وفات سے پیشتر تلف ہو چکی تھیں تو وصیت کالعدم ہے۔ لیکن اگر برعکس اس کے وصیت کے وقت اس کے پاس بکریاں نہ تھیں۔ لیکن بعد ازاں اس کو مل گئی ہوں اور وفات کے وقت وہ بکریاں چھوڑ گیا ہو تو بکریوں کا ⅓ زید کو ملے گا۔

ہدایہ ۶۷۹ - (ایکٹ وراثت ہند دفعہ ۶۷) تمثیلات الف و ب کے لحاظ سے ہندوستان کے عام قانون اور شرع محمدی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

موصی کی وفات کے وقت شرط اس لئے قائم کی گئی ہے۔ کہ وصیت صرف موصی کی وفات پر عمل پذیر ہوتی ہے اس لئے موصی کا بوقت وفات قابض ہونا جواز وصیت کے لئے ضروری ہے۔

ہدایہ ۶۷۹ میں بکری کا لفظ ہے۔ لیکن ولسن نے لفظ اس غرض سے تحریر کیا ہے۔ کہ ناظرین کو یہ معلوم ہو جائے۔ کہ شرعی ایک ثلث کی قید اس میں موجود نہیں۔ (مفصل دیکھو شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۲۰۵ لغایت ۲۲۴)۔

۳۹۴۔ اگر موصی قسم خاص کی ایک یا زیادہ اشیاء وصیت کرے۔ لیکن کسی خاص اشیاء کی اس طرح تخصیص نہ کرے کہ وہ مادہ وصیت سمجھی جا سکیں اور یہ بھی ثابت ہو کہ وفات کے وقت اس کے قبضہ میں ایسی کوئی شئے نہ تھی۔ تو عدالت کی اس امر کے فیصلہ کے لئے کہ آیا موصی کی یہ نیت تھی یا نہیں کہ اس کے عام ترکہ سے شے یا اشیا موصی بہ خرید کر موصی لہٗ کو دی جاویں سیاق وسباق کلام اور قرائن وحالات مقدمہ سے رہبری ہونی چاہیئے۔

تمثیلات

(الف) ایک شخص بدیں مضمون وصیت کرتا ہے۔ "میری ملکیت سے ایک بکری" سوائے اس کے کہ سیاق وسباق سے کچھ اور منشا پایا جائے۔ اس فقرے کے یہ معنے ہوں گے کہ میری ملکیت سے ایک بکری دی جائے خواہ میری وفات کے وقت میرے پاس کوئی بکری ہو یا نہ ہو۔

(ب) ایک شخص بدیں مضمون وصیت کرتا ہے۔ "میری بکریوں میں سے ایک بکری"۔ اس فقرہ کے یہ معنے معلوم ہوتے ہیں۔ کہ موصی کا یہ منشا تھا کہ وصیت شرطیہ تھی یعنی اگر اس کی وفات کے بعد کچھ بکریاں ہوں۔

(ج) ایک آدمی صرف ان الفاظ میں وصیت کرتا ہے۔ "ایک بکری"۔ حنفی مفتیان کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ کہ اس فقرہ سے کیا نیت قیاس کرنی چاہیئے۔ عدالت غالباً اس رائے کو ترجیح دیگی جس کی حالات مقدمہ سے تائید ہوتی ہو۔ (ہدایہ صفحہ ۶۷۹ تا ۶۸۰)۔

۳۹۵۔ اگر ایک شخص اپنی خاص قسم کی اشیاء کا خاص حصہ وصیت کرے۔ اور وہ اشیاء ایک نوع کی ہوں تو موصی لہٗ اس تعداد کے پانے کا مستحق ہوگا۔ جو وصیت کے وقت اس حصہ کے مساوی تھی۔ خواہ موصی کی وفات سے پیشتر ان اشیاء کی مجموعی تعداد کم ہو جائے۔ مگر شرط یہ ہے کہ تعداد خاص ہنوز باقی ہو۔ اور قیمت میں خالص ترکہ کی ثلث سے

سے زیادہ نہ ہو۔
تمثیل۔ ایک موصی اس طرح وصیت کرتا ہے "میری بکریوں کا ⅓" اس وقت اس کے پاس ۴۰ بکریاں تھیں لیکن وفات کے وقت اس نے ۲۰ بکریاں چھوڑیں۔ موصی لہٗ ۱۰ بکریوں کے لینے کا مستحق ہے، بشرطیکہ موصی کی خاص ترکہ کی قیمت ۱۰ بکریوں کی قیمت سے کم از کم سہ چند ہو

(بیلی ۶۳۱۔ ہدایہ ۶۷۸)۔

اس امر کا بار ثبوت کہ وصیت کے وقت موصی کے پاس اس تعداد سے زیادہ اشیاء تھیں جو اس کی وفات کے وقت نکلی ہیں۔ موصی لہٗ کے ذمہ ہے (ایکٹ شہادت ہند دفعہ ۱۰۳)

۳۹۶۔ اگر ایسی اشیاء کے خاص حصہ کی وصیت کی جائے جو ایک نوع کے نہیں اور وصیت کے بعد لیکن وفات سے پیشتر ان کی مجموعی تعداد کم ہو جائے۔ تو موصی لہٗ ان اشیاء کے خاص حصہ کے لینے کا مستحق ہوگا۔ جو موصی کی وفات کے وقت اس کی ملکیت ہوں۔
تمثیل۔ ایک موصی اس طرح وصیت کرتا ہے "میرے پارچات کا ایک ربعہ" اگر پارچات مختلف اقسام کے ہوں اور وصیت کے بعد کچھ صرف ہو جائیں تو موصی لہٗ صرف اُن پارچات کے ¼ کا حقدار ہوگا۔ جو موصی کی وفات کے وقت اس کے قبضہ میں باقی رہ گئے تھے۔

(بیلی صاحب صفحہ ۶۳۱۔ ہدایہ ۶۷۹)۔

۳۹۷۔ جس موصی لہٗ کے حق میں حق استعمال مکان وصیت کیا گیا ہو وہ اس میں رہائش کر سکتا ہے۔ لیکن مکان کو کرایہ پر نہیں دے سکتا۔ اسی طرح سے جس کے حق میں آمدن مکان وصیت کی گئی ہو وہ اُسے کرایہ پر دے سکتا ہے۔ لیکن اس میں رہائش اختیار نہیں کر سکتا۔

(ہدایہ صفحہ ۶۳۹۔ بیلی صاحب ۶۵۴)۔
لیکن سنی مسالک میں اس کے برخلاف رواج ہے۔ (ولسن صاحب ۴۱۳)۔

انفساخ وصیت

۳۹۸۔ وصیت صریح تحریری یا زبانی اظہار سے یا کسی ایسے فعل سے فسخ ہو سکتی ہے جس سے اس کے فسخ کرنے کی نیت ظاہر ہوتی ہو۔ اور جس کے ذریعہ شئے وصیت کردہ میں ایزادی کی جاوے یا موصی کا استحقاق مالکانہ منسوخ ہو جاویں۔
اس دفعہ کی غرض کیلئے کسی شئے کا تلف ہونا اس وقت کہلایگا جبکہ اس کی ماہیت اس قدر کامل طور پر تبدیل ہو جائے کہ معمولی طور پر اس کو بیان کرنے کیلئے کسی اور لفظ کو استعمال کرنا پڑے۔ یا موصی کا حق زائل ہو گیا ہو

ہدایہ ۶۷۴-۶۷۵- بیلی صاحب ۶۲۸-۶۲۹-

تمثیلات

(الف) ایک موصی لوہے کی سلاخ وصیت کرتا ہے۔ لیکن بعدازاں اس لوہے کی تلوار بنا لیتا ہے۔ اس صورت میں وصیت فسخ ہو گئی۔

(ب) ایک شخص زمین کے ایک قطعہ کی وصیت کرتا ہے بعدازاں موصی اس پر عمارت بنا لیتا ہے وصیت فسخ ہو گئی۔

(ج) ایک موصی ایک مکان وصیت کرتا ہے بعدازاں مکان کا ہبہ یا بیع کسی دیگر شخص کے حق میں کرتا ہے وصیت فسخ ہو گئی۔

(د) ایک موصی ایک مکان وصیت کرتا ہے۔ بعدازاں مکان کا ہبہ یا بیع کسی دیگر شخص کے حق میں کرتا ہے وصیت فسخ ہو گئی ہدایہ صفحہ ۶۷۴- بیلی صاحب صفحہ ۶۲۸-۶۲۹- موصی مرض الموت میں بھی وصیت فسخ کر سکتا ہے (سید امیر علی جلد اول صفحہ ۴۶۱)- اگر موصی صریح الفاظ سے وصیت فسخ کرے تو اسے انفساخ صریحی کہا جاویگا- اور اگر وہ کوئی ایسا عمل کرے جس سے اس کی نسبت انفساخ ظاہر ہو تو اسے انفساخ کنایتاً کہا جاتا ہے۔ (سید امیر علی جلد اول صفحہ ۴۶۱)-

۳۹۹- محض اس امر سے انفساخ وصیت کی نسبت قیاس نہیں کی جا سکتی کہ اسی وصیت کے فقرہ مابعد یا جدا وصیت کے رو سے شئے موصی بہ کسی اور کو وصیت کی گئی ہے- دونوں وصیتیں ایک ہی سمجھی جاینگی- اور پہلا دوسرا موصی لہٗ شئے موصی بہ کے مشترکاً حق دار ہوں گے الا اس صورت میں کہ موصی کی اور نیت ظاہر ہوتی ہو-

(ہدایہ صفحہ ۶۷۵- بیلی صاحب صفحہ ۶۳۰)-

۴۰۰- اگر موصی اس بات سے انکار کرے کہ اس نے کبھی وصیت متنازعہ کی تھی تو اس بارے میں اسناد مختلف فیہ ہیں کہ آیا اس انکار سے وصیت فسخ ہو گئی اور اس وجہ سے وصیت کے ثبوت کے لئے شہادت ناقابل ادخال ہے۔ (بیلی صاحب صفحہ ۶۳۰- ہدایہ ۶۷۵-

یہ دونوں کتابیں اس امر میں مختلف فیہ ہیں کہ ہر دو رائے میں سے امام ابو یوسف کی کیا رائے تھی- اور امام محمد کی کیا رائے تھی- لیکن دونوں کتابوں میں اس رائے کو ترجیح دی گئی ہے- کہ انکار سے وصیت فسخ نہیں ہوتی-

۴۰۱- اگر وصیت بلا کسی شرط کے صرف دو اشخاص کے حق میں (مثلاً الف و ب کے حق میں ہو) اور وصیت کے وقت ان اشخاص نامبردہ میں سے ایک مر گیا ہو یا

کبھی پیدا ہی نہ ہوا ہو تو دوسرا موصی لہ بشرطیکہ وہ موصی کے بعد زندہ رہے کل شے موصی بہ لے گا۔ لیکن برعکس اس کے اگر دوسرا موصی لہ وصیت کے وقت تو موجود تھا لیکن موصی سے پہلے فوت ہو گیا تھا تو جو حصہ اس کو وصیت کیا گیا تھا پسماندہ موصی لہ کو نہ ملے گا بلکہ ورثاء کو پہونچے گا۔

۴۰۲۔ اگر شے موصی بہ دو اشخاص نام بردہ کے درمیان منقسم ہوتی ہو اور موصی کی وفات کے وقت اون اشخاص میں سے ایک موجود نہ ہو (خواہ وہ وصیت کے وقت زندہ تھا یا نہیں) تو اس کا حصہ پسماندہ موصی لہ کو ملنے کی بجائے موصی کے ورثا کو ملے گا۔

۴۰۳۔ اگر وصیت ایک شخص نام بردہ کے حق میں (۱) باشتراک ایک ایسے شخص کے جس کا نام نہ بتایا گیا ہو۔ لیکن عام طور پر اس کا حلیہ بیان کیا گیا ہو یا (۲) باشتراک ایک ایسے شخص کے جس کا نام بتایا گیا ہو۔ لیکن جس نے ایک شرط پوری ہونے کی صورت میں حصہ لینا ہو تو اگر پہلا موصی لہ موصی کے بعد زندہ رہے کل شے موصی بہ لے جائے گا۔ الا اوس صورت میں کہ وصیت کے فقرۂ مابعد کے مطابق اوس وقت کوئی اور شخص حصہ لینے کا مستحق ہو۔ دوسرا موصی کل شے موصی بہ کے لینے سے اس وجہ سے ممنوع نہ ہوگا کہ وصیت کے بعد اور موصی کی وفات سے پیشتر کوئی ایسا شخص موجود تھا جو حصہ شے موصی بہ کے پانے کا مشروط حق رکھتا تھا۔

ہر سہ دفعات مذکورہ صدر بیلی صاحب صفحہ ۶۲۱ سے اخذ کی گئی ہیں۔
ایک مرد اپنی جائداد کا ½ اس طرح وصیت کرے۔

زید و بکر کو۔ بکر اوس وقت فوت ہو گیا ہو خواہ موصی کو اس کا علم ہو یا نہ ہو یا "زید اور بکر کو اگر وہ زندہ ہو"۔ اور وہ درحقیقت فوت ہو چکا ہو۔ یا "اس (زید؟) اور اس شخص کو جو اس گھر میں ہو۔" درحقیقت ۔ گھر میں کوئی نہ ہو۔ یا "اوس کو اور اس کی اولاد کو" (موصی لہ کی کوئی اولاد نہ ہو) یا "اوس کو اور بکر کے بچے کو" اور بکر کا بچہ موصی سے پہلے فوت ہو چکا ہو۔ یا	دفعہ ۴۰۱

"اس کو اور اس کے مفلس بچوں کو" یا

اس کو زید اور اس کو جو اس کے بچوں میں سے مفلس ہو جائے" جیسا کہ پہلی صاحب صفحہ ۳۳۶ سے ظاہر ہے۔ اور اس کی وفات کے وقت شرط پوری نہیں ہوئی تھی۔

یا کسی اور شخص نامبردہ کے بچوں میں سے کسی کو جو مفلس ہو جائے

ان تمام صورتوں میں تمام ترکہ وصیتی زید کو پہونچے گا۔ کیونکہ غیر موجود یا مردہ کا کچھ حق نہیں اور زید کے ساتھ تنازعہ کرنے والا کوئی شخص نہیں۔ وصیت کا یہ اثر ہے کہ گویا صرف اس کے حق میں ہی کی گئی تھی۔

دفعہ ۴۰۲ اگر ایک شخص اپنی جائداد کا ⅓ اس طرح وصیت کرے۔

"مابین زید اور بکر"

اس صورت میں اگر بکر فوت ہو جائے تو زید ⅓ کے نصف کا مستحق ہو گا۔ کیونکہ لفظ "مابین" سے تقسیم نصفا نصف مراد ہے اسی طرح سے اگر وہ صرف اس قدر کہتا "مابین زید" تو بھی زید کو نصف ہی ملتا۔

۴۰۳ اگر ایک شخص اپنی جائداد کا ⅓ اس طرح وصیت کرے۔

"زید و بکر کو اگر میں فوت ہو جاؤں اور بکر زندہ اور غریب ہو" جیسا کہ وہ وصیت کے وقت تھا اور متوفی جس وقت فوت ہوا اس وقت بکر فوت یا دولت مند ہو گیا ہو۔ یا

اس کو یا بکر کو اگر وہ مکان میں ہو" اور بوقت وفات موصی مکان میں نہ ہو۔ یا

"اس کو اور ایک کے بچے کو اگر وہ مفلس ہو جاویں" اور وہ موصی کی وفات سے پہلے مفلس نہ رہیں یا اس کو اور اوس کے وارثان کو تو

اس صورت میں اگرچہ زید سے تنازعہ کرنے والا کوئی نہ تھا۔ اگرچہ پہلے موجود تھا اور بعد بوجہ شرط کی پوری نہ ہو سکنے کے کوئی تنازعہ کرنے والا نہیں تو زید نصف کا مستحق ہو گا۔

۴۰۴ - اگر دو اشخاص کے حق میں مشترک وصیت کی جائے اور موصی کی وفات پر معلوم ہو کہ ان میں سے ایک موصی کا وارث ہے اور اس وجہ سے اس کا موصی لہ ہونے سے ممنوع ہے تو اس کا حصہ دوسرے موصی لہ کو نہیں پہونچتا۔ بلکہ اس حصہ سے ورثاء کے حصہ میں ایزادی ہو جائے گی۔ اور اس طرح موصٰی لہ کا حصہ بھی بڑھ جائے گا۔

اگر مشترک موصی لہم میں سے ایک موصی کی ہلاکت کا باعث ہو تو بھی یہی قاعدہ متعلق ہے۔

بیلی صاحب ۶۷۳ - ۶۷۴ ہدایہ ۶۸۱ -

۴۰۵ - (۱) ایک مسلمان کی وصیت بعد از مناسب ثبوت کے شہادت میں لی جا سکتی ہے خواہ اوس کے متعلق پروبیٹ حاصل نہ کیا گیا ہو۔ ۸ کلکتہ - بمبئی ۱۴۱ - ۲۵۵ - ۳۷ کلکتہ ۳۹ - ۴۲ بمبئی لار پورٹر ۸۰۷

(۲) ماسوائے اِن قرضہ جات کے جو جائداد متوفی کو واجب الادا ہوں۔ ایک مسلمان کی وصیت کا موصی لہ جائداد کے کسی جزو کی نسبت اپنا استحقاق بغیر لینے پروبیٹ کے ثابت کر سکتا ہے ۸ بمبئی ۲۴۱ - ۲۰۵ - لیکن دیکھو ۲۲ کلکتہ ۸۲۹ - ۴۴۸ -

مگر ان مقدمات میں یہ صورت نہیں ہے جو زیر تحت ایک وراثت ہند ۱۸۶۵ء ۶ (دیکھو دفعہ ۱۸۷) یا ایک وصیت اہل ہنود ۱۸۷۰ء ۶ دیکھو دفعہ (۲) آتے ہیں۔ نہ تو کچھ معین (۶ بمبئی ۲۳۴) اور نہ ہی توجہ (۲۳ بمبئی لار پورٹر ۸۰۷) زیر تابع ایکٹ وصیت اہل ہنود کے ہیں۔

(۱۱) باب یازدہم

ہبہ بر بستر مرگ و اقرارات

۴۰۶ - ہبہ جو مرض الموت کی حالت میں کیا جاوے یہاں تک وصیت جیسا اثر کیا جاتا ہے کہ موصی کے خالص ترکہ کے ایک ثلث سے زیادہ پر موثر نہیں ہو سکتا۔ سوائے اس کے کہ تمام ورثاء رضامند ہوں اور نہ ایک وارث کے حق میں

بلا رضامندی دیگر ورثاء موثر ہو سکتا ہے۔
تشریح۔ (۱) مرض الموت کی حالت میں ہبہ اس وقت سمجھا جائے گا جب کہ ہبہ کے وقت یہ نہایت اغلب تھا۔ کہ اس مرض کا انجام جلد موت ہوگا اور فی الواقعہ ایسا ہی ہوا ہو۔
(۲) معلوم ہوتا ہے کہ دردزہ بادی النظر میں مرض الموت سمجھا جاتا ہے چنانچہ جو ہبہ کوئی عورت دردزہ کی حالت میں کرے اور مرجائے تو یہ صرف وصیت سمجھا جائیگا (سوال) مرض کے سوا اور وجوہات سے جو نہایت مترقب خطرات ہوں (مثلاً جنگ طوفان۔ سمندر۔ یہ قاعدہ متعلق ہے)۔

ہدایہ ۶۸۴-۶۸۵۔ بیلی صاحب ۵۵۱-۵۵۲۔ نیز دیکھو ۹-الہ آباد صفحہ ۵۷۵۔ مرض الموت کے ساتھ مقدم شرط یہ ہے کہ مریض کو موت کا اندیشہ ہو۔ بیلی صاحب صفحہ ۵۵۷ پر کہتے ہیں کہ مرض الموت کی مناسب تعریف یہ ہے کہ "یہ ایسی مرض ہے۔ جس کا نتیجہ غالباً موت ہوتا ہے"۔
لیکن صرف اندیشہ موت سے مرض الموت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا نتیجہ خطرناک ہوا ہو۔ اگر کوئی شخص مرض الموت میں اپنی کل جائداد کا ہبہ کرے۔ تو یہ اسکی کل جائداد پر موثر ہوگا۔ اگر وہ بعد ازاں تندرست ہو جائے (۱۳ کلکتہ ۳۱۹-۳۵۵ کلکتہ ۱۷۰ پریوی کونسل ۳۵۔ انڈین اپیل ۴۶-۳ کلکتہ ویکلی نوٹ ۵۰-۳۔ الہ آباد ۱۳۷-۶ ممالک مغربی و شمالی ۱۵۹۔ ۳ بمبئی ۲۷-۵۔ ۱۳ بمبئی ۴۶-۵ ۲ کلکتہ ۲۳-۱۔ ۳۴ انڈین اپیل ۱۶۷)۔
لیکن اگر بیماری بہت مدت کی ہو مثلاً تپ دق وغیرہ تو اسے مرض الموت نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن یہ مرض الموت ہو سکتی ہے جب آخری درجہ میں موت اس کا غالباً نتیجہ ہو۔ اور بیمار اسی مرض سے مرجائے۔ ۱۳ کلکتہ ۳۱۹۔ ۴۰ الہ آباد ۳۴-۲۔ ۴۴-۲۔
ہدایہ میں لکھا ہے کہ مدت سے مراد ایک سال ہے (ہدایہ ۶۸۵)۔ لیکن مدت کی یہ میعاد قطعی نہیں ہے۔ بلکہ قریب ایک سال ہے۔ (۱۳ کلکتہ صفحہ ۳۱۹-۳۲۶)۔

لنگڑا مفلوج۔ مدقوق اور جس شخص کا ہاتھ سوکھا ہوا ہو یا جس کو رعشہ ہو جبکہ بیماری بہت مدت کی ہو۔ اور موت کا جلد اندیشہ نہ ہو اپنی تمام جائداد کا ہبہ کر سکتا ہے۔ بیلی صاحب ۳۴۵-۶ ممالک مغربی شمالی ۹ ۱۵۹-۳- الہ آباد ۱۳۷ - مرض الموت میں ہبہ بحق وارث بخلاف رضامندی دیگر وارثان جائز نہیں مرض الموت ضروری نہیں۔ کہ وہ بیماری ہو جس سے موت واقع ہو بلکہ وہ بیماری + + + + × × × × × × × × ہو سکتی ہے کہ جسے لوگ عام طور پر سخت بیماری کی نظر سے دیکھتے ہوں۔ یا جس سے روزمرہ امید موت کی نظر آتی ہے (۲۹ پنجاب ریکارڈ ۱۸۹۳ء - ۵ پنجاب ریکارڈ ۱۸۹۵ء - ۴۵ پنجاب ریکارڈ ۱۸۹۵ء) لیکن جو ہبہ یا وصیت بوقت مرگ کی جاوے اوس کے واسطے کل ورثاء کی رضامندی درکار نہیں - بعض رضامند ہوں۔ اور باقی نارضامند۔ تو ہبہ بہ وصیت جائز ہے۔ اور نسبت حصص اول الذکر کے ایسی رضامندی اگر بعد وفات واہب یا موصی کے دی گئی ہو تو منسوخ نہیں ہو سکتی (۳۷ پنجاب ریکارڈ ۱۸۷۲ء)

مفصلہ ذیل نوٹ مسٹر امیر علی کی شرع محمدی جلد اول صفحہ ۵۴ تا ۶۰ سے لئے گئے ہیں۔

مالکی شریعت کے بموجب مرض الموت میں جو ہبہ کیا جاوے وہ قابل تعمیل نہیں ہے شیعہ مسالک کی رو سے مرض الموت میں جو ہبہ کیا جاوے وہ کل جائداد کے لئے جائز ہے۔ بشرطیکہ واہب کی وفات سے پہلے قبضہ دیا گیا ہو۔ اور بشرطیکہ واہب کے ہوش و حواس درست ہوں۔

شرایع میں مرقوم ہے کہ اگر ہبہ مرض الموت میں کیا جاوے تو یہ جائز ہوتا ہے۔ بشرطیکہ واہب بعد ازاں تندرست ہو جاوے۔ لیکن اگر واہب فوت ہو جاوے اور وارث رضامند نہ ہوں تو یہ واہب کے ترکہ کے ایک ثلث کے لئے جائز ہوگا۔

بقول رد المختار صرف یہ امر کہ مرض عام طور پر خطرناک خیال کی جاتی ہے۔ قابل غور نہیں ہے۔ بلکہ غور طلب امر یہ ہے کہ مریض کے دل پر اس کا کیا اثر ہوا تھا۔

اگر مرض زیادہ مدت کی ہو۔ اور مریض اس کا عادی ہو گیا ہو۔ اور اگر مرض کی زیادتی ایسی ہو کہ مریض محسوس نہ کرتا ہو تو ایسی مرض مرض الموت نہیں ہوتی۔

مرض الموت ایسی بیماری ہے جس سے موت کا ہونا اغلب ہو۔ اور یہ ایسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ مریض کی حالت روز بروز خراب ہوتی جاتی ہو۔ لیکن اگر مریض ایک حالت میں قائم رہے۔ اور موت کا اندیشہ نہ ہو۔ جیسا کہ کور چشم مریض کی حالت میں اور اس کا علاج نہ کیا جاوے تو ایسی بیماری مرض الموت کے حیطہ میں نہیں آتی۔

فتاوٰے عالمگیری میں مسائل نسبت ہبہ بر بستر مرگ پر توضیح سے بحث کی گئی ہے اولاً ہبہ یا صدقہ بلا قبضہ کے غیر موثر ہے۔ اور اگر قبضہ دیا جاوے تو ایک ثلث ترکہ کی حد تک جائز ہے۔ اگر واہب تسلیم سے پہلے فوت ہو جائے تو حکم ہبہ ناجائز ہو گا۔ اگر عورت دردزہ میں جائداد کی نسبت کوئی ہبہ کرے تو وہ ایک ثلث کی حد تک جائز ہو گا۔ اگر ایک عورت دوران دردزہ میں حق مہر کی نسبت اپنے خاوند کے حق میں ہبہ کرے اور خود نفاذ سے پہلے فوت ہو جائے تو ایسا ہبہ باطل ہو گا۔ ایک شخص جو بحری سفر کرے اور سمندر میں طوفان آجاوے تو اُسے خوف موت ہو گا اسی طرح جس شخص کو پھانسی کی سزا دی گئی ہو۔

اگر ایک شخص جنگ کرنے کی غرض سے صف فوج سے نکلنے سے پہلے یا جہاز میں طوفان کے آنے سے پہلے ہبہ کرے تو ایسا ہبہ موثر ہو گا۔ کیونکہ ایسی حالت میں بچاؤ کی امید نہیں ہوتی ہے۔

لیکن مسٹر امیر علی اپنی اُسی کتاب کے صفحہ ۷۷ پر شیعہ اسناد کی بناء پر تحریر کرتے ہیں کہ دردزہ یا خطرات جنگ یا طوفان سمندر کی حالت میں اختیار انتقال جائداد زائل نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ درحقیقت یہ کوئی مرض نہیں۔ امام ابوحنیفہ کی رائے اس کے مخالف ہے۔

اُس کے متعلق مسٹر ولسن صاحب کہتے ہیں کہ ہدایہ یا بیلی صاحب سے دسوائے اس کے جہاں کہ دردزہ کا تعلق ہے) سیدامیر علی کی اس تحریر کی تائید نہیں ہوتی لیکن کسی اور حوالہ کا ذکر نہیں کیا گیا۔ لیکن بہر حال یہ ضروری مسئلہ ہے۔

شیعہ مذہب کے بموجب وہ قاعدہ جس کے رو سے ہبہ جات بر بستر مرگ وصیتیں سمجھے جاتے ہیں صرف ان امراض (جیسا کہ اس لفظ کے معمولی معنی ہوتے ہیں) سے

متعلق ہے اور اس لفظ میں در دزہ اور خطرات جنگ اور طوفان سمندر داخل نہیں۔ ۶۲ الہ آباد ۲۰۹۔

دفعہ ہذا کے احکام بیع پر حاوی نہیں ہیں۔ ۴۰ الہ آباد ۲۴۴-۲۴۵-۲۴۲-۲۴۵-جو انتقال ایک شوہر بحق زوجہ خود بعوض مہر کے کرتا ہے وہ بیع ہے خواہ اوسے بطور ہبہ نامزد کیا جاوے۔ ۲۴ کلکتہ ۱۶۳۔ برخلاف اس کے ایک سودا جو دراصل ہو باب ہذا اور باب مابعد کے احکام کی رو سے بچنے کی خاطر بطور ہبہ کو بیان کیا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں دفعہ ہذا کے احکام اوس پر حاوی ہونگے۔ ۴۰ الہ آباد ۲۳۸-۲۴۴-۲۴۵

۴۰۷- مرض الموت میں جو ہبہ کیا جاوے اس کے جواز کے لئے وہی شرائط مثلاً موہوب کی طرف سے موہوب الیہ کو قبضہ کا دیا جانا وغیرہ لازم ہیں جو ہبہ کی صورت میں ہیں۔

(بیلی صاحب ۵۵۱) ہبہ بربستر مرگ وصیت کی مانند ہے۔ لیکن بہرحال ہبہ ہے اور اس لئے ہبہ کی تمام شرائط اس پر حاوی ہیں۔

۴۰۸- اگر کوئی شخص نزع کی حالت میں دوسرے شخص کو بیع یا خرید کے لباس میں ایسی شرائط پر جو اس شخص کے غیر مفید ہوں فائدہ پہونچانا چاہے تو یہ معاملہ اس حد تک وصیت سمجھا جائے گا جس حد تک فائدہ پہونچایا گیا ہو اور معاملہ مذکور قیود متذکرہ باب ماسبق نسبت وصیت کے تابع سمجھا جائیگا۔ الا شرط یہ ہے کہ اس قسم کے ملبس ہبہ بربستر مرگ یا معمولی وصیت کے یکجا ہونے کی صورت میں وہ بحصہ رسدی کم نہیں ہوتے۔ بلکہ معاملہ ملبس کو ترجیح دی جاتی ہے۔

تمثیلات

(الف) آ بربستر مرگ ب سے ایک مکان جو دراصل مالیتی چھ ہزار روپیہ ہے۔ بارہ ہزار روپیہ کو خرید کرتا ہے۔ آ کی وفات کے بعد اس کا خالص ترکہ مالیتی ۱۵ ہزار روپیہ نکلتا ہے۔ شرعاً یہ خرید ۶ ہزار کی نسبت ہبہ بربستر مرگ سمجھا جاتا ہے۔ یعنی اس رقم کی نسبت جو مکان کی اصلی قیمت اور قیمت وصول شدہ کے درمیان فرق ہے اور اس نے اُن ورثاء کے مقابلہ میں (اگر کوئی ہوں جو رضامند نہ ہوں) ایک ہزار روپیہ کی

تعداد تک یعنی اس تعداد تک جو ترکہ کے ایک ثلث سے زیادہ ہے ناجائز ہے۔
ب کو چاہیئے کہ اور ایک ہزار روپیہ زر ثمن میں ایزاد کرے یا معاملہ کو بالکل مسترد کرے
اور مکان واپس دیکر زر ثمن واپس لیلے۔
(ب) واقعات متذکرہ صدر ہی ہیں۔ سوائے اس کے کہ آ نے ج کو ایک ہزار
روپیہ بستر مرگ پر دیا۔ یہ ہبہ ورثاء کے مقابلہ میں باطل ہے۔ کیونکہ ب کے حق
میں پانچہزار روپیہ کے ملبس ہبہ بر بستر مرگ سے ترکہ کا ⅓ ختم ہو چکا ہے۔ اور ملبس
ہبہ بر بستر مرگ کو ترجیح ہے۔ (ہدایہ صفحہ ۶۵۵)
ملبس ہبہ کے واسطے اصطلاحی لفظ محابات ہے۔

۴۰۹۔ اگر کوئی شخص مرض الموت کی حالت میں ایسے قرضے کا اقرار کرے جس کا اور
کچھ ثبوت نہیں تو یہ اقرار ورثاء اور موصی لہ کے مقابلہ میں اقرار قطعی ہے اور وہ یہ
نہیں کہہ سکتے کہ صرف ملبس ہبہ بر بستر مرگ ہے۔ لیکن یہ اس قدر مشکوک سمجھا جاتا ہے
کہ جو دعوی اس اقرار کی بناء پر ہوگا۔ اس کی بیباقی اس وقت تک ملتوی کی جائے
گی جب تک وہ دعوے جس کو متوفی نے صحت کی حالت میں تسلیم کیا تھا یا جو اور
شہادت سے ثابت ہوں بیباقی نہ ہو جائے۔ اگر اقرار قرضہ کسی وارث کے حق میں
کیا جائے تو یہ شبہ اس قدر مضبوط ہو جاتا ہے کہ اس قاعدے سے جو ورثاء کے
حق میں وصیت کرنے کے خلاف ہے بچنے کا ایک حیلہ سمجھا جائے گا۔ اور اس
کی کچھ تاثیر نہیں ہوگی۔

ہدایہ صفحہ ۶۳۴-۶۳۷-۸۳۴-۶۴۸-۶۸۵ بیلی صاحب ۶۹۳-۶۹۴
اگر ایک مریض اپنے قرض کا اقرار کرے جو اس سے اس کے پسر کو یافتنی ہو
یا وہ شخص جو اپنے پسر کے حق میں وصیت یا ہبہ کرے۔ درآں حالیکہ پسر عیسائی
تھا۔ اور وہ باپ کی وفات سے پیشتر مسلمان ہو جائے تو اقرار و ہبہ اور وصیت
کی تمام دستاویزات کالعدم ہیں۔ ہبہ اور وصیت تو اس وجہ سے کہ باپ کی وفات
کے وقت وہ اوس کا وارث تھا۔ اور اقرار اس وجہ سے کہ گو پسر اختلاف دین
کی وجہ سے اقرار کے وقت وارث نہ تھا۔ تاہم بسبب وراثت یعنی نسب موجود تھا
جس سے باپ کی نسبت اس اہتمام کا شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے اپنی جائداد میں

سے کچھ حصہ اپنے پسر کو دینے کے لئے جھوٹا اقرار کیا ہوگا۔ شرع محمدی سید امیر علی جلد اول صفحہ ۸۰ ۵۔ نیز دیکھو بیلی صاحب ۴۸۴ ہ ۶۷)
مزید تمثیلات کے لئے دیکھو سید امیر علی کی شرع محمدی جلد اول صفحات ۵۷۹ تا ۵۸۲۔

یہ امر قابل بحث ہے کہ آیا اقرار بر بستر مرگ تا ثیر کا قاعدہ محض قاعدہ شہادت ہونے کی وجہ سے اینگلو محمڈن لا کے حیطہ سے باہر ہے۔ لیکن ہدایہ کتاب ۲۵ اقرارات میں اس کا ذکر آچکنے کے بعد کتاب ۵۲ نسبت اصایا میں اس کا ذکر پھر کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان مفتیان اس کی وراثت کا قانون اصل سمجھتے ہیں۔ یہ امر زیادہ تر درست معلوم ہوتا ہے کہ اس کو قانون اصل کی شاخ سمجھا جائے۔ کیونکہ جو خیالات اس مضمون سے پیدا ہوتے ہیں وہ دین اسلام کے بہت ہی متعلق ہیں۔

باب دوازدہم

ہبہ

۱۰ ۱۴۔ قانون شرع محمدی نسبت ہبہ جات اون قوانین کے رو سے جو پنجاب واودھ اور ممالک متوسط میں نافذ ہیں تسلیم کیا گیا ہے۔ اور برٹش انڈیا کے دیگر حصص میں عدل و انصاف اور نیک نیتی کے اصول پر عمل درآمد ہوتا ہے۔
ایک شخص مسلمان اپنی زندگی میں تمام جائداد دے سکتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی رواج یا شرط واجب العرض اس کے ایسا کرنے کی مانع نہ ہو۔ ۱۰۲ پنجاب ریکارڈ ۱۸۶۶ء۔

سوال یہ ہے کہ آیا شریعت کے مسائل نسبت ہبہ صرف اون ہبہ جات پر صادق آتے ہیں جن پر انگریزی کا مرادف لفظ حاوی ہے۔ یا اون تمام حالات پر جن کا ذکر شرع محمدی میں زیر بحث ہبہ کیا گیا ہے؟۔
دیکھنا یہ ہے کہ جن انتقال پر انگریزی لفظ مرادف ہبہ صادق آتا ہے وہ

شرع محمدی کے مطابق ہبہ ہے یا ہندوستان کے عام قانون کے بموجب بیع یا تبادلہ یا کوئی اور ایسا ہی معاہدہ ہے۔ لیکن اگر یہ قرار دیا جاوے کہ انتقال متنازعہ ہبہ ہے تو پھر اس کے جواز یا ناجواز گی کا فیصلہ شرع محمدی کے قواعد کے مطابق ہونا چاہیئے۔ (ولسن صاحب صفحہ ۳۳۲)۔

۱۱۴۔ ہبہ سے مراد حق ملکیت یا کسی دیگر قانونی حق کا انتقال بلامعاوضہ ہے

(بیلی صاحب صفحہ ۵۰۷)۔ ہدایہ صفحہ ۴۸۲ میں ہبہ کی تعریف بھی دی گئی ہے۔ شرع محمدی میں دو قسم کے ہبہ جات تسلیم کئے گئے ہیں۔ یعنی صدقہ و ہبہ دونوں صورتوں میں انتقال شئے موہوبہ بلاعوض ہوتا ہے۔ (ولسن صاحب صفحہ ۳۳۷)۔ صدقہ میں غرض خداوند تعالے کو خوش کرنے کی ہوتی ہے۔ لیکن ہبہ میں غرض کسی شخص کی طرف اظہار محبت ہوتا ہے۔ (بیلی صاحب کتاب ہشتم باب ۹)۔ انہوں نے صدقہ کا ترجمہ خیرات کیا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہبہ از قسم صدقہ کو خیرات سے مفہوم کیا جاوے۔ کیونکہ صدقہ بحق غریب اور دولتمند ہر دو ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ غرض خداوند تعالے کو خوش کرنے کی ہو۔

ہدایہ صفحہ ۴۸۱ میں ہبہ کی تعریف یوں لکھی ہے "جائداد کا انتقال جو بغیر تبادلہ کے فی الفور کیا جاوے"۔ بیلی صاحب صفحہ ۵۰۷ پر ہبہ کی یہ تعریف کرتے ہیں:۔ "ہبہ کے جو معنے قانون میں کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ کسی شئے مخصوصہ کے متعلق حق ملکیت بلاعوضانہ دیا جاوے"۔

ہبہ بالعوض سے مراد ہے۔ انتقال بعوض معاوضہ جو اوسی وقت دیا جاوے۔ اور ہبہ بشرط العوض سے مراد ہے۔ انتقال بعوض اقرار ادائے معاوضہ جو آئندہ کسی وقت ادا ہوتا ہے۔ لیکن یہ ہر دو اصطلاحات حیطہ اینگلو محمڈن لا سے باہر ہیں۔ ہبہ بالعوض بمثل بیع ہے۔ لیکن فرق صرف یہ ہے کہ ہبہ بالعوض کے متعلق حق شفع کا اندیشہ نہیں ہوتا (ولسن صاحب صفحہ ۳۳۸)

بمقدمہ ۴۸ کلکتہ ۱۸۴ = لاریورٹ ۲۔ انڈین اپیل ۱۹۲۱ میں پریوی کونسل نے قرار دیا کہ ایک دستاویز جس کے ذریعہ واہب نے اپنا حصہ زمینداری بہ معاوضہ زرنقد موہوب الیہ کو دیا تھا۔ ہبہ نہیں ہو سکتی۔ اگر قبضہ نہ دیا گیا ہو۔ لیکن ہبہ بالعوض ہو سکتی ہے۔

بشرطیکہ معاوضہ واقعی لیا گیا ہو۔ جو اس مقدمہ میں نہیں لیا گیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو ہبہ
ہذا بموجب شرع محمدی تمام مطالب کے لئے بمنزلہ بیع ہوتا۔ اس کی پیروی بمقدمہ ۲۸
الہ آباد ۹ ۳۴۳۔ لا رپورٹ ۳۰ ۳۔ انڈین اپیل ۶۸ کی گئی۔
جو ہبہ گذشتہ خدمات کے صلہ میں کیا جاوے وہ صرف ہبہ ہے نہ کہ ہبہ بالعوض۔
(مسٹر محمود ۱۱۔ الہ آباد ۱) جو ہبہ اراضی بحق زوجہ بالعوض مہر کیا گیا ہو وہ ہبہ بالعوض
ہے۔ اور اس لئے بلا حصول قبضہ جائز ہے۔ ۲۲ مدراس ۷۰۔ دیکھو میگناٹن
صاحب نظائر ہبہ مقدمہ ۱۶۔
ہبہ اور عاریت میں یہ فرق ہے کہ عاریت میں ملکیت منتقل نہیں ہوتی۔
(۳۔ الہ آباد صفحہ ۴۹۰)۔

۴۱۲۔ ہر ایک مسلمان جو عاقل ہو اور نابالغ نہ ہو اپنی جائداد کا ہبہ کر سکتا ہے۔
(ہدایہ صفحہ ۴۸۲)۔
ہبہ کے جواز کے لئے ضروری ہے کہ واہب بالغ ہو۔ سمجھ رکھتا ہو۔ آزاد ہو اور شئے
موہوبہ کا مالک ہو۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی صفحہ ۴۱) جلد اوّل۔
بقول ہدایہ ہبہ کی تین قیود ہیں (۱) نابالغی (۲) غلامی (۳) جنون (سید امیر علی
شرع محمدی صفحہ ۴۳ ۔ جلد اوّل۔
ایک کتخدا عورت بوجہ شادی کے اپنی جائداد منتقل کرنے سے ممنوع نہیں ہے
وہ اپنی جائداد کو ایسے طور پر استعمال کر سکتی ہے گویا کہ وہ ناکتخدا ہے۔ اسی طرح سے
بیوہ بھی اُس جائداد کو جو اُسے اپنے خاوند سے ورثہ میں ملی ہو۔ جس شخص کو
چاہے دے سکتی ہے۔ ۸ ویکلی رپورٹر ۴ ۸۔

**۴۱۳۔ اگر ایک شخص کوئی ہبہ اس نیت سے کرے کہ اُس کے قرض خواہاں
کو نقصان پہونچے یا اون کو وصولی میں تاخیر ہو تو ایسا ہبہ قرض خواہاں کی درخواست
پر باطل قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن ایسی نیت صرف اس امر سے قیاس نہیں کی جا سکتی۔
کہ اوس شخص کے ذمہ بوقت کرنے ہبہ کے کچھ قرضہ تھا۔**

۴ مدراس ہائی کورٹ رپورٹ ۵ ۵۴۔ ۴۲ ۸۔ ۴۴۶ ۹۔ ۱۱۔ انڈین اپیل ۱۰۔ ۱۰ [illegible]
میگناٹن صاحب صفحہ ۲۱۷۔ (مقدمہ ۱۵)۔ صفحہ ۵۱۰ (مقدمہ ۴۳)۔ امیر علی جلد اوّل [illegible]

دفعہ ۳۰۵ - ایکٹ انتقال جائداد شرع محمدی کے اس قاعدہ پر حاوی نہیں - ۶ مدراس ہائیکورٹ ۴۵۵ - ۶۸۴ - ۹ ۶ ۴ مسلک مالکی کے رو سے ایک شخص جو دیوالیہ ہو یا قرضہ میں مستغرق ہو بحالت حجر ہے اور وہ اپنی جائداد کا انتقال بلا معاوضہ نہیں کر سکتا - اس لئے اس مسلک کے بموجب ایسے دشمن کی طرف سے یہ ناقابل تاثیر ہے - لیکن حنفیہ شریعت کے مطابق ایسی کوئی ناقابلیت نہیں ہے - لیکن قاضی کو اختیار ہے کہ قرض خواہ کی درخواست پر ہبہ فسخ کر دے - اگر ہبہ قرض دھوکا دینے کے لئے کیا گیا ہو - شرع محمدی مسٹر امیر علی صاحب جلد اول صفحہ ۱۵۱ -

ایک شخص کا صرف مقروض یا حالات تنگی میں ہونا ایسے ہبہ کو ناجائز قرار نہیں دیتا - جو اس نے برضا خود کیا ہو - اور نہ ہی اس سے بد نیتی قیاس کی جاتی ہے لیکن یہ ثابت ہونا چاہیئے کہ ہبہ کے وقت دیون قابل ادائیگی موجود تھے - اور واہب اس حد تک مقروض تھا - کہ عدالت یہ قیاس کر سکے کہ اُن اشخاص کو جو واہب کے قرض خواہ تھے - نقصان پہونچانے کی نیت تھی - (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۱۵۱ نیز دیکھو ۲۵ ویکلی رپورٹر ۱۱۹ -

۴۱۴ - ایسے شخص کے حق میں ہبہ جو ہنوز وجود میں نہ آیا ہو باطل ہے - لیکن جو بچہ رحم مادر میں ہو اس کے حق میں ہبہ ہو سکتا ہے - بشرطیکہ وہ ہبہ سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو -

۹ بمبئی ۱۵۸ - ۲۶ کلکتہ ۱۳۲۴ -

۴۱۵ - ہبہ برخلاف وصیت کے واہب کی تمام جائداد کے متعلق ہو سکتا ہے - اور وارث کے نام پر بھی کیا جا سکتا ہے -

شرع محمدی کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی وصی بذریعہ وصیت اپنے وارثان کے حقوق کو ضرر نہ پہونچا سکے - اگرچہ وہ ایک خاص حصہ یعنی ایک ثلث غیر شخص کو دے سکتا ہے لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنی زندگی میں اپنی جائداد کلاً یا جزواً اپنے پسران میں سے ایک کو دے سکتا ہے - بشرطیکہ وہ خاص قواعد ملحوظ رکھے - ۲ کلکتہ ۴۱۸ - ۱۹۷ - ۳ انڈین اپیل ۹۱ - ۲۰۷ - ۱۱ مور انڈین اپیل

۱۷۔۵ - ۶۴۶ - ۵ - ۸ - ۲ - الہ آباد ۹۳۴ - ۹۴۴ - ۳۲ انڈین اپیل ۸ - ۶ - ۵
۳۴ - انڈین اپیل ۱۲ ۲ - ۲۲۱ - ۸ - ۲۸ الہ آباد ۲۶۷ - ۵ - ۴۵ ۷ - ۴۶ ۶ -
ایک مسلمان شخص اپنی تمام جائداد ہبہ کر سکتا ہے ۔

۱۶ام - جائداد منقولہ یا غیر منقولہ کے ہبہ کے جواز کے واسطے تحریر کی ضرورت نہیں ۔

۳ - الہ آباد صفحہ ۲۲۶ پریوی کونسل حسین واہب نے اپنی اراضیات مشخصہ مالگذاری اپنی زوجہ کو بذریعہ اظہار زبانی سات گواہان کے مواجہ میں دیدیں یہ صحیح ہے کہ اس نے یہ کہا تھا - کہ ہبہ اس مہر کے عوض میں کیا گیا ہے - جو اس کی زوجہ کو یافتنی تھا - ایسی صورت میں حقیقتاً یہ ہبہ نہ تھا - لیکن پریوی کونسل نے قرار دیا کہ خواہ مہر حقیقتاً یافتنی تھا یا نہیں - (جو امر متنازعہ تھا) چونکہ بعد ہبہ انتقال قبضہ ہو گیا - اس لئے یہ ہبہ جائز ہے - سرکاری مالگذاری کا ادا کرنا اور ایک مزارع کے خلاف ڈگری بیدخلی حاصل کرنا افعال قبضہ ہیں - نیز دیکھو بیلی صاحب صفحہ ۵۰۹ -

ہبہ تحریری یا زبانی کیا جا سکتا ہے - (سید امیر علی شرع محمدی صفحہ ۴۱ جلد اول -

۱۷ام - جائداد لائق تصرف کے ہبہ جات میں واقعی حوالگی قبضہ کے بجائے ہبہ نامہ کی رجسٹری ہبہ کو جائز نہیں کرتی اور نہ یہ ضروری ہے کہ قبضہ کے ساتھ ہبہ نامہ کی رجسٹری بھی کرائی جائے ۔

(۱۱ بمبئی ۵۱۷)

یہ امر قابل توجہ ہے - کہ ایکٹ انتقال جائداد کی دفعات ۱۲۲ تا ۱۲۸ شرع محمدی سے متعلق نہیں ہیں - اس لئے شرع محمدی کے رو سے ضروری نہیں کہ زیر دفعہ ۱۲۳ - ایکٹ مذکور ہبہ جائداد غیر منقولہ بذریعہ دستاویز رجسٹری شدہ کیا جاوے - ۸ ۲۸ الہ آباد ۲۱۲ -

لیکن ایکٹ رجسٹری[1] ۱۸۷۷ء کی دفعہ ۱۷ میں ایسا کوئی استثنا موجود نہیں ہے اور دفعہ مذکور کے رو سے دستاویز ہبہ نسبت جائداد غیر منقولہ کی رجسٹری

---

[1] اب ۱۶ ۱۹۰۸ء ہے -

لازمی ہے۔ پس جائداد غیر منقولہ کے متعلق ہبہ نامہ کی رجسٹری لازمی ہے۔
لیکن غیر منقولہ جائداد کے متعلق ضروری نہیں۔
ہبہ کا رجسٹری کرانا اگرچہ بمنزلہ قبضہ نہیں ہے لیکن اس سے واہب کی نیت
کا صریح اظہار ثابت ہوتا ہے۔ ۲۳ بمبئی ۲۸۲ - ۴۸۶ -
جہانکہ ایک مسلمان شخص ایک ہبہ تحریر کردے لیکن جائداد موہبہ کا قبضہ حوالہ
نہ کیا جاوے تو ہبہ بذات خود باطل ہے۔ ۶ الہ آباد - ۰ ۲۶ - ۲۲ - الہ آباد
لاجرنل ۹۴۱ - ۱۹۰۷ انڈین کیس ۲۲۲ -

۴۱۸۔ حق نالش ناقابل تصرف جائداد کا ہبہ ویسا ہی ہو سکتا ہے جیسا کہ قابل تصرف جائداد کا۔

شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اوّل صفحہ ۴۶۔
قرضہ جات۔ دستاویزات قابل انتقال۔ گورنمنٹ پرامیسری نوٹ۔ حق مالکانہ۔
حق زمینداری۔ اور جائداد جو پٹہ پر دی ہوئی ہو یا قرق ہو۔ ان سب کے متعلق
ہبہ ہو سکتا ہے۔ ۱۰ کلکتہ ۱۱۱۲ - ۱۱۲۵ - ۱۱۲۶ - ۱۱۲۷ - ۱۲ الہ آباد ۱۲۵ - ۱۲۷ -
کسی خانقاہ میں چڑھاوے کے ایک حصہ وصول کرنے کے استحقاق کا بھی ہبہ ہو سکتا
ہے۔ ۱۳ الہ آباد ۵۶۵ -
ہبہ سے مراد کسی شے کا عطیہ کرنا ہے۔ جس سے موہوب الیہ کو فائدہ
پہونچے۔ ہدایہ ۴۸۲ -
ہبہ کے قانونی معنے جائداد کے متعلق کسی حق کا بلا تبادلہ عطا کرنا ہے۔
بیلی صاحب صفحہ ۵۱۵ -
ایک وقت یہ خیال تھا کہ ہبہ کے لئے واقعی قبضہ کی ضرورت ہے۔ اور
اس غلط خیال کی بنا پر مقدمات مذکورہ بالا میں یہ سوال پیدا ہوا تھا۔ کہ جو
جائداد قابل تصرف واقعی ہو صرف اس کی نسبت ہبہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ
ایسی ہی جائداد پر واقعی قبضہ ہو سکتا ہے۔ لیکن مدت سے یہ خیال دور ہو گیا
ہے۔ اور اب یہ قرار دیا گیا ہے کہ جس شے پر واقعی قبضہ نہ ہو سکتا ہو
مثلاً حق نالش وغیرہ ایسی صورت میں واہب کو چاہیئے کہ ایسا عمل کرے جس

سے انتقال قبضہ کامل طور پر ظاہر ہو۔

۴۱۹۔ اگر شئے موہوبہ ناقابل تصرف جائداد یا محض حق نالش ہو۔ اور اس لئے ناقابل حصول قبضہ واقعی ہو۔ تو ہبہ اس طریق میں مکمل ہو سکتا ہے۔ کہ واہب کسی مناسب طریق میں تمام اختیارات جو اسے شئے موہوبہ پر حاصل ہوں منتقل کردے لیکن ایسی جائداد جس پر واہب اپنے واقعی قبضہ کا دعویدار ہو بذریعہ ہبہ منتقل نہیں ہو سکتی جب تک کہ واہب قبضہ حاصل کر کے حوالہ موہوب الیہ نہ کرے یا موہوب الیہ کو قبضہ حاصل کرنے کے لئے وسائل بہم پہونچائے

قرض خواہ کی طرف سے بحق مقروض کسی قرضہ کا معاف کیا جانا بمنزلہ مسدودی دیون ہے۔ اس لئے قواعد ہبہ نسبت منظوری و قبضہ اس پر حاوی نہیں ہیں۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ شرع محمدی کا قاعدہ یہ ہے کہ جائز ہبہ کے لئے قبضہ حوالہ کیا جائے لیکن سوال یہ ہے کہ کسی شئے کا قبضہ ہو۔ اگر واہب موہوب الیہ جس قدر وہ قبضہ دے سکتا ہو نہ دے تو ہبہ فاسد ہوتا ہے۔ شرع محمدی میں حق مرافق جائداد کے ہبہ کے برخلاف کوئی امر نہیں ہے۔ واہب کے لئے ضروری ہے جس قدر قبضہ اس کا ہو وہ حوالہ موہوب کردے۔ لیکن اس کا یہ منشاء نہیں کہ کوئی ہبہ باطل ہوگا۔ اگر واہب ایسا قبضہ حوالہ موہوب الیہ نہ کرے جو اسے خود حاصل نہیں۔ ۲۱ الہ آباد ۱۶۵۔

تمثیلات

(الف) ا اپنی زمین کے حقوق مالکانہ جو اس کے مزارعان کے قبضہ میں ہے ب ہبہ کرتا ہے۔ جب ا مزارعان کو ہدایت کرے کہ وہ اپنا لگان ب کو ادا کیا کریں۔ ہبہ مکمل ہو جاتا ہے۔ حقوق زمینداری کے متعلق اندراج نام کاغذات مال سے مکمل ہو جاتا ہے۔

ہمارے پاس کئی اسناد کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اور نیز درالمختار ۵ ص ۶۳ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ کوئی ہبہ جائز نہیں ہوتا۔ جب تک کہ شئے موہوبہ ہبہ کرنے کے وقت واہب کے قبضہ میں نہ ہو۔ پس جب کہ اراضی

غاصب کے قبضہ میں ہو یا مستاجر یا مرتہن کے قبضہ میں ہو تو یہ دی نہیں جا سکتی۔ کیونکہ ان حالات میں واہب اس شے پر قابض نہیں جس کے دینے کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن ہم خیال کرتے ہیں کہ یہ قاعدہ جو بلاشبہ کئی کتابوں میں جو کم و بیش مستند سمجھی جاتی ہیں درج ہے۔ جہاں تک اراضی کا تعلق ہے ایسی صورت میں متعلق ہونا چاہیئے۔ جب کہ واہب حق قبضہ نہ کہ حق بازگشت دینے کا اظہار کرے"۔ اس کے بعد فیصلہ میں یہ کہا ہے۔ کہ یہ شک ہے کہ آیا اسناد کا اصل منشاء یہی ہے۔ لیکن یہ امر یقینی ہے کہ اگر قانون کا یہی منشاء سمجھا جاوے تو اس ملک میں زمینداری یا دیگر مالکانہ حقوق کا انتقال بذریعہ ہبہ بالکل ناممکن ہو جائے گا۔ اس ملک میں اراضیات تقریباً ہمیشہ کسی نہ کسی کو پٹوں پر دی جاتی ہیں۔ اور زمیندار و رعیت قبضہ کے درمیان مزارعان کے چار یا پانچ مختلف درجہ ہوتے ہیں"۔ ۱۰ کلکتہ صفحہ ۱۱۲-۱۱۲۳-۱۱-نیز دیکھو ۲۲ ویکلی رپورٹر ۲۸-۱۵ بنگال لارپورٹ ۷۶-۲- انڈین اپیل ۸۷-

نیز ملاحظہ ہو ۹ بمبئی ۴۴۶ ۱- جس میں جسٹس ویسٹ کا یہ ریمارک ہے۔ کہ اگر اراضی مزارعان کے قبضہ میں ہو- اور واہب اون کو یہ کہہ دے کہ آئندہ تم موہوب الیہ کے ماتحت ہو تو یہ انتقال قبضہ ہے۔

اندراج داخل خارج ضروری نہیں۔ اگر دیگر شہادت حوالگی قبضہ کی موجود ہو ۱۱- الہ آباد ۴۶۰ و ۴۶۷- نیز دیکھو ۱۸- الہ آباد- ۱-

جو اراضی اجارہ پر دی ہوئی ہو اس کا ہبہ جائز طور پر اس طریق میں ہو سکتا ہے کہ موہوب الیہ کے حق میں اختیار وصولی لگان منتقل کیا جائے۔ (شرع محمدی سید امیر علی جلد اول صفحہ ۶۷)-

(ب) زید عمر کو ایک پرامیسری نوٹ ہبہ کرتا ہے۔ قاعدہ کے مطابق حوالگی اور عبارات ظہری کے ذریعہ سے اس نوٹ کے اصل روپیہ اور سود کی وصولی کا حق منتقل ہوتا ہے۔ جونہی کہ نوٹ پر عبارت ظہری تحریر کر کے موہوب الیہ کے حوالہ کیا جاوے- ہبہ مکمل ہو جاتا ہے۔

دبلی صاحب صفحہ ۵۰۷- ۱۱ مورز انڈین اپیل ۵۱۷ (صفحہ ۵۳۴)-

(ج) زید کا کچھ روپیہ بینک میں امانت میں جمع ہے۔ اس نے عمرو کو رسید جس پر الفاظ "نا قابل انتقال" درج ہیں حوالہ کی۔ اور کہا کہ میں غسل کر کے بینک میں جاکر تمہارے نام رسید منتقل کرا دونگا۔ لیکن اپنا منشاء پورا کرنے سے پہلے زید فوت ہوگیا یہ ہبہ جائز نہیں ہے۔ اور عمرو کو بینک کے برخلاف کوئی حق حاصل نہیں ہوتا۔

۲۵ کلکتہ ۹۔ اگر رسید ایسی دستاویز ہوتی جس سے حاصل بینک سے روپیہ کرسکتا تو بموجب تمثیل (الف) ہبہ جائز ہوتا۔

(د) زید نے ایک دستاویز ہبہ نسبت اراضی جو بکر کے قبضہ میں تھی بحق عمرو تحریر کی۔ لیکن زید اس اراضی کی ملکیت کا دعوے دار ہے اور اوس نے بکر کے برخلاف حصول قبضہ کی نالش کر رکھی ہے۔ دوران نالش میں زید فوت ہوگیا۔ ہبہ ناجائز ہے اور عمرو کو بکر کے برخلاف کوئی حق حاصل نہیں ہوتا۔

میگناٹن صاحب نظائر ہبہ۔ مقدمہ ۶۔ اس کا مقابلہ مقدمہ اسے کرنا چاہیئے۔

قاعدہ اول الذکر کی پیروی بمقدمہ ۱۱۔ الہ آباد کی گئی تھی اور موخرالذکر پر پریوی کونسل بمقدمہ ۱۵ کلکتہ ۶۸۴۔ انحصار کیا تھا۔

۲۰۴۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ ایک راہن اپنے حق انفکاک رہن کا نسبت ایسی جائداد کے جس پر ہبہ کے وقت مرتہن قابض ہو جائز ہبہ کرسکتا ہے۔

مقدمہ ۶ بمبئی ۷۰ ۵ کے پڑھنے سے بادی النظر میں اس سوال کا جواب نفی میں معلوم ہوتا ہے۔ اور سید امیر علی نے اپنی کتاب شرع محمدی جلد ۱ صفحہ ۷۶ پر ویسا ہی کہا ہے۔ لیکن ولسن صاحب کہتے ہیں کہ مقدمہ کو غور سے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر دراصل زیر تنقیح نہ تھا۔

لیکن دیکھو ۲۳ بمبئی ۶۸۲۔ ۱۱۔ الہ آباد ۱۰۔ ۲۱۔ الہ آباد ۱۶۵۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ہدایہ گریڈی صاحب کتاب ۱۹ صفحہ ۳۳۳۔ میں کہتے ہیں کہ مقروض اپنی ذمہ داری دوسرے کے پاس منتقل کرسکتا ہے۔ اور چونکہ جائداد قرضہ کی ضمانت ہوتی ہے منتقل الیہ بشرط ادائیگی قرضہ جائداد کو فک الرہن کرنے کا حق حاصل کرتا ہے۔ لیکن جب کہ جائداد مرتہن کے قبضہ

میں نہ ہو جیسا کہ اس ملک میں دستور ہے۔ اور جائداد پر بعض قرضوں کا بار ہوتا ہے۔ جس کے وہ مکفول ہوتی ہے۔ تو راہن کو پورا حق ہوتا ہے کہ اوس کو منتقل کر دے۔

ہائی کورٹ بمبئی نے بمقدمہ ۲۴ بمبئی ۱۲۹۶ میں ہبہ نسبت حق الفکاک رہن .. کو برقرار رکھا جب کہ راہن کی چھ قطعہ جائداد میں سے تین رہن تھیں جن پر مرتہن قابض تھا۔ اور اوس نے چھ قطعات کا ہبہ بحق د کر دیا تھا۔ اور تین قطعات جائداد پر جن پر مرتہن قابض نہ تھا د کا قبضہ کرا دیا تھا۔ ہائی کورٹ کلکتہ نے بمقدمہ ۹۴ کلکتہ ۸۶ قرار دیا ہے کہ جائداد بقبضہ مرتہن کا ہبہ جائز ہے۔

۱۲۱۴۔ ایسی جائداد کی نسبت جو بوقت ہبہ موجود نہ ہو ہبہ باطل ہوتا ہے۔

تمثیل

(الف) ا بحق ب وہ پھل جو اوس کے درخت کھجور سے پیدا ہوں ہبہ کرتا ہے ہبہ ناجائز ہے۔ بیلی صاحب ۵۰۸۔

(ب) ایک مسلمان اپنی زوجہ کے حق میں ایک دستاویز تحریر کر دیتا ہے جسکا منشاء زوجہ اور اس کے وارثان کو تادوام اس کے بعض جاگیر کی آمدنی میں سے للعہ سالانہ دینی کی ہو۔ ایسا ہبہ ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ ایسی آمدنی کے متعلق ہے جو آئندہ پیدا ہوگی۔ بیلی صاحب صفحہ ۵۰۸۔ ۲۲ بمبئی ۴۸۹۔

سید امیر علی اپنی شرح محمدی جلد اوّل صفحہ ۷۵ پر اس موخر الذکر فیصلہ سے اختلاف رائے کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس مقدمہ میں اس امر کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ کہ اصل اصول جس کی وجہ سے کوئی ہبہ فاسد ہوتا ہے صرف یہی نہیں ہے کہ قبضہ حوالہ نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ ہے کہ شئے موہوبہ قابل تعین نہیں تھی۔

دوسری شرط جائز ہبہ کے لئے یہ ہے کہ شئے موہوبہ کی قانونی مالیت ہو۔ (بحوالہ فتوائے عالم گیری (شرع محمدی سید امیر علی جلد اول صفحہ ۷۶۔

۲۲۴۔ ایسی جائداد کی نسبت ہبہ جو ایک دوسرے شخص کے قبضہ میں ہو اور جو واہب کے برخلاف اس کا اپنے آپ حقدار ظاہر کرتا ہو۔ ماسوا اس حالت کے کہ واہب قبضہ حاصل کر کے موہوب الیہ کو قبضہ دیدے۔ اور تمام ایسی کارروائی کرے جو ہبہ کے مکمل کرنے کے متعلق کی جاسکتی ہو تاکہ موہوب الیہ قبضہ حاصل کرے۔

تمثیلات

(الف) اَ نے بحق بؔ ایک دستاویز تحریر کردی جس کے رو سے ایسی اراضی کی نسبت حقوق ملکیت اوس کو عطا کئے جو جؔ کے قبضہ میں تھی۔ اور جس کے متعلق جؔ برخلاف اَ مخالفانہ دعوے دار تھا۔ اَ اراضی کے قبضہ حاصل کرنے سے پیشتر فوت ہو گیا۔ اَ کی وفات کے بعد بؔ نے جؔ پر حصول قبضہ کے لئے نالش کی۔ ایسی نالش نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ہبہ بؔ کے حق میں حصول قبضہ سے مکمل نہیں ہوا۔ ۱۲ بمبئی ۱۵۶۔ ۱۱ الہ آباد ۱۔ میگناٹن صاحب صفحہ ۲۰۱ مقدمہ ۵-۳-۲۔ مدراس ۱۲۰-۱۲۸-۸ تا ۱۳۱۔

(ب) اَ نے جائداد وغیرہ منقولہ کا ہبہ بحق بؔ کیا۔ بوقت تحریر ہبہ نامہ جائداد جؔ کے قبضہ میں تھی۔ جو اَ کے برخلاف قبضہ مخالفانہ کا دعوے دار تھا۔ بؔ نے جؔ پر حصول قبضہ کے لئے نالش کی۔ اور اَ کو مدعا علیہ شامل نالش کیا۔ اَ نے اپنے تحریری بیان سے بؔ کے دعوے کو تسلیم کر لیا۔ جؔ نے عذر کیا کہ ہبہ فاسد ہے۔ کیونکہ بوقت تحریر ہبہ نامہ اَ جائداد پر قابض نہ تھا۔ اور بؔ نے قبضہ حاصل نہ کیا تھا ہبہ جائز ہے۔ اگرچہ واہب نے قبضہ حوالہ موہوب الیہ نہیں کیا تھا۔ کیونکہ پریوی کونسل نے قرار دیا کہ ہبہ کے جواز کا سوال مابین واہب اور موہوب الیہ نہیں ہے جس فریق کی طرف سے یہ عذر اٹھا گیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ہر دو کے برخلاف قبضہ مخالفانہ کا دعوے دار بیان کرتا ہے۔ واہب جو کچھ ہبہ کو مکمل کر سکتی تھی اوسنے کیا ہے۔ وہ فریق ہبہ کے مکمل ہونے کو تسلیم کرتی ہے۔ ۱۱ کلکتہ ۱۲۱-۱۱ امونہ انڈین اپیل ۱۸ ۲ (مقدمہ بموجب دہرم شاستر) جس کی پیروی بمقدمہ ۱۵ کلکتہ ۶۸۴

۱۰۱ - ۲ - ۰ - ۶ = ۵ - ۱ - انڈین اپیل ۱۸ - (مقدمہ بموجب شرع محمدی) کی گئی -

۴۲۳ - کسی شے کے موہوب الیہ کو شے موہوبہ پر کوئی حق (اور نہ ظاہراً کوئی ذاتی دعوائے خلاف واہب) حاصل نہیں ہوتا - الا اوس صورت میں کہ شے موہوبہ پر واہب کی اجازت صریح یا مفہوم سے قبضہ حاصل کرے -

(بیلی صاحب صفحہ ۵۰۸) -

ہدایہ ۴۸۲ پر لکھا ہے کہ ہبہ کے جواز کے لئے ایجاب قبول اور قبضہ ضروری ہے - صرف ہبہ کا اظہار حوالگی قبضہ کی اجازت نہیں ہے - لیکن خاموشی بشرطیکہ قبضہ بلا حجت حاصل ہو - بمنزلہ رضامندی کے ہے - اگر قبضہ بعدازاں حاصل کیا جاوے تو ثابت ہونا چاہیئے - کہ واہب کی رضامندی سے حاصل کیا گیا تھا -

بیلی صاحب صفحہ ۵۱۳ -

میکناٹن صاحب نظائر ہبہ مقدمہ ۲۲ میں تحریر کرتے ہیں کہ "کتب فقہ میں یہ امر صاف لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مکان کسی دوسرے شخص کے نام بذریعہ ہبہ منتقل کرے - اور وہ خود اس میں رہے یا اس میں اپنا کچھ مال بھی رکھے تو ایسا ہبہ بوجہ نہ حوالہ کئے جانے اور نہ دلائے جانے قبضہ کامل کے ناجائز ہے - الا اس صورت میں جب زوجہ ایک مکان اپنے شوہر کے نام ہبہ کرے تو ایسا ہبہ صحیح تصور کیا جائیگا - گو وہ اپنے شوہر کے ساتھ اس پر دخیل رہے - اور اپنا کل مال اس میں رکھنے کے واسطے کہ زوجہ اور اس کا مال دونوں شوہر کے قبضہ جائز میں رہتے ہیں - علی ہذا القیاس بعض اہل فقہ کی رائے یہ ہے کہ باپ اپنے نابالغ بیٹے کے نام مکان ہبہ کرے - اور وہ خود اس پر دخیل رہے اور وہ اپنا اسباب اس میں رکھے تو ایسا ہبہ اس مسئلہ کے بموجب کہ باپ کا قبضہ جائداد موہوبہ پر مختار تاً تصور کیا جاتا ہے - جائز ہے - لیکن بعض اہل فقہ کو اس مسئلہ کی نسبت بھی اعتراض ہے - لیکن یہ امر صاف ظاہر ہے کہ باستثنا دو صورتوں کے مذکورہ بالا کے یعنی ہبہ جو زوجہ کی جانب سے شوہر کے نام یا باپ کی طرف سے نابالغ بیٹے کے نام عمل میں آئے - اگر کوئی شخص اپنا مکان دوسرے شخص کے نام ہبہ کرے تو ہبہ کے جواز کے لئے مکان کے

قبضہ سے دست بردار ہونا ضروری ہے اور مکان مذکور اس طور پر کلیتاً خالی کرے۔ کہ اپنی جائداد سے ایک تنکا تک وہاں نہ چھوڑے۔ اور اس کے استعمال اور نفع سے کسی طرح پر متمتع نہ ہو۔ اور اوس کو تمام وکمال موہوب الیہ کے حوالہ کردے"۔

امبئی ہائی کورٹ صفحہ ۱۵۷ میں قرار دیا گیا کہ جب شوہر نے بحق زوجہ ہبہ کیا ہو تو شوہر کا مکان کی کنجیاں حوالہ کر دینے کے بعد اسی مکان میں رہنا ہبہ کو ناجائز نہیں کرتا۔

اسی طرح ۱۱ مدراس ہائی کورٹ صفحہ ۴۵۵ میں ہبہ کامل سمجھا گیا تھا۔ گو کہ خاوند زوجہ کے حق میں مکان ہبہ کرنے کے بعد اسی مکان میں اس کے ہمراہ رہتا رہا اور گاہے گاہے مکان کی نسبت افعال مالکانہ عمل میں لاتا رہا۔

بمقدمہ ۹ بمبئی ۱۴۶ قرار دیا گیا کہ اگر ہر دو فریق ایک ہی مکان پر موجود ہوں تو خاص اظہار نیت سے ایک فریق کا قبضہ ہوجائیگا۔ اور دوسرا فریق بیدخل ہوجائیگا کسی واقعی دخل یا بیدخلی کی ضرورت نہیں اس کی پیروی بمقدمہ ۲۸ الہ آباد ۱۴۷ ۲۸ الہ آباد ۴۷۸ ۳۰ مدراس ۳۰۵ (جس میں ۱۹ مدراس ۴۳۲ سے تمیز کی گئی) کی گئی تھی۔

ہبہ کا رکن یہ ہے کہ واہب اظہار کرے کہ میں نے دیدیا ہے۔ کیونکہ اسی سے ہبہ ہوتا ہے۔ اور یہ صرف مالک کے فعل سے مکمل ہوتا ہے۔ قبولیت سے صرف موہوب الیہ کے حق میں ملکیت قائم کرنیکی غرض ہوتی ہے۔ لیکن ہدایہ کے روسے ہبہ کے لئے اظہار قبولیت دونوں ضروری ہیں۔ اور کفایہ کے روسے یہ دونوں امور ہبہ کے ارکان ہیں۔ درالمختار میں بھی ایسا ہی لکھا ہے لیکن عقائد کے ساتھ اس بارے میں متفق ہیں۔ کہ جہاں تک واہب کا تعلق ہے صرف اظہار کافی ہے۔

۲۴۴۔ ہبہ کے جواز کے متعلق ضروری ہے کہ۔

(۱) واہب کی طرف سے ہبہ کا اظہار قبول کیا گیا ہو۔

(۲) موہوب الیہ کی طرف سے ہبہ کو قبول کیا گیا ہو۔

(۱۴۲) اگر شے موہوبہ تصرف کے لائق ہو تو واہب کی طرف سے موہوب الیہ کو قبضہ کا دیا جانا۔ لیکن اگر شے موہوبہ ایسے تصرف کے قابل نہ ہو جیسے کہ حق نالش یا جسمانی جائداد ہے۔ تو ہبہ کی تکمیل ایسے فعل سے ہو سکتی ہے جس کے ذریعہ واہب کی طرف سے ملکیت بحق موہوب الیہ منتقل کیجا دے۔

۳۴ انڈین اپیل ۱۲/۲-۲۲۱-۲۲۲-۲۸-۳ الہ آباد ۷۲۲-۶-۵۴-۶-۶۴۶
۲ کلکتہ ۱۸۴-۱۹۷-۳-انڈین اپیل ۲۶۱-۳۰۷-۲۸-الہ آباد ۴۳۹
۳۳-انڈین اپیل ۶۸-۷۵-

توضیح- ہبہ نامہ کے رجسٹری کرانے سے حوالگی قبضہ ثابت نہیں ہوتا۔

تمثیلات

(الف) پرامیسری نوٹ کا ہبہ عبارت ظہری اور حوالگی سے مکمل ہو جاتا ہے۔
۱۱-موررز انڈین اپیل ۱۷-۵۴۴-۵۔

(ب) جو حقوق زمینداری کا ہبہ (جو زیر تحت گورنمنٹ ہوں) کاغذات کلکٹری میں اندراج نام سے مکمل ہو جاتا ہے۔ ۱۸-الہ آباد ۱۔

(ج) آ نے اپنی زوجہ کو ایک رسید نسبت زرامانت کے جو اس نے بینک میں جمع کرایا ہوا تھا دی۔ اور کہا کہ "میں غسل کرنے کے بعد بینک میں جا کر رسید تمہارے نام منتقل کرا دونگا" رسید کے اوپر حاشیہ پر الفاظ "ناقابل انتقال" درج ہیں۔ ا۔ انتقال کرانے سے پہلے فوت ہو گیا۔ قرار پایا کہ ہبہ فاسد ہے۔ ۲۵ کلکتہ ۹-۱۰-(چونکہ رسید ناقابل انتقال تھی۔ اس لئے واہب کا حق حصول روپیہ ازاں بینک صرف حوالگی رسید سے منتقل نہیں ہو سکتا)۔

(د) آ نے اپنے مملوکہ مکان کا ہبہ بحق ب کیا۔ لیکن ب کو کوئی قبضہ حاصل نہیں ہوا۔ لیکن ہبہ نامہ رجسٹری کرایا گیا۔
ہبہ نامہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ رجسٹری سے واہب کا قبضہ حوالہ کرنیکا نقص دور نہیں ہوتا۔ ۱۱ بمبئی ۵۱۷۔ جس کی پیروی ۲۳ بمبئی ۲۸۶ میں کی گئی تھی۔ ۳۰ مدراس ۵۱۹۔

ہدایہ ۴۸۲ - بیلی صاحب ۵۲۰ - ۵۲۲ -
یہ صریح ہونا چاہیئے - نہ کہ موہوم - اور مواہب کی نیت شے موہوبہ کو کلہم ترک کرنے سے ثابت ہونی چاہیئے - اور اگر واہب کسی قسم کا استحقاق مالکانہ استعمال کرادے تو ہبہ ناجائز ہوتا ہے - میگناٹن صاحب صفحہ ۵۱ - دفعہ ۸ -
ایک جائز ہبہ کے لئے جو امور بموجب شرع محمدی کے جائز ہیں وہ عقد یعنی (ہبہ کا کیا جانا) اور قبول کرنا یا اظہار اور اقبال اور نیز تملک ہیں - شرح محمدی کے احکام نسبت ہبہ کے متعلق قبضہ سے مراد ویسے قبضہ کی ہے - جبکی شے ہبہ کردہ قابل ہبہ کے بعد بھی قبضہ حاصل کر لینے سے ہبہ جائز ہوتا ہے - ۹ کلکتہ ۴۸ -
جبکہ جائداد موہوبہ کا قبضہ حوالہ موہوب الیہ نہ کیا جاوے تو ہبہ ناجائز ہے -
۶ الہ آباد ۶۰ -
اگر کوئی مسلمان ہبہ نامہ کے بموجب دعوے دار ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ ثابت کرے کہ شرع محمدی کے قواعد کی پیروی پوری طرح سے کی گئی ہے - گویا کہ وہ ثابت کرے کہ جہاں تک ممکن تھا قبضہ حوالہ کیا گیا تھا - ۸ الہ آباد ۹۳ - ۸ بمبئی ۹۴ - ۲۳ - انڈین اپیل ۶۸ و ۷۵ - ۳ - انڈین اپیل ۷۰۱ - ۲ - ۳۰ کلکتہ ۱۸۴ - ۱۹۷ - ۳۴ انڈین اپیل ۲۱۲ - ۲۲۱ - ۲۸ الہ آباد ۶۲۷ - ۵ بمبئی ۲۳۸ - ۲۴۲ -
ہبہ نامہ یہ اندراج کہ قبضہ حوالہ موہوب کیا گیا ہے واہب کے وارثان کو پابند کرتا ہے - ۱۱ - انڈین اپیل ۶۰ - ۱۶ - انڈین اپیل ۲۰۵
جہانکہ قبضہ بوقت ہبہ حوالہ نہ کیا گیا - مگر بعد ازاں حوالہ کیا جائے ہبہ اس تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ قبضہ حوالہ نہ کیا جاوے -
میگناٹن صاحب صفحہ ۵۰ - دفعہ ۴ - بیلی صاحب حصہ دوم ۲۰۷ - ۳۴ انڈین اپیل ۲۰۲ - ۲۲ - ۲۲۳ - ۸ - ۳ الہ آباد ۶۲۷ - ۲۴۶ - ۲۴۷ -
حوالگی قبضہ کے متعلق یہ امر قابل غور ہے کہ آیا شے موہوبہ قابل تصرف تھی یا نہیں - ۱۰ کلکتہ ۱۱۲ -
ہبہ کا انحصار اظہار و اقبال پر ہے - لیکن حوالگی قبضہ سے یہ مکمل ہوتا ہے -

(۱ - سلیکٹ رپورٹ ۵) -
موہوب الیہ کا قبضہ واہب کی اجازت سے ہونا چاہیئے - د شرع محمدی
مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۱۱۴) -
ایسی اجازت کے لئے صریحی ہونا ضروری نہیں (ایضاً صفحہ ۱۱۵) -
ہبہ کی تکمیل کے لئے قبضہ کا دینا ضروری نہیں (۵۰ پنجاب ریکارڈ ۱۹۱۲ء)
بروئے شرع محمدی ہبہ محض اس وجہ سے ناجائز نہیں ہوتا کہ موہوب الیہ
نے اس کو دستاویز کی تحریر اور رجسٹری کے وقت قبول نہیں کیا - (۱۰۶
پنجاب ریکارڈ ۱۹۱۲ء)

۴۲۵ - ہبہ بوساطت امین بھی کیا جا سکتا ہے - ایسے ہبہ کی صورت میں
اون ہی امور کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے - جن کو اوس ہبہ کی صورت میں ملحوظ رکھا
جاتا ہے جو براہ راست موہوب الیہ کے حق میں کیا جاوے - ماسوئے اسکے
کہ اس صورت میں ہبہ کو امین تسلیم کرتا ہے - اور شئے موہوبہ کا قبضہ
اس کے حوالہ کیا جاتا ہے -

۳۴ انڈین اپیل ۲۱۲ - ۲۱۸ تا ۲۲۴ - ۳۰ الہ آباد ۲۲۷ - ۲۳۶ تا ۲۳۸
۲۹ بمبئی ۲۶۷ - ۲۷۴ تا ۲۷۶ - ۳۴ بمبئی ۶۰۴ - ۶۱۳ بمبئی ۲۱۴ - ۲۵۹ -
۲۶۰ - ۳۴ کلکتہ ۹۳۳ - ۹۳۸ -

(ا) ایک شیعہ نے ایک ہبہ نامہ تحریر کر دیا جسکی رو سے اوسنے اپنی کچھ جائداد غیر
منقولہ بحق ب - ج - د لغرض مقاد زوجہ و طفلاں خود ہبہ کی - ہبہ نامہ منجانب
ا تحریر کیا گیا اور اوسکی رجسٹری کرائی گئی - ہبہ نامہ مذکور ب - ج و د کی
جانب سے تحریر نہ کیا گیا تھا - اور نہ ہی کوئی جائداد بنام امین ہائے کے
منتقل کی گئی - جبکہ ا بدستور اون پر قابض رہا اور انکی آمدن وصول کرتا رہا
اس صورت میں امینوں نے ہبہ کو تسلیم نہیں کیا تھا - نہ ہی قبضہ اونکے حوالہ
کیا گیا - اسلئے ہبہ باطل تھا - ۳۴ انڈین اپیل ۲۱۲ - ۲۱۸ تا ۲۲۴ - ۳۰ الہ آباد ۲۲۷ - ۲۳۶ تا ۲۳۸ -
امین ہائے کے شامل کرنیکی غرض صرف ہبہ کو عمل لانیکا وسیلہ بہم پہنچانیکی ہے - ۳۴ کلکتہ ۹۳۳ -
۹۳۸ - امینونکی رضامندی نسبت ہبہ - ہبہ نامہ کے تحریر کرنیسے ظاہر کی جانی چاہیئے -

۲۴۶ - (۱) ایسی جائداد غیر منقولہ کا ہبہ جو واقعی واہب کے قبضہ میں ہو مکمل نہیں ہو سکتا۔ جب تک واہب مکان سے اپنا تمام اسباب لیکر علیحدہ نہ ہو جائے اور موہوب الیہ اس پر دخل حاصل نہ کر لے۔ میگناٹن صاحب صفحہ ۲۳۱۔

(۲) ایسی جائداد غیر منقولہ کا ہبہ بقبضہ مزارعان ہو اس طرح سے بھی مکمل ہو سکتا ہے کہ واہب مزارعان سے درخواست کرے کہ وہ موہوب الیہ کو مالک تسلیم کریں۔ ۹ بمبئی ۱۴۶ - ۱۵۰ - ۲۹ بمبئی ۷۶۴ - ۷۷ - ۴ - ۲ کلکتہ ۱۹۷ - ۳ - انڈین اپیل ۲۹۱ - ۳۰۸۔

(۳) ایسی جائداد غیر منقولہ کا ہبہ جس میں بوقت ہبہ واہب اور موہوب دونوں رہائش رکھتے ہوں۔ اظہار و قبول سے مکمل ہو سکتا ہے۔ گو بموجب ضمن (۱) دخل نہیں دیا گیا ہو۔ ۹ بمبئی ۱۴۶ - ۲۲ بمبئی لاء رپورٹر ۲۲۹۔

تمثیل

ایک مسلمان عورت نے اپنے بھتیجے کے حق میں جس کی پرورش اس نے بطور پسر کی تھی۔ ایک مکان کے متعلق ہبہ نامہ تحریر کر دیا۔ بوقت ہبہ دونوں اس مکان میں رہتے تھے۔ لیکن واہبہ نہ تو بوقت تحریر ہبہ نامہ اور نہ ہی بعد ازاں مکان سے علیحدہ ہوئی۔ بلکہ اپنے بھتیجے کے ہمراہ مکان میں رہتی رہی انتقال جائداد بھی بھتیجا کیا گیا۔ اور کرایہ اس کے نام پر وصول کیا جاتا رہا بھتیجے کی وفات پر واہبہ نے نالش بغرض قرارداد اس امر کے کی کہ ہبہ بوجہ حوالہ نہ کئے جانے قبضہ کے نامکمل تھا۔ رجوع کی نالش خارج کی گئی۔ اور قرار دیا گیا کہ ہبہ مکمل ہو چکا تھا۔ اگرچہ قبضہ حوالہ نہیں کیا گیا۔ ۲۸ الہ آباد ۱۴۷ - ۳۰ مدراس صفحہ ۳۰۵۔

اگر ہر دو فریق ایک ہی مکان پر موجود ہوں تو خاص اظہار نیت سے ایک فریق کا قبضہ ہو جائیگا۔ اور دوسرا فریق بیدخل ہو جائیگا۔ کسی واقعی دخل یا بیدخلی کی ضرورت نہیں۔ ۹ بمبئی ۱۴۶ -

۴۲۷- شوہر کی طرف سے ایسے مکان کا ہبہ بحق زوجہ جس میں دونوں رہائش رکھتے ہوں فاسد نہیں ہے - صرف اسوجہ سے کہ شوہر اس مکان کا کرایہ وصول کرتا ہے یا اس میں رہائش رکھتا ہے -

ا- بمبئی ہائیکورٹ ۱۶۲ - ۶ مدراس ہائی کورٹ ۴۵۵ - ۱۳ بمبئی ۵۲ ۳ - ۴۰ ۳۱ - ۳۵۵ -

۴۲۸- اگر ہبہ باپ کی طرف سے اپنے نابالغ بچے کے حق میں یا ولی کی طرف سے اپنے وارڈ کے حق میں یا ایسے شخص کی طرف سے جو باپ کی حیثیت میں ہو کسی شخص کے حق میں کیا جاوے تو ایسے ہبہ کے جواز کے لئے قبضہ کی حوالگی کی ضرورت نہیں ہے -

ہدایہ ۴۸۴ بیلی صاحب ۸ ۵۳ - میگناٹن صاحب صفحہ ۱۵ - دفعہ ۹ -

اگر باپ یا کسی دیگر ولی کی نیت ہبہ کرنے کی ہو تو حوالگی قبضہ کی ضرورت نہیں ہے - اور اون کا قبضہ بعد ازاں منجانب نابالغ تصور کیا جاویگا - ۱۵- بنگال لا رپورٹر ۷۷ - ۸۷ - ۲- انڈین اپیل ۸۷ - ۴ - ۱۰ - جس کی پیروی ۱۳ کلکتہ ۱۱۳ میں کی گئی نیز دیکھو ویکلی رپورٹر ۱۸۶۴ صفحہ ۱۲۷ - ۱۲ مدراس ۴۶ - ۲۸ - الہ آباد ۱۴۷ ۲۹ بمبئی ۴۶۸ - ۷۹ ۴ - ۳۰ مدراس ۵۰ ۳ - مگر دیکھو ۱۹ مدراس ۳۴۳ -

نابالغ موہوب الیہ کی جانب سے واہب کا قبضہ حسب شرع محمدی بمنزلہ قبضہ موہوب الیہ کے ہوتا ہے - ۱۹ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۱ء جہاں کسی ہبہ کے جواز کی نسبت از روے شرع محمدی اعتراض کیا جاوے اور یہ ظاہر ہوا کہ موہوب الیہم ہبہ کے وقت نابالغ تھے - اور واہب اس کا باپ سرپرست تھا - وہاں غور طلب امر یہ ہوتا ہے کہ آیا باپ و سرپرست کی جانب سے واقعی اور نیک نیتی کے ساتھ ہبہ کرنے کا ارادہ تھا - کیونکہ اگر ہبہ ثابت ہو گیا تو قانون کی تعمیل بلا تبدیل قبضہ کے ہو گئی - اور جائداد کے مابعد کے قبضہ کو منجانب نابالغان تصور کیا جائیگا - ۲۰ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۱ء -

جب نابالغ کے نام ہبہ کیا جائے تو قبضہ باضابطہ کی ضرورت نہیں اور مجنون بھی بمنزلہ نابالغ متصور ہوتا ہے - ۴۷ پنجاب ریکارڈ ۱۸۶۷ء -

۴۲۹ - اگر ہبہ نابالغ یا مجنون کے حق میں کیا جاوے تو اس کے ولی کو قبضہ دینے سے یا نابالغ کو جو اس قدر عمر کا ہو کہ معاملہ کو سمجھ سکے قبضہ دینے سے ہبہ مکمل ہو جاتا ہے۔

ہدایہ ۴۸۴۔ بیلی صاحب صفحہ ۵۳۹۔ میگناٹن صاحب صفحہ ۵۱۔ دفعہ ۱۰۔ ہدایہ کے الفاظ یہ ہیں کہ اگر وہ معاملہ کو سمجھ سکتا ہے۔ کیونکہ ایسا امر اس کے فائدہ کے لئے ہے" جس کا منشاء بقول ولسن صاحب یہ ہے کہ وہ اس قدر سمجھ سکتا ہو کہ یہ ہبہ ہے۔

ابو حنیفہ کی رائے میں بالغ اور نابالغ میں کوئی تمیز نہیں ہے۔ شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۱۰۰)۔

اگر ہبہ ایک کتخدا دختر نابالغہ کے حق میں کیا جاوے جو اپنے شوہر کے پاس رہتی ہو تو شوہر کا قبضہ حاصل کر لینا کافی ہے (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۱۲۸)۔

سید امیر علی اپنی شرع محمدی جلد اول کے صفحہ ۱۳۱ پر بحوالہ فتاوائے قاضی خاں کہتے ہیں کہ اگر ایک عورت اپنے غیر مودی امہر کے متعلق جو اسے اپنے شوہر سے واجب الادا ہے۔ اپنی نابالغہ دختر کے حق میں ہبہ کرے تو اسے چاہئے کہ وہ دستاویز مہر نابالغہ کے واسطے کسی شخص کے حوالہ کر دے یا اس کی طرف سے مہر کی ادائیگی کی تسلی کرا دے۔

اگر ہبہ کسی غیر شخص کی طرف سے کیا جاوے تو باپ نابالغ قبضہ لے سکتا ہے۔ اگر باپ فوت ہو گیا ہو یا موجود نہ ہو باپ کا وصی اگر وہ بھی نہ ہو تو دادا یا دادا کا وصی۔ اگر ان میں سے کوئی بھی نہ ہو تو ایسا شخص جو ولی مقرر کیا گیا ہو یا جس کے پاس نابالغ رہتا ہو۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۱۳۱)۔

ایک ایسا بچہ جس نے سن رشد حاصل نہیں کیا۔ لیکن معاملہ کو سمجھ سکتا ہے۔ اور جانتا ہے کہ کونسی بات اس کے فائدہ کے لئے ہے۔ ہبہ کو قبول کر سکتا ہے۔ اگرچہ اس کے ولی نے نامنظور کر دیا ہو۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی صفحہ ۱۳۳)۔

۴۳۰ - اگر شئے موہوبہ موہوب الیہ کے قبضہ میں ہو تو اس کے لئے ضروری

نہیں کہ جدید تصرف حاصل کرے۔ تاکہ انتقال ملکیت مکمل ہو جائے۔ لیکن ایک کارندہ کا کسی جائداد کا کرایہ وصول کرنا ایسا تصرف نہیں ہے۔ جس کی بناء پر اپنے مالک سے جائداد مذکور بلا حصول تصرف و دخل بطور ہبہ حاصل کر سکے۔

تمثیلات

(الف) ایسی جائداد کا انتقال جو ضامن۔ امین۔ مزارعہ۔ کرایہ دار۔ مرتہن یا گرو دارندہ کے قبضہ میں ہو بلا حوالگی قبضہ بھی مکمل ہو جاتا ہے۔ ہدایہ ۴۹۴۔ بیلی صاحب ۵۲۲۔

(ب) ا نے اپنا مکان اپنے اوس ملازم کے حق میں کیا جو کرایہ وصول کیا کرتا تھا۔ لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ واہب نے کوئی ایسا فعل کیا جس سے قبضہ کا حوالہ کیا جانا ثابت ہو۔ ہبہ فاسد ہے کیونکہ ملازم یا کارندہ جو کرایہ وصول کرتا ہو۔ اوس جائداد پر قابض نہیں کہا جا سکتا۔ کہ جس کا وہ کرایہ وصول کرتا ہے۔ ۵ کلکتہ لا رپورٹر ۹۱ ہدایہ ۲۸۱۔ بیلی صاحب صفحہ ۵۱۴۔

۳۱۴۔ جائداد منقولہ یا غیر منقولہ کے غیر منقسمہ حصہ کو مشاع کہتے ہیں۔ اور بہ تبعیت قواعد مندرجہ دفعات ۳۲ لغایت ۳۴ جائداد کے غیر منقسمہ حصہ کا ہبہ فاسد ہے۔

تمثیل

اراضی بغیر اوس فصل کے جو اس پر استادہ ہو ہبہ نہیں ہو سکتی۔ اور نہ کھجور کا درخت بغیر پھل کے اور نہ مکان یا مرکب تری جس میں واہب کا کچھ اسباب ہو بغیر اسباب کے ہبہ ہو سکتا ہے۔ میگناٹن صاحب صفحہ ۲۰۰-۵۰۔ بیلی صاحب صفحہ ۵۰۸-۵۱۲۔ ہدایہ ۴۸۳۔ ہدایہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جائداد کے مشاع ہونے کی بناء پر اعتراض کرنا مسلک شافعی نے مطلق تسلیم نہیں کیا۔ لیکن حنفیوں نے اس اعتراض کو دو وجوہات سے تسلیم کیا ہے۔

(۱) ہبہ کی صورت کے قبضہ کا صریحاً حکم ہے۔ لیکن قابل تقسیم اشیاء کے غیر معین حصہ کا قبضہ ہونا عملی طور پر ناممکن ہے۔ کیونکہ ایسی شے کا قبضہ حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔ سوائے اس کے کہ اس کے ساتھ کوئی ایسی شے دی جائے جو ہبہ نہیں ہوگی۔

(۲) اگر شے قابل تقسیم کی جزو کا ہبہ بغیر علیحدگی کے جائز ہو تو ضروری نتیجہ یہ ہوگا کہ واہب کو ایک ایسا فعل کرنا پڑے گا۔ جس کا کرنا بر وقت ہبہ اس پر لازم نہیں یعنی اس کو تقسیم شے کرنی پڑے گی جو ممکن ہے کہ اس کے حق میں مضر ہو۔

بمقدمہ ۱۱۔الہ آباد ۴۰۰۔ پریوی کونسل کی رائے تھی کہ مسئلہ ناجوازی ہبہ مشاع سوسائیٹی کی ترقی پذیر حالت کے ناموافق ہے۔ اور نہایت محدود صورتوں میں اس کا عمل درآمد ہونا چاہیئے۔

نیز دیکھو میگناٹن صاحب نظائر ہبہ ۲۱۔

شافعی مسلک کے مطابق کسی جائداد کے (مشاع) غیر منقسمہ حصہ کا ہبہ جائز ہے۔ خواہ وہ قابل تقسیم ہو یا نہ۔

شریعت شیعہ کے بموجب قابل تقسیم جائداد کے غیر منقسمہ حصہ کا ہبہ جائز ہے۔ اور اسی طرح دو اشخاص کے حق میں مشترکہ ہبہ جائز ہے۔ خواہ وہ شرائط جو حنفی مسلک کے رو سے عائد کی جاتی ہیں پوری ہوں یا نہ ہوں۔ (۴ ممالک مغربی و شمالی ہائی کورٹ صفحہ ۱۵۵)۔

ہر ایک غیر منقسمہ اشتراکی شے جس پر ایک سے زائد اشخاص کا تصرف ہو مشاع ہے۔ (سید امیر علی شرع محمدی جلد اول صفحہ ۸۷)۔

شرع محمدی کا اصول نسبت ناجوازگی ہبہ مشاع ایسے ہبہ پر حاوی نہیں ہے۔ جس میں موہوب الیہ نے غیر منقسمہ حصہ کا قبضہ حاصل کیا ہو۔ (۴۱ پنجاب لارپورٹ ۱۹۰۱ء)۔

عام اس کے کہ غیر منقسمہ جائداد کا ہبہ بروئے شرع محمدی جائز ہو کہ نہ ہو اس کے رو سے جو قبضہ دیا اور لیا جائے جائداد کو موثر طور پر منتقل کرتا ہے۔ ہبہ نامہ میں واہب کا یہ اظہار کرنا کہ موہوب الیہ کو قبضہ دیا گیا ہے۔ واہب اور دن تمام اشخاص کو پابند کرتا ہے جن کو کہ بطفیل اس کے دعوائے ہو۔ باپ کی جانب سے ہبہ۔ پسروں۔ پوتوں اور بہوؤں کے حق میں زمین۔ مکانات اور دکانات کے ہبہ بذریعہ رجسٹری دستاویز ہبہ جن پر باپ موہوب الیہم کے ساتھ مل کر قابض تھا۔ اور بعد میں موہوب الیہم کو سالم قبضہ دیدیا تھا جائز ہبہ ہے اور شرع محمدی کے مطابق ہے (۱۰۷ پنجاب ریکارڈ ۱۹۱۲ء)۔

۴۲۲۔ ایسی شے کے غیر منقسمہ حصہ کا ہبہ جو قابل تقسیم نہ ہو یا جو ایسی ہو کہ غیر منقسمہ ہونے سے اُس سے زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے جائز ہے۔ (ہدایہ ۴۸۳)۔

(الف) نے جو مالکہ مکان تھی۔ (ا) اپنے مکان کا ہبہ حصہ حق مرافق سیڑھی جو اُسے ملحقہ مکان کے مالک کے ساتھ مشترکہ حاصل تھا۔ بحق (ب) ہبہ کیا۔ اُسکے غیر منقسمہ حق مرافق سیڑھی کا ہبہ اگرچہ از قسم

مشاع ہے۔ جائز ہے۔ کیونکہ سیڑھی قابل تقسیم نہیں ہے۔ ۵ - الہ آباد ۵۸۷۔
شرع محمدی مولفہ بیلی صاحب صفحہ ۵۱۲ پر جائداد ناقابل تقسیم کی یہ مثالیں دی ہیں چھوٹا مکان چھوٹا حمام۔

مسمات مبارک النسا اور دیگر کسان ایک گھر اور ٹکڑہ زمین غیر منقسمہ میں شریک تھے مسمات مبارک النساء نے اپنا نصف حصہ مدعا علیہ کو دیدیا۔ مدعیان نے بحیثیت اس کے ورثاء کے بعد وفات اس کی کے تنسیخ ہبہ کے لئے نالش کی۔ تجویز ہوا کہ اگر مکان اور زمین کی تقسیم بہ حفاظت جملہ مفاد کے جو بیشتر تقسیم حاصل ہو سکتے تھے۔ ہو سکے تو ہبہ ناجائز ہے۔ ۵۰ پنجاب ریکارڈ ۱۸۷۲ء۔

ایک مسلمان لاولد مالک نے اپنی زمین جو ایک جزو کھاتہ مشترک کی تھی اپنے نابالغ بھانجے کے نام ہبہ کر کے اس کے نام داخل خارج کرا دیا۔ قرار پایا کہ چونکہ واہب کا حصہ جائداد میں قطعی اور علیحدہ جائداد سمجھے جانے کے قابل تھا۔ اس لئے اس حصہ کا ہبہ غیر منقسمہ شئے ہبہ نہ تھا۔ اور اس واسطے وہ شرع محمدی کے قانون مشاع کا پابند نہ تھا۔ نیز قرار دیا گیا کہ گو قانون مشاع کے بموجب ہبہ ناجائز بھی تھا۔ اور مقدمہ میں یہ قباحت واہب نے رفع کر دی تھی۔ یعنی اپنے قبضہ کو نابالغ موہوب الیہ کا قبضہ سمجھے جانے کے واسطے جو کچھ کرنا ممکن تھا وہ سب اس نے کر دیا تھا۔ ۹ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۱ء۔

۳۴۴۔ ایسی جائداد کے جو قابل تقسیم ہو غیر منقسم حصہ یعنی مشاع کا ہبہ فاسد ہوتا ہے لیکن باطل نہیں۔ چونکہ ایسا ہبہ فاسد ہوتا ہے۔ اور وہ باطل نہیں اس لئے یہ بعد ازاں بذریعہ تقسیم موہوب کو جو حصہ ہبہ کیا گیا ہو تقسیم کر کے دینے سے مکمل اور جائز کیا جا سکتا ہے۔

استثنیٰ۔ مفصلہ ذیل حالات میں ایک غیر منقسمہ حصہ کا ہبہ جائز ہوگا۔ اگرچہ ایسا حصہ جائداد قابل تقسیم کا ہی ہو وقت ہبہ سے جائز ہے۔ خواہ حصہ تقسیم نہ کیا گیا ہو اور موہوب کے حوالہ نہ کیا گیا ہو۔

(۱) جب کہ ہبہ ایک شریک وارث کی طرف سے دوسرے شریک کے حق میں ہو۔
(۲) جب کہ ہبہ زمینداری یا تعلقہ کے حصہ کے متعلق ہو۔
(۳) جب کہ ہبہ جائداد معافی کے متعلق ہو جو کسی بڑے تجارتی شہر میں واقعہ ہو۔
(۴) جب کہ ہبہ حصص اراضی کمپنی کے متعلق ہو۔

آ نے اراضی کا اپنے حصہ غیر منقسمہ ہبہ بحق ب کیا۔ اور ہبہ کے وقت حصہ تقسیم نہ کیا گیا لیکن بعد ازاں تقسیم ہوکر قبضہ حوالہ ب کیا گیا۔ ہبہ اگرچہ بوقت تحریر فاسد تھا۔ لیکن بعد ازاں حوالگی قبضہ سے جائز ہوگیا۔ ۱۱۔ الہ آباد ۴۶۰ ۔ ۱۶ انڈین اپیل ۲۰۵۔ ۲ بمبئی لار پورٹ ۱۰۴۳۔ ۴۰۔ الہ آباد ۲۵۰ ۔ ۸ ۳ کلکتہ ۵۱۸ ۔

ایک مسلمان عورت ماں ۔ پسر اور دختر وارثان چھوڑ کر مرگئی ۔ ماں اپنے غیر منقسمہ حصہ کا ہبہ بحق پسر یا دختر ہر دو کو جائز طور پر کر سکتی ہے ۔ ۵ ا کلکتہ ۶۸۴ ۔ ۷۰ ۔ ۱۵ ۔ انڈین اپیل ۸۱ ۔

آ ۔ ب اور ج ایک زمینداری حصہ دار ہیں ۔ ہر ایک کے حصہ پر علیحدہ علیحدہ مالیہ سرکاری مقرر ہے ۔ اور کاغذات بندوبست میں علیحدہ علیحدہ نمبر درج ہیں اور ہر ایک حصہ کے مالک کو حق حاصل ہے وہ رعیت سے علیحدہ علیحدہ لگان وصول کرے ۔ اوسنے اپنے حصہ کا بلا کرائے تقسیم ہبہ ش کے حق میں کر دیا ہبہ جائز ہے ۔ کیونکہ قانون مشاع ایسے ہبہ سے متعلق نہیں ہے کیونکہ حصہ باقی جائداد سے علیحدہ شدہ ہے ۔ ۱۵ بنگال لار پورٹ ۲۶۷ ۔ انڈین اپیل ۸۷ ۔ ۲۸ کلکتہ ۵۱۸ ۔ ۲ ۔ الہ آباد ۹۳ ۔ ۵ ۔ الہ آباد ۲۸۵ ۔ آ کا ایک مکان رنگون میں تھا ۔ اس نے اوس کا ایک ثلث بحق ب ہبہ کیا ۔ ہبہ جائز ہے کیونکہ مکان ایک بڑے تجارتی شہر میں واقعہ ہے ۔ ۳۵ کلکتہ ۱ ۔ ۴۳ ۔ انڈین اپیل ۱۶۷ ۔

ہدایہ ۴۸۳ بیلی صاحب ۵۱۵ ۔ ۵۱۷ ۔

مقدمہ ۲۴ مدراس ۱۵ ۱۵ بہنیسن صاحب حاکم نے قرار دیا کہ قانون مشاع صوبہ مدراس میں نافذ نہیں ہے ۔ لیکن ۳۰ مدراس ۵۱۹ میں قرار دیا گیا کہ یہ رائے درست نہ تھی ۔

قانون مشاع صرف انتقالات ہبہ سے متعلق ہے ۔ اور ہبہ بالعوض سے متعلق نہیں ہے ۔ ۳۱ ۔ بمبئی ۲۷۱ ۔

مقدمات نسبت غیر منقسمہ حصہ اراضی کے مقررہ حصہ جداگانہ وصول کرنے اور جمع کرنے پر مشاع کا اعتراض صادق نہیں آتا ۔ ۲ ۔ الہ آباد ۹۳ ۔ ۵ ۔ الہ آباد ۲۸۵ ۔

مستثنیٰ (۱) دیکھو میکناٹن صاحب نظائر ہبہ مقدمہ نمبر ۱۲ ۔

اُس مقدمہ میں ایک جائداد کے دو مشترک مالکوں میں سے ایک نے اپنا حصہ دوسرے کے حوالہ کر دیا تھا ۔ حکام قانون نے قرار دیا کہ غیر معین کا جو اعتراض نظیر ہذا میں حقوق دو فریق کے خلط ملط ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے ۔ اور جس کی وجہ سے انتقال ناجائز ہو جاتا ہے ۔

پایا نہیں جاتا۔ لیکن حکام موصوف نے یہ بھی تحریر کیا کہ مقدمہ ہذا میں یہ قیاس کیا گیا ہے کہ جائداد متنازعہ میں واہب اور موہوب الیہ کے سوا اور کوئی شخص حق مالکانہ رکھتا تھا۔ اس مقدمہ کی پیروی ۳۰ ویکلی رپورٹر فیصلہ دیوانی صفحہ ۲۷ میں کی گئی۔ جس میں صرف دو مشترک مالکان تھے۔ یعنی واہب اور موہوب الیہ۔

بمقدمہ ۱۵ اکلکتہ صفحہ ۶۸۴ ۔ اس قدر خفیف فرق تھا کہ اس مقدمہ میں ۱۰ ورثاء میں سے ایک نے قبل از تقسیم اپنا حصہ دوسرے شریک کو دیدیا تھا۔ لیکن پریوی کونسل نے یہ خیال کیا کہ مشترک مالکان کی تعداد سے کچھ فرق نہیں آتا۔ جب تک کہ واہب کے سوا باقی سب موہوب الیہم ہوں۔

مستثنیٰ ۔ (۲) - ۲ - الہ آباد صفحہ ۹۳ اور ۵ - الہ آباد صفحہ ۲۸۵ میں قرار دیا گیا کہ مشاع کا کا اعتراض ایسے مقدمات میں صادق نہیں آتا (نیز ملاحظہ ہو ۱۱ کلکتہ صفحہ ۱۵ ۱۱) - قانون مشاع ایسے ہبہ سے تعلق نہیں رکھتا ہے کہ جس میں قبضہ غیر منقسمہ کا موہوب الیہ کو مل چکا ہو۔ ۱۹ پنجاب ریکارڈ ۱۸۹۴ء۔

سید امیر علی بحوالہ فتاوائے عالمگیری لکھتے ہیں کہ مشاع کا ہبہ جو قابل تقسیم نہ ہو شریک حصہ دار یا غیر کے حق میں جائز ہے ۔ لیکن قابل تقسیم شے مشاع کا باطل ہے ۔ خواہ وہ شریک یا غیر شریک کے حق میں کیا جاوے ۔ شرع محمدی سید امیر علی جلد اول صفحہ ۷۷ ۔

شریعت شیعہ کے بموجب ہبہ نسبت مشاع جائز ہے ۔ خواہ ہبہ ایسی جائداد میں حصہ ہو جو قابل تقسیم ہو ۔ بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۲۰۴ ۔

۳۳۴ ۔ ایک قابل تقسیم شے کا ہبہ بحق دو اشخاص تمام اشیاء کے رو سے جائز ہے خواہ ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ اپنے امر کا قبضہ حاصل نہ کیا ہو بشرطیکہ موہوب الیہم مفلس اشخاص ہوں اور ہبہ بغرض صدقہ کیا جاوے ۔

لیکن ہبہ فاسد ہے ۔ اگر ہر ایک موہوب الیہم اپنے اپنے حصہ کا قبضہ حاصل نہ کریں ۔ لیکن حالات ذیل میں اختلاف رائے ہے ۔

(۱) آیا اگر صدقہ بحق دو دولتمند اشخاص کیا جاوے تو اس کی حالت بھی وہ ہوگی ۔ جو بصورت بحق دو مفلس اشخاص کے تھی ۔

(۲) کیا ناجوازگی ہبہ کے بعد علیحدہ علیحدہ حصہ کا قبضہ لینے سے مسدود ہو سکتی ہے ۔ یا

کہ جو الگی قبضہ سے پیشتر تقسیم ہونی چاہیئے۔

آ نے اپنے مکان کا ہبہ بلا کسرت تقسیم کے بحق ب و ج کے کیا۔ بعد ازاں ب اور ج نے مکان کو تقسیم کر لیا۔ اور ہر ایک نے اپنا جدید قبضہ حاصل کر لیا۔ ہبہ اس تقسیم سے جائز ہو جاتا ہے ہدایہ ۴۸۵۔ بیلی صاحب ۵۲۴۔ میگناٹن صاحب نظائر ہبہ مقدمہ ۱۲۔ لیکن یہ اصول صدقہ پر حاوی نہیں ہے۔

شیعہ ۔ مسالک کے رو سے دو اشخاص کے حق میں کسی شے کا ہبہ جائز ہے۔ خواہ اوس وقت یا بعد ازاں تقسیم نہ کی گئی ہو۔ بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۲۰۵۔

امام ابو یوسف اور امام محمد کی رائے میں ایسا صدقہ جائز ہے۔ خواہ علیحدہ قبضہ نہ دیا گیا ہو۔ اور موہوب الیہ دولتمند ہو یا غریب۔ امام ابو حنیفہ کی رائے میں ایک رپورٹ کے مطابق ایسا صدقہ ناجائز ہے۔ اور دوسری رپورٹ کے رو سے جس کی نسبت ہدایہ میں لکھا ہے کہ یہ عام قبول اصول ہے۔ اگر صدقہ بحق غربا ہو تو جائز ہے۔ اور اگر بحق دولتمند ہو تو ناجائز۔ میگناٹن صاحب کی بھی یہی رائے ہے۔

جو الگی قبضہ سے پہلے تقسیم قبضہ کے متعلق ملاحظہ ہو۔ میگناٹن صاحب مسائل ہبہ ۷۔ اور نظائر ہبہ مقدمہ نمبر ۵۔ اس مقدمہ میں ہبہ کے بعد تقسیم کی گئی تھی۔ اور حکام قانون نے عدالت ابتدائی کو یہ مشورہ دیا تھا کہ پہلا نقص بعد کی تقسیم سے رفع ہو گیا ہے۔ لیکن جن حکام قانون سے عدالت صدر نے مشورہ لیا انہوں نے رائے دی کہ یہ نقص رفع نہیں ہوا۔

نیز ملاحظہ ہو ۳۰۔ الہ آباد ۲۰۰ جس میں امر ہذا متنازعہ تھا۔ لیکن فیصلہ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور مقدمہ کا تصفیہ عام قاعدہ کے بموجب کیا گیا ہے۔

شرع محمدی کے بموجب گو مسلمان قانون دانوں میں باہم اس ہبہ کے جواز کی نسبت اختلاف رائے ہے جو تقسیم کے لائق جائداد کا دو یا زیادہ شخصوں کے نام کیا جاوے۔ مگر ویسا ہبہ کالعدم نہیں ہوتا۔ اور قبضہ سے وہ قباحت جاتی رہتی ہے۔ جو موہوب الیہم کے حصص کی تقسیم نہ ہونے کے سبب پیدا ہوتی ہے۔ ۷۰ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۲ء۔

۳۵ہم ۔ اگر ہبہ بہ تبعیت ایسی شرط کے کیا جاوے جو کسی آئندہ معین یا غیر معین وقت پر وقوع پذیر ہونی ہو تو ہبہ فاسد ہے۔

دبیلی صاحب صفحہ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۲۸۔ الہ آباد ۲۴ ۳۔ ۵ ہم ۳۔ میگناٹن صاحب صفحہ ۵۰۔

ا نے ایک ہبہ نامہ ب کے نام کیا جس میں الفاظ ذیل درج کئے:- "جب تک میں زندہ رہوں جائداد پر میرا قبضہ اور تصرف ہوگا۔ اور میں کسی کے پاس جائداد کا ہبہ یا بیع نہیں کرونگا۔ اور میری وفات کے بعد تم مالک ہو گے" ایسا ہبہ ناجائز ہے۔ کیونکہ قبضہ حوالہ نہیں کیا گیا۔ اور اس کا عمل بعد وفات کے ہوتا ہے۔ ۹ کلکتہ ۱۳۰۸۔ ۱۰ مدراس ۱۹۶۔ ق نے اپنے بھائی کے حق میں بدیں شرط ہبہ کیا کہ اگر اس کا کوئی پسر نہ ہوگا تو وہ مالک ہوگا فاسد ہے۔ کیونکہ اس کا عمل کسی آئندہ غیر معین وقت پر ہوتا ہے۔ ۷ بمبئی لاء رپورٹ ۲۰۶۔ نیز دیکھو ۲۲ بمبئی ۴۸۹۔

جس ہبہ کا انحصار کسی ایسی شرط پر ہے کہ جو کسی آئندہ وقت میں وقوع پذیر ہوتی ہے وہ تمام اسناد کے مطابق فاسد ہے۔ لیکن جس ہبہ کے ساتھ کوئی شرط لگائی گئی ہو۔ اوس کے متعلق شیعہ اور حنفیہ مسالک میں اختلاف رائے ہے۔ حنفیہ مسلک کے مطابق ہبہ جائز ہوگا۔ لیکن شرط باطل۔ شیعہ مسلک کے رو سے اگر شرط ہبہ کا لوازم ہو تو ہبہ اور شرط دونوں جائز ہیں۔ لیکن اگر ہبہ کا انحصار ہی شرط پر ہو تو دونوں ناجائز ہیں۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۱۳۳ و ۱۳۴)۔

شرط کے ناجائز ہونے پر ہبہ فاسد نہیں ہوتا (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۱۴۱۔ ہبہ بہ تبعیت کسی شرط کے نہیں ہونا چاہیئے مثلاً زید کے داخل ہونے پر خالد کی آمد پر بیلی صاحب ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ہبہ منجانب ایک شیعہ بحق ا تا بعین حیات اُن ا کے بعد اولاد نرینہ فوت ہو جانے کی صورت میں بحق ب جہاں تک ب کا تعلق ہے بہ تبعیت شرط کے ہے۔ اور اس لئے فاسد ہے۔ ۲۷ بمبئی ۲۱۴۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ایک تازہ ترمقدمہ رو بر پریوی کونسل میں ایک شیعہ نے ہبہ بحق زوجہ خود کیا اور اس کی وفات کے بعد بحق اون طفلان خود کے جو بوقت اس کی وفات کے زندہ ہوں۔ ویرلارڈ شپ نے قرار دیا کہ ہبہ بحق طفلان تابع شرط کے تھا۔ لیکن اونہوں نے اس کے جواز کی نسبت کسی دوسرے کا اعتبار نہ کیا۔ ۳۴۔ انڈین اپیل ۲۱۲۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۸ الہ آباد ۶۲۷۔ ۶۳۴۔ ۶۳۶۔

۲۳۶۔ اگر کوئی شخص اراضی یا کفالت ہائے نفع بخش دوسرے کو اس سمجھوتا پر دے کہ موہوب الیہ واہب کی باقی زندگی میں جائداد موہوبہ کی پیداوار اور آمدنی

اوس کو دیا کرے گا - یا اُس کی ہدایت کے مطابق صرف کیا کرے گا تو معلوم ہوتا ہے کہ ہبہ اور شرط مذکورہ بالا دونوں درست ہیں -

اامورزانڈین اپیل ۱۷، ۵ - ۴۷ ۵ - ۵۴۸ -

ایک باپ نے پرامیسری نوٹ کا ہبہ بحق پسر خود بدیں شرط کیا کہ پسر اوس کا سود باپ کو تاحین حیات اس کے ادا کرتا رہے گا - ایسی بات میں شرط و ہبہ دونوں جائز ہیں ۱۱ امورز انڈین اپیل ۷، ۱۵ - یہ ایک شیعہ مقدمہ تھا الّا پریوی کونسل کا فیصلہ شیعہ قانون کی کسی خصوصیت پر مبنی نہ تھا - شئے موہوبہ گورنمنٹ پرامیسری نوٹ تھے - اس لئے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اون کی نسبت شرط جائز تھی تو پیداوار اراضی کی نسبت بھی جائز ہوگی - اصل سوال تصفیہ طلب جواز ہبہ تھا - نہ کہ جواز شرط - کیونکہ تنازعہ واہب کی وفات کے بعد اس کے پسر کو ترکہ میں سے اس مقدار سے زیادہ حصہ ملے جو بروئے وراثت اس کو مل سکتا تھا - اور اپنی زندگی میں اس کا استفادہ آمدنی کم نہ ہو - جواز ہبہ دو متبادل جوہات پر قائم رکھا گیا یعنی جو شئے (آمدنی) واپس دیجاتی تھی - وہ اس شئے سے جو دی گئی تھی مختلف تھی - اس لئے کوئی نفاذ نہ تھا - یا اگر تسلیم کر لیا جائے کہ شرط ہبہ کے متضاد تھی - تو شرع محمدی کے رو سے شرط نہ کہ عطیہ باطل ہوتی ہے -

پریوی کونسل نے تنقیح کی اس طرح تجویز پر اطمینان نہ کیا - بلکہ یہ رائے بھی ظاہر کی کہ چونکہ باپ اور پسر کے درمیان معاملہ جائز بدل پر مبنی ہے - اس لئے بیٹے کا اقرار جائز ہے - اور عدالت ہائے ہند میں بیٹے کے برخلاف اس کا عمل درآمد اس طرح ہو سکتا ہے - جس طرح اسے ایسے اقرار کا جس سے امانت پیدا ہوتی ہے اور جس سے وقت مقررہ پر پیداوار کی واپسی کی جائز ذمہ داری پائی جاتی ہے - لیکن ملاحظہ ہو - ۱۷ انڈین اپیل ۲۰۱ - ۱۸ کلکتہ ۱۶۴ -

الف نے اپنے مکان کا ہبہ بحق پسر خود ب اس شرط پر کیا کہ ب مکان مذکور کی آمدنی کا ایک ثلث اسکے پوتے ج کو اوس کی حین حیات میں دیتا رہے - ہبہ و شرط دونوں جائز ہیں اور ب ج کی حین حیات میں اوس کی آمدنی مکان ادا کرنے کا پابند ہے - ۱۴ الٰہ آباد ۴۸۷ -

الف نے اپنی کچھ جائداد بحق پسر خود ب بدیں شرط ہبہ کی کہ ب جائداد مذکور کی آمدنی میں سے مبلغ للعہ روپیہ سالانہ ج کو اوس کی حین حیات میں ادا کرتا رہے - اور بقایا آمدنی

حین حیات دیں دہ اور دو مساوی حصص میں لیتے رہیں۔ ہبہ اور شرط دونوں جائز ہیں
اور ب اوس کا پابند ہے۔ ۱ ہم بمبئی ۲۷ ۳۷۔

۷ ۳ ہم۔ اگر ہبہ بہ تبعیت ایسی شرط کے ہو جو شے موہوبہ کی کامل ملکیت کے نقیض ہو
تو ہبہ جائز ہے۔ لیکن شرط باطل ہے۔

مستثنیٰ۔ جس حالت میں شرط یہ ہو کہ اگر موہوب الیہ واہب کے بعد زندہ رہے تو شے
موہوبہ اُس کی قطعی ملکیت ہوگی۔ لیکن اگر واہب موہوب الیہ کے بعد زندہ رہے تو شے
موہوبہ واہب کو واپس مل جائے گی۔ تو بہتر رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہبہ بالکل باطل ہے۔

تمثیلات

(الف) ایک مکان اس شرط پر دیا گیا کہ وہ بیع نہیں کیا جاوے گا۔ شرط نسبت ممانعت
انتقال باطل ہے۔ اور مکان قطعاً ملکیت موہوب الیہ ہوگا۔

بیلی صاحب صفحہ ۵۴۷۔ ۱۲۔ انڈین اپیل ۱۵۹۔ لفظ غلام کی جگہ لفظ مکان تحریر کیا گیا ہے۔ اس
رائے کے مطابق یہ شرط کہ غلام موہوب الیہ اُسے امین اولاد بنائے گا یا ایسے شخص کے پاس فروخت
کریگا یا ایک ماہ بعد واہب کو واپس کر دیگا باطل ہے۔

ہبہ مشروط۔ دو مسلمانوں کے درمیان ہبہ کا معاملہ تابع شرع محمدی کے ہے نہ کہ ایکٹ
انتقال جائداد کے۔ چونکہ ایک ایسی شرط جس سے موہوب الیہ کا اختیار مسترد کر دیا جاوے بموجب
شرع محمدی کے ناجائز ہے اس لئے باوجود کسی ایسی شرط کے موہوب الیہ جائداد کا کامل
مالک ہوتا ہے۔ ۴۴ الہ آباد ۶۳۲۔

(ب) ایک مکان ایک شخص کو اُس کی حیات کے لئے اس شرط پر دیا گیا کہ موہوب الیہ کی
وفات پر واہب کو یا اوس کے ورثاء کو جیسی کہ صورت ہو واپس مل جائے گا۔ مکان موہوب
الیہ کو قطعاً مل جائے گا۔ اور اوس کے وارثان کو ورثہ میں پہونچے گا۔ اور اوس کے قرض
خواہان قرق کرا سکیں گے۔

"عمری (یعنی عطیہ حین حیات) صرف ایک ہبہ اور شرط ہوتی ہے۔ شرط فاسد ہوتی ہے۔ لیکن ہبہ میں
فاسد شرط شامل ہونے سے ہبہ باطل نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح اگر ہبہ الف کو اوس کی حین حیات
کے لئے اور اوس کی وفات کے بعد ب کو کیا جائے تو یہی قاعدہ متعلق ہوگا" (ہدایہ صفحہ ۴۸۹)
اودھ ورکلی رپورٹر صفحہ ۵۲۷ میں عدالت نے ظاہر کیا کہ اس قسم کی حین حیاتی ملکیت کا بنانا اسلامی

رواج کے مطابق معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے غیر معمولی معاملے کا صاف ثبوت ہونا چاہیئے۔
اس کو ۱۲۔ انڈین اپیل ۹۱ میں تسلیم کیا گیا۔

بمقدمہ ۸ کلکتہ صفحہ ۱۰۹ پریوی کونسل نے ظاہر کیا کہ گورنمنٹ پرامیسری نوٹوں کا ہبہ بقید اس شرط کے کہ موہوب الیہ اپنی حین حیات اس کا صرف سود لے گا۔ شرع محمدی کے مطابق شائد ہبہ قطعی ہے اور شرط باطل ہے۔

۱۸۸۷ء میں مدراس ہائی کورٹ نے ایک مقدمہ کا فیصلہ کیا جس میں ایک ہبہ ایک عورت کو حین حیات کے لئے کیا گیا تھا۔ اور اوس کی وفات کے بعد اس کی دختر کو اور دختر کی وفات کے بعد اوس کی اولاد کو۔ دختر اپنی ماں سے پہلے فوت ہو گئی۔ اور دو بچے جو ہبہ کے وقت پیدا نہیں ہوئے تھے۔ چھوڑ گئی۔ قرار دیا گیا کہ اس ہبہ کے رو سے نواسوں کو کچھ نہیں مل سکتا۔ اس مقدمہ میں نالش ایسی مرتب نہیں ہوئی تھی کہ اس سے یہ سوال پیدا ہو کہ آیا دختر کو حق مفوضہ عطا ہوا تھا۔ اور کہ نواسے بطور ورثاء دعوے کر سکتے ہیں۔ ۱۰ مدراس ۱۹۶۔
نیز دیکھو ۱۲ بمبئی ۲۶۴۔ ۲۴(۷۵) ۱۷ بمبئی ۱۔ ۵۔ ۱۹۔ انڈین اپیل ۱۷۰۔ ۸۔ ۱۷ ۳ بمبئی ۴۷۴۔ ۵۸۔ ۷۴ بمبئی لاء رپورٹر ۳۰۶۔ ۶ کلکتہ ۳۴۴۔ ۸ انڈین اپیل ۱۱۷۔ ۱۲۲۔ ۸۔ ۲۔ الہ آباد ۴۳۴۔ ۲۔ ۶ مدراس ۵۶۔ ۳۔ ۳۰۔ الہ آباد ۳۰۹۔ ۸۔ ۲۸۔ الہ آباد ۴۶۲۔
بصیغہ نظر ثانی۔

ہبہ نامہ اس مضمون کا تھا کہ شے موہوبہ سے فیض خاں تا حیات خود فائدہ اُٹھاوے اور بعد وفات اس کے فیض خاں کے پسر حسین خاں کو جائداد ملے۔ عدالت چیف کورٹ نے قرار دیا کہ ہبہ کے ساتھ اس قسم کی قید لگا دینے سے بموجب منشاء شرع محمدی کر یہ تاثیر ہو جاتی ہے کہ ہبہ مشروط ہوتا ہے۔ پس یہ شرط کالعدم ہوتی ہے۔ گو اس شرط سے جواز ہبہ پر کسی قسم کا اثر نہیں پہونچتا۔ ۱۲۰ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۲ء۔

(ج) اگر واہب موہوب الیہ کے بعد زندہ رہے تو واہب کی طرف جائداد کی واپسی کے متعلق وہی شرط ہے جو تمثیل مذکورہ بالا میں تھی۔ لیکن اگر اس کے برعکس یہ شرط ہو کہ موہوب الیہ شے موہوبہ کو قطعاً لے سکیگا۔ تو ایسا ہبہ باطل ہے۔

میگناٹن صاحب صفحہ ۵۰۔ بیلی صاحب صفحہ ۵۴۶۔ ۵۴۹۔ ہدایہ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔

(د) ایک شوہر نے اپنی کچھ جائداد بعوض مہر اپنی زوجہ کے نام منتقل کی بدیں شرط:۔

(۱) کہ وہ اوس کا منافعہ حین حیات استعمال کریگی۔
(۲) کہ اگر وہ شوہر کی حیات میں فوت ہوجائے تو غیر مودی مہر اداء شدہ متصور کیا جائے گا۔ گویا کہ اس کے وارثان کو غیر مودی مہر کے متعلق شوہر کے برخلاف کوئی دعویٰ نہیں رہے گا۔
(۳) اگر وہ شوہر کے بعد زندہ رہے تو جائداد کلاً اوس کی ملکیت ہوگی۔ خواہ مہر غیر مودی ہو یا نہ ہو۔
چونکہ زوجہ شوہر کی وفات کے بعد زندہ رہی عدالت نے قرار دیا کہ تیسری شرط قابل نفاذ ہوگی۔ اور اس امر کا فیصلہ نہیں کیا کہ اگر خاوند زندہ رہتا تو وہ دوسری شرط کا فائدہ اٹھا سکتا تھا یا نہیں۔
۳۶ کلکتہ۔ ۱۱۴۔
ہبہ حوالگی قبضہ سے قبل کسی وقت منسوخ کیا جا سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بغیر حوالگی قبضہ کے ہبہ مکمل نہیں ہوتا اور فاسد ہے۔
۸ ۳۴ ہم۔ مفصلہ ذیل حالات کے باوجود حوالگی قبضہ کے بھی ہبہ منسوخ کیا جا سکتا ہے
(۱) اگر ہبہ منجانب شوہر بحق زوجہ ہو یا منجانب زوجہ بحق شوہر ہو۔
(۲) اگر موہوب الیہ واہب کا درجہ ممنوعہ میں رشتہ دار ہو۔
(۳) اگر ہبہ صدقہ ہو جس کا منشاء خدا کی نظر میں برکت حاصل کرنا ہو مثلاً غرباء کو خیرات
(۴) اگر موہوب فوت ہو جاوے۔
(۵) اگر جائداد موہوبہ موہوب الیہ کے قبضہ سے بوجہ بیع۔ ہبہ یا دیگر نوع سے نکل جاوے۔ (۱ہ الہ آباد ۴۲۳ ۵)۔
(۶) اگر شئے موہوبہ گم یا تلف ہو جاوے۔
(۷) اگر شئے موہوبہ کی قیمت بڑھ گئی ہو۔ اور اس ایزادی کا سبب خواہ کچھ ہی ہو۔
(۱ہ الہ آباد ۴۳۵۔ ۶ہم الہ آباد ۲۶۰)۔
(۸) اگر شئے موہوبہ اس قدر تبدیل ہو جاوے کہ اس کی شناخت نہ ہو سکے۔ جیسے کہ گندم پسنے پر آرد کی صورت میں منتقل ہو جاتی ہے۔ (۳۶ الہ آباد ۳۱۳)۔
(۹) اگر واہب ہبہ کے معاوضہ میں کوئی شئے حاصل کرے۔

توضیح اوّل - ہبہ صرف واہب ہی منسوخ کرسکتا ہے - اور اوس کی وفات کے بعد اوس کے وارثان نہیں کرسکتے -

توضیح دوم - ہبہ جب کہ ایک دفعہ مکمل ہوجاوے تو صرف بذریعہ چارہ جوئی عدالت ہی منسوخ ہوسکتا ہے - صرف واہب کا یہ اظہار کرنا کہ وہ ہبہ کو منسوخ کرتا ہے - ہبہ کے انفساخ کے لئے کافی نہیں -

ہدایہ ۴۸۵ - بیلی صاحب ۳ ۳ ۵ - ۷ ۳ ۵ -

جو ہبہ اشخاص مندرجہ ضمن (۱)، (۲) و (۳) کیا جاوے وہ فسخ نہیں ہوسکتا - خواہ واہب نے انفساخ کا اختیار محفوظ رکھا ہو دیگر تمام حالات میں ہبہ فسخ کیا جاسکتا ہے - اِلّا کوئی ایسا امر واقعہ نہ ہوا ہو جس کی توضیح ضمن ہائے ۴ تا ۹ میں کی گئی ہے - اگر ایسا کوئی امر واقعہ نہ ہو تو واہب کو اختیار ہے خواہ اس نے ایسا اختیار محفوظ رکھا ہو یا نہ کہ ہبہ کو فسخ کرے - وجہ یہ ہے کہ ماسوا حالات مندرجہ ضمن (۱) - (۲) و (۳) واہب کو ہمیشہ اختیار انفساخ حاصل ہے - ۱۳ بمبئی لارپورٹ ۱۷ - ۴۴ - ۷۶ - ۷۷ - ۳۶ بمبئی ۴ ۱۲ - ۲۵۵ ۲۵۶ - ہدایہ صفحہ ۴۸۶ -

شیعہ - شیعہ مسالک کے بموجب جو ہبہ بحق کسی رشتہ دار کے جو خواہ درجہ ممنوعہ میں سے ہو کیا جاوے بعد حوالگی قبضہ فسخ نہیں کیا جاسکتا - لیکن ہبہ منجانب شوہر یا زوجہ بحق زوجہ یا شوہر بہترین رائے کے مطابق قابل انفساخ ہے - دبیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۲۰۵ - ۲۰۶ - اور ہبہ بغیر چارہ جوئی عدالت واہب اپنے اظہار سے کرسکتا ہے - بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۲۰۵ - نوٹ حاشیہ -

صورت نمبر ۳ کا ذکر بیلی صاحب کی کتاب میں موجود نہیں ہے - کیونکہ اونہوں نے صدقہ (خیرات) کے متعلق علیحدہ باب میں بحث کی ہے - اور بیان کیا ہے کہ صدقہ ہبہ سے بالکل مختلف ہے - لیکن ہدایہ میں درج ہے کہ صدقہ قابل انفساخ نہیں ہے - کیونکہ اس کی غرض برکت الٰہی حاصل کرنے کی تھی جو کی جاچکی ہے -

صورت نمبر ۹ - اگر ہبہ کے معاوضہ میں کوئی شے لی جائے یا لئے جانے کا اقرار کیا جاوے تو وہ ہبہ نہیں رہے گا - لیکن ہدایہ کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ صرف ایسا معاوضہ ہونا چاہیئے جو اوس وقت کیا گیا ہو یا اوس وقت صریحاً اقرار کیا گیا ہو - خواہ معاوضہ

کی توقع اور خواہش موجود ہو۔ کیونکہ کسی غیر کے حق میں ہبہ کرنیکی غرض معاوضہ لینا ہوتی ہے۔
ہدایہ میں بھی لکھا ہے کہ شافعی مسالک کے مطابق انفساخ ہبہ جائز نہیں سوائے اس
کے کہ باپ نے پسر کے حق میں کیا ہو۔ حنفیوں میں اگرچہ انفساخ ہبہ جائز ہے۔ تاہم مکروہ
سمجھا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ انفساخ ہبہ تھوک کر چاٹنا ہے۔
(العائد فی ہبتہٖ کالعائد فی قیئہ)۔

بیلی صاحب صفحہ ۵۷۵ پر لکھا ہے کہ حنفیوں میں ہبہ جو بچوں اور پوتوں کے حق میں
کیا جائے قابل انفساخ نہیں۔

میگناٹن صاحب نظائر ہبہ مقدمہ نمبر ۷ میں ہبہ علاوہ دیگر وجوہ کے اس وجہ سے باطل
قرار دیا گیا ہے کہ ہبہ فسخ ہو چکا تھا۔ لیکن نوٹ حاشیہ میں درج ہے کہ "ہرچند بموجب دفعہ ۱۱۱
اصول ہبہ کے ہبہ بالعموم فسخ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس صورت میں استثناء خاص کیا گیا
ہے۔ جب باپ اپنے بیٹے یا پوتے کے نام کچھ جائداد ہبہ کرے ایسے ہبہ کے انفساخ
کو جائز قرار دیا ہے"۔

میگناٹن صاحب نظائر ہبہ مقدمہ نمبر ۱۴ (صفحہ ۲۱۴) بدیں مضمون درج ہے ماں اور سوتیلی
ماں نے مشترکہ دختر کے حق میں ہبہ کیا۔ سوتیلی ماں کی وفات کے بعد ماں نے اس کو فسخ
کرنا چاہا۔ قرار دیا گیا کہ وہ ایسا کرنے سے ممنوع ہے۔ کیونکہ منجملہ واہبان کے ایک فوت
ہو گیا ہے۔ اور نیز اس وجہ سے کہ وہ درجہ ممنوعہ میں موہوب الیہ کی رشتہ دار ہے۔

نیز دیکھو میگناٹن صاحب نظائر ہبہ مقدمہ نمبر ۱۹ جس میں دادی نے پوتے کے حق میں
ہبہ کیا تھا۔

مقدمہ نمبر ۱۲ سوال سوم میں ایک حاکم قانون نے یہ رائے دی تھی کہ ایسے ہبہ کا استرداد
جس پر رشتہ داری کا اعتراض عائد نہ ہو جائز ہے۔ لیکن یہ رائے کثرت رائے سے مسترد کی
گئی اس بناء پر کہ اظہارات واسترداد صریح ہونا چاہیئے۔ اور نیز اس میں کوئی کلام نہیں
کہ انفساخ کے واسطے عدالت کی مداخلت ضروری ہے۔

الف نے ایک ہبہ نامہ زمین کا بحق ب اس کی گذشتہ خدمات کے عوض میں لکھ دیا۔ موہوب
الیہ ہی بحیثیت کاشتکار اس پر قابض تھا۔ ہبہ ہونے کے دو سال بعد واہب نے
اس ہبہ کی تنسیخ اور قبضہ حاصل کرنے کے لئے نالش کی۔ موہوب الیہ نے عذر کیا کہ یہ ہبہ

از قسم بالعوض کے تھا۔ اور خدمات کرنے کی بابت اور ادن کے معاوضہ میں کیا گیا تھا۔ اور اس لئے منسوخ ہونے کے قابل نہیں۔ بہ پیروی انڈین لارپورٹ ۲۔ الہ آباد صفحہ ۱۔ قرار پایا کہ ہبہ بالعوض میں وہ ہبہ داخل نہیں جو خدمات کے بدلہ میں کیا گیا ہو نیز یہ قرار پایا کہ شرع محمدی کے قاعدہ کی مناسب تعبیر کے رو سے جس میں حاکم کی ڈگری واہب کی طرف سے ہبہ کی تنسیخ جائز کرنے کے لئے مطلوب ہوتی ہے۔ حاکم اپنے اختیارات کے استعمال میں صرف ایک تعمیل کنندہ منجانب واہب نہیں ہوتا۔ کہ تنسیخ کا حکم ہی لکھ دے بلکہ اس کو اختیار ہے کہ ہر مقدمہ کے حالات کے مطابق تنسیخ کے حق کی نسبت فیصلہ کرے۔ ۱۸۸ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۹ء۔

ہبہ جس میں خدمت اداء کرنے کی شرط ہو ہبہ بابدل ہے۔ اور بروے قاعدہ حنفی منسوخ نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ جج یا قاضی روائد پر فیصلہ صادر نہ کرے۔ ۱۰ پنجاب ریکارڈ ۱۸۹۴ء۔

جو ہبہ والدین نے اپنی اولاد کے حق میں کیا ہو حالات ذیل میں فسخ نہیں ہو سکتا۔

(۱) اگر شے موہوبہ کی اس قدر تبدیلی ہو جائے کہ اس کی شناخت نہ ہو سکے۔ یا جزءً یا کلاً کم ہو جائے یا فروخت کر دیگئی ہو یا تبادلہ کر دی گئی ہو۔ لیکن مالیت کی کمی و بیشی اس سے مستثنیٰ ہے۔

(۲) اگر واہب نے شادی ثانی کر لی ہو۔ اور شادی شے موہوبہ کے معاوضہ میں کی گئی ہو۔

(۳) اگر واہب فوت ہو جاوے اور شے موہوبہ اس کے وارثوں کو ورثہ میں پہونچے (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۱۴۹)۔ کسی غیر کے حق میں جو ہبہ کیا گیا ہو وہ ہر وقت فسخ کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ شے موہوبہ موجود ہو۔ (ایضاً صفحہ ۱۵۰)۔

اگر ہبہ بحق رشتہ داران نسبی درجہ ممنوعہ میں کیا گیا ہو۔ اور قبضہ حوالہ کیا گیا ہو۔ ۱۱ ویکلی رپورٹ ۱۴۲

انفساخ ہبہ صریح مناسب الفاظ میں ہونا چاہیئے۔ مثلاً "میں ہبہ کو منسوخ کرتا ہوں" یا "میں شے داہب کو اپنی جائداد میں شامل کرتا ہوں" (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۱۵۲)۔

اگر مقروض اپنی ذمہ واری سے بری الذمہ کیا جائے تو واہب یا قرض خواہ قرضہ کے متعلق ہبہ فسخ نہیں کر سکتا۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۱۵۴)۔

۳۴۹۔ ہبہ بالعوض بہر نوع بیع ہے۔ اور ایسے انتقال کے جواز کے لئے قبضہ کی حوالگی ضروری نہیں۔ لیکن اگر شے ہبہ بالعوض جائداد غیر منقولہ ہو تو احکام دفعہ ۵۴ ۔ ایکٹ انتقال جائداد ۱۸۸۲ء کی تعمیل کر دی چاہیئے۔ کیونکہ ایسا انتقال صریحاً بیع ہوتا ہے۔ یعنی اگر مالیت

جائداد یک صد یا زائد مالیت کی ہو تو دستاویز انتقال رجسٹری ہونی چاہیئے - اور اگر مالیت کم از یکصد روپیہ ہو تو یا دستاویز رجسٹری ہونی چاہیئے - یا قبضہ حوالہ کرنا چاہیئے - زر بدل کی مقدار قابل توجہ نہیں ہے - جو کچھ بھی اوس کی رقم ہو وہ ایمانداری سے اور واقعی اداء کی جانی چاہیئے -

بیلی صاحب صفحہ ۵۳۷ - ۵۳۳ میگناٹن صاحب صفحہ ۵۱ - ۵۲ - دفعات ۴ و ۱۵ - ۲ کلکتہ ۱۸۴ - ۳ - انڈین اپیل ۲۹۱ - ۳ - الہ آباد ۴۹۰ - ۸ - انڈین اپیل ۲۵ - ۲۸ - الہ آباد ۲۳۹ - ۳۳ - انڈین اپیل ۶۸ -

(الف) ا و ب دو مسلمان بھائی چند مواضعات کے مالک تھے - جن کی کاشت وہ مشترک کرتے تھے - ا اپنا بھائی ب اور بیوہ د چھوڑکر مرگیا - ا کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ب نے ایک ہبہ نامہ تحریر کیا جس کے بموجب اوس نے دو موضع د کو عطا کئے - اس عطیہ کے دو یوم بعد مگر اوسی معاملہ کے سلسلہ میں د نے ایک تحریر کردی جس کے رو سے اوس نے جائداد خاوند خود میں اپنے حقوق بحق ب ترک کردئے - معاملہ ہبہ بالعوض ہے - اور جائز ہے خواہ قبضہ حوالہ نہ کیا گیا ہو - ۳ - الہ آباد ۴۹۰ - ۸ - انڈین اپیل ۲۵ -

(ب) ایک مسلمان شوہر نے ایک دستاویز بحق زوجہ خود تحریر کی - اور اوس کے رو سے کچھ اراضی ملکیت خود زوجہ کو بالعوض اُس حق مہر کے دی جو غیر مودی تھا - لیکن زوجہ کو اراضی کا قبضہ نہیں دیا گیا - قرار پایا کہ ہبہ از قسم ہبہ بالعوض ہے - اور بجز حوالگی قبضہ کے جائز ہے ۱۲ مدراس ۲۵۵ -

ہبہ اور ہبہ بالعوض میں اہم تمیز یہ ہے (۱) ہبہ بالعوض کی جوازیت کے لئے قبضہ کا دیا جانا ضروری نہیں ہے - حالانکہ ہبہ کی صورت میں یہ لازم ہے (۲) ہبہ بالعوض جب ایک دفعہ مکمل ہو جائے تو کسی صورت میں فسخ نہیں کیا جا سکتا - مگر ہبہ خاص حالت میں باوجود حوالگی قبضہ کا بھی فسخ کیا جا سکتا ہے -

ہائی کورٹ بمبئی نے قرار دیا ہے کہ جو کچھ بطور بدل معاہدہ حسب مراد دفعہ ۲ ضمن (د) ایکٹ معاہدہ ہند ۱۸۷۲ء جائز ہے وہ ہی بطور بدل ہبہ بالعوض جائز ہے - اس لئے یہ قرار دیا گیا کہ جہاں ایک مسلمان دو بھائی اور ایک دختر چھوڑ کر فوت ہو گیا اور ہر ایک بھائی نے اپنا اپنا حصہ ترکہ متوفی دختر کے حق میں دوسرے کے ترک کرنے پر ترک کر دیا - تو یہ ہبہ بالعوض ہے - ایک بھائی کا اتراک دوسرے بھائی کے اتراک کا معاوضہ ہے - اور اس

ہبہ کو جائز کرنے کیلئے دختر کو قبضہ کا حوالہ کیا جانا لازمی نہیں ہے۔ ۲۹ بمبئی ۲۸ ۲۔ ۳۱ بمبئی ۲۷۱۔

ہبہ بوجہ ہونے بجائحہ کے ہبہ بالعوض نہیں ہے۔ بلکہ سادہ ہبہ ہے اور اس کی جوازیت کے لئے قبضہ کا حوالہ کیا جانا ضروری ہے۔ ۵ بمبئی ہائی کورٹ رپورٹ ۲۷۱ اسی طرح سے جہانتک الف۔

ا نے ایک دستاویز بحق ب بدیں مضمون تحریر کردی کہ چونکہ تم نے محبت اور انس سے میری خدمات کی ہیں۔ مجھے گزارہ دیا ہے۔ اور ہمیشہ میرے پر مہربانی کی ہے اور میرے ساتھ ہر طرح سے عمدہ سلوک کیا گیا ہے۔ میں تمہیں ایک مکان دیتا ہوں لیکن ب کو قبضہ نہیں دیا گیا۔ لیکن قرار پایا کہ یہ صریحاً ہبہ ہے۔ اور ہبہ بالعوض نہیں ہے۔ اس لئے چونکہ قبضہ حوالہ نہیں کیا گیا اس لئے فاسد ہے۔ ۱۱۔ الہ آباد ۱۔ نیز دیکھو ۲ بنگال ہائی کورٹ۔ اپیل دیوانی ۳۷۔

بمقدمہ ۱۶ کلکتہ ۱۸۴۔ ۷۔ ۱۹ = ۳۔ انڈین اپیل ۲۹۱ پریوی کونسل نے قرار قرار دیا کہ معاوضہ کے کافی ہونے کا سوال نہیں کیا جا سکتا۔ معاوضہ جائز ہو سکتا ہے خواہ اس کی رقم بمقابلہ شئے موہوبہ کے بالکل غیر کافی ہو۔ بعض اسنادمیں تو یہاں تک مذکور ہے کہ ایک انگشتری یا چھلے کا دینا کافی معاوضہ ہو سکتا ہے۔ مگر اس کی رقم خواہ کچھ ہو یہ واقعی اور نیک نیتی سے ادا کیا جانا چاہیئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زرمعاوضہ خواہ کسی قدر قلیل کیوں نہ ہو اگر وہ واقعی اور نیک نیتی سے ادا کیا گیا ہو تو ہبہ بالعوض جائز ہوگا۔ لیکن ہائی کورٹ بمبئی نے ایک مقدمہ میں جس میں زرمعاوضہ مبلغ عـ۸ روپیہ تھا۔ اس کے خلاف رائے کا اظہار کیا ہے۔ دیکھو ۷ بمبئی ہائی کورٹ ابتدائی مقدمہ۔ ۲۷۔ ۳۰۔ قرآن کی ایک جلد کا دینا بھی فی الواقعہ کافی معاوضہ قرار دیا گیا ہے۔ ۱۳ کلکتہ ویکلی نوٹس ۱۶۰۔

جہانتک جائداد بحق موہوب الیہ تابع اس شرط کے منتقل کی گئی کہ واہب اور اس کی زوجہ ادس پر تاحیات خود قابض رہیں گے۔ پریوی کونسل نے قرار دیا کہ موہوب کی نیت اپنے آپ کو جائداد سے بیدخل کرنے کی نہ تھی۔ اور اس لئے یہ ہبہ بالعوض نہ تھا۔ ۲۸۔ الہ آباد ۳۹۹۔ ۴۵۳۔ ۳۳ انڈین اپیل ۶۸۔ ۱۲ بمبئی لارپورٹر ۱۶۹۔ ۱۹۴۔

ہائی کورٹ کلکتہ نے ایک مقدمہ میں قرار دیا ہے کہ ہبہ بالعوض بنسبت جائداد غیر منقولہ واقعی بیع ہے۔ اس لئے اگر جائداد کی مالیت یک صد روپیہ ہو یا اوس سے زیادہ ہو تو دستاویز کی بموجب دفعہ ۵۴ ایکٹ انتقال جائداد رجسٹر کرائی جانی چاہیئے۔ یا قبضہ حوالہ کیا جانا چاہیئے۔ ۱۳ کلکتہ ویکلی نوٹس ۰۱۷۶ ہبہ اگرچہ بیع سے مختلف ہے۔ مگر ہبہ سے بھی مختلف ہے۔ اس میں دونوں کے حصے موجود ہیں۔ (۱۶ ویکلی رپورٹر ۱۷۵ (صفحہ ۱۷۶)۔

ہبہ بالعوض کا موازنہ یہ ہے کہ اس میں دونوں فریق ایک دوسرے کے واہب و موہوب الیہ ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک دوسرے کے حق میں کچھ ہبہ کرتا ہے۔ (الہ آباد ۵۱)۔ قدیم اہل اسلام حنفیوں کی رائے کے بموجب ہبہ بالعوض میں ہبہ کے ساتھ اوس کی عوض یہی ہونا چاہیئے۔ مثلاً جہاں آ ب کو ایک انگشتری ہبہ کرے اور ب اوسے اس کے عوض میں ایک گھڑی دے اور یہ کہے کہ یہ تمہارے ہبہ کے عوض میں ہے۔ تو یہ ہبہ بالعوض ہوگا۔ اگر وہ ایسا نہ کہے تو یہ ہبہ ہوگا۔ ہبہ اور عوض ہر دو کی صورت میں ہبہ کے لوازم پورے کئے جانے چاہئیں۔ یعنی قبضہ حوالہ کیا جاوے۔ وغیرہ۔ بیلی صاحب ۴۲۳۔

مگر ہندوستان میں ہبہ بالعوض کی مراد اس سے مختلف لی جاتی ہے۔ یہاں پر صرف ہبہ اور اوس کا معاوضہ ہوتا ہے۔ قدیم مفتیوں کے قول کے بموجب یہ ہبہ بالعوض نہیں ہے بلکہ مشابہ بیع کے ہے۔ کیونکہ انتقال کے لئے قبضہ کی حوالگی ضروری نہیں ہے۔ اور قابل تقسیم جائداد کا غیر منقسمہ حصہ (شاع) بھی ہبہ کیا جاسکتا ہے۔ بیلی صاحب صفحہ ۱۲۲-۵۰۳ ا میگناٹن صاحب صفحہ ۵۷۔ دفعہ ۱۵۰ جس ہبہ بالعوض کا ذکر دفعہ ہذا میں کیا گیا ہے وہ ہندوستان میں مروجہ ہبہ بالعوض ہے۔ ممکن ہے کہ بقول محمود صاحب حاکم ہندوستان میں لفظ ہبہ بالعوض کا استعمال غلط کیا جاتا ہو۔ ۱۱۔ الہ آباد ۱-۷)۔ لیکن ہندوستان میں ان الفاظ کو خاص معنے حاصل ہوچکے ہیں۔ اور یہ ایسے ہبہ پر حاوی ہیں جس میں معاوضہ ادا کیا جاوے اور واپسی ہبہ کا کوئی خیال اس میں موجود نہیں۔ اندرین حالات ایسے ہبہ کی جوازیت پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔

معاوضہ سے قیمتی معاوضہ مراد ہے چنانچہ یہ اقرار کہ مدعی کو اور اوسکی اولاد کو بوجہ اسکی کہ مدعی رشتے میں بھانجی لگتا ہے کچھ رقم سالانہ دیجاویگی کالعدم قرار دیا گیا۔ کیونکہ اقرار ادائیگی آئندہ وقت پر منحصر ہے۔ ۵ بمبئی ہائیکورٹ اپیل الصیغہ دیوانی ۳۰۔ ہبہ بعوض مہر ہبہ بالعوض ہے اور اوسی قسم کا ہبہ درحقیقت بیع کی قسم کا ہوتا ہے۔ اسلئے ایسے ہبہ کے جواز پر امر واقعہ کا کچھ اثر نہیں کہ موہوب الیہا نے ہبہ کے بعد فوراً قبضہ حاصل کیا یا اس امر واقعہ کا کہ ہبہ جائداد قابل تقسیم کی غیر منقسمہ حصہ کا ہوا تھا۔ ۸ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۲ء ہبہ بالعوض میں ایسا ہبہ داخل نہیں جو خدمات کے بدلے میں کیا جاوے۔ ۱۰۰ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۹ء۔ ۱۹ پنجاب ریکارڈ ۱۸۹۴ء سے مقابلہ کرو۔

ہبہ بالعوض کی صورت میں زربدل کی واقعی ادائیگی ثابت کیجانی چاہیئے۔ اور یہ بھی ثابت کیا جانا چاہیئے کہ واہب کی واقعی نیت اپنے آپکو جائداد سے علیحدہ کرنا اور اوسکے حوالہ موہوب الیہ کرنے کی تھی۔ ۴۴ الہ آباد ۵۸۰۔

ایسا معاملہ ہبہ بالعوض پر مشتمل نہیں جس میں وہ ہبہ شامل نہیں ہوتا جو بہ تقاضائے محبت قدرتی بالعوض خدمات وعنایات کیا جائے۔ بلکہ وہ اون باہمی ہبہ ہائے تک محدود ہے جو دو اشخاص کے مابین ہوں جن میں سے ہر ایک بصورت تبادل ایک ہبہ کا واہب اور دوسرے کا موہوب لہ ہو۔ ۱۲ پنجاب ریکارڈ ۱۹۱۳ء۔

ہبہ بالعوض فسخ نہیں کیا جا سکتا۔ عوضانہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اوّل صفحہ ۱۶۰۔ لیکن جس حالت میں نابالغ کا باپ غیر شخص کو نابالغ کی جائداد کا ہبہ کرے۔ تو ایسا ہبہ فسخ ہو سکتا ہے۔ (ایضاً)۔

شرط عوضانہ جائز ہے۔ اگر معاوضہ صاف طور پر ظاہر کیا گیا ہو اور مجہول نہ ہو۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اوّل صفحہ ۱۶۱)۔

ہبہ بالعوض میں حوالگی قبضہ ضروری نہیں ہے۔ (ایضاً صفحہ ۱۸۰)۔

ہبہ بالعوض کی صورت میں جبکہ زر بدلی کی واقعی ادائیگی ثابت کی جانی چاہیئے۔ اور یہ بھی ثابت کیا جانا چاہیئے۔ کہ واہب کی واقعی نیت اپنے آپ کو جائداد سے علیحدہ کرنے اور اوس کو حوالہ موہوب الیہ کرنے کی تھی۔ ۴۴ الہ آباد ۵۸۰۔

۱۴۴۔ ہبہ یا شرط العوض یعنی ایسا ہبہ جس میں تبادلہ کی شرط ہو۔ دراصل ہبہ ہے۔ اور قانوناً ہبہ ہی مقرر کیا جاتا ہے۔ جب تک موہوب الیہ کی طرف سے شرط کی تکمیل نہ کی جائے۔ جس صورت میں کہ یہ بیع ہو جاتا ہے۔

بیلی صاحب صفحہ ۵۲۴

ہبہ یا شرط العوض ہبہ بالعوض سے مختلف ہے۔ اس میں کسی امر کے واقع ہونے پر جائداد شرط ہوتی ہے۔ مثلاً میں تمہیں یہ شے دیتا ہوں بشرطیکہ تم مجھے فلاں شے دو۔ بعد جائداد واقف کی قانونی تاثیر اس شرط کی تعمیل پر منحصر ہے۔ اور ایسی شرط کے مکمل کیئے نہیں ہے۔ بلکہ ہو جاتا ہے۔ شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اوّل صفحہ ۱۶۳)۔

جب تک شرط کی تکمیل نہ ہو ہبہ فسخ ہو سکتا ہے۔ (ایضاً)۔

عوضانہ کے لئے ضروری نہیں ہے کہ صریح ہو۔ بلکہ عوضانہ کی بغیر ہبہ

مثلاً زوجہ اپنے شوہر کے حق میں اپنے مہر کا ہبہ اس شرط پر کر سکتی ہے کہ وہ اس کے ساتھ
سختی سے پیش نہیں آئے گا۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۱۱۶)۔

۲۴۴۔ کسی شئے کے حق استعمال کے انتقال کو رعایت کہتے ہیں۔ اور ایسا انتقال شرع محمدی کے رو سے بالکل جائز ہے۔

۲۸۔ الہ آباد ۴۷۶۔ ۳۰۔ الہ آباد ۴۰۹۔ ۸ انڈین اپیل ۲۵ = ۳۔ الہ آباد ۴۹۰۔ ہدایہ صفحہ ۴۸۰۔

باب سیزدہم

وقف

۲۴۵۔ (۱) جائداد کی مستقل علیحدگی۔ خیراتی یا مذہبی استعمال کے لئے یا عام لوگوں کے مفاد کے لئے ہو وقف ہوتی ہے۔

ہدایہ ۲۳۱۔ ۲۴۴۔ ۲۳۵۔ بیلی صاحب صفحہ ۵۵۷۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔

لفظ وقف کے الفاظی معنی روکنے کے ہیں۔ قانوناً اس کا مطلب مالک کے حقوق و مرافق کا معدوم ہو جانا ہے۔ جو اس کو جائداد وقف شدہ میں حاصل ہوں۔

شرلعیت شیعہ میں کسی جائداد کا وجوہ امیر البر اور شرلعیت حنفیہ میں وجوالخیر والبر کے لئے علیحدہ کرنا وقف ہے۔ الفاظ بر اور خیر میں تمام کار اور سعادت شامل ہیں۔

مقدمہ سلیکٹ رپورٹ اصفحہ ۷ا میں یہ قرار دیا گیا کہ ابویوسف و امام محمدؒ کی رائے کے مطابق
بالعوض شئے جائداد کے متعلق حقوق ملکیت سے قطعی دست برداری کو وقف کہا جاتا ہے۔
غلط کیا جاتا ہے لئے ضروری ہے کہ اس کی اغراض مذہبی یا خیراتی ہوں (جلد اول صفحہ ۲۹۶ شرع
ہیں۔ اور یہ ایسے امیر علیؒ۔
اس میں موجود ہیں صحیح و صریح ہونی چاہئیں۔ اگر کوئی وقف ایسی خیراتی اغراض کے لئے کیا
معاوضہ ہو قیمتی معاوضہ مرا اطمان مناسب سمجھیں اور جس سے وقف کنندہ کو سعادت دارین حاصل
کیونکہ اقرار ادا ایگی آئندہ وقت نہ ہونے کے فاسد ہے۔ ۵۷ پنجاب ریکارڈ ۱۹۰۷ء۔ نیز دیکھو ۲۹ بمبئی ۲۷۵
اسلئے ایسی ہبہ کی جواز پر ام رد ادکا کسی مسلمان کا اپنی جائداد کو ہمیشہ کے لئے ان اغراض کے لئے۔
ہبہ بالعوض میں ایسا ہبہ داخل نہ

علیحدہ کرنا ہے ۔ جو شرع محمدی کے بموجب مذہبی یا خیراتی یا متبرک قرار دی گئی ہیں ۔ دفعہ ۲ (۱) ایکٹ وقف نمبر ۶ سنہ ۱۹۱۳ء۔

وقف کی تین اقسام ہیں ۔

(۱) اغراض عام کے لئے یعنی آسودہ حال اور مساکین کے لئے مساوی طور پر ۔

(۲) اغراض نیم عام کے لئے ۔ یعنی پہلے آسودہ حال کے لئے اور بعدہ مساکین کے لئے ۔

(۳) محض مساکین کے لئے ۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۱۹۳) ۔

جو وقف بغرض رفاہ عام کئے جاویں اون کو شرع محمدی میں مصالح العام کہتے ہیں اور ایک بات میں دیگر وقف سے متمیز کئے جاتے ہیں ! ۔ اگر ایک پل کو ایک شخص تعمیر کر کے عام لوگوں کے استعمال کے لئے بلا کسی رکاوٹ کے وقف کر دے تو وہ براہ راست سلطان (یعنی بادشاہ) اور اوس کے قائم مقامان کے زیر اہتمام آجاتا ہے ۔ مگر دیگر وقفوں میں قاضی صرف کسی ایسے شخص کی درخواست پر جس کو وقف سے مفاد پہونچا ہو ۔ دست اندازی کر سکتا ہے ۔ یہی صورت جامع مسجد کے متعلق ہے ۔ جو خواہ بادشاہ نے تعمیر کرائی ہو ۔ یا کسی خاص شخص نے ۔

دوسری قسم کے وقف وہ ہیں جن کی مقدم اور اصل غرض کچھ تو اغراض متبرک کو پورا اور کچھ خاص شخص یا اشخاص کو مفاد پہونچانا ہو ۔ اون کو کویس پبلک (یعنی نیم عام) ۔ وقف کے نام سے نامزد کیا جا سکتا ہے ۔ تیسری قسم کے وقف وہ ہیں جن کی مقدم غرض خاص اشخاص کی امداد کرنا ہو ۔ جن میں بانی کے خاندان کے ممبران اور رشتہ دار بھی شامل ہیں ۔ ایسے اوقاف کو پرائیویٹ وقف کہتے ہیں ۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی صفحہ ۱۹۳ ۔ ۱۹۴ جلد اول) ۔

جہانک ایک مسلمان جائداد غیر منقولہ بطور امانت حوالہ امین کرے تاکہ موخرالذکر اوسی جائداد کی آمدنی سے پانچ سال تک غربا و مساکین کو طعام دے ۔ اور پانچ سال کے بعد جائداد واقف کو واپس کر دے ۔ ایسا وقف جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا استعمال دوامی نہیں ہے ۔ بلکہ صرف میعاد مقررہ کے لئے ہے ۔ بیلی صاحب صفحہ ۵۶۵ ۔

مفصلہ ذیل تمثیل ہائے خیراتی اور مذہبی اغراض کی ہیں ۔

(۱) کسی مسجد میں امام کا انتظام کرنا ۔ بیلی صاحب صفحہ ۵۶۴ ۔ ایضاً ۔

(۲) کسی کالج میں پروفیسر کا انتظام کرنا ۔

(۳) علی مرتضےٰ کے روز ولادت کو منانا - ۳۱ - الہ آباد ۳۷۶ - ۶ پٹنہ لاجرنل ۲۱۸ و ۲۲۵ - ۲۳۶ -

(۴) ماہ محرم میں تعزیوں کا رکھنا - ایضاً

(۵) امام باڑہ کی مرمت کرنا - ایضاً

(۶) بانی وقف اور اوس کے خاندان کے ممبروں کی برسی کا منانا - ایضاً

(۷) قدوم شریف کا سرانجام دینا - ۱۹ - الہ آباد ۲۱۱ -

(۸) کسی مسجد میں چراغ چلانا - ۳۳ - الہ آباد ۴۰۰ -

(۹) کسی عام جگہ میں باغ کے مکان میں قرآن شریف کی تلاوت - ایضاً

(۱۰) بانی وقف واوس کے خاندان کے ممبروں کی سالانہ فاتحہ خوانی - ۹ کلکتہ ۱۷۶ - ۱۹ - الہ آباد ۲۱۱ - ۳۱ - الہ آباد ۳۷۶ - ۳۳ - الہ آباد ۴۰۰ - ۴۴ - انڈین اپیل ۲۱ - ۲۷ - ۴۰ مدراس ۱۱۶ - ۱۲۲ - نیز دیکھو ۳۶ بمبئی ۱۱۱ -

مفصلہ ذیل امور کی نسبت قرار دیا گیا ہے کہ وہ نہ تو مذہبی ہیں اور نہ ہی خیراتی -

(۱) ایک بچ کی قبر کا برقرار رکھنا جو کسی پیر کی قبر نہ ہو - ۱۸ مدراس ۲۰۱ - ۶ بمبئی لارپورٹر ۱۰۵۸ -

(۲) قبر پر قرآن شریف کی تلاوت - ۱۸ مدراس ۲۰۱ -

مگر مسٹر امیر علی اپنی شرع محمدی جلد اوّل کے صفحہ ۳۸۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ یہ ہر دو اغراض جائز ہیں - لفظ خیرات کی تشریح کے لئے دیکھو ۴۱ بمبئی ۱۸۱ - ۲۳۲ - ۴۳ - ۲۳ -

۴۴۴ - جائداد جو وقف کی جائے غیر منقولہ ہونی چاہئیے - لیکن یہ امر قطعی نہیں ہے کہ جائداد منقولہ وقف نہیں کی جا سکتی - ہائی کورٹ ہائے کلکتہ - بمبئی - و مدراس نے یہ قرار دیا ہے کہ جائداد منقولہ وقف نہیں کی جا سکتی - الّا اوس صورت میں کہ جائداد منقولہ بمنزلہ جائداد غیر منقولہ کے ہو - مثلاً مویشی جن سے کاشتکاری میں کام لیا جاتا ہو - اور نیز اوس صورت میں کہ جب رواجاً جائداد منقولہ کا وقف جائز ہو - پس عدالت ہائے مذکور کی رائے کے مطابق زر نقد و کمپنی ہائے کے حصص کا وقف نہیں کیا جا سکتا - برخلاف اس کے ہائی کورٹ الہ آباد نے یہ قرار دیا ہے کہ جائداد منقولہ مثلاً زر نقد و حصص کمپنی کا وقف ہو سکتا ہے -

دیکھو ۱۰ کلکتہ ویکلی نوٹ ۴۴۹ - ۲ بمبئی لارپورٹ ۱۳۴۷ - ۳۴ مدراس ۱۱۸ - ۲۴ الہ آباد ۱۹۱ - ولسن صاحب بحوالہ بیلی صاحب صفحہ ۵۶۱ - ۲۲ و ہدایہ کتاب ۱۵ صفحہ ۲۴۳ و ۲۴۵ - کہتے ہیں کہ (۱) کاشتکاری کے اوزار اور مویشی جو فی الواقعہ کاشتکاری میں لگے ہوئے ہوں

یعنی صرف وہ مویشی اور اوزار جن سے کاشت کاری میں کام لیا جاتا ہو۔ (۲) قرآن شریف تاکہ مسجدوں میں عام لوگ اُن کو پڑھیں اور غالباً دوسری کتب اور (۳) اشیاء منقولہ جو ضروری ہیں کہ استعمال سے صرف ہو جائیں وقف قرار دی جا سکتی ہیں بشرطیکہ رواجاً ایسی اشیاء کا وقف جائز ہو۔ لیکن زر نقد اور جائینٹ سٹاک کمپنیوں کے حصص اور دیگر مصارف زمانہ حال کی نسبت آرائے مختلف ہیں۔ مقدم کاشتکاری کے لئے اور گھوڑوں اور اونٹوں اور زرہ بکتر کافروں کے خلاف جنگ کی غرض کے لئے اشیاء وقف ہیں۔ لیکن ہندوستان میں ایسا وقف قابل پذیرائی نہیں ہے۔

۹ کلکتہ لار پورٹ صفحہ ۷۶ میں واحد جج نے قرار دیا کہ کمپنی ہائے محدود ذمہ واری کے حصص وقف نہیں قرار دیے جا سکتے۔ لیکن جسٹس امیر علی نے اپنی شرع محمدی جلد ا صفحہ ۲۷۸ الغایت ۲۸۱ میں عربی کتب کے حوالے سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ زر نقد کا وقف ہو سکتا ہے۔ ان اصولوں سے بظاہر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حنفی مسالک کے مطابق کفالت ہائے سرکاری حصص کمپنی اور ڈبینچر وغیرہ کا وقف جائز ہے۔

شیعہ مذہب کے رو سے ہر ایسی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کا وقف جائز ہے۔ جس سے جائز طور پر کچھ فائدہ حاصل ہو سکے۔ اور وہ چیز بھی بذاتہ قائم رہ سکے۔

پارچات اسباب اور جائز اوزاروں کا وقف جائز ہے۔ سکھایا ہوا کتا یا بیل کا بھی جو کسی مفید کام میں لگائے جا سکیں گے وقف جائز ہے۔ لیکن حنفی اور شیعہ دونوں میں سور کا وقف ناجائز ہے کیونکہ وہ شرعاً مسلمانوں کی ملکیت نہیں ہو سکتا۔

راہن کے اپنے حق فک الرہن کو وقف کرنے کے متعلق دیکھو ۲۲ ویکلی رپورٹر صفحہ ۳۴۴ و ۳۰۹ و ۴ بنگال لارپورٹ اپیل دیوانی صفحہ ۸۶۔ وقف کرنے کے وقت رہن کی موجودگی بموجب شرع محمدی کے وقف کو ناجائز نہیں کرتی۔ ۹ ۴ کلکتہ ۴۷۷۔

جائداد جس کی نسبت وقف کیا جاوے۔ وقف کنندہ کی قانوناً ملکیت ہونی چاہیئے۔ اگر ایک شخص ایسی جائداد کے متعلق جو اوس نے ناجائز طور پر حاصل کی ہو وقف کرے تو ایسا وقف ناجائز ہوگا خواہ وہ وقف کرنے کے بعد اصل مالک سے جائداد مذکور خرید لے۔ اسی طریق میں اگر کوئی شخص دوسرے شخص کی اراضی کا وقف نیک اغراض کے لئے کرے۔ اور بعد ازاں جائداد وقف شدہ کا مالک ہو جاوے تو وقف ناجائز ہوگا۔ لیکن اگر مالک اراضی بعد ازاں رضامندی ظاہر کر دے تو وقف جائز ہوگا اسی طرح سے جو وقف ایسی اراضی کے متعلق کیا جاوے جو واقف کی جائداد نہ ہو اور اصل مالک

بعد ازاں اپنی رضامندی دیدیوے تو ایسا وقف جائز ہوگا۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اوّل صفحہ ۲۰۱)۔

اگر ایک شخص کچھ جائداد دوسرے شخص کے حق میں وصیت کرے اور موخر الذکر وصی کی حین حیات میں فوت ہو جاوے تو ایسا وقف ناجائز ہوگا۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اوّل صفحہ ۲۰۲)۔

اگر واقف کسی جائداد کو پیشتر اس کے اُسے جائداد مذکور پر کامل حقوق ملکیت حاصل ہوں وقف کرے تو ایسا وقف ناجائز ہوگا۔ لیکن اگر وہ شخص جائداد مذکور جائز بیع کے ذریعہ خرید اور قبضہ حاصل کر لے اور زر بیع اداء کرنے سے پیشتر جائداد مذکور وقف کر دے۔ تو معاملہ اوس وقت تک معرض التواء رہے گا۔ جب تک وہ زر بیع ادا کر کے قبضہ حاصل نہ کرلے۔ اور اوس وقت وقف جائز ہوگا۔ لیکن اگر حق مالکانہ وقف قائم کرنے کے بعد ثابت کیا جائے۔ یا وقف کے بعد بذریعہ حق شفع الیساحق قائم کیا جائے تو لقبول ظاہر الفائق وقف ناجائز ہوگا۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اوّل صفحہ ۲۰۲)۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ وقف قائم کرنے کے وقت تمام جائداد وقف شدہ دراصل واقف کے قبضہ میں ہو۔ (ایضاً)۔

شرع محمدی کے مطابق ہر قسم کی جائداد وقف کی جاسکتی ہے۔ جس سے دوامی فائدہ حاصل ہو سکے۔ مثلاً ہر ایک قسم کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ اور ہر ایک شے جو قابل قبضہ ہو۔ اور نیز مفاد تجارت وغیرہ جائز طور پر وقف کئے جا سکتے ہیں۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اوّل صفحہ ۲۴۶)۔

جو اشیاء مسلمان شرعاً خرید و فروخت نہیں کر سکتے۔ مثلاً سور کا گوشت و شراب اُن کا وقف بھی جائز نہیں۔ (ایضاً صفحہ ۲۴۷)۔

مسٹر امیر علیؒ اپنی شرع محمدی کی جلد اوّل میں بحوالہ عربی و دیگر اسناد کے فرماتے ہیں۔ کہ اشیاء ذیل کا وقف جائز ہے۔

ہر ایک قسم کی منقولہ جائداد اگر وقف بنیتاً کیا گیا ہو۔ جن کے ذریعہ بنی نوع انسان میں لین دین ہوتا ہے۔ مثلاً کلہاڑی۔ کہی۔ اور نیز درم و دینار صفحہ ۲۴۷۔

ہر ایک شے قابل پیمائش اور وزن۔ اس قسم کی اشیاء فروخت کی جاویں گی۔ اور اون کی آمدنی خیرات وغیرہ میں لگائی جاوے گی۔ (صفحہ ۲۴۸)۔

جہاز بقول امام حنبل (صفحہ ۲۴۸)۔

گھوڑوں اور ہتھیاروں کا وقف بعض مفتیوں کی رائے کے مطابق جائز اور بعض کے مطابق ناجائز۔ (صفحہ ۲۴۸)۔

کتب پارچات گرم (صفحہ ۲۵۰)۔

۴۴۵ - ہر ایک مسلمان جو عاقل اور بالغ ہو اپنی جائداد وقف کر سکتا ہے۔

بیلی صاحب صفحہ ۵۶۰۔

جو شرائط صرف خیرات کے جواز کے لئے ضروری ہیں وہی شرائط وقف کے جواز کے لئے لازم ہیں۔ واقف کے لئے لازم ہے کہ واقف آزاد ہو۔ بالغ ہو اور عاقل ہو۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی۔ بقول فتح القادر۔ جلد اوّل صفحہ ۱۹۶۔

مختصراً یہ کہ جو اشخاص جائز ہبہ کر سکتے ہیں وہ جائز وقف بھی کر سکتے ہیں۔ (مسٹر امیر علی جلد اوّل صفحہ ۱۹۶)۔ فاتر العقل شخص کا کیا ہوا وقف بالکل ناجائز نہیں ہے۔ (مسٹر امیر علی جلد اوّل صفحہ ۱۹۷۔

وقف کے قائم کرنے کے لئے ضروری نہیں ہے کہ واقف مسلمان ہو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وقف اوس شخص کے مذہبی قانون کے مطابق جائز ہونا چاہیئے۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اوّل صفحہ ۲۰۰)۔

بقول ہیرالرائک ایک مسلمان غیر مسلمان غریب اور مسلمان کے حق میں وقف کر سکتا ہے۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اوّل صفحہ ۲۰۱)۔

اِس امر کی نسبت اختلاف رائے ہے کہ آیا مرتد از اسلام بھی جائز وقف کر سکتا ہے۔ ابن شاہنا کی رائے کے مطابق مرتد از اسلام شخص جو وقف بحق غرباء و عام اغراض متبرک کے لئے کرے وہ قابل عمل ہے لیکن جو وقف برخلاف مفاد وارثان بحق خاص اشخاص کیا جاوے وہ فاسد ہے۔ لیکن دیگر اسناد کے بموجب تمام اوقاف جو وہ مرتد ہونے سے پہلے کرے ناجائز ہیں۔ لیکن اگر وہ دوبارہ مسلمان ہو جائے تو وہ جائز ہو جاویں گے۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اوّل صفحہ ۲۰۱)۔

۴۴۶ - وقف تحریری یا تقریری ہونا چاہیئے۔

وقف کے لئے ضروری نہیں ہے کہ تملیک نامہ میں لفظ وقف کا استعمال کیا جاوے[۱]

---

[۱] دیکھو ۲ مورز انڈین اپیل ۳۹۰۔

اور نہ ہی صرف لفظ وقف کے استعمال سے وقف قرار دیا جا سکتا ہے[۵۵] ضرورت اس امر کی ہے کہ الفاظ انتقال صریح اور صاف ہوں[۵۶]

یہ امر قابل یاد رکھنے کے ہے کہ انڈین ٹرسٹ ایکٹ نمبر ۲ ۱۸۸۲ء وقف کے متعلق نہیں ہے۔ بمقدمہ ۱۰۷ پنجاب ریکارڈ ۱۹۰۲ء قرار دیا گیا کہ ایکٹ مذکور کی دفعہ ۵۔ احکام وقف پر حاوی نہیں ہے۔

لیکن اگر وقف قائم کرنے کی نیت دستاویز سے صریحاً ظاہر ہوتی ہو۔ یا دستاویز کی عبارت سے یا واقف کی عمل سے یا اوس غرض سے جن کے لئے وقف قائم کیا گیا ہو۔ مفہوم ہوتی ہو یا عام طور پر دیگر حالات سے واضح ہوتی ہو تو وقف جائز اور قابل پابندی ہوگا۔ خواہ لفظ وقف تملیک نامہ میں استعمال نہ کیا گیا ہو۔ مسٹر امیر علی شرع محمدی جلد اول صفحہ ۲۱۷۔

تمثیلات ذیل میں وقف قائم ہوتا ہے۔ مثلاً

ایک شخص کہے کہ میری یہ اراضی صدقہ ہوگی۔ اور اس کے بعد کوئی لفظ ایزادانہ کرے تو اراضی غربا کے واسطے خیرات شدہ سمجھی جاوے گی۔ یا وہ کہے کہ میری یہ اراضی وجہ ابدی ہوگی تو یہ بھی وقف سمجھا جاویگا۔ یا وہ یہ کہے کہ اپنی یہ اراضی خیرات کے لئے دی اور میں خیرات کے لئے دیتا ہوں۔ تو یہ وقف ہے۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد ۱ صفحہ ۲۱۸)۔

وقف کے قائم کرنے کے لئے کسی خاص الفاظ کے استعمال کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہ ظاہر ہو کہ بانی کی نیت جائداد کی آمدن دوامی طور پر نیک اغراض میں خرچ کرنے کی تھی۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی صفحہ ۲۲۰ جلد اول)۔

وقف بذریعہ تحریر تملیک نامہ کے بھی عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ اور اس صورت میں جائداد وقف میں امین کو اختیار حاصل ہو جاوے گا۔ ۴۸ کلکتہ ۹۳۳۔ ۹۰۸۔ یا بانی جائداد کے انتظام و نگرانی کے لئے متولی مقرر کر سکتا ہے۔ اور اس صورت میں جائداد متولی میں داخل نہیں ہوگی۔ ۴۷ انڈین اپیل ۲۲۴ = ۴۲ الہ آباد ۶۰۹۔ مگر متولی اوس جائداد کے جو غیر اشخاص کے قبضہ میں ہو دخل کے لئے نالش کر سکتا ہے۔ ۴۲۔ الہ آباد ۶۰۹۔

۱۴۷۔ وقف کے لئے جائداد کی علیحدگی یا تو واقف کی زندگی میں ہو سکتی ہے۔ یا وہ بذریعہ وصیت جائداد وقف کر سکتا ہے۔ (بیلی صاحب صفحہ ۶۰۲۔ میگناٹن صاحب باب دہم صفحہ ۲)۔

---

[۵۵] بمبئی ہائی کورٹ ۷۔ ۷ بمبئی ۱۔ ۱۹۔ انڈین اپیل ۱۷۰۔ ۲۲ کلکتہ ۶۱۹۔ ۲۲۔ انڈین اپیل ۷۶۔ ۲۷۔ الہ آباد ۲۲۰۔ ۴۲ انڈین اپیل ۸۶۔ [۵۶] ۲۵۔ الہ آباد ۱۸۱ء۔

جو وقف بذریعہ وصیت کیا جاوے وہ واقف کی موت کے بعد موثر ہوگا۔ (۳۴ کلکتہ ۸۵۳)
اگر وصیت میں صرف یہ مرقوم ہو کہ متوفی نے پہلے کسی وقت جائداد کا کوئی حصہ کسی خیراتی کام کے لئے مخصوص کیا ہے۔ تو یہ بمنزلہ وقف بذریعہ وصیت کے نہیں ہے۔ کیونکہ اس حالت میں وہ امور موجود نہیں ہیں۔ جن کی موجودگی وقف کے لئے ضروری ہے۔ (۳۱ بمبئی ۲۵۰)۔
کسی وقت یہ خیال تھا کہ ایک شیعہ شخص بذریعہ وصیت وقف قائم نہیں کرسکتا۔ لیکن پریوی کونسل نے بمقدمہ ۲۵ الٰہ آباد ۲۳۶ = ۳۰ انڈین اپیل ۹۴ قرار دیا ہے کہ شیعہ بذریعہ وصیت وقف کے لئے جائداد علیحدہ کرسکتا ہے۔
جو وقف بذریعہ وصیت قائم کیا جاوے وہ صرف اس وجہ سے باطل نہیں ہوتا کہ اس میں یہ شرط موجود ہے کہ اگر وصی کے یہاں اوس کی حین حیات میں کوئی پسر پیدا ہو جاوے تو وقف منسوخ سمجھا جاوے گا۔ یا اس وجہ سے کہ وصیت میں وصی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اوس کی ہدایات کی حسب منشاء خود ترمیم و تنسیخ کرے۔ کیونکہ وصی ۔ ۔ ۔ کو قانوناً اختیار حاصل ہے کہ وہ جب چاہے اپنی وصیت کی ترمیم و تنسیخ کرے (۲۸ الٰہ آباد ۳۳۴ و ۳۴ کلکتہ ۵۰۸ بمقدمہ فلش صاحب ۱۸۳۲ء صفحہ ۲۴۵)۔ یہ عذر کیا گیا تھا کہ ایک ثلث کی قید صرف اوس حالت میں عائد ہوتی ہے جب کہ بانی وقف کی حالت صحت اچھی ہو۔ اور وقف بطور وصیت نہ ہو لیکن مولویان عدالت کی رائے کے مطابق اس عذر کو نامنظور کیا گیا۔ مولویوں کی رائے میں صورت مختلف ہوتی اگر واقف تملیک نامہ میں یہ تحریر کرتا کہ واقف اوس کی حین حیات تک قابل عمل نہیں ہوگا۔

۴۴۸۔ ایک مسلمان اپنی کل جائداد وقف کرسکتا ہے۔ لیکن جو وقف بذریعہ وصیت یا بوقت مرض الموت کیا جاوے وہ بلا رضامندی وارثان کے ایک ثلث سے زیادہ کے لئے نہیں ہوسکتا۔

ہدایہ ۲۳۳۔ بیلی صاحب ۶۱۲۔
وقف بذریعہ وصیت ایک قسم کی وصیت بحق خیرات ہے۔ اور اس لئے ایسے وقف تابع شرائط متعلق وصیت ہیں۔
دیکھو نوٹ زیر مد ماسبق۔
ہدایہ اور فتوائے عالمگیری میں درج ہے کہ جو وقف بذریعہ وصیت کیا جاوے وہ بانی کی وفات

پر قابل عمل اور مکمل ہوتا ہے۔ لیکن صرف ایک ثلث جائداد کے لئے۔

۴۴۹۔ امام ابو یوسف کے قول کے بموجب وقف بذات خود صرف تملیک کے اظہار سے مکمل ہو جاتا ہے۔ لیکن بقول امام محمدؒ وقف اوس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک علاوہ اظہار وقف کی مالک کی طرف سے کوئی متولی مقرر نہ کیا جاوے۔ اور جائداد کا دخل اوس کے حوالہ نہ کیا جاوے۔

ہدایہ ۲۳۳۔ بیلی صاحب صفحہ ۵۵۰۔

بمقدمہ دیوم جان بی بی بنام عبداللہ بار پر فلٹن صاحب صفحہ ۵۴۳ میں قرار دیا گیا تھا کہ امام ابو یوسف کی رائے ہندوستان میں قابل تقلید ہے۔ مگر ہائی کورٹ الہ آباد نے بمقدمہ ۱۵۔ الہ آباد ۳۲۱۔ و ۳۴۴۔ الہ آباد ۴۸۷۔ قرار دیا ہے کہ امام محمد کی رائے قابل تقلید ہے۔

نیز دیکھو ۱۳ بمبئی ۲۵۰۔

بمقدمہ ۱۵۔ الہ آباد ۳۲۱۔ ایک سُنی مسلمان نے وقف نامہ تحریر کیا اور اپنے پسروں کو اوس جائداد کا متولی اوّل مقرر کیا ہے۔ وقف نامہ رجسٹری کرایا گیا۔ لیکن پسران کے حوالہ قبضہ جائداد نہیں کیا گیا۔ واقف تاحیات قابض جائداد رہا۔ اور یہ معلوم کیا گیا کہ بموجب اِن شرائط کے اوس نے کوئی آمدن اون اغراض پر خرچ نہیں کی۔ ان وجوہات پر ہائی کورٹ الہ آباد نے قرار دیا کہ وقف نامکمل تھا اور جائداد واقف کی وفات پر اوس کے پسران کو بحیثیت وارثان پہنچتی ہے۔ سرکاری وکیل کی طرف سے یہ عذر اٹھایا گیا کہ وقف تحریر دستاویز سے مکمل ہو گیا تھا اور اس عذر کی تائید میں امام ابو یوسف کا قول پیش کیا گیا لیکن عدالت نے رائے امام ابو محمد کی پیروی کرنی مناسب سمجھی۔ اور قرار دیا کہ چونکہ واقف واحد قابض جائداد رہا۔ اور جائداد وقف کردہ کی آمدن کا کوئی حصہ اُن اغراض پر خرچ نہیں کیا گیا۔ جن کا ذکر وقف نامہ میں کیا گیا تھا۔ اس لئے عدالت نے قرار دیا کہ وقف قابل عمل نہیں اور باطل ہے۔

فیصلہ ہذا سے یہ قیاس پیدا ہوتا ہے۔ کہ متوفی جائداد وقف شدہ کی آمدن ان اغراض پر خرچ کرتا تو وقف جائز ہوتا۔ گویا کہ واقف کا اظہار اور اوس کا عمل وقف کے مکمل کرنے کے لئے کافی ہے۔

بمقدمہ رپورٹ فلٹن صاحب صفحہ ۵۴۳ یہ قرار دیا گیا وقف کے لئے حوالگی قبضہ ضروری ہے۔ بمقدمہ ۱۳ بمبئی ۲۵۰ میں بھی اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔ لیکن اس کی نسبت کوئی

فیصلہ نہیں کیا گیا۔ اگر قبضہ حوالہ نہ کیا گیا ہو تو اظہار صریح ہونا چاہیئے۔ صرف خیال کافی نہیں جب تک اس کے مطابق عمل نہ ہو۔ الّا اوس صورت میں کہ الفاظ بالکل صریح ہوں۔ اسٹیمپی ضروری نہیں ہے کہ لفظ وقف تملیک میں استعمال کیا جائے۔ ۲ مور نہ انڈین اپیل ۳۹۰ ۲۵۔ الہ آباد ۱۸۱۴۔

امام ابوحنیفہ کی رائے کے مطابق وہ طریقہ جس سے بانی وقف کی وفات سے پہلے وقف ناقابل انفساخ ہوجاتا ہے۔ یہ ہے کہ ایک فرضی نالش میں اس امر کی ڈگری حاصل کی جائے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس رائے پر کبھی عمل نہیں ہوا۔ امام ابویوسف کی رائے ہے کہ صرف اظہار ارادہ زبانی یا تحریری کافی ہے۔ امام محمد کی رائے میں متولی یا امین کو واقعی قبضہ دیا جانا ضروری ہے۔ (ولسن صاحب صفحہ ۱۷۶)۔

شافعی امام ابویوسف کی پیروی کرتے ہیں شیعوں میں بھی یہی ہے۔

جائداد جو صرف متولی کو سپرد کرنے اور استعمال سے مخصوص ہوکر وقف ہوجائے بموجب شرع محمدی حسب ذیل ہے۔ مسجد۔ سرائے۔ قبرستان۔ تالاب اور راستہ۔ جو عمارت دینی اور دنیاوی مطالب کے واسطے ہو جیساکہ امام باڑہ ہے۔ اس طرح مخصوص نہیں ہوسکتی۔ (۱۰۰ پنجاب ریکارڈ ۱۸۷۸ع)۔

امانت کے متعلق اظہار قطعی ہونا چاہیئے اور کسی شرط کے واقعہ ہونے پر مبنی نہیں ہونا چاہیئے مثلاً یہ کہ وقف اوس صورت میں عمل پذیر ہوگا۔ اگر باقی بلا اولاد فوت ہو۔ ۱۲ مدراس ۴۷۔ شرع محمدی کے مطابق بجز مذہبی جائداد مذہبی اغراض کے لئے وقف کی جاسکتی ہے۔ مثلاً کسی فقیر کی قبر کو قائم رکھنے کے لئے لیکن اس سے جائداد وقف نہیں ہوتی۔ اور جائداد پر امانت کا بار ہوتا ہے۔ ۸ ویکلی رپورٹ ۱۳۱۔ ۱۰ ویکلی رپورٹ نگرانی دیوانی ۹۹۔ لیکن مقدمات ہذا ۵ اکلکتہ ۲۹۳۔ لارپورٹ ۱۵۔ انڈین اپیل ۱ سے ایک طرح سے منسوخ ہوچکے ہیں مقدمہ موخرالذکر میں حکام پریوی کونسل نے قرار دیا ہے کہ جس جائداد پر بار امانت ہو وہ امین کے ذاتی قرض میں فرق نہیں ہوسکتی۔

مسجد وغیرہ کے متعلق دیکھو بیلی صاحب صفحہ ۶۰۴۔ ۶۰۹ و ممالک مغربی وشمالی ۸۰۔

دیکھو شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۳۷۲ تا ۴۴۲۔

۴۵۰ - (۱) بانی وقف اپنے آپ کو متولی اول مقرر کر سکتا ہے اور جہاں ولی کیا جاوے وہاں قبضہ کا حوالہ کرنا ضروری نہیں ہے -

(۲) جہاں کہ ایک شخص بذریعہ تملیک نامہ اپنی جائداد راہ خدا پر وقف کر دے اور اپنے آپ کو متولی اول مقرر کرے اور اپنے ہمراہ یا اپنی وفات کے بعد متولی مقرر کرنے کا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھے تملیک نامہ سے قبضہ جائداد کے منتقل کرنے کی نیت نہ ہو تو تملیک نامہ کی رجسٹری کرانا ضروری نہیں ہے -

۴ بمبئی لا رپورٹر ۲۹۵ - ۳۰۰ - ۴۷ - انڈین اپیل ۲۲۴ - ۲۲۷ - ۳۴ الہ آباد ۶۰۹ - ۶۱۲ - ۲۲ بمبئی لا رپورٹر ۴۸ -

اگر وقف واقف کی زندگی میں عمل میں آوے اور اوس کے متعلق تملیک نامہ تحریر کیا جاوے جس کے رو سے خیراتی و مذہبی اغراض کے لئے وقف قائم کیا جاوے تو اس امر کی شہادت قابل ادخال نہیں کہ بانی کی نیت وقف کو عمل میں لانے کی نہ تھی - اور کہ وقف پر واقعی عمل نہیں کیا گیا - ۱۰ کلکتہ ویکلی نوٹس ۴۴۹ - ۴۸۴ - ۹ کلکتہ ۱۶۷ - ۱۸۱ - لیکن ایسی شہادت قابل ادخال ہے اگر وقف بذریعہ تحریر عمل میں نہ آیا ہو - سنہ ۱۹۰۶ الہ آباد ویکلی نوٹس ۱۵۹ - ۶ بمبئی لا رپورٹر ۱۰۵۰ - ۱۰۶۷ - یا اگر دستاویز کی عبارت مبہم ہو - ۱ کلکتہ ویکلی نوٹس ۴۴۹ - ۴۸۴ -

بموجب مسائل شیعہ کے زندگی میں وقف صرف بذریعہ اظہار قائم نہیں کیا جا سکتا بلکہ قبضہ بھی حوالہ کیا جانا چاہیئے - بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۲۱۲ -

اگر دستاویز وقف تحریر کرنے کے بعد واقف جائداد پر بطور متولی کے قابض رہے تو وقف ناجائز نہیں ہوتا - ۴۵ - الہ آباد ۶۸۲ -

شرع حنفی کے مطابق ایک واقف اپنے آپ کو اوس وقف کا متولی مقرر کر سکتا ہے - جو اوس نے پیدا کیا ہو اور ایسے متولی کے طور پر جائداد کو اپنے قبضہ میں رکھ سکتا ہے -

۵ لاہور ۵۹ -

۴۵۱ - جو وقف ایک دفعہ کیا جاوے وہ منسوخ نہیں ہو سکتا - الّا جو وقف بذریعہ وصیت کیا جاوے اُسے مالک اپنی وفات سے پہلے منسوخ کر سکتا ہے -

دبیلی صاحب ۵۵۰ - ۵۹۱ - ہدایہ ۲۳۲ - ۲۳۳ -

جو وقف بذریعہ وصیت قائم کیا جاوے وہ وصیت کی مانند منسوخ ہو سکتا ہے - ۶ بمبئی ۲۴ -

جس وقت کوئی خاص جائداد وقف کی جاوے تو واقف کے حقوق مالکانہ منہدم ہوجاتے ہیں وہ ابعدازاں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اوس کی نیت وقف قائم کرنے کی نہ تھی۔ نہ ہی اوس کے قرض خواہ۔ وارثان یا دیگر اشخاص جن کو حقوق اوس سے پہنچے ہیں یہ کہہ سکتے ہیں کہ وقف فرضی تھا۔ یا یہ کہ صدقہ کرتے وقت اوس کی نیت دراصل وقف قائم کرنے کی نہ تھی۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی صفحہ ۲۳۲)۔

۴۵۲۔ مشاع یعنی جائداد کا غیر منقسم حصہ کا وقف جائز ہے۔ خواہ جائداد قابل تقسیم ہو یا نہ ہو۔

مستثنیٰ۔ لیکن مشاع کا وقف بحق مسجد یا قبر جائز نہیں ہے۔

ہدایہ ۲۳۲۔ بیلی صاحب ۵۷۳۔

یہ امام ابو یوسف کی رائے ہے۔ لیکن امام محمدؒ کی رائے کے مطابق قابل تقسیم جائداد کے مشاع کا وقف جائز نہیں ہے۔ لیکن اون کی رائے کے مطابق متوفی کا متولی کو قبضہ حوالہ کرنا ضروری ہے۔

مکان و درخت استادہ کا وقف بلا زمینی کے بعض اسناد کے بموجب جائز ہے۔ اور بعض کے بموجب ناجائز۔ (مفصل دیکھو شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۲۶۴ و ۲۶۵)۔

کسی مشترکہ جائداد کا وقف دو یا زائد کی طرف سے تمام اسناد کے مطابق جائز ہے۔ (ایضاً صفحہ ۲۶۹)۔

۴۵۳۔ وقف کے جواز کے لئے ضروری ہے کہ اس کا انحصار کسی خاص شرط پر نہ ہو۔

تمثیل

ایک مسلمان عورت اپنی جائداد اپنے شوہر کے حق میں بدیں شرط منتقل کرتی ہے کہ اوس کی آمدنی میں اوس کو اور اوس کے بچوں کو گذارہ دیا جاوے اور جس وقت بچے بالغ ہو جاویں تو جائداد اون کے حوالہ کی جاوے گی۔ اور اگر وہ بلا اولاد فوت ہو جاوے تو آمدن مذکور بعض مذہبی اغراض کے لئے استعمال کی جاوے گی۔ ایسا وقف جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا انحصار اس شرط پر ہے کہ واقف بلا اولاد فوت ہو۔

۱۳ مدراس ۶۶۔ ۲۶ بمبئی ۲۱۴۔ ۵۸۔ ۲۔ ۱۳ بمبئی لا رپورٹ ۷۱۷۔ ۷۷۲۔ بیلی صاحب صفحہ ۵۶۴۔

قانون شیعہ میں بھی یہی حکم ہے بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۲۱۸-۴۲ الہ آباد ۱۲۲-جو فیصلہ اوس مقدمہ میں ہوا تھا اوس کی تائید بوجہ فیصلہ پریوی کونسل بمقدمہ ۱۲ الہ آباد ۲۳۶ = ۹ انڈین اپیل ۴۹ نہیں کی جاسکتی -

۴۵۴- جس صورت میں جائداد اغراض مذہبی یا خیراتی کے لئے وقف کی جاوے تو اوس کی ملکیت وقف کنندہ کی طرف سے بحق خداوند تعالی منتقل ہو جاتی ہے- اس لئے جائداد کو بعد ازاں وقف کنندہ یا کوئی دوسرا شخص نہ تو منتقل کر سکتا ہے- اور نہ وہ قرق ہو سکتی ہے اور نہ اوس کی وفات پر اوس وارث کو اوس کا حق پہونچتا ہے -

ہدایہ ۲۳۱- ۲۳۲ بیلی صاحب ۵۵۸-۵۶۰ - ۲۲- انڈین اپیل ۲۹۹- سنہ ۱۹۱۹ء لاہور لاجرنل ۵۵- ۳۴ الہ آباد ۵۰۸- ۴۰ مدراس ۱۱۶ = ۴۴ انڈین اپیل ۲۱- ۵۲۳ مدراس ۶۸۰- ۶۸۳-

۴۵۵- جائداد وقف شدہ ناقابل انتقال اور ناقابل وراثت ہے- اس لئے وقف کے جواز کی نسبت اعتراض کرنے کا حق یا تو وقف کنندہ کے قرض خواہاں کو حاصل ہے یا اوس کے وارثان کو-

۴۵۶- وقف کے جواز کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وقف فی الفور عمل پذیر ہو- ہدایہ ۲۳۷-

تمثیل

ایک مسلمان زوجہ نے اپنا مکان بحق شوہر خود بدیں شرط منتقل کیا کہ اوس کی حین حیات میں اوس کی آمدنی اوس کو دی جاوے گی اور اوس کی وفات پر اور اوس کے بعد آمدن مذکور خاص خیراتی اغراض میں استعمال کی جاوے گی- ایسا وقف جائز ہے- اگرچہ خیراتی اغراض کے لئے آمدنی صرف اوس وقت خرچ کی جاوے گی جب انتقال کنندہ فوت ہو جاوے گی- ۶ بمبئی ۲۲- ۵۱-۵۲ ۲۸ الہ آباد ۳۳۲- نلٹن صاحب کی رپورٹ صفحہ ۴۳۵- ہدایہ ۲۳۷-

ایک حنفی مسلمان نے ایک تملیک نامہ تحریر کر دیا جس کے رو سے اوس نے ہدایت کی کہ جائداد وقف شدہ کی آمدن اولاً اوس کے قرضہ کے بیباق کرنے میں خرچ کی جاوے اور بعد بیباقی قرضہ جات کے بعض مذہبی و خیراتی اغراض کے لئے- ایسا وقف جائز ہے- اگرچہ وقف خیراتی قرضہ کی بیباقی کے بعد تک عمل پذیر نہیں ہوگا- ۹ کلکتہ ۱۷۶-

وقف واقف کی زندگی تک ملتوی کیا جاسکتا ہے - لیکن یہ امر واضح نہیں ہے کہ آیا یہ واقف کی زندگی کے بعد کسی دوسرے شخص کی زندگی تک ملتوی کیا جاسکتا ہے یا نہیں - ۳۱ بمبئی لاء رپورٹ ۷۱۶ - ۷۶۲ - تا ۷۶۳ -

شیعہ - شیعہ مسالک کے رو سے کوئی واقف جائداد وقف شدہ کا کوئی حصہ اپنی حین حیات کے لئے محفوظ نہیں کر سکتا - اگر وہ کل آمدنی محفوظ کرے تو وقف بالکل باطل ہوگا۔ اگر آمدنی کا ایک ثلث محفوظ کرے تو وقف ایک ثلث کی حد تک باطل ہوگا۔ لیکن باقیماندہ دو ثلث کے متعلق یہ جائز ہوگا۔ ۴ ممالک مغربی و شمالی ۵ - ۱۵۵ - ۴ ۱۲ الہ آباد ۲۵۷ - بیلی صاحب حصہ دوم ۲۱۸ - ۱۲۸ الہ آباد ۳۳ ۴ -

بموجب شیعہ مسالک کے وقف باطل نہیں ہوتا اگر وقف کنندہ اپنے قرضہ کی ادائیگی کی شرط لگاوے - لیکن بموجب شرع شیعہ کے واقف کل حق حقوق سے دست بردار ہوتا ہے - اور کوئی حق وغیرہ اپنے لئے محفوظ نہیں رکھ سکتا - ۴۲ ۱۲ الہ آباد ۲۵۷ - ۲۶۳ - بیلی صاحب حصہ دوم ۲۱۹ -

۴۵۷ - جب کہ اراضی قدیم الایام سے کسی غرض مذہبی مثلاً بطور قبرستان استعمال کی جاتی ہو - تو ایسی اراضی بوجہ استعمال کے وقف ہے خواہ اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کوئی شہادت موجود نہ ہو کہ کب اور کس طرح اوس کا یہ استعمال شروع ہوا -

۴ کلکتہ ۲۹ = ۴۰ انڈین اپیل ۱۸ -

وقف - محض اس امر واقعہ سے وقف قیاس نہیں کیا جاسکتا - کہ ولی وہاں دفن تھا جس زمین کا تنازعہ تھا - اور کہ اوس کی وفات کی برسی پر چار یا پانچ دفعہ مزار پر عرس ہوا تھا - تمام مذہبی استعمالوں کے واسطے زمین کے وقف کو صریحاً یا کنایتاً ثابت کرنا چاہیئے - ۴ لاہور ۳ ۳۱ -

۴۵۸ - اور مذہبی خیراتی یا فائدہ عام جو شرع محمدی کے رو سے ممنوع نہیں جائز اغراض وقف ہیں -

اغراض فائدہ عام میں یہ اشیاء داخل ہیں - مساجد - مسجد میں نماز پڑھانے کے لئے اماموں کے لئے وظیفے - وظیفہ پر پروفیسروں - نہریں - پل - کارواں - سرائے مساکین کو خیرات تقسیم کرنا مساکین کو حج کے لئے امداد دینا - اور کافروں کی سرحد پر مسلمان جنگ کرنیوالوں کے آرام کے لئے مکان (ہدایہ صفحہ ۲۴۰) -

شرع محمدی میں جو وقف ذمی لوگ اپنے ہم مذہبیوں کے فائدہ کے واسطے کریں جائز ہیں -

اگر ایک ذمی اپنے پسر اور اوس کی اولاد کے حق میں وقف کرے اور اُن کے بعد مساکین کے نام اس شرط پر کہ اگر اوس کی اولاد میں سے کوئی مسلمان ہو جاوے تو وہ خیرات سے محروم ہو جائیں گے۔ تو اس شرط کی پابندی ہوگی۔ اور اگر وہ یہ کہے کہ اگر کوئی اوس کی اولاد میں سے عیسائی مذہب کے سوا اور کوئی مذہب اختیار کرے تو یہی شرط کی پابندی لازم ہوگی۔ دبیلی صاحب صفحہ ۵۵۲-۵۵۳)۔

۱۳ دیکھو رپورٹ مقدمہ فوجداری صفحہ ۵۳ بھی قابل ملاحظہ ہے۔

تاوقتیکہ خاص طور پر کارہائے مذہبی کے واسطے دیا جانا جائداد متعلقہ خانقاہ کا نہ مانا جائے اس پر قانون وراثت موثر ہونا چاہیئے۔ اور تاوقتیکہ جائداد کا ہبہ ہونا منجانب واہب بالعوض بغرض رفاہِ عام نہ مانا جاوے وہ مال وقف متصور نہ ہوگا۔ (۶۷ پنجاب ریکارڈ ۱۸۶۳ء)۔

بمقدمہ ۲۳ بمبئی ۵۳، پریوی کونسل نے قرار دیا کہ ایسی وصیت قابل عمل نہیں ہے۔ جس میں متوفی نے یہ قرار دیا تھا کہ امین میرا نام قائم رکھنے کے لئے جس طرح سے مناسب خیال کریں میری جائداد کو خرچ کریں۔ لیکن میرا روپیہ ہمیشہ اچھے دہرم (یعنی مذہبی وخیراتی کاموں میں خرچ کیا جاوے ۱۱) جس سے مجھے آئندہ زندگی میں مفاد ہو۔

خیر۔ برادر احسان کی اغراض کے لئے وقف جائز طور پر کیا جا سکتا ہے۔ دشرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۲۷۳)۔

اشخاص ذیل کے حق میں وقف جائز ہے۔ بشرطیکہ آخر غرض عام لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی ہو۔ اور یہ امر واضح طور پر ظاہر کیا جاوے۔

(الف) ایک مسلمان یا ذمی۔ لیکن دشمن یا حربی نہیں۔

(ب) اپنی اولاد۔ ذکور اور اناث۔ پیدا شدہ یا ناپیدا شدہ۔

(ج) دیگر اشخاص کی اولاد۔

(د) وارثان وغیرہ وارثان۔

(ک) اپنے رشتہ داران۔ وہمسائیگان۔ وغیرہ۔

(و) اجنبی اشخاص۔

(س) اپنے ملازمان وغیرہ۔

(ح) واقف کے حق میں اور لبعد ازاں دیگر اغراض کے لئے ۔ لبقول شرع حنفی (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۲۷۶ - ۲۷۷) ۔

اوقاف ذیل میں اغنیا اور فقرا ہر دو کو مساوی مفاد ہیں بہ (۱) مسجد و مصلیٰ (۲) امام باڑہ ۔ (۳) روضہ و درگاہ (۴) خانقاہ (۵) کارواں و مسافرخانہ (۶) مدرسہ مکاتیب (۷) ہسپتال و شفاخانہ (۸) تالاب - سڑک - پل وغیرہ (۹) ایات (۱۰) گورستان ۔

ایسے اوقاف سے غریب و امیر یکساں فائدہ اٹھا سکتے ہیں ۔ لیکن واقف کو اختیار ہے کہ وہ صرف غربا کے لئے وقف قائم کرے ۔ مثلاً مدارس و مکاتب ۔ ہسپتال و شفاخانہ صرف غربا کی تعلیم و امداد کے لئے قائم کئے جاویں ۔ ایسی صورت میں امرا اوس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے ۔ یہی صورت لنگر خانہ کی ہے ۔ جن کی غرض مقدم غربا کو فائدہ پہنچانے کی ہوتی ہے ۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۲۹۱) ۔

اس قدر وسیع اور مہمل اغراض کے واسطے وقف جیسا کہ دھرم ارتھ ہے ۔ کالعدم ہے ۔ جو جائداد اس غرض کے واسطے دیجاتی ہے ۔ اوس کی نسبت یہی خیال کرنا چاہیئے کہ اس کام پر نہیں لگائی گئی ۔ ۸۰ پنجاب ریکارڈ ۱۹۰۲ء ۔

۵۸ہ الف ۔ ایک تکیہ کے نام وقف ایسا ہی جائز ہوتا ہے جیسا کہ کسی خانقاہ یا درگاہ یا مسجد کے نام ۔ ۶ لاہور ۱۰۴ ۔

۵۹ہ ۔ وقف کے جواز کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ وقف صرف مذہبی یا خیراتی اغراض کے لئے ہو ۔ وقف میں واقف اوس کی اولاد و دیگر رشتہ داران اور ایسے اشخاص کے لئے جو ابھی وجود میں نہ آئے ہوں کہ مفاد کے لئے شرائط کی جاسکتی ہیں اور ان شرائط کی تعمیل اُن شرائط کے تابع ہوگی جن کا ذکر فقرہ ماسبق میں کیا گیا ہے ۔ گو حقوق جو اون اشخاص کو حاصل ہوں دوامی ہوں گے ۔

لیکن صرف واقف کے خاندان کے مفاد کے لئے وقف جس میں خیراتی یا مذہبی اغراض کے لئے کوئی عطیہ نہ ہو فاسد ہے ۔ اور صرف وقف نامہ میں لفظ وقف کے استعمال سے یہ جائز نہیں ہوسکتا ۔

(۱) ۲۲ کلکتہ ۹۸ہ - ۵۰۹ - ۱۷ - انڈین اپیل ۷۸ - ۶ بمبئی ۲۴ - ۵۱ - ۱۰ کلکتہ ویکلی نوٹ ۴۹ہ - ۴۶۲ ۔

تمثیلات

(الف) ایک شخص نے اپنے پسر کے نام جائداد بدیں غرض تملیک کی کہ وہ اوس کی آمدنی میں اوس کی ایسی اولاد اور رشتہ داران کو گذارہ دے جو سخت مستحق امداد ہوں۔ اور بقایا آمدن کسی خیراتی کام میں صرف کرے۔ قرار دیا گیا کہ ایسا وقف جائز وقف ہے۔ ۱۴۔ الہ آباد ۷۵۳۔

(ب) ا نے ایک دستاویز تحریر کی جس کے رو سے اُس نے اپنی غیر منقولہ جائداد کا وقف بحق زوجہ۔ دختر۔ اور دیگر اولاد نسلاً بعد نسلاً کی چونکہ دستاویز میں کوئی وقف خیراتی اغراض کے لئے نہ تھا۔ اس لئے وقف جائز نہیں ہے۔ ۷ بمبئی صفحہ ۱۔ ۱۹۔ انڈین اپیل ۱۷۰ ضمیمہ ۱۳ بمبئی ۴۶۲۔ لفظ وقف کا استعمال صرف اس غرض کے لئے کیا گیا ہے۔ کہ جو انتظام مفاد خاندان کے لئے کیا گیا ہو وہ پوشیدہ رہے۔ اور جائداد آئندہ انتقال نہ ہو سکے۔ ۷ الکلتہ ۴۹۸۔ ۱۱ ۵۔ ۱۷۔ انڈین اپیل ۲۸۔

نوٹ۔ ایسی دستاویز خاندانی تملیک نہیں کہی جا سکتی۔ کیونکہ اس میں دوامی شرط لگائی گئی ہے۔ جو شرع محمدی کے نقطہ خیال کے مخالف ہے۔ (۱۰ بنگال ہائی کورٹ صفحہ ۷۔ ۱۱ بمبئی صفحہ ۲۴۶۔ ۷۵۔ ۲۔ ۷ بمبئی ۱۔ ۴) شرع محمدی کے رو سے جائداد کی دوامی تملیک صرف اُس صورت میں ہو سکتی ہے جب یہ جزو وقف ہو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ زیادہ تر حصہ جائداد کا کسی نہ کسی وقف میں مذہبی اور خیراتی اغراض کے لئے وقف کیا گیا ہو۔ کیونکہ ایسی صورت میں خاندانی تملیک کو تملیک بحق خیرات سے امداد و تقویت حاصل ہوتی ہے۔ ورنہ اول الذکر ماسوائے موخر الذکر کے فاسد ہوتا۔

بمقدمہ ۲۲ کلکتہ ۶۱۹۔ ۲۲۔ انڈین اپیل ۷۶۔ حکام پریوی کونسل کے روبرو یہ عذر اٹھایا گیا تھا کہ خاندانی امانت کی تقرری شرع محمدی کے رو سے بذات خود مذہبی اور متبرک کام ہے اور اس لئے وقف میں شامل ہے۔ لیکن اس عذر کو نامنظور کیا گیا۔ اور اب یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ جو تملیک واقف کے بچوں اور اون کی اولاد کے حق میں کیا جاوے وہ جائز نہیں ہے۔ الّا اوس صورت میں کہ جائداد کا زیادہ تر جز و مذہبی یا خیراتی اغراض کے لئے وقف کیا جاوے لیکن بموجودگی ایکٹ متعلق جوازیت وقف سنہ ۱۹۱۳ء یہ درست نہیں ہے۔

یہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ وقف شدہ جائداد انتقال نہیں کی جا سکتی۔ لیکن یہ امر قابل توجہ ہے۔ کہ صرف جائداد وقف شدہ ناقابل انتقال ہے۔ بعض اہل اسلام اپنی جائداد کی تملیک

دوامی اپنے بچوں اور ان کی اولاد کے حق میں کر دیتے ہیں۔ اور اس نیت سے کہ جائداد خاندان میں ہی رہے۔ تملیک نامہ میں لفظ وقف کا استعمال کرتے ہیں۔ مدیں خیال کہ صرف اس لفظ کے استعمال سے ہی جائداد ناقابل انتقال ہو جاتی ہے۔ لیکن ایسی کوشش فضول ہے۔ کیونکہ قرار دیا جا چکا ہے کہ صرف لفظ وقف کے استعمال سے جائداد کی نوعیت وقف شدہ نہیں ہو جاتی۔ اور نہ ہی اس لفظ کا استعمال جائداد کو ناقابل انتقال قرار دے سکتا ہے۔ اگر اس کے برخلاف قرار دیا جاوے تو ہر ایک کو موقعہ ہوگا کہ وہ صرف الفاظی ہیر پھیر سے کسی قسم کی دوامی شرط قائم کر لے۔ (۱۰ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۱۴۱) اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بجائے اصل واقعہ کے الفاظ کو اور بجائے اصل شئے کے صورت کو ترجیح دی جاویگی۔ (۲۲ کلکتہ ۶۱۹-۶۳۴-۲۲-انڈین اپیل ۷۶)۔

منجملہ دیگر اغراض کے اغراض ذیل کے لئے جو وقف کیا جاوے وہ جائز ہے۔

الف۔ جزاً یا کلاً بانی کے خاندان۔ اس کے بچے اور ان کی اولاد کے گذارہ اور امداد کے لئے (ب) اگر بانی حنفی مسلک کا ہو تو حین حیات میں اپنے گذارہ کیلئے یا جائداد وقف شدہ کی آمدن و کرایہ میں سے اپنے قرضہ کے گذارہ کیلئے۔ لیکن بشرطیکہ آخری غرض ان اغراض کو پورا کرنا ہو جو شرع محمدی کے رو سے۔ مذہبی خیراتی یا متبرک قرار دی گئی ہیں۔ دفعہ ۳- ایکٹ وقف نمبر ۶ ۱۹۱۳ء۔

جہانکہ ایک حنفی مسلمان نے اپنی جائداد کو جو اس وقت رہن مکفی وقف کر دیا اور اس کی آمدن کا نصف حصہ بطور رقم گذارہ دیے جانے کی شرط لگائی اور بقایا نصف کی نسبت یہ تجویز کیا کہ اس میں سے قرضہ جات ادا کئے جاویں اور مذہبی و خیراتی اغراض میں اسے خرچ کیا جاوے۔ نیز اس نے یہ ہدایت کی کہ اگر ان اشخاص میں سے جن کو گذارہ ادا کیا جاتا ہے۔ کوئی فوت ہو جائے تو اس کا حصہ مذکورہ بالا مذہبی اغراض کے لئے استعمال کیا جاوے۔ اور قرضہ کے بیباق ہو جانے پر جو رقم اس طرح سے بچ رہے۔ وہ غریب مسلمان طلباء کی امداد پر خرچ کیا جاوے۔ تجویز ہوئی کہ وقف مذکور جائز تھا۔ کیونکہ آخری فائدہ ان اغراض کے لئے مخصوص کیا گیا تھا جن کو شرع محمدی متبرک اور خیراتی تسلیم کرتی ہے۔ ۹ کلکتہ ۷۷۴۔

جہانکہ کل جائداد بطور علت غائی مذہبی و خیراتی اغراض کے لئے وقف کی گئی ہو تو یہ امر کہ واقف نے اپنی حین حیات کے لئے آمدن جائداد وقف شدہ اپنے لئے مخصوص کر رکھی

ہے وقف کو ناجائز نہیں ٹھیرانا۔ ۵ ۴ الہ آباد ۶۸۲۔

وقف۔ ایک شخص کی جائداد کے جزو کا وقف بغرض پڑھنے فاتحہ اور امور خیر کے لئے جس میں اس کے غریب رشتہ داروں و تعلق داروں کا گذارہ بھی شامل ہو جائز ہے۔ ۵ ۴ الہ آباد ۱۵۲۔

وقف محض اس وجہ سے غریب کا وقف نہیں ہوتا کہ مخصوص عمارتی جائداد کی آمدن میں سے دو روپیہ ماہوار واقف کی بہو کو تاحین حیات دیے جانے تھے۔ ۵ لاہور ۵۶۔

۴۷۰ ۔ اگر وقف میں اشخاص نامبردہ کے حق میں شرائط درج کی جائیں اور اشخاص نامبردہ میں خواہ خود واقف شامل ہو یا ایسا سلسلہ اشخاص جو ہنوز پیدا نہیں ہوئے مثلاً واقف کی اولاد تو وقف ناجائز نہیں ہوتا۔ الاشرط یہ ہے۔ کہ وقف کی غرض مقدم یہ ہو کہ جائداد کسی عام اور پائدار غرض میں دائمی طور پر لگائی جائے۔ لیکن اگر تملیک سے اصل مدعا کسی پرائیویٹ خاندان کی برتری ہو اور وقف عام قسم کی نہ ہو یا مقدار میں نہایت خفیف ہو یا وقف نہایت بعیدی حالت میں اثرپذیر ہونے کے لئے کیا جائے تو ایسی صورت میں وثیقہ کا کم از کم وہ حصہ جو پرائیویٹ قسم کا ہو تا جائز ہوگا اور شاید عام امانت کا نفاذ فی الفور ہو جائیگا۔

تمثیلات

الف۔ ایک جائداد مسجد کے اخراجات کے بہم پہنچانے۔ مسافروں کو روٹی کھلانے اور کسی مقدار تک غریب طلبا کی خاص حد تک تعلیم کے لئے وقف کی گئی۔ اور نفایا آمدنی کی نسبت یہ شرط درج کی گئی۔ کہ وقف کے قرار دیئے جانے کے وقت جو ارکان خاندان زندہ ہوں ان کی شادی۔ تجہیز و تکفین اور ختنہ پر خرچ کیا جاوے۔ یہ وقف جائز ہے۔

(مقدمہ و بکلی رلورٹ صفحہ ۲۳۵ ۔ پریوی کونسل نے ۷ کلکتہ صفحہ ۴۹۸ میں پسند کیا۔ نیز دیکھو ٹلٹن صاحب صفحہ ۳۴۳ (۱۸۳۵ع) و ۱۴۔ الہ آباد صفحہ ۳۷۵ ۔ ۲۰ کلکتہ صفحہ ۱۱۶)۔

(ب) ایک مسلمان ایک وثیقہ میں یہ تحریر کرتا ہے۔ کہ وہ جائداد کا وقف بحق اپنی دوز وجگان اور ان کے بطن سے اپنی دختران اور ان کی اولاد کے وقف کرتا ہے۔ اولاد کا سلسلہ منقطع ہونے کی صورت میں کوئی تجویز نہیں کہ جائداد کس مصرف میں آئیگی۔ یہ وقف بالکل ناجائز ہے ۱۳ بمبئی صفحہ ۴۲۶۔ جس کو پریوی کونسل نے ۷ بمبئی صفحہ ۱۹ ۔ انڈین اپیلیں بحال رکھا۔ نیز دیکھو ۱۳۔ الہ آباد صفحہ ۳۶۱۔ و مقدمہ ۱۰ بمبئی ہائیکورٹ ۷۔

(ج) ایک مسلمان اپنی تمام جائداد بذریعہ وثیقہ حسب طریقہ مندرجہ ذیل فی سبیل اللہ خاص مذہبی اور خیراتی اغراض کے لیئے وقف کرتا ہے۔ اسی دستاویز میں عہدہ متولی پر اپنے پسران اور دیگر اولاد کے جانشین اور دیگر ارکان خاندان کی پرورش کی نسبت شرائط درج کرکے یہ بھی ذکر کرتا ہے کہ جب تک رواج کے مطابق اور مذہبی رواج پاتے رہیں متولی کو ارکان خاندان کے وظیفے اور اپنی تنخواہ کی زیادتی کا اختیار رہوگا۔ واقف کی نسل منقطع ہونے کی صورت میں مذہبی اغراض سے جو روپیہ بچ رہے۔ اس کے استعمال کے متعلق کوئی صاف شرط درج وثیقہ تھی یہ وقف جائز نہیں۔ کیونکہ بالآخر تمام جائداد خیراتی اغراض یعنی مقررہ مذہبی کاموں میں نہیں لگائی گئی۔ ایسے کاموں میں اوس سے زیادہ آمدنی صرف نہیں کی گئی جس قدر ایک عابد اور اور دولتمند مسلمان صرف کرتا ہے۔ (ملاحظہ ہو ۷ الکلتہ صفحہ ۴۹۸) ۱۷۔ انڈین اپیل ۲۸۔ ۲۲ الہ آباد ۲۳۲ ۲۸۔ انڈین اپیل ۱۵۔ ۲۷۔ الہ آباد ۲۲۰ ۳۷ انڈین اپیل ۱۶۔ ۳۰ کلکتہ ۶۶۲۔ نیز دیکھو ۱۹۔ الہ آباد ۲۱۱۔

(د) دو بھائی اپنی جائداد غیر منقولہ کی تملیک مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں۔ ہم پروردگار کے رحم اور فضل وکرم پر بھروسہ کرکے اپنے باپ اور آباواجداد کے ناموں کی ہمیشہ یادگار رہنے کے لئے اور اپنی جائداد کی حفاظت کی غرض سے تمام جائداد غیر منقولہ کے حصص اور حقوق کا وقف کرتے ہیں۔ تاکہ ہمارے بیٹے اور بچے اور دیگر ارکان خاندان نسلاً بعد نسلاً اوس سے مستفید ہوں اور اگر اون میں سے کوئی نہ ہو تو مساکین گداگر دں۔ بیوگان اور یتامیٰ کے فائدہ کے لئے۔ ہم دونوں بھائی جب تک زندہ رہیں متولی کے ذمہ کا عہدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور بحیثیت متولی کے ہم جائداد وقف کے تمام حقوق و منافع سے بہرہ یاب ہوں گے۔ وقف نامہ کے دیگر فقروں میں متولیوں اور اُن کے جانشینوں کو جائداد کے انتظام پٹہ پر دینے اور تبادلہ وغیرہ کے متعلق وسیع اختیار دئے گئے تھے۔ اور ایک جگہ یہ بھی درج تھا کہ اصل مدعائے وقف یہ ہے کہ جائداد کو کوئی نقصان نہ پہونچے۔ اور کہ خاندان کا نام اور وقعت برقرار رہے اور کہ جائداد کے منافع خاندان کا نام قائم رکھنے اور اون اشخاص کے گذارہ کے لئے جن کے فائدے کے لئے وقف کیا گیا ہے لگائے جائیں اس وثیقہ کی مساکین کے حق میں بالآخر امانت بہت بعید ہے۔ اور وراثت خاندان کے اغراض کے تابع ہے۔ اس لئے جائز نہیں اور اس سے جائداد کا انتقال قطعاً رُک جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو ۲۲ کلکتہ ۶۱۹ = ۲۲ انڈین اپیل ۷۶۔ نیز دیکھو ۸ الکلتہ صفحہ ۲۹۹۔ ۱۵ الکلتہ

صفحہ ۴۱۲ ۔ ۲۰ کلکتہ صفحہ ۷۱۱)۔ ایسی صورت میں جبکہ خاندان کے مفاد کے لئے صرف جائداد مالیتی چھوڑی گئی تھی وقف جائز قرار دیا گیا۔ دیکھو ۴۴ مدراس ۱۷ ۱۱ = ۴۳ انڈین اپیل ۲۱۔

(ح) ایک وقف نامہ میں دائمی قسم کی وراثت کے متعلق شرائط درج کرنے کے بعد یہ فقرہ درج ہے خدانخواستہ اگر میرے ورثاء اور اولاد میں سے کوئی باقی نہ رہے تو میری تمام جائداد کی آمدنی جو مذہبی اور خیراتی اغراض کے لئے وقف ہے اور مسلمان گداگروں اور بیکس لوگوں میں تقسیم کرکے دیجاوے آخری فقرہ کی بناء پر بمبئی ہائی کورٹ نے اس انتظام وراثت کو بحال رکھا۔ لیکن اصول میں یہ مقدمہ تمثیل ماسبق کے مضمون کے مطابق ہے اس لئے پریوی کونسل کے فیصلہ کے مطابق یہ وقف جائز نہیں اور اب اوس پریوی کونسل کا وہی فیصلہ حاوی ہوگا جو تمثیل ماسبق میں مذکور ہے (۱۱ بمبئی ۳۲۹)۔

(ط) وقف نامہ اخیری دو تمثیلات کے ہم مضمون ہے۔ لیکن بانی وقف اور ایڈوکیٹ جنرل کے درمیان تنازعہ ہے۔ بانی وقف جو ایک لاولد بیوہ ہے۔ وقف منسوخ کرانا چاہتی ہے۔ اور انتقال کا پورا اختیار جو اوس نے اوس اولاد کے حق میں بوقت نکاح چھوڑ دیا تھا۔ جو آئندہ پیدا ہو اپنے ہاتھوں میں لینا چاہتی ہے۔ اور ایڈوکیٹ جنرل امانت کے اصلی خیراتی مدعا کو نفاذ دینا چاہتا ہے۔ فیصل جات ہائی کورٹ بمبئی کے مطابق یہ وقف جائز ہے اور بانی وقف کو منسوخ نہیں کرا سکتی۔ پریوی کونسل نے اس فیصلہ کو نہ تو بحال رکھا ہے اور نہ منسوخ کیا ہے۔ (۲۹ بمبئی صفحہ ۴۲)۔

شیعہ مذہب کے مطابق یہ مسئلہ ہے کہ جب بشرائطہا وقف کے رو سے واقف جائداد کی آمدنی کا ایک حصہ خاص اپنی حین حیات کے واسطے رکھ لے۔ تو نہ صرف یہ فقرہ جس میں واقف نے اپنے واسطے حصہ آمدنی رکھا ہے۔ بلکہ وقف نامہ کا وہ حصہ بھی جس میں اوس آمدنی کی درثہ مابعد کا ذکر ہے کالعدم ہے۔ لیکن وقف نامہ کا وہ حصہ جو ایسی جائداد کے متعلق ہو جو شروع ہی سے ایسے اغراض سے متعلق ہے۔ جن کا متولی کے ذاتی مفاد سے کچھ واسطہ نہ ہو جائز ہے۔

تشریح نمبر ۲ اگر وقف نامہ کے رو سے بانی وقف اوس جماعت میں سے ہو جس کو اوس وقف میں غرض فائدہ بخش ہو تو وہ اوس حیثیت سے فائدہ کا دعویٰ کرنے سے ممنوع نہ ہوگا۔

تشریح ۲۔ اس بات کی ممانعت نہیں کہ واقف اپنے آپ کو امین نامزد کرے اور اس حیثیت سے اپنی خدمات کے عوض میں اپنے لئے وہ وظیفہ مقرر کرے جو وہ اپنے جانشین کیلئے مقرر کرتا ہے۔

(ا) ایک عورت نے ایک وقف نامہ تحریر کرکے اپنے آپکو اس کا اول امین قرار دیا اور جائداد کو حسب ذیل مخصوص کیا۔ آمدنی کا ⅓ اس نے اپنی حیات کے لئے اپنے ضروری اخراجات کے لئے رکھا اور باقی ⅔ کو ۵ حصوں میں تقسیم کیا جن میں سے کچھ ان اشخاص متذکرہ وقف نامہ کو ملنے تھے۔ جن پر فرائض مذہبی عائد کئے گئے تھے۔ اور باقی ان رسوم مذہبی پر خرچ ہونے تھے جن کا ذکر وقف نامہ میں تھا۔ اس کی وفات کے بعد جو امین اس کا جانشین ہوا اس نے عہدہ امانت کی بابت خالص آمدنی کا ⅓ حصہ لینا تھا اور باقی ⅔ (بجائے اصلی ⅔ کے) اغراض مندرجہ بالا میں لگایا جانا تھا۔

عورت مذکورہ بالا کی وفات کے بعد ایک نالش میں جو مابین ان اشخاص میں سے ایک کے جن کے فائدہ کے واسطے کچھ حصص مخصوص کئے گئے تھے اور مابین ان کے جانشین امین کے دائر تھی۔ الہ آباد ہائیکورٹ نے مطابق شرایع الاسلام قرار دیا کہ وقف نامہ ⅓ کی بابت جو بانی وقف نے اپنے لئے مخصوص کیا قطعاً کالعدم تھا اور کہ اس لئے مدعی کا اس میں کچھ دعوی نہیں۔ لیکن بوجہ نہ ملنے کسی صریح سند کے برعکس اس کے یہ بھی قرار دیا گیا کہ باقی ⅔ کی نسبت وقف نامہ جائز ہے اور کہ وہ ⅓ بانی وقف کے عہدہ امانت کے اختتام کے بعد اس امانت کی اغراض کے کام آسکتا ہے جن کی بابت بانی وقف نے یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ حصہ آمدنی اس کے عہدۂ امانت کے اختتام کے بعد اغراض امانت میں لگایا جاسکتا ہے۔ (۴ ممالک مغربی وشمالی ہائیکورٹ صفحہ ۵۵ (۱۸۷۲ء) شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد ۱ صفحہ ۱۱۳ و ۱۴۵)۔

(ب) اگر ایک شخص جائداد مساکین کے لئے وقف کرے اور خود بھی مسکین ہو جائے یا مفتیان کے واسطے وقف کرے اور خود بھی مفتی ہو جائے تو وہ جائداد وقف کے فائدوں میں حصہ لیسکتا ہے۔

(ج) اگر مقدمہ متذکرہ تمثیل الف میں کوئی مقررہ رقم یا شاید خالص آمدنی کا کوئی جزو امین یا اسنار موجود الوقت کے حق الخدمت اور گذارہ کے لئے عام طور پر مقرر کی جاتی۔ تو ایسی شرط جائز ہوتی۔

۱۴۶۔ مدراس ہائیکورٹ کے ایک تازہ فیصلہ کے مطابق کسی پرائیویٹ شخص کی قبر کو (تا کہ مسلمہ ولی کے معبدہ کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھنے کے واسطے اور یہ قبر اس شخص کی حرمت قائم

رکھنے کے لئے رسوبا نئ کی مدامی انجام دہی کے لئے یا اس کی روح کے فائدہ کے لئے کسی جائداد کا وقف کرنا شرع محمدی کے روسے امور مذہبی اور خیراتی میں شامل نہیں۔ اس لئے یہ عام ملکی قانون کے احاطہ سے خارج نہیں اور نہ قانون متعلقہ قاعدہ مدامت سے مستثنیٰ انہیں ہے۔

مقدمہ ۸ مدراس ۱۰۲ قرار دیا گیا کہ اس قسم کے وقف کے برخلاف قدیمی اسناد ہیں۔ اور فتاوے عالمگیری میں صاف طور پر درج ہے کہ قبر پر قرآن شریف پڑھنے کے لئے امانت کا قائم کرنا جائز ہے بیلی صاحب صفحہ ۵۷۶۔ اسی مضمون کا فیصلہ صدر عدالت دیوانی ۱۸۵۷ء صفحہ ۲۳۵ ہے۔ برخلاف اس کے مقدمہ ۵ مدراس ۲۲۴-۲۶۴ میں قرار دیا گیا کہ اس قسم کے وقف کا ہندوستان میں عام رواج ہے۔

۴۶۲ - (۱) اگر کوئی جائداد صریحاً وقف کی جائے۔ اور وقف نامہ کے بموجب وقف قائم کیا جاوے تو اس امر کی شہادت ناقابل ادخال ہوگی کہ نیت امانت قائم کرنے کی نہ تھی اور کہ امانت کی دراصل تعمیل نہیں کی گئی تھی۔ لیکن اگر وقف نامہ تحریر نہ ہوا ہو یا اگر تحریر ہوا ہو تو اس کی عبارت مبہم ہو تو ایسی شہادت قابل ادخال ہوگی۔ لیکن شہادت نسبت اس امر کے کہ دستاویز جس کے ذریعے وقف قائم کیا گیا اس کے اور اصل واقعات مثلاً حالت و مالیت جائداد اور اس کے کرایہ کے درمیان کیا نسبت ہے متعلق ہے۔ کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر دستاویز کے ذریعہ وقف قائم کیا گیا تھا تو دستاویز کے ساتھ مالیت اور حالت جائداد وقف شدہ کا موازنہ کرنے سے وقف ثابت ہوتا ہے۔

(۲) تاہم اگر وقف بذریعہ وصیت قائم کیا جاوے (یعنی یہ واقف کی وفات سے پہلے عمل میں نہیں آسکتا)، تو ایسی شہادت قابل ادخال ہے۔ جس سے یہ ثابت ہو کہ تملیک کنندہ وصیت کرنے کے بعد جائداد کا استعمال اس طریق میں کرتا ہے۔ جس سے اس کی نیت کا ایسا اظہار ہوتا تھا گویا کہ اس نے وقف بحق خیرات کو منسوخ کر دیا تھا۔

۱۰ کلکتہ ویکلی نوٹس ۴۴۹-۴۸۴۔ الہ آباد ویکلی نوٹ ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۵۹-۱۱ بمبئی لاء رپورٹر ۱۰۵۲-۱۰۶۷-۱۰ کلکتہ ویکلی نوٹ ۹ ۴۴ - ۸۴۰ - ۸۵۰ - ۳۳ - ۴۸۵ کلکتہ ۸۵۳ - تملیک کنندہ کی نیت دستاویز سے معلوم کرنی چاہیے۔ ۱۰ کلکتہ ویکلی نوٹ ۹ ۴۴ - ۸۴۰۔

۴۶۳ - جبکہ کوئی شخص اپنی یا دیگر شخص کی اولاد کے حق میں کوئی جائداد وقف کرے لیکن سلسلہ وراثت کی تعیین نہ کرے تو وراثت خلاف عام قاعدہ وراثت مندرجہ شرع محمدی مطابق چونڈا ونڈ ہوگی۔ نہ کہ مطابق پگونا نڈ - دمیگناٹن صاحب ۱ھ ۳۔ نظیر نمبر ۴ سوال ۲۔ نظائر وقف - ۶ بمبئی

۸۸-۹۰-۹۱-

(الف) ایک شخص نے ایک گاؤں کو وقف اس شرط پر کیا کہ اوس کا منافع زید اور اوس کی اولاد نسلاً بعد نسلاً ۔۔۔ لے۔ ایسی صورت میں نسبی اولاد کی ہر شاخ برابر حصہ لے گی۔ خواہ وہ ایک شخص ہو یا زیادہ اشخاص اور جب تک نسل منقطع نہ ہو جائے اس طرح پر اولاد منافع اٹھاتی رہے گی۔ قریبی بعیدی کو جن کے بزرگ زندہ ہیں۔ محروم کریں گے۔ اور ایسے بزرگ کی وفات پر جس کی اولاد موجود ہو۔ اوس کی اولاد اس حصہ کی وارث ہو گی۔ جو وہ بزرگ لیتا تھا۔ جب کوئی حصہ دار بے اولاد فوت ہو جائے تو اس کا حصہ دیگر حصص میں شامل ہو کر مشترکہ ساک کو بڑھاتا ہے۔ اور جب کہ کل نسل معدوم ہو جائے تو جائداد فائدہ مساکین میں لگائی جائے گی۔

(ب) ایک شخص اپنی اولاد کے حق میں جس کی تعداد دس ہے جائداد وقف کرتا ہے جب وہ زندہ رہیں مساوی حصہ پائیں گے۔ (کیا ایک ہی یا مختلف سلسلوں میں؟) لیکن اگر ان میں سے چار بلا اولاد فوت ہو جائیں۔ اور دو اولاد چھوڑ کر فوت ہوں۔ اور چار زندہ اشخاص اور دو مردہ اشخاص کی اولاد کے درمیان تنازعہ پیدا ہو تو منافع چھ حصص میں تقسیم ہونا چاہیئے ان میں سے چار حصے اوّل الذکر (چار کو) اور دو حصے مؤخر الذکر (اولاد) کو ملنے چاہئیں۔ (میگناٹن صاحب صفحہ ۳۴۱۔ مقدمہ نمبر ۸ سوال ۲ نظائر وقف)۔

۴۶۴۔ سوا اس کے کہ دستاویز وقف میں اور طرح پر درج ہو تملیک یا وقف از قسم مندرجہ دفعہ ماسبق کی صورت میں ذکور کو اناث کی نسبت دوگنا حصہ ملنے کا عام قاعدہ متعلق نہیں اور دختران پسران کے مساوی حصہ پاتی ہیں۔

میگناٹن صاحب صفحہ ۳۴۲۔ بیلی صاحب ۵۸۳۔ اسناد عربی کے لئے۔ دیکھو شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اوّل صفحہ ۳۶۰-۳۶۱)۔

۴۶۵۔ اگر الفاظ اولاد اور نسل وغیرہ میں دختران شامل ہیں تاہم ان کے بچے اور ان کی اولاد سلسلہ ذکور کے ہمراہ حصہ نہیں پاتے سوائے اس کے کہ صریحاً ایسے خاص الفاظ استعمال کئے جائیں جن سے ایسی نیت کا اظہار ہوتا ہو۔

بیلی صاحب صفحہ ۵۷۰-۵۷۲۔

بمقدمہ ۱۰ بمبئی صفحہ ۱۹۱ - ایک مرد کا دعوئے جس کا سلسلہ بذریعہ چار مردوں اور دو عورتوں کے اصل فائدہ حاصل کرنے والے سے ملتا تھا۔ منظور کیا گیا۔ دستاویز میں الفاظ اولاد و حفاد استعمال ہوئے ہوئے تھے - لیکن بیان کیا گیا کہ اگر الفاظ اولاد در اولاد ہوتے تو دعوئے منظور نہ کیا جاتا۔

عربی لفظ اولاد اور فارسی لفظ فرزندان میں پسر اور دختران ہر دو اور پسر اولاد بھی شامل ہیں۔ لیکن دختری اولاد شامل نہیں - اصدر عدالت دیوانی ۱۰۶-

ایکٹ جواز وقف علی الاولاد نمبر ۶ ۱۹۱۳ء کے احکام

حسب ذیل ہیں

۲۶۴ - چونکہ ایسے اوقاف کے جواز کی نسبت جن کو مسلمانوں نے اپنی ذات پر اور نیز اپنے اہل خاندان اور اولاد در اولاد اور بالآخر غربا اور مساکین کے فائدہ یا دیگر مذہبی یا خیراتی اغراض کے واسطے کیا تھا۔ شکوک ظاہر کئے گئے ہیں اور قرین مصلحت ہے کہ شکوک رفع کئے جائیں لہذا احکام ذیل صادر ہوتے ہیں۔

نام اور دائرہ نفاذ - **دفعہ ۱** - (۱) اس ایکٹ کا نام ایکٹ جواز وقف علی الاولاد ۱۹۱۳ء ہے۔

(۲) اس کا نفاذ کل برٹش انڈیا میں ہوگا۔

تعریفات **دفعہ ۲** - تاوقتیکہ مضمون یا سیاق عبارت سے اس کے خلاف نہ پایا جائے اس ایکٹ میں -

(۱) "وقف" سے یہ مطلب ہے کہ کوئی مسلمان اپنی کوئی جائداد دوام کے لئے کسی ایسی غرض سے منتقل کرے جو شرع کے مطابق ایک مذہبی یا خیراتی غرض کہی جاسکے۔

(۲) "حنفی" سے فقہ حنفی کا پیرو مراد ہے۔

وقف کا اختیار **دفعہ ۳** - ہر مسلمان مجاز ہے کہ اپنی جائداد منجملہ دیگر اغراض کے اغراض ذیل سے وقف کرے - بشرطیکہ وہ وقف دیگر وجوہ سے کلیتاً احکام شرع کے مطابق ہو۔

(الف) اوس کل جائداد سے یا اوس کے ایک جزو سے اپنے اہل خاندان اور اولاد کی پرورش اور امداد کرنا ۔ اور

(ب) اگر واقف حنفی مذہب ہو تو حین حیات کے واسطے خود اپنی پرورش اور امداد بھی کرنا اور یا جائداد موقوفہ کے منافع سے اپنا قرض ادا کرنا ۔

مگر ایسی صورتوں میں جائداد موقوفہ سے متمتع ہونے والے آخر میں ہمیشہ غربا اور مساکین ہوں گے یا وہ کسی ایسی غرض پر صرف ہوگی جو شرع کے بموجب ایک مستقل مذہبی یا خیراتی اغراض کہی جاسکے ۔

جواز وقف باوجود اس کے کہ مساکین اُس سے سب سے آخر میں فائدہ اٹھائیں

دفعہ ۴ ۔ وقف مذکور محض اس وجہ سے ناجائز نہیں سمجھا جائے گا کہ وقف سے مساکین اوس وقت تک متمتع نہیں ہو سکتے یا غرض مذہبی کے واسطے اس وقت تک وہ صرف نہیں ہو سکتا جب تک واقف کے اہل خاندان یا اولاد اوس سے تمتع کے واسطے باقی رہیں ۔

رسم و رواج مستثنےٰ ہے

دفعہ ۵ ۔ اس ایکٹ کا اثر کسی ایسے رسم و رواج پر نہ پڑے گا ۔ جو خواہ مقامی ہو یا مسلمانوں کے کسی خاص طبقہ یا فرقہ میں رائج ہو ۔

اوقاف کی نگرانی اور انتظام

۴۶۷ ۔ متولی جائداد وقف کا نگراں یا منتظم ہوتا ہے ۔ اگر وہ انگریزی طریق میں بذریعہ مقررنامہ امانت مقرر کیا جاوے تو وہ جائداد مذکور کا امین ہوگا ۔ اور جائداد اوس میں داخل ہو جاوے گی ۔ لیکن اگر وہ زبانی یا بذریعہ معمولی وقف نامہ کے مقرر کیا جاوے تو وہ مثل ایک ریسیور کے ہوگا ۔ اور جس جائداد کے انتظام کے لئے مقرر کیا جاوے اوس پر اوسے کوئی اختیار حاصل نہیں ہوگا ۔ ماسوائے اس کے کہ وہ اوس کا انتظام کرے

۴۷ ۔ انڈین اپیل ۲۲۴ ۔ ۲۳۴ ۔ الہ آباد ۷۰۹ ۔ ۴۸ کلکتہ ۸۶۶ ۔ ۸۶۹ ۔

اگر کوئی شخص جائداد وقف کرے ۔ مگر اوس کے انتظام و نگرانی کا ذکر نہ کرے تو امام ابو یوسف کی رائے میں یہ وقف جائز ہے ۔ لیکن امام محمد کی رائے میں ناجائز ہے ۔ انگریز مقننین امام محمد کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں ۔

واقف اپنے آپ کو متولی مقرر کرسکتا ہے ۔ بیلی صاحب ۶۰۱ ۔ ہدایہ ۲۳۸ ۔ بیلی صاحب

حصہ دوم ۲۱۴ - ۹ بنگال ہائی کورٹ ۱۹ - ۴ ابمبئی لا رپورٹر ۹۵ ۲-۷ ۴ انڈین اپیل ۲۴ ۲
۲۴ الہ آباد ۹ ۰۷ - واقف اپنی اولاد میں سے کسی کو متولی مقرر کر سکتا ہے - بیلی صاحب
صفحہ ۶۰۱ -
عورت بھی متولی مقرر کی جا سکتی ہے - ۸ کلکتہ صفحہ ۲۳۲ - ۳۴ کلکتہ صفحہ ۱۱۸ - ۴۱ مدراس ۱۰۳۳ -
مارلے صاحب جلد ۱ - صفحہ ۵۰۴ - صدر دیوانی عدالت جلد ۱ صفحہ ۲۱۳ - فلٹن صاحب جلد ۱
صفحہ ۳۴۵ - شیعہ بھی سُنی وقف کا متولی ہو سکتا ہے - ۱۲ وبکلی رپورٹر صفحہ ۱۱۰ -
غیر مسلم بھی متولی مقرر کیا جا سکتا ہے - (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۳۵۱ -
لیکن جو شخص متولی مقرر کیا جاوے وہ صحیح العقل ہو اور نابالغ نہ ہو ۹ اکلکتہ ۲۰۳ - ۱۹
۲۲۱ - ۳۰ مدراس ۱۴۹ - بیلی صاحب ۶۰۱ -
لیکن اگر وقف کے بموجب مذہبی مثلاً سجادہ نشین - موذن یا خاطب کے فرائض کی ادائیگی
کرنی ہو تو ایسی صورت میں عورت یا غیر مسلم شخص متولی مقرر نہیں کیا جا سکتا - ۴ مدراس
ہائی کورٹ ۲۳ - ۳ مدراس ۹۵ - ۳۴ کلکتہ ۱۱۸ - ۴۱ مدراس ۱۰۳۳ - ۱۰۳۸ -
واقف اپنے آپ کو بھی متولی مقرر کر سکتا ہے - اور متولی کی تقرری واقف کے اپنے اختیار
میں ہے - اور امام و موذن کی تقرری مقدم اُس کے اپنے اختیار میں ہے - عورت بھی متولی
مقرر کی جا سکتی ہے - لیکن جو شخص ذاتی طور پر ان فرائض کی انجام دہی کے ناقابل ہو وہ متولی
مقرر نہیں ہو سکتا - اور نہ ہی عورت سجادہ نشین مقرر ہو سکتی ہے - (شرع محمدی مسٹر امیر علی
جلد اول صفحہ ۴۱ تا ۳۴۴) -

۴۶۸ - (۱) اگر واقف اپنے آپ کو متولی بنائے تو یہ ناجائز نہیں لیکن اوس کی سکوت سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ اگر کوئی متولی نہ بنایا جائے تو وقف قائم نہیں ہوگا -
(بیلی صاحب صفحہ ۵۹۱) -

(۲) واقف اپنے آپ کو - اپنے پسران یا اولاد میں سے کسی کو - یا کسی دوسرے شخص کو متولی مقرر کرے ایک عورت - اور غیر مسلم بھی متولی مقرر کیا جا سکتا ہے - مگر جہاں وقف عبادت کی غرض سے ہو - جیسے کہ سجادہ نشین - موذن یا خاطب کے فرائض ہیں - تو ایسی صورت میں عورت یا غیر مسلم شخص متولی مقرر نہیں کیا جا سکتا - اور نہ ہی ایک نابالغ (ایسا شخص جس نے عمر رشد حاصل نہ کی ہو) - اور نہ ہی فاتر العقل متولی مقرر کیا جا سکتا ہے - مگر جہاں

متولی کا عہدہ نسلاً بعد نسلاً ہو اور جو شخص مستحق وراثت ہو۔ وہ نابالغ ہو تو عدالت اس شخص کے ایام نابالغی میں فرائض متولی کی ادائیگی کے لیے کسی دوسرے شخص کو متولی مقرر کر سکتی ہے۔

۴۶۹۔ متولی کے عہدہ کی جانشینی کا قاعدہ وقف نامہ میں درج ہوتا ہے۔ اگر وقف نامہ میں کچھ درج نہ ہو اور واقف کی نیت بھی عملدر امار سے منتج نہ ہو سکے تو خالی عہدہ کو پر کرنے کا اختیار مندرجہ ذیل اشخاص کو حاصل ہوگا۔ (۱) بانی اگر زندہ ہو۔ (۲) وصی (اگر کوئی ہو) (۳) سوائے صورت مندرجہ آئندہ کے وہ عدالت سوائے عدالت مطالبہ خفیفہ کے جس کو اس مقامی رقبہ میں جہاں جائداد وقف واقع ہے صیغہ دیوانی کے معمولی اختیارات حاصل ہیں۔ لیکن اگر بانی کے خاندان میں کوئی لائق آدمی ہو تو عدالت اس کو ترجیح دے گی۔

بیلی صاحب صفحہ ۵۹۳۔

"اگر منتظم مر جاوے اور بانی زندہ ہو تو منتظم جدید کے تقرر کا اختیار بانی کو ہوگا۔ نہ کہ عدالت کو۔ اور اگر بانی مر گیا ہو اور اس کا کوئی وصی ہو۔ تو وصی کو تقرری کا اختیار ہوگا۔ نہ کہ عدالت کو۔ لیکن اگر کوئی وصی نہ ہو تو عدالت مقرر کرے گی۔ اصول میں لکھا ہے کہ جب تک بانی کے خاندان میں کوئی قریب شخص مل سکے۔ عدالت کو اختیار نہیں کہ اجنبی کو منتظم مقرر کرے۔ جبکہ خاندان کا کوئی لائق آدمی نہ مل سکے اور غیر کو مقرر کیا جاوے۔ تو بعد ازاں جب کبھی لائق آدمی خاندان میں سے مل جاوے۔ تو اجنبی کو علیحدہ کر کے اس کو مقرر کیا جاوے گا۔ برہان الدین کی یہ رائے ہے کہ اگر بانی یہ شرط کرے کہ منتظم اس کے بچے اور بچوں کے بچے ہوں گے اور عدالت ان کو بغیر کسی بدعملی کے مقرر نہ کرے بلکہ کسی غیر شخص کو مقرر کر دے تو ایسے تقرر سے وہ شخص منتظم نہیں ہو سکتا۔

مقدمہ ۹ بمبئی صفحہ ۱۹ جو شیعہ مقدمہ تھا، قرار دیا گیا کہ بانی کی بیوہ جو تنہا وصیہ ہے بہ تبعیت منظوری عدالت متولی مقرر کرنے کی مستحق ہے۔

متولی کی تقرری کرتے وقت عدالت کو چاہیئے۔ کہ بانی کی خواہش کا لحاظ رکھے الا اس صورت میں کہ امانت کے صریح مفاد کے لئے یہ مناسب نہ ہو۔ ۲۷ کلکتہ صفحہ ۲۶۳۔

اگر تنازعہ یہ ہو کہ بانی کی اولاد جنس ذکور میں سے کس کو متولی مقرر کیا جاوے۔ تو عدالت کیلئے ضروری نہیں ہے۔ کہ اس شخص کو مقرر کرے جو عمر میں بڑا ہو۔ بلکہ عدالت کو اقتضائے رائے حاصل ہے اور اس رائے کے اختیار میں عدالت مجاز ہے کہ کسی ایسے شخص کو مقرر کرے جو عمر میں چھوٹا ہو۔ ۲۷ کلکتہ صفحہ ۲۶۳۔

نالش ہائے نسبت جائداد غیر منقولہ و امانت قابل سماعت عدالتہائے خفیفہ نہیں ہیں۔ دیکھو ضمیمہ دوم ہدایت ۴-۱۱ و ۱۸ ایکٹ عدالت مطالبہ خفیفہ پراونشل ۱۸۸۷ء و ضمیمہ دوم ہدایت (دوم) دفعہ و دک ۷ ایکٹ عدالتہائے مطالبہ خفیفہ بلدہ ۱۸۸۲ء لیکن دیگر کوئی عدالت دیوانی جسے بلحاظ مالیت اختیار سماعت حاصل ہو ان اختیارات کے استعمال کرنے سے مانع نہیں ہے۔

مقدمہ ۳ کلکتہ ۷۰۵ مسٹر جسٹس پلو صاحب نے قرار دیا کہ اس امر کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ کیوں صاحب سب جج کی منظوری نسبت رہن جائداد وقف شدہ ایسی موثر نہیں ہو سکتی جیسی کہ وہ منظوری جو صاحب ڈسٹرکٹ جج نے عطا کی ہو۔ بشرطیکہ صاحب سب جج کو بلحاظ مالیت اختیار سماعت حاصل ہو۔ چونکہ جائداد وقف شدہ کی نوعیت کی جانشینی کا حق عام حق ہے۔ اس لئے اس کا تعین بذریعہ فیصلہ ثالثی نہیں ہو سکتا۔ ۲۲۔ الہ آباد صفحہ ۵۰۳۔

۴۷۰۔ بانی اور اس کے وصی (اگر کوئی ہو) کی وفات کے بعد اگر وقف نامہ میں کوئی قاعدہ جانشینی درج نہ ہو تو متولی موجود الوقت کو اختیار ہے کہ اپنا جانشین بروئے وصیت کہے۔ لیکن ان رقوم کی وصولی کے حق کو قائم کرنے کے واسطے جو اس کا متقدم متولی وصول کیا کرتا تھا عدالت کی منظوری ضروری ہے۔ متولی کو اختیار نہیں کہ اپنی حین حیات میں اپنے عہدہ کو منتقل کرے۔

بیلی صاحب صفحہ ۶۰۴۔

ہائی کورٹ کلکتہ نے مقدمہ ۱۰ کلکتہ ۲۳۲ میں ایسا ہی قرار دیا ہے۔ لیکن فتاوی عالمگیری میں اس کے ساتھ یہ شرط ایزاد کی گئی ہے۔ کہ بشرطیکہ متولی کی اپنی تقرری بطور عام امین کے ہو۔

اگر بانی وقف متولی کو عام الفاظ میں اختیار عطا کرے۔ تو اس کے اختیارات عام ہوں گے۔ مثلاً بانی یہ کہے کہ اس وقف جائداد کے متعلق تم بمنزلہ میرے ہو۔ تو وہ اپنی حین حیات میں اپنے عہدہ کو منتقل کر سکتا ہے۔ ۲۳ کلکتہ ۲۶۳-۲۷۷۔ لیکن متولی بانی یا اس کے وصی کی موجودگی میں بذریعہ وصیت یا بربستر مرگ کسی شخص کو اپنا جانشین مقرر نہیں کر سکتا۔ (۱۹ کلکتہ ۲۰۳-۶ بمبئی لا رپورٹر ۱۰۵۸)۔

متولی کو اختیار ہے کہ وہ اپنا جانشین کسی غیر شخص کو جو بانی کے خاندان کا ممبر نہ ہو مقرر کرے۔ ۹ کلکتہ ویکلی نوٹس ۸۷۶۔ نیز دیکھو ۲۴ کلکتہ صفحہ ۹۱۔

۴۷۱۔ یہ دستور کہ عہدہ متولی سب سے بڑے بیٹے کو ملا کرے گا یا کسی اور خاص قاعدہ وراثت کے مطابق متولی مقرر ہوا کرے گا، عام قواعد شرع محمدی کے خلاف ہے۔ اس لئے مضبوط ثبوت سے اس کی تائید ہونی چاہیئے۔ ۱۳ بمبئی صفحہ ۵۵۵-۳۸ مدراس ۹۱۴۔ بحوالہ میگناٹن صاحب صفحہ ۳۴۴۔ و دیگر اسناد۔

۴۷۲ - جب ایک دفعہ متولی جائز طور پر مقرر ہو جائے تو سوائے عدالت کے کوئی اور شخص اس کو موقوف نہیں کر سکتا۔ اور اگر بانی نے وقف نامہ میں یہ اختیار صراحتاً اپنے ہاتھ میں نہ رکھا تو وہ بھی اس کو موقوف نہیں کر سکتا بیلی صفحہ
مضمون مذکورہ بالا امام محمدؒ کی رائے کے مطابق ہے۔ لیکن امام ابو یوسف کی رائے میں بانی بہر حال اپنے مقرر کردہ متولی کو موقوف کر سکتا ہے۔ نیز دیکھو ۲ ممالک مغربی شمالی صفحہ ۴۲۰ - ۴ مدراس ہائی کورٹ صفحہ ۴۴ - دیکھو شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۴۶۳۔

۴۷۳ - عدالت مجاز ہے کہ متولی کو بد اعمالی یا ذہنی یا جسمانی ناقابلیت کی وجہ سے موقوف کرے خواہ بانی نے اس کو ناقابل موقوفی ہی قرار دیا ہو۔ دیلی صاحب ۶۰۸۔
میکناٹن صاحب صفحہ ۶۷ اصول وقف نمبر ۸ - دیکھو ۲ ممالک مغربی و شمالی ۴۲۲۔
عدالت بانی کو بھی مندرجہ بالا وجوہ پر موقوف کر سکتی ہے۔
قاضی ایسے شخص کو موقوف کر سکتا ہے جس کی حیثیت اس قابل نہ ہو کہ متولی کے فرائض بخوبی انجام دے سکے۔
۴ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۲۳ - ۱۶ ویکلی رپورٹر صفحہ ۱۱۶ میں ایک متولی جس نے جائداد وقف ناجائز طور پر منتقل کردی تھی موقوف کیا گیا۔
متولی بوجہ شراب خوری وغیرہ موقوف کیا جا سکتا ہے۔ دیکھو شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۴۶۳۔

۴۷۴ - متولی کو اختیار نہیں کہ عدالت کی اجازت کے بغیر جائداد وقف کا کچھ حصہ اس غرض سے فروخت کرے کہ زر ثمن سے باقی جائداد کو ترقی دیوے۔ لیکن متولی کو اختیار ہے کہ ایسی چیز کو فروخت کرے جس کے فروخت کرنے سے باقی جائداد کو فائدہ پہنچے۔ یا جو ایسی چیز ہو کہ سال بسال پیدا ہوتی رہتی ہے۔

تمثیل

اگر درختوں کے سایہ سے انگوروں کے پھل کو نقصان پہنچتا ہو۔ تو درختوں کو فروخت کرنا جائز نہیں لیکن اگر درختوں کا پھل انگوروں کے پھل کی نسبت زیادہ فائدہ مند ہو تو درخت فروخت نہیں ہو سکتے خواہ ان کے سایہ سے انگوروں کے پھل کو نقصان پہنچے۔ لیکن اگر درختوں کا پھل کم فائدہ بخش ہو تو درخت کاٹ کر بیچے جا سکتے ہیں۔ جو درخت پھل نہ دیتے ہوں وہ کاٹ کر صرف اس وقت فروخت کئے جا سکتے ہیں جبکہ ان کا سایہ پھل کے لئے مضر ہو۔ لیکن جو درخت دوسری یا تیسری دفعہ پھوٹ نکلیں وہ کاٹ کر فروخت کئے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کی مثال دانہ اور پھل کی ہے۔ بیلی صاحب صفحہ ۵۹۵ - ۵۹۶۔

اگر رہن نامہ میں شرح سود زیادہ ہو تو عدالت شرح سود کو کم کر سکتی ہے۔ ۲۷ کلکتہ ۱۷۹ نیز دیکھو

سنہ ۱۹۰۹ع لاہور لاجرنل صفحہ ۵۵ - بمبئی ہائی کورٹ کی رائے میں اگر متولی کو عدالت کی اجازت نسبت اس
امر کے حاصل کرنی ہو کہ وہ جائداد وقف کو رہن یا بیع کرے یا اُسے اجارہ پر دے تو اُسے چاہیئے کہ وہ
بموجب دفعہ ۷-۲ ایکٹ ٹرسٹی ہائے سنہ ۱۸۶۶ع کے درخواست دے (۵ بمبئی صفحہ ۱۵۴ - ۲۱ بمبئی لاء رپورٹر
۱۱۱۱ - لیکن کلکتہ ہائی کورٹ نے قرار دیا ہے - کہ اُسے اس امر کی اجازت کے لئے نالش کرنی چاہیئے - لیکن وہ
ایکٹ ٹرسٹی ہائے کے زیر تحت درخواست نہیں کر سکتا - اس کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے - کہ ایکٹ مذکور صرف
ایسی امانتوں پر حاوی ہے جو انگریزوں کی طرف سے قائم کی گئی ہوں - یا ایسے اشخاص کی طرف سے جن پر
ایکٹ وراثت ہند حاوی ہے - (۲۷ کلکتہ ۷۰ ۸) - متولی کو اختیار نہیں ہے - کہ وہ جائداد وقف
کو بلا اجازت عدالت رہن کرے (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۴۷۰) -

۴۷۵ - متولی کو اختیار نہیں کہ زرعی زمین کا اجارہ تین سال سے زیادہ مدت کے واسطے
یا سکنی جائداد کو کرایہ پر ایک سال سے زیادہ کے واسطے دے اگر متولی جائداد کو کم لگان یا کرایہ پر
دے یا مفت بغیر کسی لگان یا کرایہ کے دیدے تو وہ اس قدر لگان یا کرایہ کا ذمہ دار ہے جو ویسی
جائداد سے عموماً حاصل ہو سکتا ہے - لیکن عدالت کی اجازت سے زیادہ مدت کے لئے بھی جائداد اجارہ
یا کرایہ پر دی جا سکتی ہے - خواہ بانی نے اس کے برخلاف ہدایت کی ہو - (بیلی صاحب ۶۰۶ - ۶۰۷) (۲۴ کلکتہ صفحہ ۲)
متولی کو اختیار نہیں ہے - کہ بانی کی اجازت کے بغیر اراضیات کو تین برس سے اور مکانات کو ایک برس
سے زیادہ مدت کے لئے لگان یا کرایہ پر دے (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۴۷۹) -
بلا اختیار پٹہ جات کی صورت میں میعاد کی نسبت دیکھو ۴۴ مدراس ۸۳۱ - ۸۴۸ - انڈین اپیل ۳۰۲ -

۴۷۶ - متولی کو اختیار نہیں ہے - کہ وہ جائداد وقف کے متعلقہ ملازمان اور منتظمان کی
الاؤنس میں ایزادی کرے - لیکن عدالت خاص حالات میں کر سکتی ہے -

شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۳۶۹ -

۴۷۷ - اگر جائداد وقف سے کچھ آمدنی ہو تو اس پر جائداد کو ایسی عمدہ حالت میں رکھنے
کا مقدم مواخذہ ہے - جو حالت اس کی بوقت قرار دیئے جانے وقف کی تھی -

ہدایہ صفحہ ۲۳۶ -

۴۷۸ - سوائے اس کے کہ وقف نامہ میں متولی کو صریحاً اختیار دیا گیا ہو مندرجہ ذیل افعال
عدالت کی اجازت کے بغیر عمل میں نہیں آنے چاہیئں - لیکن عدالت کی اجازت سے کئے جا سکتے ہیں
(۱) جائداد کو ایک سال یا تین سال سے زیادہ مدت کے لئے کرایہ پر دینا خواہ بانی نے وقف

نامہ میں اس کی صریحاً ممانعت کی ہو۔

(۲) جائداد کی مرمت کے لئے یا ٹیکس ادا کرنے کے لئے قرض اٹھانا جبکہ ان اغراض کے لئے کوئی آمدنی نہ ہو تو قرضے کی ضمانت کے لئے وقف شدہ اراضی یا اس کی پیداوار رہن رکھیں۔

(۳) اغراض مذکورہ بالا کے لئے وقف کی اراضی کا کچھ حصہ فروخت کرنا۔

(۴) جائداد وقف کے عہدہ داران اور ملازمان (مثلاً امام خطیب و موذن) کا وظیفہ زیادہ کرنا جبکہ اس تنخواہ پر جو بانی نے مقرر کی تھی لائق آدمی نہ مل سکتے ہوں۔

(۵) مسمار شدہ عمارتوں کے مصالح کو فروخت کرنا یا دیگر عمارات متعلقہ وقف کی مرمت میں صرف کرنا۔ (بیلی صاحب صفحہ ۵۹۶)۔

(صدر دیوانی عدالت صفحہ ۵۰۶ ۱۸۵۵ء) میں کہا ہے کہ جب عہدہ متولی موروثی ہو اور اس کو جائداد میں حق فائدہ بخش حاصل ہو تو اس کی جائداد اس طرح کی قابل وراثت سمجھنی چاہیئے جس پر کچھ امانتوں کا بار ہوتا ہے۔ اور انتہائے مذکور کے مالکانہ حقوق متولی اور اس کے ورثا کی ذات میں داخل ہوتے ہیں اور ایسی حالت میں کوئی کافی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ کیوں متولی وہ حقوق استعمال نہ کرے جو دیگر مالکان دائمی پٹہ عطا کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ لیکن مقدمہ ویکلی رپورٹر صفحہ ۵۶۔ اس اصول کی نسبت قرار دیا گیا کہ کسی سند سے اس کی تائید نہیں ہوتی اور کہ یہ اصول غیر صحیح ہے اور کہ خواہ عہدہ متولی موروثی پر فرض کیا جائے دائمی پٹہ مقررہ لگان پر باطل ہے (بیلی صاحب ۵۹۷)۔

شرع محمدی میکناٹن صاحب کے صفحہ ۳۲۸ میں کہا ہے کہ جب تک اور ذریعہ سے روپیہ بہم پہنچ سکے جائداد فروخت نہیں کرنی چاہیئے۔ اور ایسی حالت میں بھی عدالت کی منظوری ضروری ہے فقرہ نمبر ۵ کے متعلق دیکھو ہدایہ صفحہ ۲۳۷۔ دیکھو شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۴۸۲ تا ۴۹۲۔

۴۷۹۔ جملہ اختیارات جو متولی نے تفویض کئے ہوں اس کی موقوفی یا وفات کے وقت ختم ہو جاتے ہیں۔ (۶ ویکلی رپورٹر صفحہ ۲۷۷)۔

۴۸۰۔ اگر وقف نامہ میں متولی کے حق الخدمت کی بابت کچھ نہ لکھا ہو تو عدالت کو اختیار ہے کہ حسب اقتضائے رائے خود کوئی رقم مقرر کر دے جو آمدنی جائداد کے ۱/۱۰ سے زیادہ نہ ہو۔ لیکن جب کہ وقف نامہ میں عام طور پر یہ لکھا ہو کہ متولی آمدنی میں سے اپنا گذارہ کرے اور اگر وہ ۱/۱۰ سے زیادہ خرچ کرے تو خیانت مجرمانہ کا مرتکب نہ سمجھا جائیگا۔ اور نیز اگر رقم گذارہ کم ہو تو بھی عدالت ۱/۱۵

کو اختیار ہے کہ رقم حق التحدمت میں اضافہ کرے لیکن وہ ۱/۱۰ سے زیادہ نہ ہو۔ (۲۰ کلکتہ صفحہ ۸۱-۸۲۱)۔
ویسی رقم گذارہ یقایا آمدنی جائداد وقف ہوسکتی ہے۔ ۴ پٹنہ لا جرنل ۲۱۸-۲۳۳-۲۴۴-
متولی کا وظیفہ مقرر کرنے کے وقت قاضی کو اس وقت کے رواجی وظیفوں کا لحاظ کرنا چاہیئے۔ لیکن ۱/۱۰
حصہ آمدنی سے زیادہ کبھی نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر واقف ۱/۱۰ سے زیادہ مقرر کردے تو جائز ہے لیکن
اگر واقف بہت کم مقرر کرے تو قاضی کو اختیار ہے کہ متولی کی درخواست پر جو وظیفہ مناسب سمجھے مقرر
کرے (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۳۶۹)۔

ہندوستان کا عام قانون متعلقہ حفاظت و انتظام اوقاف

۴۸۱ - (۱) جو شخص کسی جائداد کو کسی کار امانت کے لئے خواہ بغرض کسی خیراتی کام کے یا سوائے
مذہبی غرض یا کسی اور غرض سے مقرر کرنا چاہے . . . . تو مجاز ہوگا کہ آفیشل ٹرسٹی کو اس کی
رضامندی سے اس عطیہ کا امین مقرر کرے۔

(۲) اگر جائداد میں کسی غیر مذہبی یا خیراتی یا دوسرے کام کے لئے امانت کی شرط ہو اور کوئی
شخص امین کا کام دینا چاہے یا انجام دینے کے قابل نہ ہو تو تمام امنار اور وہ شخص جن کو اس جائداد
امانتی کے فائدہ سے غرض ہو یہ خواہش کریں کہ امین یا امنار کی بجائے آفیشل ٹرسٹی مقرر کیا جائے
تو ہائی کورٹ کو اختیار ہے کہ اس کی منظوری سے اس کو مقرر کرے۔

خلاصہ دفعات ۸ تا ۱۰ - ایکٹ ۱۷ سنہ ۱۹۲۰ء) نیز دیکھو ایکٹ ۵ سنہ ۱۹۰۲ء)۔

۴۸۲ - اوقاف خیراتی کے ایکٹ مصدرہ سنہ ۱۸۹۰ء کے رو سے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ گورنمنٹ
کسی عہدہ دار کو اس کے نام سے یا عہدہ کے اعتبار سے کسی ممالک تحت لوکل گورنمنٹ میں اوقاف کا
خزانچی مقرر کرے۔ اور جہاں کوئی جائداد خیراتی مقصد کے لئے امانتاً قبضہ میں ہو یا صرف کرنی ہو
وہاں لوکل گورنمنٹ کو جائز ہوگا کہ امین یا امنا کی درخواست پر جو جائداد کے قابض ہوں یا اس شخص
یا ان اشخاص کی درخواست پر جو جائداد کو امانت پر لگانا چاہیں ایسی شرائط پر در بارہ صرف جائداد
یا اس کی آمدنی کے جو سائل یا سائلان اور لوکل گورنمنٹ کے درمیان قرار پاویں خزانچی مذکور کو
تفویض کردے۔ لیکن حکم تفویض مقتضی اس کا نہ ہوگا کہ خزانچی پر انتظام جائداد کی نسبت امین کا فرض
عائد کرے۔

خیراتی مقصد میں امداد غربا، تعلیم، امداد طبی اور ہئے رفاہ عام کی اصلاح داخل ہے لیکن
اس میں ایسا مقصد داخل نہیں جو محض مذہبی تعلیم یا عبادت سے متعلق ہو۔

لوکل گورنمنٹ کو اختیار ہے کہ درخواست دہندگان کی رضامندی سے اس جائداد کے اہتمام کے متعلق ایک اسکیم (تجویز) تیار کرے جو خزانچی کو تفویض کی گئی ہو یا تفویض ہونے والی ہو۔ جب اس طرح کی سکیم تیار ہو جائے تو خزانچی کو لازم ہے۔ کہ سکیم مذکور کے مطابق جائداد و یا اس کی آمدنی کا اہتمام کرے (دفعات ۲ تا ۶ و ۸۔ ایکٹ ۱ سنہ ۱۸۹۰ء)۔

ایکٹ رجسٹری مجالس ہائے ۲۱ سنہ ۱۸۶۰ء میں لفظ خیراتی کے ساتھ کوئی قید نہیں لگائی اس لئے ایک مجلس جس کا مدعا ایک مسجد کا انتظام کرنا ہے ایکٹ مذکور کے زیر تحت رجسٹری ہو سکتی ہے۔ ۲۸۔ الہ آباد ۴۳۸۔

۴۸۳۔ جو امانت صریحاً یا معناً واسطے اغراض خیرات عام یا امور مذہبی کے قرار دی گئی ہو جب اس کی خلاف ورزی بیان کی جائے یا ایسی امانت کے انتظام کے لئے عدالت کی ہدایت ضروری متصور ہو تو ایڈوکیٹ جنرل ایکس افیشیو یا دو یا کئی اشخاص جو اس امانت میں غرض رکھتے ہوں اور ایڈوکیٹ جنرل کی رضامندی تحریری حاصل کر چکے ہوں۔ عدالت ہائی کورٹ یا عدالت ضلع میں جس کے اختیارات سماعت دیوانی کی حدود ارضی کے اندر کل یا کوئی جزو سے امانتی کا واقعہ ہو واسطے حصول ڈگری اور مفصلہ ذیل کے نالش رجوع کر سکتے ہیں (ا) تقرری نئے امناء خیرات کا حسب منشائے امانت (ب) حوالہ کیا جانا کسی جائداد کا امنائے خیرات کو حسب منشائے امانت۔ (ج) قرار دیا جانا ان حصص کا جو اس خیرات کے اغراض کے واسطے واجبی ہوں۔ (د) اس بات کی اجازت دینا کہ کل یا کوئی جزو اس کے متعلق جائداد کا کرایہ یا پٹہ پر دیا جائے یا بیع کیا جائے یا رہن رکھا جائے یا بدل لیا جائے۔ (ہ) قرار دینا ضوابط کا واسطے اس کے انتظام کے یا دادخواہی مزید یا اور کسی طرح کی ایسی دادخواہی کرنی جو بنظر نوعیت مقدمہ کے ضروری ہے۔

اختیار جو اس دفعہ کے رو سے ایڈوکیٹ جنرل کو دیئے گئے ہیں جائز ہے کہ بلا و ریزیڈنسی کے باہر بعد حصول منظوری لوکل گورنمنٹ کے نیز صاحب کلکٹر یا وہ عہدہ دار جسے لوکل گورنمنٹ اس کام کے لئے مقرر کرے عمل میں لائے (دفعات ۹۲ و ۹۳ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۹۰۸ء)۔

اگر جائداد امانتی کو کوئی غیر شخص نقصان پہنچائے۔ تو اس کے واسطے دیکھو ۵ الہ آباد صفحہ ۱۴۸۔ ۷۔ الہ آباد صفحہ ۱۷۸۔ نیز انتقال کے متعلق دیکھو ۸ بمبئی ۳۶۵۔ ۲۴ بمبئی ۱۷۰۔ ۲۱۔ الہ آباد ۱۸۷۔ ۳۳۔ الہ آباد ۶۶۰ میں قرار دیا گیا کہ دفعہ ۹۲ ضابطہ دیوانی حاوی نہیں ہے۔ مقدمہ نمبر ۸ کلکتہ صفحہ ۲۴ قرار دیا گیا کہ اس دفعہ سے واضعان قانون کا یہ منشا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو شخص مسجد میں نماز پڑھا کرتے ہیں وہ عطیہ سے بلا واسطہ تعلق استفادہ نہیں رکھتے۔ ۱۲ مدراس صفحہ ۱۵۷ میں اس فیصلہ کی پیروی کی گئی۔ لیکن برعکس اس کے

مقدمہ ۷ - الہ آباد صفحہ ۷۰ اسید محمود نے یہ قرار دیا کہ شرع محمدی کا یہ یقینی مسئلہ ہے کہ جو اشخاص بالعادۃ مسجد میں پڑھنے کے مستحق اور عادی ہیں وہ مسجد سے بلاواسطہ تعلق استفادہ رکھتے ہیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر ان اشخاص کا تعلق بلاواسطہ نہیں تو اور کن اشخاص کا ہے۔

یہ جملہ امانت جو اغراض خیرات عام کے واسطے ہو جس طرح کہ مجموعہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۵۳۹ میں استعمال کیا گیا ہے اس کے معنے کی نسبت تجویز ہوئی کہ وصیت زرجو منجانب مسلمان موصی کہ بہ امانت صرف عنداللہ یعنی وصی کی انتصائے رائے پر دینی اغراض میں خرچ ہونے کے واسطے کی گئی ہوں ایسی غایت درجہ کی مبہم اور غیر مقرر ہوتی ہے۔ کہ اس کو حسب مراد دفعہ مذکور از روئے کسی تعبیر کے جو مناسب طور پر اس دفعہ کی عبارت کی جاوے خیرات عام کے اغراض کے لئے امانت کرنے والی وصیت نہیں کہا جا سکتا۔ جو سرمایہ مذکورہ بالا شرایط کے ساتھ وصیت کیا جائے وہ شرع محمدی کے منشار کے بموجب جائز طور پر مختلف مطالب میں صرف ہو "ہو سکتا ہے جس میں منجملہ دیگر مطالب کے زیارت یا حج مکہ اور خیرات اور روزہ نماز اور وضو تعمیر مساجد بھی شامل ہے۔ وہ خاص مقاصد جن پر روپیہ خرچ کیا جاوے گا وصی کی انتصائے رائے پر منحصر ہے۔

مقدمہ ۲۱ کلکتہ ۳۹۲ - عدالت نے یہ رائے ظاہر فرمائی ہے کہ اس میں مقدمات زیر دفعہ ۹۲ (سابق ۵۳۹) ضابطہ دیوانی دائر ہو سکتے ہیں۔ اور مقدمہ ۲۴ کلکتہ ۴۱۸ مختلف مدعیان کی طرف سے ایک ہی مدعا علیہم کے برخلاف مندر کی جائداد کے انتقال و امانت کے متعلق درست طور پر زیر دفعہ ہذا دائر کیا گیا تھا۔ لیکن مقدمہ ۲ کلکتہ لاجرنل صفحہ ۴۳۱ - اس رائے سے اختلاف رائے کیا گیا تھا۔ اور مقدمہ ۳۳ کلکتہ ۷۸۹ میں ناپسند کیا گیا تھا۔

۴۸ - از روئے ایکٹ ۲۰ ۱۸۶۳ء کے ہر شخص جو کسی مسجد یا مندر یا مصرف دینی دیگر بشرطیکہ وہ احاطہ مدراس یا بنگال میں واقع ہو اور اس نوع کا ہو۔ کہ قبل از ۱۸۶۳ء وہ بورڈ آف ریونیو کے زیر ضبط تھا یا ہو سکتا تھا (اگر وہ اس وقت موجود نہ ہوتا) سے عبادت یا پرستش اس کی سے یا امانتوں متعلقہ اس کی سے سروکار رکھتا وہ بغیر اس کے کہ کسی دیگر شخص اہل غرض کو بھی اپنے ساتھ بطور مدعی شریک کرے مجاز ہے کہ ضلع کی اعلیٰ عدالت دیوانی میں بنام امین یا منتظم یا مہتمم مسجد وغیرہ یا بنام رکن کسی کمیٹی کے جو حسب ایکٹ ہذا مقرر ہوئی ہو نالش کی بد اخلت بیجا یا خیانت یا غفلت کارلازمی کی نسبت کسی امانت کے جو اس کے سپرد ہوئی یا تفویض ہو دائر کرے اور عدالت مذکور مجاز ہے کہ حکم واسطے تعمیل خاص کسی فعل کے ایسے امین یا منتظم یا مہتمم یا کارکن

اب ایکٹ ۵ ۱۹۰۸ء کی دفعہ ۹۲ ہے۔

کے خلاف ڈگری ہرجہ وخرچہ صادر کرے اور نیز حکم معزولی صادر کرے۔

دفعہ ۱۴۔ ایکٹ ۲۰ ۱۸۶۳ء لو ۵ بنگال لا رپورٹ ضمیمہ صفحہ ۵۵۔ ۲ مدراس ہائی کورٹ ۱۹۷ ایضاً ایکٹ ۲۰ ۱۸۶۳ء لو عدالت فقط اظہار حق کسی خاص شخص کا در باب تقرری امام مسجد کے کرسکتی ہے لیکن کسی شخص کو حکماً امام مقرر نہیں کرسکتی (۵۱ ۳ پنجاب ریکارڈ ۱۸۷۱ء)۔

نیز دیکھو ۵ بنگال لا رپورٹ ۱۶۷۔ ۲۳ ویکلی رپورٹ صفحہ ۴۵۳۔ ۷ مدراس صفحہ ۹۵۔

۴۸۵۔ قوانین مذکورۃ الصدر کے نفاذ سے پیشتر شخص جو کسی عام عطیہ سے فائدہ کی غرض رکھتا تھا خواہ عطیہ مذہبی ہو یا غیر مذہبی اور جو یہ ثابت کر سکتا تھا کہ امین کی مداخلت بیجا یا غفلت کی وجہ سے اس کو نقصان پہنچا ہے تکلیف ہوئی ہے یا اجنبیوں نے جائداد امانتی کو نقصان پہنچایا ہے یا دست اندازی کی ہے۔ مجاز ہے کہ عدالتہائے دیوانی میں برعایت معمولی قواعد نسبت حدود ارضی و مالیت نالشات دعویٰ رجوع کرے۔ لیکن امور ذیل کی نسبت اسناد متناقض ہیں۔

(۱) نالش خواہ ایکٹ ۲۰ ۱۸۶۳ء کے مطابق ہو یا ضابطہ دیوانی کی دفعات ۹۲ و ۹۳ کے مطابق ہو بغیر حصول خاص اجازت مصرحہ قوانین مذکورہ صدر رجوع ہوسکے گی یا نہیں۔

(۲) ایک شخص جو کسی خاص عمارت میں عبادت کرنے کا مستحق یا عادی ہو اور جو دوسروں کے افعال یا ترک سے اپنے اس حق سے محروم کیا جاوے۔ تو دوسرے عبادت کنندگان سے جداگانہ اپنے مضرت ذاتی کے واسطے تنہا نالش کرسکتا ہے۔ یا اس کو ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۳۰ کی شرائط کو بدیں وجہ کہ وہ ایسے حق کی بنا پر نالش کرتا ہے۔ جو اس کے اور دیگر تمام عبادت کنندگان کے لئے مشترک ہے پورا کرنا لازم ہے۔

مقدمہ ۵۔ الہ آباد صفحہ ۴۹۷ بغیر حصول اجازت نالش پذیرا کرنے کی وجہ یہ قرار دی گئی تھی۔ کہ وقف متنازعہ مسلمانوں کا مذہبی مقام ہے۔ اس لئے اس سے شرع محمدی متعلق ہے۔ نہ کہ دفعہ ۵۳۹ ضابطہ دیوانی۔ یہ فیصلہ ظاہراً غلط معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ قانون اصلی کو ضابطہ سے خلط ملط کر دیا ہے۔ اور یہ فیصلہ صرف اس صورت میں صحیح ہوسکتا ہے۔ کہ دفعہ ۵۳۹ ضابطہ دیوانی کو صرف اجازتی سمجھا جاوے۔ مقدمہ ۸ کلکتہ صفحہ ۳۲ کے واقعات ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۵۳۹ کی تابع شرائط پائے گئے تھے۔ نیز ملاحظہ ہو ۶۔ الہ آباد صفحہ ۴۸۴۔

مقدمہ اخلاص کامل ۵۔ الہ آباد صفحہ ۲۸۷ قرار دیا گیا کہ کوئی مسلمان بلالحاظ دفعہ ۲ دفعہ ۵۳۹

لہ دفعہ ۹۲۔ ایکٹ ۵ ۱۹۰۸ء۔

ضابطہ دیوانی اس بات کے استقرار حق کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ کہ پرانی و مسمار شدہ مسجد کی مرمت کرے اور بعض احاطے جو گھاس جمع کرنے کے کام میں آتے ہیں اٹھا دیئے جائیں چیف جسٹس پیتھیرم صاحب نے ظاہر کیا کہ دفعہ ۳۰ ایسے مقدمہ سے متعلق ہے جس میں بہت سے اشخاص دادرسی حاصل کرنے میں غرض مشترک رکھتے ہوں اور مسجد میں تمام مسلمانوں کا نماز پڑھنے کا حق مشترک حق نہیں ہے۔ بلکہ ایسا حق ہے جو بہت اشخاص کو حق حاصل ہے۔ فاضل جج نے قرار دیا کہ مسلمان اس ملک کی آبادی کا جزو ہیں اس لئے یہ حق عامہ خلائق کو مفوض نہیں اور اس لئے اس حق کے مشابہ ہے جو نیچ کے راستہ میں کسی شخص کو حاصل ہوتا ہے اور ہر شخص جس کو ایسا حق حاصل ہو۔ بلا تعرض اس کے استعمال کا مستحق ہے۔ اور جو شخص اس کے استعمال میں متعرض ہو اس کے خلاف دعویٰ کر سکتا ہے۔ ۲۰ کلکتہ صفحہ ۳۲ محولہ مذکورہ بالا میں مدعی کی استدعا کا ایک جزو دفعہ ۵۳۹ ضابطہ دیوانی اور دفعہ ۱۴ ایکٹ ۲۰ ۱۸۶۳ء ہر دو کے حیطہ سے باہر سمجھا گیا اور باقی جزو کی نسبت جس میں یہ استدعا ہے کہ بعض جائداد وقف قرار دی جاوے عدالت نے حسب ذیل رائے ظاہر کی۔

ہم خیال کرتے ہیں کہ مدعیان صرف اس وجہ سے نالش ہذا کے دائر کرنے کے مجاز نہیں تھے۔ کہ مذہب اسلام کے سپرد ہونے کی وجہ سے تعلق ہے۔ اور مسجد کے قرب وجوار میں سکونت پذیر ہیں اور مسجد میں نماز پڑھنے کے عادی ہیں۔ ان کا یہ تعلق اشخاص کثیر کے ساتھ مشترک ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ملک کی تمام اسلامی آبادی کے ساتھ لیکن بلاشبہ تمام مسلمان باشندگان نواح کے ساتھ مشترک ہیں اور ہم خیال کرتے ہیں کہ یہ ایسا مقدمہ ہے جو دفعہ ۳۰ ضابطہ دیوانی کے احکام کی ذیل میں آتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اگر مدعیان مقدمہ ہذا عدالت میں زیر دفعہ ۳۰ ضابطہ دیوانی درخواست کرتے تو ان کو نالش دائر کرنے کی اجازت مل جاتی۔ لیکن چونکہ انہوں نے اجازت حاصل نہیں کی وہ بلاشبہ نالش دائر کرنے کے مستحق نہیں۔

۴۸۶۔ قانون کا یہ عام اصول ہے کہ قبضہ محض مداخلت کنندہ کے مقابلہ میں کافی استحقاق ہوتا ہے۔ اس شخص کے حق میں تعلق پذیر ہے۔ جو مالک متوفی کے ورثا ر خریدار کے ذریعہ قابض ہوتا ہے۔ اور اس شخص کے مقابلہ میں جو یہ بیان کرتا ہو کہ مالک متوفی نے جائداد کو وقف کر دیا تھا لیکن جو یہ نہ ثابت کر سکے کہ وہ عہدہ متولی کا حقدار ہے۔ یا جائداد وقف میں کوئی غرض فائدہ بخش رکھتا ہے۔ ۲۰ کلکتہ صفحہ ۸۳۴۔

سلہ دفعہ ۹۲۔ ایکٹ ۵ سنہ ۱۹۰۸ء

۴۸۷- جبکہ عدالت کو کسی خیراتی مقصد کے متعلق کسی جماعت کے ایسے فریقین کی متنازع دعاوی کا فیصلہ کرنا ہو جو بلحاظ مذہبی اصولوں کے مختلف فرقوں سے تعلق رکھتے ہوں تو متنازع علیہ حقوق کا تصفیہ ان عقائد کے مطابق ہوگا۔ جو اس جماعت کے ابتداً تھے اور اگر وہ صغیر جو ان ابتدائی عقائد کا پابند ہو گروہ کثیر پر جو ان عقائد کو چھوڑ چکا ہو غالب رہے گا۔

۱۲ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۳۲۳۔

۴۸۸- (۱) جائداد وقف شدہ کلاً یا جزاً متولی کے برخلاف ذاتی ڈگری میں صرف اس بنا پر کہ جو فرائض اُسے سرانجام دینے ہیں ان کی ادائیگی کے بعد منافع کا کچھ حصہ اس کے پاس باقی بچ رہتا ہے قرق نہیں کی جا سکتی۔ لیکن جو بقایا رقم منافع متولی کو ذاتی مفاد کے لئے واجب الادا ہو وہ غالباً قرق ہو سکتا ہے۔ ۵۰ کلکتہ ۳۲۹- ۱۵-انڈین اپیل ۱۔

(۲) متولی کا عہدہ کبھی ایسی ڈگری میں جو متولی کی ذات کے برخلاف ہو قرق نہیں ہو سکتا ۲۴ کلکتہ ۸۳- ۹۱۔

مقدمہ ۵۰ کلکتہ ۳۲۹ و ۱۵- انڈین اپیل ۱) ڈگری دار کی طرف سے یہ عذر کیا گیا تھا کہ چونکہ فرائض مذہبی کی ادائیگی کے بعد امین کے پاس فاضلہ رقم ہمیشہ بچ رہتی ہے۔ اس لئے ڈگری دار اس فاضلہ رقم کی حد تک جائداد کو قرق کرانے کا مجاز ہے۔ لیکن محترم حکام پریوی کونسل نے قرار دیا کہ صرف اس بنا پر کہ امین کے پاس مذہبی فرائض کی ادائیگی کے بعد کچھ فاضلہ رقم بچ رہتی ہے۔ جائداد وقف شدہ کا کوئی جزو قرق نہیں کیا جا سکتا۔

۴۸۹- سجادہ نشین کا عہدہ مذہبی عہدہ ہے۔ اور سجادہ نشین جو جائداد پیدا کرے وہ اس کی پرائیویٹ جائداد ہوتی ہے۔ اور اس کی وفات پر اس کے وارثان کو پہنچتی ہے۔ (۲۶ بمبئی لاء رپورٹر ۱۰۵۸- ۴۴ مدراس ۸۳۱- ۴۷=۸ ۴۸- انڈین اپیل ۳۰۲- ۲۳۴)۔

سجادہ نشین کا عہدہ مذہبی عہدہ ہے۔ لیکن متولی کا عہدہ ایسا نہیں ہے۔ ان ہر دو عہدوں میں جو تفاوت ہے۔ اس کی نسبت دیکھو ۹ کلکتہ ۲۰۳- ۲۷ کلکتہ ۶۷۴۔

سجادہ نشین اور متولی میں یہ فرق ہے۔ کہ سجادہ نشین مکان مذہبی کے دینی معاملات کا ذمہ وار ہوتا ہے اور متولی دیگر کاروبار متعلقہ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ (۲۷ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۵ء)۔

لیکن دختری اولاد کا ممبر جنس ذکور سجادہ نشین مقرر ہو سکتا ہے۔ ۱۰ بمبئی ۱۱۹۔

۴۸۹- مسلمانوں کی عام عبادت کے متعلق عصبات کی نسبت خاص قواعد جب ایک دفعہ ایک

مکان بطور عام مسجد کے (خصوصاً جبکہ وقف نامہ میں اس کے خلاف ظاہر نہ کیا گیا ہو) وقف کیا گیا ہو تو ہر مسلمان کو حق ہے کہ عبادت کے واسطے اس میں داخل ہو۔ اور نماز جماعت میں اس طریق سے شامل ہو جس طرح کہ مذہب اسلام میں ہدایت ہے اور ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اہل سنت وجماعت کے چار مسالک جن امور رسمی میں مختلف ہیں وہ امور ایسے نہیں کہ ان کی وجہ سے ایک مسلک کا پیرو دوسرے مسلک کے پیرو کا عبادت میں شریک ہونے سے مانع ہو۔ لیکن یہ امر یقینی نہیں ہے کہ آیا ایسی مسجد میں جو صرف کسی خاص مسلک کے لئے وقف کی گئی ہو اس میں دوسرے مسلک کا شخص عبادت کے لئے داخل ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۱۲۔ الہ آباد ۴۹۴۔ ۱۳۔ الہ آباد ۴۱۹۔ ۱۸ کلکتہ ۴۴۸۔ ۱۸۔ انڈین اپیل ۵۹ ۳۵ کلکتہ ۲۹۴۔ ۱۱ لاہور ۲۱۷۔

حنفی مسالک کے مطابق نماز میں لفظ آمین باسر پڑھا جاتا ہے۔ لیکن شافعی مسلک میں بالجہر پڑھا جاتا ہے۔ اگرچہ کسی جماعت میں نماز میں کثرت حنفیوں کی ہو تو وہ شافعیوں کو آمین بالجہر پڑھنے سے نہیں روک سکتے۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ شافعی نیک نیتی سے اپنے فرض مذہبی کو پورا کرنے کی غرض سے ایسا کریں اور ان کا یہ منشا نہ ہو کہ حنفیوں کو جو ان کے ساتھ عبادت میں شریک ہوں عداوتاً دق کریں۔ ۷۔ الہ آباد ۴۶۱۔ ۱۲۔ الہ آباد صفحہ ۴۹۴۔ ۱۳۔ الہ آباد ۴۱۹

ایک مسجد کے امام نے جس کو حنفیوں نے تعمیر کیا تھا۔ آمین بالجہر اور رفع یدین کے متعلق شافعی مسلک کی پابندی اختیار کر لی۔ جماعت کے بعض نمازیوں نے جنہوں نے اس تغیر کو ناپسند کیا اس مسجد میں ایک جدید امام مقرر کر کے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا انتظام کر لیا۔ قرار دیا گیا کہ ان تغیرات کی وجہ سے جو امام سابق عمل میں لایا ہے۔ حنفیوں میں امامت کرنے سے محروم نہیں ہو گیا۔ اور امام مذکور اور متولی جس نے اس کو مقرر کیا تھا۔ مستحق ہیں کہ حنفیوں کو ان کی کارروائیوں کو روکنے کے لئے حکم امتناعی صادر کرائیں۔ ۱۸ کلکتہ صفحہ ۴۴۸۔

ایک وہابی اس مسجد میں جو حنفیوں نے تعمیر کی ہو نماز پڑھ سکتا ہے۔ ۳۵ کلکتہ ۱۹۴۔

وقف مسجد۔ مسجد ایک عام مذہبی امانت ہے۔ جب تک کہ یہ ثابت نہ کیا جائے کہ خلائق عامہ کو بغیر خاص اجازت کے وہاں جمع ہونے کا کوئی حق نہ تھا۔ ۵ لاہور ۵۹ (۶۰)۔

۴۹۰۔ اگر کسی مسجد میں اس وجہ سے نقص امن پیدا ہو کہ جماعت کے بعض ارکان دوسرے ارکان کے طریق ہائے مندرجہ دفعہ ماسبق میں نماز پڑھنے میں معترض ہوتے ہیں۔ تو فوجداری ذمہ واری کا بوجھ اس امر پر منحصر ہو گا کہ کونسا فریق کجنبر ہے۔ اور نہ اس امر پر کہ خاص طریقہ عبادت کتنے عرصہ سے اس

مسجد میں جاری ہے۔ اور نہ اس امر پر کہ بانی وقف کس مسلک کا تھا۔ بلکہ اس ذمہ داری کا بوجھ اس امر پر منحصر ہوگا کہ کس فریق نے دوسرے کو اپنے طریق کے مطابق عبادت کرنے سے روکنے کی کوشش کی ہے اس بار ذمہ داری کو منتقل کرنے کے لئے نہ صرف یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ جس شخص کی نماز میں تعرض کیا گیا وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اپنے حق کے نفاذ سے وہ غیظ آمیز خیالات کو اشتعال دے گا۔ بلکہ اس کا اصل مدعا فرض مذہبی ادا کرنے کا نہ تھا بلکہ دوسرے فریق کو رنج پہنچانے کا تھا۔ (۷ الہ آباد صفحہ ۴۶۱)۔

۴۹۱ - اگر ایک وقف نامہ میں ایک مکان محض حنفیہ طریقہ کے مطابق عبادت کرنے کے واسطے بطور مسجد وقف کیا جائے۔ تو یہ امر کہ آیا وقف قطعاً جائز ہوگا یا قطعاً ناجائز ہوگا یا سوائے شرط نسبت محض حنفی طریقہ کے جائز ہوگا۔ ایسا امر ہے جو اب تک ہندوستان کے ہائی کورٹوں کے روبرو پیش نہیں ہوا۔ اور اس کے متعلق اسناد فقہ یہ مجھ کو معلوم نہیں ہو سکیں۔

۵ انبگال لا رپورٹ صفحہ ۱۶۷ میں قرار دیا گیا کہ امام باڑہ عبادت گاہ نہیں ہے۔ اس لئے حسب ایکٹ ۲۰ ۱۸۶۳ء عام مذہبی عطیہ نہیں ہے۔

۴۹۲ - اوقاف کی حفاظت۔ نفاذ اور انتظام کے متعلق مفصلہ ذیل قانون رائج ہیں۔

(۱) آفیشل ٹرسٹی ایکٹ نمبر ۲ ۱۹۱۳ء۔

(۲) ایکٹ اوقاف خیراتی نمبر ۶ ۱۸۹۰ء دفعات ۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸۔

(۳) ایکٹ اوقاف مذہبی نمبر ۲۰ ۱۸۶۳ء دفعہ ۱۴۔

(۴) مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء دفعہ ۹۲۔

(۵) ایکٹ جواز وقف علی الاولاد مدد نمبر ۶ ۱۹۱۳ء۔

باب چہاردہم

حق شفع

۴۹۳ - حق شفع سے مراد ایسا حق ہے جس کے بموجب بعض غیر منقولہ جائداد کا مالک بعض دیگر جائداد غیر منقولہ جو کسی دوسرے شخص کے پاس فروخت کی گئی ہو بالجبر خرید کر سکتا ہے۔

ہدایہ صفحہ ۵۴۷۔ بیلی صاحب صفحہ ۴۷۵۔ ۷ الہ آباد ۷۷۵-۷۹۹۔

شفع ایسا حق ہے جو جائداد غیر منقولہ کے مالک کو اس حیثیت سے بغرض استفادہ کامل جائداد غیر منقولہ کا مالکانہ

قبضہ بجائے مشتری کے اپنے اوپر لینے کا حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ شرائط پر جائداد موخر الذکر کسی دوسرے شخص کے پاس بیع کی گئی ہو۔ (مسٹر جسٹس محمود ۷۔ الہ آباد صفحہ ۹۹ و نیز دیکھو ۳۰۔ الہ آباد ۱۳۱)۔

حق شفع ایسا حق مراد ہے جس کے بموجب ایک شخص اس جائداد کو خرید کر سکتا ہے۔ جو دوسرے شخص نے خرید کی ہو۔ اسی قیمت پر جو مقرر کی گئی ہو۔ یا موخر الذکر نے خرید کی ہو (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۶۱۲)۔ شفع کا حق صرف جائداد غیر منقولہ کے متعلق پیدا ہوتا ہے (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۶۱۲)۔

۴۹۴۔ شرع محمدی کے مسائل نسبت شفع کو برٹش انڈیا کی عدالتیں مقدمات مابین مسلمانان میں "عدل و انصاف و نیک نیتی کی بناء پر برتتی ہیں۔ الا احاطہ مدراس میں شفع کا حق مسلمانوں میں بھی تسلیم نہیں کیا گیا۔ ماسوائے مقامی رواج کے مثلاً مالابار میں کیونکہ ہائی کورٹ مدراس کی رائے میں یہ حق انتقال جائداد کے متعلق آزادی کو روکتا ہے۔ اور اس لئے عدل و انصاف اور نیک نیتی کے برخلاف ہے۔

۲۰۔ مدراس ۵۳۰-۶۔ مدراس ہائی کورٹ ۲۶۔

ایک مسلمان نے ایک مشتری اور ہندو بائع پر قربت کی بناء پر شفع کا دعوےٰ کیا تھا۔ اخراج دعوی کے لئے بائع کا ہندو ہونا کافی ہوتا۔ لیکن حاکم اعلےٰ ہالوے صاحب نے اس موقع پر یہ اصول قائم کیا کہ شفع کی نسبت احاطہ مدراس میں شرع محمدی پر بطور قانون عمل نہیں کیا جاتا۔ (۶ مدراس ہائی کورٹ صفحہ ۲۶)۔

پنجاب میں دعویٰ حق شفع بروئے قانون اہل اسلام یا بوجوہات انصاف و نیک نیتی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بموجب ایکٹ نمبر ۱ سنہ ۱۹۱۳ء ہوتا ہے۔ (۸ پنجاب ریکارڈ سنہ ۱۸۹۳ء)۔ نیز دیکھو ۲۰ مدراس ۳۰۵۔

حقیقی قانون شفع کا رواج ہندوستان میں شاہان اسلام کے حکومت کے ساتھ ہوا۔ اور بعض مقامات میں اب یہ مقامی رواج ہو گیا ہے۔ (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۶۱۲)۔

۴۹۵۔ صوبہ پنجاب میں شفع بموجب ایکٹ قانون شفع نمبری ۱ مجریہ سنہ ۱۹۱۳ء کے مطابق قرار پاتا ہے۔ اور صوبہ اودھ میں ایکٹ قوانین اودھ مصدرہ سنہ ۱۸۷۶ء کے مطابق یہ ایکٹہائے مسلم اور غیر مسلم ہر دو پر حاوی ہیں اس لئے ان ممالک میں شرع محمدی کے خاص مسائل شفع اہل اسلام پر بھی حاوی نہیں ہیں۔ ماسوائے اس صورت کے کہ جب مقامی رواج ہو۔

ولسن صاحب دفعہ ۳۵۲۔

ایکٹ قانون شفع پنجاب نمبر ۱ مجریہ سنہ ۱۹۱۳ء کے لئے دیکھو ضمیمہ ب منسلکہ۔

۴۹۶۔ یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ شفع کا رواج یا حق بہار و گجرات کے ہندوؤں میں جاری ہے اور یہ تابع مسائل شفع شرع محمدی ہے ماسوائے اس کے کہ رواج سے اس کی ترمیم ہو گئی ہو۔

جن مقامات میں ایسا رواج عام طور پر جاری ہو اور جوڈیشل طور پر تسلیم کیا گیا ہو۔ تو اس کے ثابت کرنے یا اس کی موجودگی کی نسبت ثبوت دینے کی ضرورت نہیں۔

دیکھو ۲۳ کلکتہ ۹۸۸ بنگال لا رپورٹ جلد ضمیمہ صفحہ ۲۵۔ ۳۰ کلکتہ ۹۱۵ = ۳۰ انڈین اپیل ۱۰۱۔ ۱۳ ویکلی رپورٹ صفحہ ۱۸۸۔ ۱ بمبئی ہائیکورٹ اپیل دیوانی صفحہ ۲۶۲۔ ۲۸ بمبئی ۱۸۳۔ ۵ بمبئی ۲۰۴۔ ۵ بمبئی لا رپورٹ ۶۹۳۔ ۴۰ بمبئی ۳۵۸۔ ۴۱ بمبئی ۶۳۶۔ ۲۲ بمبئی لا رپورٹ ۸۰۶۔ ۲۸۔ الہ آباد ۵۹۰۔ ۷ ممالک مغربی و شمالی ۱۔ ۳۵ کلکتہ ۵۷۵۔

غیر مسلمان بھی استحقاق شفع کو ایسا ہی استعمال کر سکتے ہیں جیسا کہ مسلمان دیلی صاحب صفحہ (۷۷۴)۔

اجمیر مارواڑ میں بموجب ریگولیشن اجمیر ۱۸۷۷ء استحقاق شفع موجود ہے۔ اور نافذ کیا جا سکتا ہے۔ ۴۲۔ الہ آباد ۲۳۹۔

ایک ہندو نے جو کلکتہ کے نزدیک بستا تھا۔ لیکن عدالت دیوانی آگرہ صوبہ بہار میں وکالت کرتا تھا۔ آگرہ میں کچھ اراضی خرید کی اور پھر اس نے اس اراضی کو فروخت کرنے کا معاہدہ کیا۔ اگرچہ یہ تسلیم کیا گیا کہ آگرہ میں شفع کا رواج موجود ہے تاہم اس کو شریک کی طرف سے شفع کا دعویٰ نامنظور ہوا۔ (۴۴ ویکلی رپورٹ صفحہ ۱۹۵) جس کی پیروی ۳۲ کلکتہ ۹۸۸ میں کی گئی۔

نیز دیکھو۔ ۷ الہ آباد ۵۳۵ و ۱۳۔ الہ آباد ۳۴۶۔

ہندوؤں پر قاعدہ شفع بغیر رواج کے نہیں کیا جانا چاہیئے۔ ۴۵۔ الہ آباد ۱۰۵۔

۴۹۷۔ ہندوستان کے دیگر حصص میں شرع محمدی کا قاعدہ شفع اکثر مقامی رواجات سے تبدیل ہو جاتا ہے۔ جو دیہہ یا ضلع کے مالکان اراضی کے درمیان اقرار نامہ کی رو سے معین ہو کر قرار پاتے ہیں اور کاغذات بندوبست میں درج ہوتے ہیں۔ ۱ الہ آباد صفحہ ۴۷۔ ۳ الہ آباد ۱۲۹۔ ۴۲ انڈین اپیل ۱۰ (۸۱)۔

(۲) ایک مسلمان بائع ایک ہندو مشتری کے ساتھ یہ اقرار کر سکتا ہے کہ جو قانون شفع بموجب شرع محمدی اُس کے اور اس کے شریک حصہ دار کے مابین قابل اطلاق ہے وہی بیع مجوزہ پر عائد ہو گا۔ اگر ایسا معاہدہ کیا جاوے اور بائع اُس کی اطلاع اپنے شریک حصہ دار کو دیوے اور شریک حصہ دار بموجب قانون مطالبہ شفع کا کرے تو وہ مشتری کے برخلاف مستحق شفع ہو گا خواہ مشتری ہندو ہی ہو۔ ۴۱ بمبئی ۶۳۶۔ ۴۵ ۔ ۶۵۱۰۔

بمقدمہ ۲۳۔ الہ آباد صفحہ ۵ میں بہ پیروی مقدمہ ویکلی نوٹ ۱۸۹۷ء صفحہ ۳ یہ قرار دیا گیا کہ جہاں پر عبارت واجب العرض سے یا دیگر شہادت سے یہ ظاہر نہ ہو کہ شفع کے متعلق شرط جدید معاہدہ مابین شرکاء ہے۔ قیاس یہ ہو گا کہ یہ شرط ثبت قدیم رواج کے ہے۔

بمقدمہ ۹۔ الہ آباد ۳۱۵ میں جہاں پر واجب العرض میں صرف یہ درج تھا کہ رواج شفع رواج ملک کے مطابق ہے اور اس ضلع میں کسی رواج کے رائج ہونے کی کوئی شہادت نہ دی گئی تھی یہ قرار دیا گیا کہ جو شرائط نسبت شفع شرع محمدی میں درج ہیں ان کی تعمیل ضروری ہے۔ نیز دیکھو ۱۳۔ الہ آباد ۴۲۷۔

بمقدمہ ۷۔ الہ آباد صفحہ ۵۷۰ میں مسٹر جسٹس محمود نے قرار دیا کہ اگر نالش زیر تحت شرع محمدی نہیں ہے بلکہ ایسے رواج کی بنا پر ہے جس کو واجب العرض

میں تسلیم کیا گیا ہے، تو شرع محمدی کے اصول تشبیہ سے عمل میں لائے جا سکتے ہیں۔ لیکن بمقدمہ ۱۳ الہ آباد ۲۳۴ یہ حکام نے قرار دیا کہ اس قاعدہ کی پابندی ان پر لازم نہیں ہے، اور کہ نالشات شفع بر بنائے رواج میں شرع محمدی کی تشبیہ پر عمل کرنا عدل و انصاف کے برخلاف ہے۔

اگر مدعی ایسے رواج کے متعلق جسکی بنائے پر وہ دعویدار ہوا انسانی یاد میں کوئی مثال پیش نہ کر سکتا ہو۔ تو عدالت یہ قرار دینے کی مجاز ہوگی کہ مدعی نے رواج کو ثابت نہیں کیا۔ ۱۳ الہ آباد ۶۰۵۔

قانون شفع کے رائج ہونے کے متعلق دیکھو ۴۴ انڈین اپیل ۱۰ = ۱۲۷ الہ آباد ۹ ۱۷۔

۴۹۸ جہانتک برٹش عدالتیں شرع محمدی کی دربارہ شفع پابند ہیں۔ قواعد مندرجہ دفعات ماسبق کی پیروی کیجاتی ہے۔

۴۹۹ مفصلہ ذیل اشخاص اس ترتیب میں جسمیں وہ درج ہیں حق شفع کے استحقاق کے مستحق ہونگے۔

(۱) شرکاء جائداد (شفیع شریک) (۴۹ کلکتہ ۹۱۵ = ۴۹ انڈین اپیل ۱۰۱)۔

(۲) اس جائداد کے مالکان جو جائداد متنازعہ سے کسی حق آسائش کے ذریعہ متعلق ہوں مثلاً حق راہ یا حق گذر پانی (شفیع خلیط) ۱۲ الہ آباد ۱۲۷۔ بیلی حصہ کتاب ب باب ۲ صفحہ ۱۳ - ۴۸۴ کو ۵۰۰ - ہدایہ کتاب ۳۸ باب صفحہ ۵۴۴ تا ۵۵۰ - ۱ بنگال لاء رپورٹ صفحہ ۲۴۷ - ۱۲ الہ آباد ۱۲۷ - ۸ ویکلی رپورٹر ۳۴۴۔

استحقاق شفع کی تردید صرف اس بنا پر نہیں ہو سکتی کہ تاریخ اجرائے نالش کو شفیع قابض جائداد نہ تھا کیونکہ استحقاق شفع قبضہ سے نہیں بلکہ ملکیت سے پیدا ہوتا ہے۔ ۱۰ الہ آباد ۲۲۴۔

اگر دو یا زیادہ اشخاص بنا حق گذر دعویدار شفع ہوں تو ہر ایک کو مساوی حق حاصل ہے خواہ ان میں سے ایک ملحقہ ہمسایہ ہو۔ (۱۲) الہ آباد (۲۲۷)۔

مذہب شیعہ کی رو سے محض قربت کی بنا پر شفع حاصل نہیں ہوتا۔ صرف شریک حصہ دار ہی مستحق شفع ہیں۔ بیلی صاحب حصہ دوم ۱۷۹ - ۱۲۷ الہ آباد ۱۰۲۔ اگر انکی تعداد دو سے زیادہ ہو تو حق شفع نہیں ہوگا۔ ۱۲ الہ آباد ۲۲۹۔

شافعی مذہب کی رو سے محض مشترک ملکیت کی بنا پر دعویٰ شفع ہو سکتا ہے۔ قربت کی بنا پر شرکت حقوق آسائش کی بنا پر دعویٰ شفع نہیں ہو سکتا۔

شافعی مسلک کے مطابق ایسی جائداد غیر منقولہ کی نسبت شریک کو شفع نہیں پہنچتا جو ایسی کم ہو کہ بغیر تقسیم نہیں ہو سکتی۔ اور جو اسوجہ سے اجنبی خریدار کے دعویٰ کرنے پر نا قابل تقسیم ہو گی مثلاً حمام چکی اور نج کا رستہ مگر شرط یہ ہے کہ اگر دو ملحق مالکان ایک مشترک نج کے رستہ کے جو شارع عام کو جاتا ہو۔ مشترک مالکان ہوں اور اسکے سوا انکا اور کچھ باہمی تعلق نہ ہو اور انمیں سے ایک اپنی نج کی جائداد معہ حصہ رستہ نج اجنبی کے پاس فروخت کر دے تو شاید دوسرے مالک کو رستہ کی نسبت شفع کا حق حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ وہ ثابت کر دے کہ مشتری دوسرے رستہ سے ویسی ہی آمدورفت کر سکتا ہے۔

ہمارا یکا حق حق حفیظ نہیں ہے بلکہ یہ محض حق جاریں شامل ہے۔ ۴۴ بمبئی صفحہ ۴۱۳ - ۱۲۸ الہ آباد ۱۲۷ - ۱۳۴ الہ آباد ۹۱۹ ہ - ۳ بنگال لاء رپورٹ اپیل کیس ۲۹۰ - ۲ بنگال لاء رپورٹ ۳۴۴۔

جہانتک جائداد مبیعہ ایک نامکمل منقسمہ محلّی کا جزو ہو تو اس سے کوئی فرق نہیں آتا کہ شفیعان محال کو ادس سبب سے بعض میں حصہ مبیعہ یا حصہ غیر مبیعہ میں مالک ہیں۔ ۳۴ الہ آباد ۱۱۴۔

شریعت شیعہ کی بموجب صرف شراکت کی وجہ سے شفع حاصل ہوتا ہے۔ بیلی صاحب حصہ دوم صفحہ ۱۷۹ - ۱۲۲ الہ آباد ۱۰۲۔ لیکن شرکا میں بھی شفع نہیں ہو سکتا۔ اگر انکی تعداد دو سے زیادہ ہو۔ ۱۲ - الہ آباد ۲۲۹ نیز دیکھو ۲۲ - الہ آباد ۱۲۷ و ۱۳۱ الہ آباد

۵۱۹ - دیکھو شرع محمدی مسٹر امیر علی صفحہ ۱۸ تا ۲۲۰ - حصہ اول۔

۵۰۰- استحقاق جس کے مطابق دعوائے شفع کیا جائے خواہ وہ اشتراک ملکیت اشتراک الحاق و الحاق کی وجہ سے ہو صرف اوس تاریخ پر موجود نہ ہونا چاہیئے جب کہ بیع واقع ہو بلکہ جس تاریخ کو نالش شفع دائر کی جائے - اور جب کہ ڈگری صادر کی جاوے - اوس وقت تک موجود رہنا چاہیئے - اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ یہ استحقاق اجراء ڈگری کے وقت بھی موجود ہو -

۲۱- الہ آباد صفحہ ۴۷ - ۲۱ الہ آباد ۴۱۴ - ۳۲ الہ آباد ۷۶ ۵ - ۴۴ کلکتہ ۴۷ - ۷ الہ آباد ۱۰۷ -

شفیع اس وجہ سے اپنے استحقاق سے محروم نہیں ہوتا کہ اُس نے اپنی جائداد دعوی کرنیسے پہلے رہن کی ہوئی ہے - لیکن اگر وہ اپنی جائداد بیع کرے خواہ بیع اجراء نالش کے بعد کیا گیا ہو تو وہ مستحق حاصل کرنے ڈگری کا نہیں ہو گا - لیکن اگر ڈگری کے صادر ہونے اور اجراء سے پہلے بیع کیا جاوے تو شفیع کے حصول قبضہ میں کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا - (۱۸- الہ آباد ۴۸۲) -

شفع شفیع کا استحقاق شفع حسب ذیل تین موقعہ پر موجود ہونا چاہیئے -

(۱) تاریخ بیع پر جس کی بناء پر نالش شفع کی جاوے -

(۲) تاریخ رجوع نالش پر -

(۳) تاریخ ڈگری شفع پر -

بعد از تاریخ ڈگری کے اگر کوئی بات ایسی واقعہ ہو جو اگر پہلے واقعہ ہوتی تو شفیع کو اوس کے استحقاق شفع سے محروم کرتی قابل التفات نہیں ہے - ۴۵ الہ آباد ۷۰۹ - نیز دیکھو ۴۶ الہ آباد ۱۳۱ -

۵۰۱- جب کہ مختلف درجوں کے شفیعوں کے درمیان مقابلہ ہو تو شفیعان درجہ اول شفیعان درجہ دوم کو اور شفیعان درجہ دوم شفیعان درجہ سوم کو بالکل محروم کرتے ہیں - لیکن اگر ایک ہی درجہ کے دو یا تین اشخاص دعویدار ہوں تو حصہ رسدی زرثمن دیکر جائداد مبیعہ کو بحصہ رسدی خرید سکتے ہیں - ۳۱- الہ آباد ۵۱۹ -

تمثیلات

(۱) ا جو ایک ٹکڑہ اراضی کا مالک ہے - اراضی مذکور ب کو تعمیر مکان کے لئے اجارہ پر دیتا ہے ب نے اراضی پر مکان تعمیر کر کے ج کے پاس فروخت کر دیا - ا مکان کے متعلق حق شفع کا مستحق نہیں ہے اگرچہ اراضی جس پر مکان تعمیر ہوا - اوسکی ملکیت ہے - کیونکہ مکان تعمیر شدہ میں نہ تو وہ حصہ دار ہے - نہ ہی شریک ہے - نہ ہی ملحقہ جائداد کا مالک ہے - و ممالک مغربی و شمالی ۱۰۰ -

(ب) ا ایک مکان کا مالک ہے جو وہ ب کے پاس فروخت کرتا ہے۔ ج کا مکان ا کے مکان کے شمال کی طرف ہے اور اُسے مکان مبیعہ میں سے حق گذر حاصل ہے۔ د کا مکان ا کے مکان کے جنوب کی طرف ہے۔ اور ایک دیوار سے جدا کیا ہوا ہے۔ اور اُسے حق سہارا دیوار مذکور پر حاصل ہے۔ ج اور د نے مکان مبیعہ بحق ب کی بابت دعوائے حق شفع کیا۔ قرار دیا گیا کہ ج شریک ہے اور د صرف ہمسایہ ہے۔ پس ج کا حق د سے فائق ہے۔ (۲۴ بمبئی ۴۱۴۔ ۲۸ الہ آباد ۱۲۷۔ ۱۲۱ الہ آباد ۵۱۹۔ نیز دیکھو ۳ بنگال لا رپورٹر اپیل دیوانی ۲۹۷۔ ۶ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۴۳۔ ۱۲۱ الہ آباد ۵۱۹۔

(ج) ا و ب و ج ایک مکان میں شریک ہیں۔ ا کا حصہ نصف۔ ب کا ⅓ و ج کا ⅙ ہے۔ ا نے اپنا حصہ د کے پاس فروخت کر دیا ب و ج ½ حصہ کے متعلق شفع کر سکتے ہیں۔ بلا لحاظ اس امر کے کہ اُن کا اپنا اپنا حصہ کیا ہے۔

(بیلی صاحب صفحہ ۴۹۴۔ نیز دیکھو ۳ ویکلی رپورٹر صفحہ ۱۷)۔

(د) ایک حویلی ایک کوچہ میں جو شارع عام نہیں ہے واقع ہے۔ اور دو شخصوں کی ملکیت ہے۔ اونمیں سے ایک اپنا حصہ فروخت کرتا ہے۔ حق شفع اول اوس شخص کو جس کا حویلی میں حصہ ہے پہنچتا ہے اگر وہ اپنا حق ترک کر دے تو اوس کوچہ کے عام باشندگان کو مساوی حصہ پہونچتا ہے بلا لحاظ اس امر کے کہ اُن کے مکانات حویلی مذکورہ سے ملحق ہیں یا نہیں۔ اگر سب باشندگان اپنا حق ترک کر دیں تو یہ حق اُس شخص کو پہونچتا ہے جس کا مکان حویلی مذکورہ کے عین ملحق ہو۔ خواہ وہ کوچہ مذکور سے ملحق نہ ہو۔

(ہ) اگر تمثیل مذکورہ بالا میں ایک اور پرائیویٹ گلی ہو جو گلی مندرجہ بالا سے آگے کو نکل جاتی ہو اور اوس گلی کا مکان بیع کیا جاوے تو شفع اندر والی گلی کے باشندگان کو پہونچتا ہے۔ کیونکہ دوسری گلی کے لوگوں کی نسبت اوس گلی کے لوگ اوس سے زیادہ خلط ملط ہیں۔ لیکن اگر کوئی مکان واقعہ بیرونی گلی بیع کیا جائے تو شفع اندرونی گلی اور بیرونی گلی دونوں کے باشندگان کو پہونچتا ہے۔ کیونکہ دونوں کو حق راستہ میں مساوی اشتراک حاصل ہے۔

(و) اگر عام کوچہ میں دو مکانات بالمقابل سمتوں میں واقع ہوں اور ایک اُنمیں سے فروخت کیا جائے تو شفع صرف ملحق مکان والے کو پہونچتا ہے۔

(ز) اگر چہ چھوٹی سی نالی سے کئی انگورستان سیراب ہوتے ہوں اور اونمیں سے کچھ انگورستان فروخت کیے جائیں تو شفع تمام مالکان انگورستان کو پہونچیگا۔ بلا لحاظ اس امر کے کہ اونکے انگورستان مبیعہ سے ملحق ہیں یا نہیں۔

(ح) ایک مکان کے نیچے کا حصہ دو اشخاص کی ملکیت ہے۔ ان دو اشخاص میں سے ایک تیسرے شخص کے ہمراہ اوپر کے حصہ کا مالک اشتراک ہے۔ وہ شخص مکان کے اوپر کا اپنا حصہ اور نیچے کا اپنا حصہ دونوں فروخت کرتا ہے۔ نیچے کے حصہ کے مشترک حصہ دار کو نیچے کے حصہ کی نسبت اور اوپر کے حصہ کے مشترک حصہ دار کو اوپر کی نسبت شفع حاصل ہے۔ نیچے والے کو اوپر کے حصہ کی نسبت اور اوپر والے کو نیچے کے حصہ کی نسبت شفع نہیں پہنچتا کیونکہ نیچے کے حصہ کا حصہ دار اوپر والے کا صرف ہمسایہ ہے۔ یا جب کہ اوپر کے حصہ کو نیچے کے حصہ میں سے راستہ ہو تو حقوق آسائش کا شریک حصہ دار ہے۔ اور اوپر کے حصہ کا حصہ دار نیچے کے حصہ دار کا صرف ہمسایہ ہے۔ یا جب کہ اوپر کے حصہ کو نیچے کے حصہ سے راستہ ہو تو حقوق آسائش میں حصہ دار ہے۔ (بیلی صاحب کتاب ۷۔ باب ششم صفحہ ۴۹۴۔ مقابلہ کرو۔ ہدایہ کتاب ۳۸۔ باب اول صفحہ ۵۴۹)۔

۵۰۲۔ جب کہ جائداد ہائے ملحقہ بہت وسیع ہوں تو تیسری وجہ یعنی قربت کی بناء پر دعوائے شفع نہیں ہو سکتا۔ لیکن جب کہ دعوائے اشتراک ملکیت اور غالباً اشتراک حقوق آسائش کی بناء پر ہو تو جائداد کی وسعت کا کچھ لحاظ نہیں کیا جاتا۔ اور یہ حق مکانات۔ باغات اور ٹکڑہ جات اراضی کے متعلق محدود ہے۔

(۸ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۴۱۔ ۴ ویکلی رپورٹ صفحہ ۱۔ ۶ ممالک مغربی وشمالی صفحہ ۲۷۹۔

موخر الذکر مقدمہ میں ایک موضع اور بیتی کی نسبت دعوائے شفع منظور کیا گیا۔ دونوں صورتوں میں خاص قطعات اراضی علیحدہ علیحدہ بائع اور شفیع کے قبضہ میں تھے۔ لیکن غیر منقسمہ قطعہ اراضی اور چند درختوں اور تالابوں کی صورت میں حقوق آسائش مشترک تھے۔ اس وجہ سے مدعی شفیعان درجہ دوم میں قرار دیا گیا نیز ملاحظہ ہو۔ ۱۵ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۱۰۳ و ۱۵۔ الہ آباد ۴۱۰۔ ۳۳۔ الہ آباد ۲۸۔۲۔

شفیع حالت — جبکہ ایک نالش شفع میں مشتری اور شفیع ہر دو بطور شفیع حالت کے مسلسل درجہ میں ہوں تو شفیع جائداد مبیعہ کے نصف کی ڈگری کا مستحق ہے۔ ۴۵ الہ آباد ۷۴۸۔

۵۰۳۔ اراضی ملحقہ کا محض مزارعہ یا ایسا قابض جس کو کوئی قانونی استحقاق حاصل نہ ہو دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اور نہ الحاق مکان کی وجہ سے وہ شخص دعوائے شفیع کر سکتا ہے جس کی زمین پر مکان واقعہ ہے۔

۱۰ ویکلی رپورٹ صفحہ ۳۴۷۔ ۹ ویکلی رپورٹ ۴۵۵۔ ۲ ممالک مغربی وشمالی صفحہ ۱۰۔ نیز مقابلہ کرو۔ ۲۔ الہ آباد صفحہ ۵۹۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مکان سکونتی بغیر زمین زیریں فروخت ہو سکتا ہے۔ اصل مالک صرف اس وجہ سے حق سے محروم نہیں ہوتا کہ وہ فی الحال قابض جائداد نہیں ہے۔ ۱۰۔ الہ آباد ۴۷۲۔

۵۰۴ - جب کہ ایک شریک حصہ دار محال دوسرے حصہ دار کے پاس اپنا حصہ بیع کردے تو تیسرا حصہ دار حصہ مبیعہ کے کل وجزو کی نسبت دعوائے شفع نہیں کرسکتا۔

تمثیلات

(الف) آ۔ ب اور ج بعض اراضیات کے مشترک مالک ہیں۔ آ نے اپنا حصہ ب کے پاس بیع کیا۔ ج کو حصہ مبیعہ کے جزو یا کل کی نسبت کوئی استحقاق شفع پیدا نہیں ہوتا۔

(۴ کلکتہ ۸۲۱) نیز دیکھو ۴ کلکتہ صفحہ ۱۶۷ - ۶ ویکلی رپورٹرز ۷۵ - ۷ ویکلی رپورٹرز ۲۶۔

۵۰۵ - اگر محال کا حصہ دار اپنا حقوق مرافق ایک شریک حصہ دار اور ایک اجنبی کے پاس بیع کردے تو مشتری حصہ دار اجنبی کو اپنے ساتھ خریدمیں شریک کرنے سے اپنا حق بطور حصہ دار شفیع زائل کردیتا ہے۔ اور کوئی دوسرا شریک حصہ دار ہر دو مشتریان کے خلاف دعوائے شفع کرسکتا ہے اور اس امر سے کچھ فرق نہیں آتا کہ ہر دو مشتریان کے حصص بیعنامہ میں الگ الگ درج ہیں۔ لیکن شفیع پر یہ لازمی نہیں کہ حصہ دار مشتری کے خرید کردہ حصہ کا بھی بالضرور دعوائے کرے۔

آ۔ ب وج ایک محال میں مشترک مالک ہیں۔ ا نے اپنا حصہ ب کے پاس بیع کردیا۔ ج حصہ معینہ کے کل یا جزو کی نسبت شفع کی نالش نہیں کرسکتا۔ ۴ کلکتہ ۸۲۱۔

تمثیل

آ۔ ب اور ج ایک محال کے مشترک مالک ہیں۔ ا نے اپنا حصہ بعوض ایک ہزار روپیہ ب اور د کے پاس فروخت کردیا۔ بیع نامہ میں یہ درج ہے کہ ا کا ۲/۳ حصہ کا بیع بحق ب ہے اور ۱/۳ کا بحق د۔ ج کل حصہ مبیعہ آ کی نسبت تشفع کرسکتا ہے۔ نہ کہ صرف ۱/۳ کا جو بحق د بیع کیا گیا ہے۔ (۵ کلکتہ ۲۲۴ - ۴ الہ آباد ۲۵۲ - ۷ - الہ آباد ۱۱۸ - ۲ ممالک مغربی وشمالی ۲۴۳ - نیز دیکھو ۸ الہ آباد ۴۶۲ - ۱۹ - الہ آباد ۱۴۸۔

(ب) ا۔ ب - ج - د ہر ایک کا ایک ایک مکان ایک ہی مشترک کوچہ میں واقعہ ہیں۔ ا نے اپنا مکان بحق ب فروخت کردیا۔ ج اور د ۱/۲ حصہ مکان مبیعہ کا دعوائے کرسکتے ہیں۔ اگر بیع بحق ایک شفیع بلا شمول اجنبی ہے۔ (۱۹ - الہ آباد ۴۶۲ - ۲۱ - الہ آباد ۲۹۲۔

۵۰۶ - اگر شفیع اپنے ہمراہ دعوائے میں ایسے شخص کو شامل کرے جس کا کچھ حق نہیں تو وہ شخص اس طرح اپنا حق زائل کرلیتا ہے۔ اور دعوائے بالکل خارج ہونا چاہیئے (۵ - الہ آباد ۱۹۷)۔

۵۰۷ - چونکہ شفع کا منشاء کسی غیر کے بطور مالک شریک ہونے یا بالکل ہمسایہ ہونے سے جو تکلیف ہو گی وہ نہ ہو اس لئے شفیع اگر صدور ڈگری سے پہلے اپنی جائداد منتقل کر دے تو اوس کا حق زائل ہو جاتا ہے - لیکن اگر وہ جائداد شفع کو صدور ڈگری کے بعد لیکن اجراء سے پہلے منتقل کرے تو اوس کا حق زائل نہیں ہوگا۔ نہ ہی اس وجہ سے کہ اوس نے اس جائداد میں جس سے بناء استحقاق شفع پیدا ہوا اپنا حصہ پہلے ہی رہن کر دیا تھا۔

۵ - الہ آباد ۱۸۱۰ - ۷ - الہ آباد ۱۰۷ - ۱۸ - الہ آباد ۳۸۲ -

اگر شفیع اُسی جائداد کو جس کے شفع کی اوس نے نالش کی ہو اس غرض سے رہن کرے کہ اوس سے زرمعاوضہ وصول کر کے مشتری کی ادائیگی کے لئے داخل عدالت کرے - تو وہ اپنا حق زائل نہیں کرتا - ۴۲ - الہ آباد ۱۱۹ -

۵۰۸ - اس بارے میں قانون مشتبہ ہے - کہ اگر مشتری ایسا شخص ہو جس کو خود بھی حق مشروط حاصل ہو تو وہ اوس شخص کو جو حق ترجیحی رکھتا ہے دعوے کرنے سے مانع ہو سکتا ہے - کہ کیا وہ اجنبی ہے -

اودھ ویکلی رپورٹر صفحہ ۳۳۲ - میں ایسے شخص کا حق شفع منظور کیا گیا جو ایک ہی پتی میں بائع کے ساتھ مشترک حصہ دار تھا۔ شخص مذکور کا دعوے بمقابلہ ایسے شخص کے منظور ہوا جو اس گاؤں کی مختلف پتی میں حصہ دار تھا - نیز ملاحظہ ہو - ۱۱ الہ آباد صفحہ ۲۷۲ -

۵۰۹ - اگر ایک گاؤں کے حصص مخفی طور پر دوسرے کے نام بنیامی خریدے جاویں - تو شرع محمدی یا واجب العرض کی شرائط کے بموجب اغراض شفع کے لئے وہ خریدار شریک حصہ دار دیہہ متصور نہیں ہو سکتا - اور اس طرح پر متصلہ حق کی بناء پر اس دعوے شفع کو زائل نہیں کر سکتا - جس میں کوئی نقص نہ ہو اور جو باقاعدہ درج شدہ شریک حصہ دار نے فی الفور اس وقت دائر کر دیا ہو جب کہ پہلی دفعہ اس نے سابقہ مخفی خرید کے صریح یا معنوی نوٹس کے بغیر اپنی اصلی حیثیت ظاہر کیا ہو - ۹ - الہ آباد صفحہ ۱۴۸ -

۵۱۰ - استحقاق شفع ایسے بیع کی نسبت پیدا ہوتا ہے جو جائز اور مکمل طور پر اور نیک نیتی سے لیا گیا ہو - ہبہ - صدقہ - وقف - جانشینی - وصیت اور پٹہ جو خواہ دائمی ہو کسی وجہ سے ایسا استحقاق پیدا نہیں ہوتا -

بیلی صاحب صفحہ ۴۷۵ - ۴۷۵ - ۴۷۷ - ہدایہ ۵۶۰ - ۵۰۰ - ۲۲ الہ آباد ۳۳۴ - ۳۲ کلکتہ

۹-۵- ۱۵- کلکتہ ۴۸۱- اور ویکلی رپورٹر حصہ ۷- صفحہ ۱۹۱- ۸ ویکلی رپورٹر صفحہ ۱۰۶-

شافعی مسلک کے بموجب شفع بیع یا تبادلہ پر ہی نہیں ہوتا- بلکہ ہر ایسے انتقال پر ہوتا ہے جو معاوضہ قیمتی کے بدلے ہو- اور کامل اور ناقابل فسخ ہو-

ایسے بیع سے جو بروئے شرع محمدی کسی وجہ سے ناجائز ہو- حق شفع پیدا نہیں ہوتا- لیکن اگر ایسا بیع بعد ازاں مکمل ہو جائے تو مشتری کو حق ملکیت مکمل ہو جاتا ہے- اور حق شفع پیدا ہو جاتا ہے- (۲۲- الہ آباد صفحہ ۳۴۴)-

ایسی بیع پر جس میں بائع یا مشتری نے حسب مرضی خود بیع کو فسخ کرنے کا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھ لیا ہو حق شفع پیدا نہیں ہوتا- ویکلی رپورٹر حصہ دوم صفحہ ۲۱۹-

پٹنہ کے متعلق دیکھو ۸ ویکلی رپورٹر ۱۰۶ و ۲۵ ویکلی رپورٹر ۳۴- ۵ کلکتہ ۱۸۴- ۵ الہ آباد ۲۷۲-

تمثیلات

(۱) آ اپنا مکان ب کے پاس بعوض تین صد روپیہ فروخت کرنے کا معاہدہ کرتا ہے- ب زر معاوضہ ادا کرتا ہے- اور مکان کا قبضہ حاصل کر لیتا ہے- شرع محمدی کے بموجب بیع مکمل ہو چکا ہے اور اوس سے حق شفع حاصل ہوتا ہے- (۱۷- الہ آباد ۸۲) نیز دیکھو ۱۶- الہ آباد ۳۴۱ جس میں قرار دیا گیا کہ حق شفع حاصل نہیں ہوتا- اگر ادائیگی زر عشق کے علم ہونے پر شفیع نے شفع کا مطالبہ نہ کیا ہو- نیز دیکھو ۵ بمبئی ۱۰۵۵ = ۸ انڈین اپیل ۷۵-

(۲) اگر شوہر زوجہ کو مکان کا ایک حصہ مہر میں یا زوجہ شوہر کو طلاق خلع کے عوض میں یا ایک دوسرے کو مقرر سالانہ کے عوض میں یا کسی آئیندہ غیر مقررہ وقت میں اسباب لینے کے عوض میں دیدے تو مشترک مالک مکان کو حق شفع پہونچتا ہے-

(۵ الہ آباد صفحہ ۶۵)-

ہائی کورٹ الہ آباد نے یہ قرار دیا ہے کہ اگرچہ شرع محمدی کے احکام نسبت بیع ایکٹ انتقال جائداد ۱۸۸۲ء سے منسوخ ہو چکے ہیں- لیکن اس امر کا فیصلہ کہ آیا بیع ایسا جائز اور مکمل ہے- کہ جس سے استحقاق شفع پیدا ہوتا ہو- شرع محمدی کے مطابق کیا جانا چاہیئے اور اگر بیع بموجب شرع محمدی مکمل ہو تو شفیع کا حق پیدا ہوگا- خواہ ایکٹ مذکور کے بموجب بیع مکمل نہ ہو- ۱۶- الہ آباد ۳۴۴- (اجلاس کامل) ۷۰- الہ آباد ۲۸۲- (اجلاس کامل) (۲۲ الہ آباد ۲۳۴- و نیز دیکھو ۵ کلکتہ ۵۷۵- ۵۹۹)-

بموجب شرع محمدی کے بیع نامہ کا تحریر کیا جانا اور قبضہ کا حوالہ کیا جانا ضروری نہیں ہے بیلی صاحب ۴۷۶-۱۶-الہ آباد ۳۴۴-

مگر بعض حاکمان نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ جب تک دستاویز کی رجسٹری نہ کرائی جاوے استحقاق شفع پیدا نہیں ہوتا۔ ۱۶-الہ آباد ۳۴۴-۴۱ کلکتہ ۹۴۳-۹۴۹- ا پٹنہ لاجرنل ۱۷۴-۱۷۷-۱۷۸-

لیکن بریٹلے صاحب حاکم کی رائے میں ہر ایک مقدمہ کا فیصلہ مطابق نیت فریقین کے کیا جانا چاہیئے ۹ ۳ کلکتہ ۹۱۵ = ۳۹ انڈین اپیل ۱۰۱- اس فیصلہ کی پیروی ہائی کورٹ کلکتہ نے (۴۱ کلکتہ ۹۴۳ ۹۵۲) اور نیز پٹنہ نے (ا پٹنہ لاجرنل ۱۷۴-۱۷۹) کی ہے- اور نیز ہائی کورٹ بمبئی نے (۴۱ بمبئی ۶۳۶-۶۵۱-۶۵۲) جس کی پیروی ۳۰ بمبئی لا رپورٹر ۱۰۷۹ میں کی گئی)- ۴۵ بمبئی ۱۰۵۶= ۴۸ انڈین اپیل ۷۵)-

حق شفع نافذ کیا جا سکتا ہے اگر جائداد متدعویہ کا قبضہ دیا گیا ہو- اور قیمت ادا ہوگئی ہو- خواہ کوئی بیع نامہ تکمیل ہو کر رجسٹری نہ ہوا ہو- ۴۴ الہ آباد ۲۳۹-

حق شفع صرف اوسی حالت میں ہی پیدا نہیں ہوتا- جب کہ بیع مکمل ہو جائے بلکہ اوسی صورت میں بھی پیدا ہوتا ہے- جب کہ بائع کی جانب سے بغیر کسی شرط کے بیع کرنے کا معاہدہ مکمل ہو جاوے ۴۶-الہ آباد ۱۴۲-

جہانتک اراضی کے بیع کرنے کے متعلق زبانی معاہدہ ہوا ہو- اور اوس کے بموجب قیمت وصول ہو جانے پر قبضہ اراضی مبیعہ حوالہ مشتری کر دیا گیا ہو- تو بموجب شرع محمدی استحقاق شفع پیدا ہو جاتا ہے- خواہ بموجب دفعہ ۴ ایکٹ انتقال جائداد کوئی رجسٹری شدہ بیعنامہ موجود نہ ہو- ۴۶ بمبئی ۲۰۲-

شفع کا حق ایسی جائداد کے متعلق پیدا نہیں ہوتا جو وراثتاً حاصل کی جاوے- یا جو بلا معاوضہ ہبہ کی گئی ہو- یا وصیت کے رو سے ملی- (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۱۲۷)-

استحقاق شفع صرف اوس وقت پیدا ہوتا ہے جب بیع مکمل ہو جائے- (شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۱۷۴)-

صرف تحریر معاہدہ بیع سے شفع پیدا نہیں ہوتا- نہ ہی ایسے انتقال کے متعلق جن میں بیع نامکمل- نا جائز ہو- خواہ مشتری نے قبضہ حاصل کر لیا ہو- } ایضاً ۱۷۳-

۵۱۱- ایسے ہبہ کی صورت (ہبہ بشرط العوض) میں جس میں یہ شرط ہو کہ بعدہٗ اوس کا معاوضہ دیا جاوے گا- تو حق شفع اوس وقت سے پیشتر پیدا نہیں ہوتا کہ جب جانبین کی جانب سے قبضہ منتقل ہو- (بیلی صاحب صفحہ ۴۸۱)-

۵۱۲- رہن کی صورت میں (خواہ وہ ایسے بیع قطعی کی صورت میں ہو جو زر رہن کی ادائے گی پر قابل فسخ ہو گا)- شفیع کا حق اوس وقت پیدا نہیں ہوتا جب تک کہ حق انفکاک رہن کی بیعبات نہ ہو جائے سوائے اس کے کہ مقامی واجب العرض میں کوئی خاص شرط ہو-

بنگال لارپورٹ جلد ضمیمہ صفحہ ۱۷۶- ۸- الہ آباد صفحہ ۵۰۲- ۴۴- ۲- الہ آباد ۱۷-

بمقدمہ ۵- الہ آباد ۱۸۷- قرار دیا گیا کہ جو شخص بموجب شرائط واجب العرض رہن کے وقت شفع کا دعوے کر سکتا تھا- انفکاک رہن تک انتظام کرنے سے اپنا حق زائل نہیں کر دیتا-

۵۱۳- ایسی جائداد پر جو خاوند اپنی زوجہ کو بطور مہر تفویض کرے شفع نہیں ہو سکتا- لیکن اوس روپیہ کے عوض میں جو پہلے سے مہر کی بابت یافتنی ہو جائداد کے منتقل کرنے سے شفع کا حق پیدا ہو جاتا ہے- (ملاحظہ ہو ۵- الہ آباد صفحہ ۷۵، ۳ الہ آباد ۵۲۲)-

جو انتقال جائداد بطور معاوضہ خلع یا حق مہر ہو اوس کی نسبت شفع پیدا نہیں ہوتا- گویا کہ اگر ایک عورت اپنے خاوند کے نام جائداد منتقل کرے اور اوس کے معاوضہ میں طلاق حاصل کرے- یا کوئی شخص نکاح کے معاوضہ میں جائداد منتقل کرے تو ایسے انتقال کے متعلق کوئی حق شفع پیدا نہیں ہوتا- اسی طرح اگر کوئی شخص نکاح کے وقت کوئی مہر مقرر نہ کرے اور نکاح کے بعد مہر مقرر کرے- اور مہر کے بدلے جائداد اپنی زوجہ کے نام منتقل کرے تو کوئی حق شفع پیدا نہیں ہوتا- ایسے ہی اگر جائداد بحق زوجہ بہ ادائے گی زر مہر یافتنی منتقل کی جاوے تو بھی شفع پیدا نہیں ہوتا- لیکن اگر ایک مکان تیسرے شخص کے پاس بدیں غرض منتقل کیا جاوے کہ زر بیع سے زوجہ کا حق مہر ادا کیا جاوے تو شفع پیدا ہوتا ہے- (شرع محمدی مسٹر امیر علی درجہ اوّل صفحہ ۷۱۲)-

خاوند نے اپنی بیوی کے نام بعوض حق مہر اپنی جائداد غیر منقولہ منتقل کی- جائداد منتقل شدہ کی مالیت رقم حق مہر سے بہت زیادہ تھی- قرار پایا کہ ایسا انتقال بیع-

نہیں ہے۔ بلکہ بہت دور تک ہبہ ہے۔ لہذا یہ شفع کے تابع نہیں ہے۔ ۸۰ پنجاب ریکارڈ ۱۹۰۰ء
نیز دیکھو ۴۷ پنجاب ریکارڈ ۱۹۱۲ء۔

۵۱۴۔ فیصلجات الہ آباد کے بموجب یہ ضروری نہیں کہ مشتری مسلمان ہو۔ کلکتہ۔ و بمبئی ہائیکورٹ کے بموجب ضروری ہے کہ مشتری مسلمان ہو۔ اگرچہ عدالت مذکور نے ایک تازہ تر نالش میں جس میں مشتری ہندو تھا۔ ڈگری شفع صادر کی لیکن ہر سہ عدالتوں کا اس امر کے متعلق اتفاق ہے کہ بائع و شفیع دونوں مسلمان ہونے چاہئیں۔

بائع اور مشتری مسلمان ہونے چاہئیں ۱۔ الہ آباد ۵۶۴۔ ۱۰ بنگال لاء رپورٹر ۱۲۲۔ ۱۲ الہ آباد ۱۰۷۔ ۱۰ الہ آباد ۷۷۵۔ ۱۲ الہ آباد ۱۲۹۔ پس مسلمان دعویدار شفع نہیں ہو سکتا۔ اگر بائع ہندو یا انگریز ہو۔ خواہ مشتری مسلمان ہی ہو۔ شفیع بھی مسلمان ہونا چاہیئے۔ ۴ بنگال لاء رپورٹ ۱۳۴۔ ۳۱ بمبئی ۴۲۹۔ ۴۹ ۔ ۶ ۔ ۶۵۰ ۔ ۴ بمبئی ۲۵۸۔
۱۔ الہ آباد ۵۶۴۔ (جس میں ہندو بائع تھا۔ ۱۰ بنگال لاء رپورٹ ۱۱۷ (انگریز بائع تھا۔ ۲۲ الہ آباد ۱۰۲۔ (شفیع شیعہ تھا اور بائع اور مشتری سنی تھے)۔ نیز دیکھو ۶ ممالک مغربی و شمالی صفحہ ۲۸۔ ۸ اودیکلی رپورٹر ۱۴۴۔

۵۱۵۔ اگر کوئی مکان اس غرض سے کہ وہ گرایا جاوے بغیر زمین زرین کے جس پر وہ واقعہ ہے فروخت کیا جاوے اور وہ درحقیقت صرف فروخت ملبہ ہو تو اس کی نسبت کوئی حق شفع حاصل نہیں لیکن اگر وہ مکان رہائش کے واسطے فروخت کیا جائے۔ تو متصلہ اراضی کے (مالک اور شاید خود زمین کے مالک جس پر مکان واقع ہے۔ اگر وہ خود بائع مکان نہ ہو خواہ سوائے اس زمین کے کسی اور زمین کا مالک ہو یا نہ ہو) قرب کی بناء پر دعوائے کرنے کا مجاز ہے۔ لیکن زمین کا مالک محض اس وجہ سے بائع مکان کے ساتھ اس طرح حصہ دار یا شریک حقوق آسائش نہیں کہ اسکو حق شفع حاصل ہو۔

دہلی صاحب صفحہ ۷۴۳۔ ۲۔ الہ آباد ۹۹۔ ۲ ممالک مغربی و شمالی ۱۷۰۔

۵۱۶۔ اگر جائداد غیر منقولہ کے معاہدہ بیع کی بناء پر کل یا جزو قیمت ادا کی جائے اور مشتری کو قبضہ دیدیا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ شفع کا حق پیدا ہو جاتا۔ خواہ ایکٹ انتقال جائداد مصدرہ ۱۸۸۲ء کے مطابق انتقال کی عدم رجسٹری کی وجہ سے قانونی ملکیت منتقل نہ ہوئی ہو لیکن جس حال میں حق شفع کو زائل کرنے کی نیت سے رجسٹری نہ کرائی جائے۔ اور حالات ایسے ہوں کہ نالش تعمیل مختص کے ذریعہ سے مشتری قانونی ملکیت حاصل کر سکتا ہے۔ تو دعوائے شفع بہر حال چل سکیگا۔ (۷ الہ آباد صفحہ ۴۸۲۔ ۱۶۔ الہ آباد ۳۴۴۔

۵۱۷- نالش شفع میں وہ تمام جائداد شامل ہونی چاہیئے جو ایک معاہدہ بیع کے رو سے فروخت ہوئی ہے۔ لیکن حقدار شفع کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اُن تمام بیعات کے متعلق نالش کرے جو جو جائداد کے متعلق کئے گئے ہوں۔ (۶۔ الہ آباد ۲۲۴- ۱۹- الہ آباد ۷۶ ۴)۔ نیز دیکھو ۸- الہ آباد ۲۲۴ ۱۳- الہ آباد ۳۲۳- ۲۲۶۴)۔

۵۱۸- اگر شفع کا حق یا حق ترجیحی اس جائداد کے ایک جزو پر پہونچتا ہو جو معاہدہ بیع کے رو سے فروخت ہوئی ہے۔ اور باقی جزو پر اس کا شفع یا تو بالکل نہ ہو یا مشتری سے کمتر ہو تو شفیع حصہ رسدی زرثمن پیش کر کے اوس جزو جائداد کا دعوے کر سکتا ہے جس پر اوس کو شفع یا ترجیحی شفع پہونچتا ہو۔

تمثیل

انتقال حصص بذریعہ رہن یا بیع کی بابت واجب العرض میں یہ شرط درج تھی کہ جب کوئی حصہ دار اپنے حقوق کو منتقل کرنا چاہے تو اول اوسکا سب سے قریبی شریک حصہ دار خریدنے کا مستحق ہوگا۔ اور اگر وہ انکار کرے تو تھوک کے دیگر حصہ داران اور اگر اس تھوک کے بھی حصہ دار دعویدار نہ ہوں تو دیگر تھوکوں کے حصہ دار مستحق دعوے ہوں گے۔

(الف) ایک شخص کا ایک تھوک میں ۴ پائی کا اور دوسرے میں ۹ پائی کا حصہ تھا۔ اوس نے ان دونوں تھوکوں میں اپنے حصص کو حصہ باغ بنگلہ اور کارخانہ کے جو ۴ پائی والے تھوک میں واقع تھے۔ ب اور دیگر کسان کے پاس جو ۹ پائی والے تھوک میں حصہ دار تھے۔ دس ہزار روپیہ کو فروخت کیا۔

ج۔ دو دیگر کسان نے جو ۴ پائی والے تھوک میں حصہ دار تھے۔ حصہ مذکورہ کا اور باغ بنگلہ اور کارخانہ کا دعوے باوائے ۴/۱۳ حصہ زرثمن دعوے شفع کیا۔ قرار دیا گیا کہ مدعیان ۴ پائی والے حصہ کا با استثناء باغ۔ بنگلہ اور کارخانہ اور ۹ پائی والے حصہ کا دعوے کرنے کی مجاز ہیں۔ نیز قرار دیا کہ اغراض ڈگری کے لئے ہر جائداد کی نسبت علیحدہ علیحدہ تشخیص ہونی چاہیئے۔

(۷ ممالک مغربی وشمالی صفحہ ۸۷)۔

۵۱۹- اگر ایک شخص جس کو فروخت کے وقت کل جائداد مبیعہ کی نسبت حق شفع حاصل تھا۔ اپنے فعل یا ترک سے جائداد مبیعہ کے ایک جزو کی نسبت اپنے آپ کو حق شفع سے محروم کر دے تو وہ دوسرے حصہ کی نسبت بھی حق شفع کی نالش نہیں کر سکتا۔ خواہ اوس دوسرے حصہ کو

کل زرثمن ادا کر کے خرید نا چاہیئے۔ اور پہلے حصہ کو مشتری کے پاس رہنے دینے کی آمادگی ظاہر کرے۔

تمثیل

ایک شخص نے ایک ہی معاہدہ کے رو سے ایک اجنبی کے پاس (ل) ایک ایسے گاؤں میں متقسل حصہ جس کے حصہ داران مقامی واجب العرض کے پابند تھے۔ اور (ب) ایک قطعہ اراضی جو متقسل کے قبضہ میں واقعہ تھا۔ فروخت کیا۔ مدعی گاؤں میں حصہ دار تھا۔ اور قبضہ کی اراضی کی نسبت بھی اوس کو بروے عام شرع محمدی شفع پہونچتا تھا۔ مدعی یہ ثابت کرنے میں ناکام رہا کہ قبضہ کی اراضی کی نسبت اُس نے طلب مواثبت جو شرع محمدی کے رو سے ضروری ہے کیا تھا قرار دیا گیا کہ گاؤں کے حصہ کی نسبت بھی شفع کرنے سے وہ محروم ہو گیا ہے۔ خواہ وہ یہ ثابت بھی کر دے کہ اوس نے واجب العرض کی شرائط کو پورا کر لیا ہے۔ اور خواہ وہ گاؤں کے حصہ کی کل زرثمن کی ادائیگی سے خرید نا چاہے۔

(۱) ۱۱۔ الہ آباد ۱۰۸۔ جس کی پیروی ۲۱۔ الہ آباد ۱۱۹ میں کی گئی۔

۵۲۰۔ دعوائے شفع کے جواز کے ۔ ۔ ۔ ۔ لئے یہ ضروری ہے کہ۔

(۱) شفع بیع کی خبر سنتے ہی فوراً کسی طریقہ سے اپنی نیت خرید کا اظہار کرے (طلب مواثبت)

(۲) بائع یا مشتری کے مواجہ میں یا جائداد مبیعہ پر بلا توقف گواہان کے سامنے اپنی اس نیت کا باقاعدہ اظہار کرے (طلب اشہاد)۔

(۳) اگر اوس نے اپنے حق کو چھوڑ نہ دیا ہو تو میعاد معینہ ایکٹ میعاد کے اندر کچہری نالش کرے (طلب خصومت یا طلب تملیک)۔

بیلی صاحب صفحہ ۴۸۷-۴۹۰۔ ہدایہ صفحہ ۵۰۰۔

ان شرائط کی پابندی پوری طرح سے ہونی چاہیئے۔ اور اون کی تعمیل کی نسبت صریح ثبوت ہونا چاہیئے۔ ۴ بنگال رپورٹ اپیل دیوانی صفحہ ۱۷۔ طلب مواثبت بیع کے علم ہونے سے فی الفور بعد کرنا چاہیئے۔ نامناسب اور غیر ضروری توقف سے یہ سمجھا جاوے گا کہ شفیع کا منشاء اپنا حق استعمال کرنے کا نہ تھا۔ ۳۵ کلکتہ ۴۰۲ ۔ ۳۵ انڈین اپیل ۶۰۔ ۳۴ کلکتہ ۶۷۵۔ ۲۸۳ ۔ ۴۴ انڈین اپیل ۸۰۔ ۸۲۰۔ ۴ بنگال لاء رپورٹ اپیل دیوانی صفحہ ۳۰۶ میں قرار دیا گیا کہ شفیع کا حق اس امر سے ناجائز نہیں

ہو جاتا کہ شفیع نے طلب مواثبت سے پہلے تھوڑا سا وقت اس امر کے دریافت کرنے کے واسطے لیا ہے کہ آیا جو اطلاع اوس کو دی گئی ہے۔ وہ درست ہے۔ یا نہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس امر کی دریافت کے بعد بیع ہو چکی ہے۔ وہ فوراً طلب مواثبت کرے۔

۱۔ الہ آباد صفحہ ۳۸۲ میں ۱۲ گھنٹہ کا توقف بہت زیادہ خیال کیا گیا تھا۔

بمقدمہ ۱۰ کلکتہ صفحہ ۳۸۲ میں قرار دیا گیا ہے کہ جہاں شفیع بیع کی خبر سن کر اپنے مکان کے اندر گیا۔ الماری کھولی اور مبلغ ۵ (للعہ) نکالے (بدیں غرض کہ مشتری کو پیش کرے)۔ وہ شفع کا دعوٰے نہیں کر سکتا۔ کیونکہ توقف غیر ضروری تھا۔

بمقدمہ ۴۔ بنگال لا رپورٹ اپیل دیوانی صفحہ ۲۱۶ شفیع کا حق اس وجہ سے زائل قرار دیا گیا کہ سیدھا اراضی مبیعہ پر گیا۔ اور وہاں جا کر دعوٰے کا پہلا اظہار کیا۔

نیز دیکھو ویکلی رپورٹر حصہ ۱ سنہ ۱۸۶۴ء۔ ۲۲ ویکلی رپورٹر صفحہ ۴۔

بیلی صاحب صفحہ ۴۸۴ میں لکھا ہے کہ شفیع کو بیع کی خبر رات کے وقت ملے۔ اور باہر جانے اور گواہوں کو اپنی تصدیق کے طلب کے لئے بلانے کے ناقابل ہو۔ لیکن صبح ہوتے ہی ایسا کر دے تو طلب جائز ہوتی ہے۔ لیکن صبح کے وقت جب لوگ اپنے اپنے معمولی کاموں پر جاتے ہوں تو اوس کو فوراً جا کر طلب کرنا چاہیئے۔

نیز دیکھو ۸ ویکلی رپورٹر صفحہ ۳۲۴۔ ۱۰ ویکلی رپورٹر صفحہ ۱۱۹۔

طلب مواثبت کے لئے ضروری نہیں کہ گواہان کی موجودگی میں کیا جاوے۔ لیکن طلب اشہاد کے لئے گواہان کی موجودگی ضروری ہے۔ ۴ بنگال لا رپورٹ اپیل دیوانی صفحہ ۱۷۱۔

یہ بھی ضرور ہے کہ جب طلب اشہاد کیا جاوے۔ تو اس امر کا اظہار کیا جاوے کہ طلب مواثبت کا اظہار کیا جا چکا ہے۔ اور یہ ضرورت اس وجہ سے منہدم نہیں ہو جاتی کہ گواہان طلب اشہاد کے ہیں۔ وہ بوقت طلب مواثبت موجود تھے۔ ۲۷۔ الہ آباد ۱۶۰۔

طلب اشہاد کے لئے صرف اس قدر ضروری ہے کہ شفیع۔ بائع۔ مشتری۔ یا اراضی کے سامنے اور گواہان کی موجودگی میں یہ ظاہر کرے۔ کہ مجھے حق شفع حاصل ہے۔ میں اس کا دعوے دار ہوں۔ تم اس امر کے گواہ رہو۔ ملا میگناٹن صاحب صفحہ ۱۸۳۔

طلب اشہاد کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ صرف یہ ضروری ہے کہ مناسب وقت کے اندر کیا جائے۔ اور یہ امر ہر ایک مقدمہ میں بطور امر واقعہ ہے۔ (۵ کلکتہ ۲۴۴)

طلب تملیک یا طلب قبضہ سے مراد یہ ہے کہ معاملہ کو جج کے روبرو پیش کیا جاوے تاکہ وہ مدعی کے حق میں اوس کے شفیع کی بناء پر جائداد کی ڈگری دے - دبیلی صاحب صفحہ ۵۴۴)-

شیعہ مذہب کے مطابق طلب مواثبت اور طلب اشہاد میں کچھ فرق نہیں - صرف یہ ضروری ہے کہ اپنا حق پیدا ہونے سے مطلع ہونے کے بعد شفیع اصالتاً یا مختاراً دعوے کرنے میں معقول پھرتی کرے - ۴۳ - الہ آباد ۵۳ جس میں فیصلہ ۸ - الہ آباد لاجرنل ۷۷ میں سے تمیز کی گئی -

طلب اشہاد ایسا ہی ضروری ہے جیساکہ طلب مواثبت ۹ الہ آباد ۳۲۱ -

طلب مواثبت یا طلب اشہاد کے اظہار کے لئے کوئی خاص طریق مقرر نہیں ہے - ۲۲ کلکتہ ۹۸۲ - نیز دیکھو ۲۸ الہ آباد - صفحہ ۲۰۳ -

اگر طلب اشہاد مشتری کے مواجہ میں کیا جاوے تو ضروری نہیں کہ مشتری جائداد مبیعہ کا قبضہ حاصل کرچکا ہو - ۱۸ - الہ آباد ۲۰۹ -

طلب خصومت یا طلب تملیک کے متعلق دیکھو ۱۰ کلکتہ ۳۸۳ -

دیکھو شرع محمدی مسٹر امیر علی صفحہ ۷۲۳ تا ۷۲۷ -

درخواست منجانب شفیع بخدمت سب رجسٹرار بدیں کہ بیع نامہ کی رجسٹری ملتوی کی جاوے بمنزلہ طلب مواثبت کے نہیں ہے - کیونکہ اوس میں استحقاق شفع کا کوئی استحقاق نہیں ہوتا - ۱ پٹنہ لاجرنل ۱۷۴ -

طلب مواثبت اور طلب اشہاد دونوں ایک وقت کئے جاسکتے ہیں - بشرطیکہ بموجودگی گواہان بمواجہ بائع اور مشتری کے کئے جاویں - بیلی صاحب ۹۰۴ - ۳۷ - الہ آباد ۵۲۲ و ۱۷ کلکتہ ۵۳۴ - ۱۰ کلکتہ ۱۰۵۸ -

۵۲۱ - اگر شفیع گواہوں کے روبرو اپنی نیت کا باقاعدہ اظہار کرنے کے وقت یہ بھی ظاہر کردے کہ اوس نے قبل ازیں فوراً دعوئے مطبوعہ شروع کیا تھا تو اوس اظہار کو تاوقتیکہ اوس کے برخلاف ثابت نہ ہو صحیح قیاس کیا جائے گا - لیکن اگر پہلی طلب کی شہادت موجود ہو (یا یقیناً جب کہ دونوں موقعوں پر وہی گواہان موجود ہوں) - تو دوسری طلب میں پہلی طلب کے ذکر کی ضرورت نہیں -

۱۰ الکلکتہ صفحہ ۱۰۵۸ - اس کے برخلاف ہے - لیکن فیصلہ ہذا فیصلہ ۱۷ الکلکتہ ۱۱۳۴ سے منسوخ ہو چکا ہے - موخر الذکر فیصلہ کی پیروی ۱۶ - الہ آباد ۳۸۳ - ۲۰ - الہ آباد ۴۵۷ ۲۰ - الہ آباد ۴۹۹ - ۲۷ - الہ آباد ۲۳۱۲ میں کی گئی ہے -

شفع - طالب مواثبات - جہانکہ دعوے نسبت شفع شرع محمدی پر مبنی ہو اگر شفیع دوبارہ شفع طلب کرنے پر گواہان کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرنے میں کوتاہی کرے کہ وہ پہلی دفعہ طلب کر چکا ہے تو دوبارہ طلب کا کرنا جائز نہیں ہے - خواہ دونوں دفعہ طلب کے کرنے کے گواہان ایک ہی ہوں - ۴۵ الہ آباد ۲۹۰ -

شفع طلب استشناء - اگر طلب دوبارہ کیا جاوے اور ایسا نہ تو بائع کی موجودگی میں اور نہ ہی اُسی جائداد پر جس کے شفع کا دعوے ہو کیا جاوے تو اگر ایک سے زیادہ مشتری ہوں تو طلب تمام مشتریان کی موجودگی میں کیا جانا چاہیئے - ۴۵ - الہ آباد ۹۴۴ -

۵۲۲ - اگر شفیع فاصلہ پر ہو اور اصالتاً طلب اشہاد نہ کر سکتا ہو تو بذریعہ خط یا ایلچی یا کارندہ ایسا کر سکتا ہے -

۴ بنگال لارپورٹ اپیل دیوانی صفحہ ۱۳۹ - ۱۷۱ - ۶ بنگال لارپورٹ صفحہ ۱۷ - ۱ - الہ آباد ۵۲۱ - ۱۸ - الہ آباد ۳۰۹ - ۳۵ کلکتہ ۵۷۵ - (اس مقدمہ میں قرار دیا گیا کہ کورٹ آف وارڈس کا منتظم طلب اشہاد کر سکتا ہے - ۲۳ کلکتہ ۹۸۲ -

۵۲۳ - حق شفع پر شفیع کے کارندہ مجاز یا مینیجر کے فعل یا ترک کا وہی اثر ہوگا - جو خود شفیع کے فعل یا ترک کا ہوتا ہے - (۷ - الہ آباد صفحہ ۴۱) -

۵۲۴ - دعوے شفع کے جواز کے لئے ضروری نہیں کہ شفیع بوقت طلب اشہاد زر ثمن پیش کر دے - اگر وہ زر ثمن مندرجہ بیعنامہ کے ادا کرنے کی آمادگی یا اگر اوس قیمت کے فرضی ہونے کی نسبت اوس کو شک ہو تو اُس رقم ادائیگی کی جو عدالت مناسب سمجھے ظاہر کرے تو کافی ہے -

۱۱ ویکلی رپورٹر ۲۹۵ - ۳ - الہ آباد ۳۶۶ - ۱۶ - الہ آباد ۷۴ - ۲۸ - ۲۴۸ - ۱۱ ویکلی رپورٹر صفحہ ۲۱۱ - ۱۰ الکلکتہ صفحہ ۱۰۰۸ - ۳۴ الہ آباد ۱۳۷ -

۵۲۵ - دعوے شفع خواہ وہ قانون پر مبنی ہو یا رواج پر یا خاص معاہدہ پر اس وقت سے ایک برس کے اندر دائر ہو جانا چاہیئے جب کہ مشتری کل جائداد مبیعہ کا واقعی

قبضہ لینے یا اگر واقعی قبضہ نہ مل سکتا ہو تو تاریخ رجسٹری سے۔

ایکٹ میعاد ۹ ۱۹۰۸ء کی ضمیمہ اول مد ۱۰۔

اس سے شرع محمدی کا قاعدہ دربارہ میعاد منسوخ ہو جاتا ہے۔

بمقدمہ ۳۰۳۔ الہ آباد ۶۱۷۔ عرضی دعوے آخری دن میعاد کو داخل کیا گیا۔ پہلے طلب ٹھیک وقت پر کئے گئے تھے۔ عرضی دعوے رقبہ اراضی مبیعہ کی درستگی کے لئے واپس کیا گیا۔ قرار پایا کہ اس وجہ سے دعوے زائد المیعاد نہیں ہے۔ ۳۳ الہ آباد ۶۱۷۔

۵۲۶۔ نالش شفع میں بائع ضروری فریق مقدمہ نہیں ہے۔ ۳۲ الہ آباد ۱۴۰۔

۵۲۷۔ جب مقدمہ حق شفع کا کسی خاص بیع جائداد کی بابت ہو اگر عدالت ڈگری بحق مدعی صادر کرے تو جس حال میں کہ زرثمن عدالت میں نہ داخل کر دیا گیا ہو ڈگری میں بصراحت اس تاریخ کی لکھی جائے جس میں یا جس سے پہلے داخل کیا جائے۔ اور عدالت یہ قرار دے گی کہ بروقت داخل ہونے اس زرثمن کے معہ خرچہ جو اگر کچھ ہو ڈگری میں مدعی پر عائد کیا گیا ہو۔ مدعی قبضہ اس جائداد کا حاصل کرے۔ لیکن جس حال میں کہ وہ روپیہ اور خرچہ اس طور پر نہ داخل کیا جائے۔ نالش معہ خرچہ ڈسمس ہو جائیگی

ضمیمہ اول (ک) ۲۰ قاعدہ ۱۴ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء۔

اس دفعہ کے زیر تحت جو روپیہ شفیع داخل عدالت کرے وہ ادسکا نہیں رہتا۔ اور اسلئے اُسکے قرضخواہ اُسے قرق نہیں کرا سکتے۔ ۱۹۔ الہ آباد ۷۶۔ ۷۵ شفیع جائداد مبیعہ کو بمعہ اس بار کے حاصل کر سکتا ہے جو اوس پر اوس وقت موجود تھا جس وقت وہ بیع کی گئی تھی۔ ۳۱ الہ آباد ۱۲۰۔

۵۲۸۔ اگر مدعی ڈگری کی کسی شرط کی نسبت اپیل کرنیکا ارادہ رکھتا ہو تو اس کو لازم نہیں کہ اس اثنا میں زرثمن داخل کرے اور وہ اس بات سے ممنوع نہیں کہ ادائیگی کے لئے میعاد مقررہ عدالت کے بعد اپیل دائر کرے۔

۱۳۔ الہ آباد صفحہ ۷۶۔ ۱۲۔ ۱۶۔ الہ آباد ۱۲۶۔

۵۲۹۔ اگر شفیع مشتری کے ساتھ مصالحت کرے یا کسی اور نوع میں بیع کے متعلق سکوت اختیار کرے تو حق زائل ہو جاویگا۔ لیکن اگر شفیع مشتری سے زرثمن معینہ پر جائداد خریدنے کیلئے رضامندی ظاہر کرے تو اوس سے سکوت مفہوم نہیں ہوگی۔

بیلی صاحب صفحہ ۴۹۹۔ ۸۔ الہ آباد صفحہ ۲۷۵۔ ۱۶۔ الہ آباد ۳۰۰۔ ۱۹۔ الہ آباد ۳۴۳۔

(شفیع کی سکونت کے متعلق دیکھو شرع محمدی مسٹر امیر علی جلد اول صفحہ ۷۱۶)۔

۵۳۰۔ اگر شفیع بیع کی خبر پانے کے بعد دعوائے کرنے میں توقف کرے تو وہ یہ عذر کر کے اپنے آپکو معذور نہیں رکھ سکتا کہ اسکو اس بات کے باور کرنے کی وجہ تھی۔ کہ اصل اس قیمت سے بہت کم تھی جس کا اسکو نوٹس دیا گیا تھا۔ ایسی صورت میں اوسکو چاہیئے کہ کم تر قیمت خریدنے کی آمادگی فوراً ظاہر کرے۔ اگر وہ ایسا کرنہیں غفلت کرے تو ترک حق شفع سمجھا جائیگا۔ ۷۔ الہ آباد ۲۳۔ ۱۔ الہ آباد ۲۱ ۵۔

۵۳۱۔ شفیع کے فوت ہوجانے سے حق شفع ساقط ہوجاتا ہے۔ اور اگر شفیع نے اس حق کے متعلق نالش کی ہو تو اوس کی وفات پر نالش بھی ساقط ہوجاویگی۔

بیلی صاحب ۵۰۵۔ ۵۰۶۔

۲۰۔ الہ آباد ۸۰۔ ۱۳ الہ آباد ۹۲۲۔ ۲۶ بمبئی ۱۴۴۔ نیز دیکھو احکام ۲۲ قاعدہ اول ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء

یہ حالت حنفی مسالک کے مطابق ہے۔

شافعی مسلک کے مطابق اگر بیع کے بعد جس سے حق شفع پیدا ہوتا ہے۔ اور مشتری کی جانب سے قبضہ چھوڑ دینے یا بوجہ ڈیشل ڈگری کے ذریعہ حق کامل ہونے سے پہلے شفیع فوت ہوجائے تو حق زائل نہیں ہوتا۔ اوس کے وارث اوسی طرح اوسکے قائم مقام ہوں گے جس طرح پر اوس صورت میں ہوتے جبکہ وہ بیع سے پہلے یا حق شفع کے کامل ہونیکے بعد فوت ہوتا۔ ہدایہ ۵۶۱۔ بیلی صاحب حصہ دوم ۱۹۰)

۲۶ بمبئی ۱۴۴۔ ۱۳ بمبئی ۲۳۶۔ ۳۵۲۔ ۵۴ بمبئی ۱۰۵۶۔ ۸ انڈین اپیل ۷۵۔ ۴۔

شیعہ مذہب میں یہ حق اوس کے وارثان کو پہنچتا ہے۔ اور جائداد جو اون کو مشترکہ دعویٰ سے ملیگی اون کی مشترکہ ملکیت ہوگی۔ اور کسی وارث کی درخواست پر حصہ وراثت کے مطابق قابل تقسیم ہوگی۔

۵۳۲۔ اگر بیع کی تاریخ پر وہ شخص جو مستحق شفع ہو نابالغ یا مجنون ہو تو اس کا ولی اس کی طرف سے دعوائے کر سکتا ہے۔ اگر وہ دعوائے کو نابالغ یا مجنون کے مفید تصور کرے۔ تو اوس کو دعوائے کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر وہ دعوائے نہ کرے اور دعوائے زائد المیعاد ہوجاوے تو نابالغ کو بالغ ہونے اور مجنون کو صحیح العقل ہونے پر دعوائے کرنے کا حق نہیں رہتا۔

ہدایہ صفحہ ۵۶۴۔

شیعہ مذہب کے رو سے نابالغ بلوغت کو پہونچکر اور مجنون صحیح العقل ہوکر دعوائے شفع کر سکتا ہے اگر اوس کے ولی نے دعوائے نہ کیا ہو۔

۵۳۳۔ اگرچہ شرع محمدی کے رو سے یہ ضروری نہیں لیکن بعض اوقات مقامی واجب العرض میں یہ درج ہوتا ہے کہ غیروں کے پاس بیع کرنے سے پیشتر بائع اون لوگوں کو اطلاع دے جنکو

شفیع پہونچتا ہے ۔ شرع محمدی کے رو سے توقف کرنے سے اسوقت تک حق زائل نہیں ہوتا جب تک کہ شفیع کو پابند کرنے والے معاہدہ بیع کا واقعی علم نہ ہو ۔ واجب العرض کے رو سے شفیع کا حق زائل ہو جاتا ہے ۔ سوائے اس کے کہ اطلاع پانے کے بعد شفیع میعاد معقول کے اندر اس اطلاع کا جواب دے اور قیمت مطلوبہ پر یا اوس قیمت پر جو بروئے شرائط واجب العرض قرار پائے جائداد کو خریدنے کی آمادگی ظاہر کرے ۔

(۱) ۱۱ - الہ آباد صفحہ ۱۰۸ - ۱۱ الہ آباد ۴۲۱ - ۲۷ ۵ - ۲۲ الہ آباد ۷۰۰ ۔

۵۳۴ - بیع بالوفا اگر بعدۂ بیع کامل ہو جائے تو بیع بالوفا کے وقت سکوت اختیار کرنے سے ترک حق شفیع مفہوم نہیں ہوتا ۔ (۱۱ - الہ آباد ۴۲۱ - ۱۱ - الہ آباد ۴۴ ۱۷ - ۲۷ الہ آباد ۷۰۰) ۔

۵۳۵ - شفیع کا مالکانہ حق اوس وقت اور اوس سے قبل کامل ہوتا ہے ۔ جب کہ اوس نے یا تو مشتری کی رضامندی سے قبضہ لے لیا ہو ۔ یا ڈگری متذکرہ احکام ۲۲ قاعدہ ۔ ۱ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء کے مطابق زرِ ثمن داخل کر دیا ہو ۔ شفیع کا اس طرح حق کامل ہونے سے پہلے جو پیداوار مشتری نے اٹھائی ہو اس کے رکھنے کا وہ خود بھی مستحق ہوتا ہے ۔ لیکن شرائط ڈگری کے مطابق قبضہ کا مستحق ہونے اور واقعی قبضہ حاصل کرنے کے عرصہ درمیانی میں جو پیداوار ہو ۔ اس کی نسبت بہتر رائے یہ ہے کہ شفیع اس امر کا مستحق نہیں ہوتا ۔

(۱۲) الہ آباد ۳۴۳ - ۸ الہ آباد ۵۰۲ - ۲ ممالک مغربی و شمالی صدر دیوانی عدالت صفحہ ۱۷۱ - ممالک مغربی و شمالی ہائی کورٹ رپورٹ ۱۸۶۶ء اپیل مال صفحہ ۳۰ - ۳ جس سے ۷ کلکتہ صدر دیوانی عدالت صفحہ ۸۵ - منسوخ کیا گیا ۔ اسناد قدیم کے لئے دیکھو ۱۲ - الہ آباد صفحہ ۳۴۳ - لغایت ۳۵۲ ۔

۵۳۶ - جائداد کی نسبت درمیانی معاملات ہونے سے حق شفیع پر کچھ تاثیر نہیں ہوتی بہرحال دعویٰ اصلی خرید کے خلاف ہونا چاہیئے ۔ لیکن جب کہ اس کے برخلاف ڈگری ہو جائے تو اس کا اجرا ایسے اشخاص کے برخلاف بھی ہو سکتا ہے جس نے اس سے بذریعہ خرید ہبہ ۔ وراثت یا اور طرح سے حق حاصل کیا ہو ۔ (بیلی صاحب صفحہ ۴۴۴) ۔

۵۳۷ - اگر بائع معاہدہ کی تکمیل کے بعد کم قیمت کے لئے رضامندی ہو جاوے [illegible] کمی سے مستفید ہونے کے لئے [illegible]

۵۳۸ - صرف ہمسایہ کا ناکر جیسے [illegible]

کیا جاسکتا ہے کہ بائع ایک ٹکڑہ زمین یا مکان کا جیسی کہ صورت ہو جو خواہ کتنا ہی خفیف ہو اور ہمسایہ کی ملکیت کی ملحق ہو اپنے پاس رکھ لے۔

ہدایہ ۵۶۳ - بیلی صاحب ۵۱۷ - میگناٹن صاحب صفحہ ۴۹ -

شرع محمدی کے بموجب شفیع کے حق کو زائل کرنے کے لئے جعلسازی کی اجازت نہیں ہے - ۷ - الہ آباد ۷۷۵ - ۳۹ کلکتہ ۹۱۵ = ۳۹ - انڈین اپیل ۱۰۱ - ۲۵ کلکتہ ۵۱۵ -

۵۳۹ اس امر کا ثابت کرنا کہ اراضی مبیعہ کم قیمت پر فروخت کی گئی ہے - شفیع کے ذمہ ہے - لیکن تھوڑی سی شہادت ہی اوس کے بیان کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے - اور جب یہ ثابت ہو جاوے تو مدعا علیہم - بائع اور مشتری کے لئے لازم ہے کہ وہ زبردست شہادت سے اس کی تردید کریں -

۵ - الہ آباد ۱۸۵ - جس کی پیروی ۲۹ - الہ آباد ۱۹۱ میں کی گئی ہے -

۵۴۰ - (۱) اگر بائع اور شفیع دونوں سنی ہوں - تو حق شفع کا فیصلہ بموجب قانون سنی کیا جاوے گا - اور اگر دونوں فریقین شیعہ ہوں تو قانون شیعہ کے بموجب -

(۲) اگر بائع اور مشتری دونوں ایک ہی مسلک کے نہ ہوں تو فیصلہ اوس مسلک کے قانون کے بموجب ہو - جس سے شفیع کا تعلق ہو - مثلاً اگر بائع سنی ہو اور شفیع شیعہ تو حق شفع کا فیصلہ بموجب قانون شیعہ کیا جاوے گا - اور اگر بائع شیعہ ہو اور شفیع سنی تو سنی قانون کے بموجب -

(۳) لیکن مشتری کے قانون شخصی پر ایسی نالشوں میں کچھ خیال نہیں کیا جاتا -

۷ - الہ آباد ۷۷۵ - ۱۲ - الہ آباد ۲۲۹ - ۲۲ - الہ آباد ۱۰۲ - ۳۲ کلکتہ ۹۸۲ - نیز دیکھو ۴ بنگال لا رپورٹ ۱۸۴ - ۳۶ الہ آباد ۸۴ -

حق شفع کے متعلق شیعہ اور سنی مسالک میں امور ذیل قابل تمیز ہیں:-

۵۴۱ - (الف) شفیع مسالک میں اگر ایک محال کے رو سے زائد مالک ہوں تو استحقاق شفع پیدا نہیں ہوتا - ۱۲ - الہ آباد ۲۲۹ -

(ب) شیعہ مسالک میں قرابت کی وجہ سے بھی حق شفع پیدا نہیں ہوتا - ۲۲ الہ آباد ۱۰۲ - بیلی صاحب کتاب دوم - ۱۷۵ - ۱۷۹ -

تمت بالخیر

ضمیمہ ب

قانون شفع پنجاب ایکٹ نمبر ۱۳ سنہ ۱۹۱۳ء

کی

ضروری دفعات

حق شفع اور اوس کا اطلاق

دفعہ ۴ - حق شفع سے مراد وہ حق ہے جس کے ذریعہ ایک شخص بہ ترجیح دیگر اشخاص کے اراضی زرعی یا جائداد غیر منقولہ دیہہ یا جائداد غیر منقولہ قصبہ کو حاصل کر سکتا ہے - اور یہ حق ایسی اراضی کی صورت میں محض بیع کی حالت میں اور ایسی جائداد کی نسبت محض بیع یا بیعبات کی حالت میں پیدا ہوتا ہے -

دفعہ ہذا میں کوئی امر کسی عدالت کے یہ قرار دینے میں مانع نہ ہوگا کہ ایک انتقال جو بظاہر بیع نہیں ہے درحقیقت بیع ہے -

بعض عمارات کی نسبت حق شفع نہیں ہوگا

دفعہ ۵ - کوئی حق شفع

(الف) کسی دوکان یا سرائے یا کٹرا -

(ب) دھرم سالہ یا مسجد یا کسی دیگر ہمچو قسم کی عمارت کی فروخت یا بیعبات کی نسبت موجود نہیں ہوگا -

حق شفع اراضی زرعی اور جائداد غیر منقولہ دیہہ میں ہوتا ہے -

دفعہ ۶ - حق شفع اراضی زرعی اور جائداد غیر منقولہ دیہہ کے ساتھ لازم ہوگا لیکن ایسا ہر ایک حق اون جملہ احکام وقیود کے تابع ہوگا - جو ایکٹ ہذا میں بعد ازیں مندرج ہیں -

حق شفع بعض حالات میں جائداد غیر منقولہ قصبہ ہوتا ہے -

دفعہ ۷ - بہ تبعیت احکام دفعہ ۵ کسی قصبہ یا محلہ قصبہ میں جائداد غیر منقولہ قصبہ پر حق شفع صرف اوس صورت میں لازم ہوگا جب یہ امر ثابت کیا جائے کہ وقت نفاذ ایکٹ ہذا ایسے قصبہ یا محلہ قصبہ میں رواج شفع موجود تھا اور اوس کے برخلاف نہیں تھا -

لوکل گورنمنٹ مجاز ہے کہ بعض رقبہ جات کو شفع سے مستثنے کر دے

دفعہ ۸ - (۱) بجز اس کے جیسا کہ کسی اور ہیچ

پر کسی اراضی زرعی کی نسبت لوکل گورنمنٹ بذریعہ اشتہار مشتہر کرے کوئی حق شفع کسی چھاونی کے اندر موجود نہیں ہوگا۔

(۲) لوکل گورنمنٹ مجاز ہوگی کہ بذریعہ اشتہار اس امر کا اعلان کر دے کہ کسی مقامی رقبہ میں یا کسی اراضی یا جائداد یا قسم اراضی یا جائداد کی نسبت یا کسی بیع یا قسم بیعات کی نسبت کوئی حق شفع یا صرف ایسا محدود حق جس کی لوکل گورنمنٹ تصریح کرے موجود نہیں ہوگا۔

بعض انتقالات کا شفع سے خارج کیا جانا۔

دفعہ ۹۔ باوجود کسی امر کے جو ایکٹ ہذا میں مندرج ہے کسی ایسی بیع کی نسبت حق شفع موجود نہیں ہوگا جو گورنمنٹ کی طرف سے یا اوس کے حق میں یا کسی حاکم مقامی کی طرف سے یا اوس کے حق میں یا کسی کمپنی کے حق میں زیر احکام حصہ ہفتم ایکٹ حصول اراضی ۱۸۹۴ء عمل میں آئے یا جو ایسی بیع کی نسبت عمل میں آئے جس کو صاحب ڈپٹی کمشنر نے ایکٹ انتقال اراضی پنجاب ۱۹۰۰ء کی دفعہ ۳ (۲) کے بموجب منظور کر لیا ہو۔

قانون دربارہ تجویز حق شفع

دفعہ ۱۲۔ اون جملہ بیعات و ہبات کی صورت میں جو ایکٹ ہذا کے نفاذ سے پہلے مکمل نہ ہو چکی ہوں حق شفع کا فیصلہ ایکٹ ہذا کے احکام کے مطابق کیا جائیگا۔ لیکن اون جملہ بیعات و ہبات کی صورت میں جو ایکٹ ہذا کے نفاذ سے پہلے مکمل ہو چکی ہوں حق شفع کا فیصلہ اوس قانون کی رو سے کیا جائیگا۔ جو ایسی تکمیل کے وقت نافذ العمل ہو۔

مشترکہ حق شفع کس طرح استعمال کیا جائے گا۔

دفعہ ۱۳۔ جب کبھی ایکٹ ہذا کے احکام کے مطابق حق شفع کسی جماعت یا گروہ اشخاص کو تفویض کیا جائے تو حق مذکور کو ایسی جماعت یا گروہ کے جملہ اشخاص مشترکہ طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔ اور اگر وہ اون کو مل کر استعمال نہ کر سکیں تو اون میں سے دو یا دو سے زیادہ اشخاص مل کر استعمال کر سکتے ہیں۔ اور اگر دو یا دو سے زیادہ ممبران بھی مشترکہ طور پر استعمال نہ کر سکیں تو اون میں سے ہر ایک ممبر فرداً فرداً استعمال کر سکتا ہے

اوس اراضی کی نسبت حق شفع کے استعمال کا محدود ہونا جو قوم زراعت پیشہ کے کسی شخص کی طرف سے فروخت کی جائے

دفعہ ۱۴۔ اوس شخص کے سوائے جو بیع کی تاریخ کو اقوام زراعت پیشہ کے ایک ہی گروہ میں کسی قوم زراعت پیشہ کا ممبر ہو کسی دیگر شخص کو بحیثیت بالغ کے اوس زرعی اراضی کی نسبت حق شفع حاصل ہوگا جو قوم زراعت پیشہ کے کسی ممبر کی طرف سے فروخت کی جاوے۔

وہ شخص جسے اراضی زرعی اور جائداد غیر منقولہ دیہہ کی بیع کی نسبت حق شفع حاصل ہے

دفعہ ۱۵۔ بپابندی احکام دفعہ ۱۴ - اراضی زرعی اور جائداد غیر منقولہ دیہہ کی نسبت حق شفع حاصل ہوگا۔

(الف) ایسی اراضی یا جائداد کی اوس کے واحد مالک یا رعیت دخیل کار کی طرف سے بیع کی صورت میں یا جب ایسی اراضی یا جائداد مشترکہ ملکیت یا قبضہ ہو تو جملہ مشترکہ حصہ داران کی صورت میں اون اشخاص کو جو اگر ایسی بیع واقعہ نہ ہوتی تو بائع یا بائعان کی وفات پر اراضی یا جائداد مذکور کو ورثہ میں پانے کے مستحق ہوتے اون کے سلسلہ وراثت کی ترتیب میں۔

(ب) ایسی اراضی یا جائداد مشترکہ کی ایک حصہ کی بیع کی صورت میں جو جملہ مشترکہ حصہ داران کی طرف سے عمل میں نہ آئے۔

اول۔ بائع کی اولاد صلبی نرینہ کو سلسلہ وراثت کی ترتیب میں۔

دوم۔ مشترکہ حصہ داران یک جاری کو (اگر کوئی ہوں) اون سے سلسلہ وراثت میں۔

سوم۔ اون اشخاص کو جو ضمن اول و دوم متذکرۃ الصدر میں شامل ہیں اون کے سلسلہ وراثت میں جو اگر ایسی بیع واقعہ نہ ہوتی تو بائع کی وفات پر اراضی یا جائداد بیع شدہ کو ورثہ میں پانے کے مستحق ہوتے۔

چہارم۔ مشترک حصہ داران کو۔

(ج) اوس صورت میں جب کہ کوئی ایسا شخص جسے زیر ضمن (الف) یا (ب) حق شفع حاصل ہو حق مذکور کو عمل میں لانا نہ چاہے تو حق شفع متعلق ہوگا:-

اول - جب کہ بیع اعلیٰ یا ادنیٰ حق مالکانہ پر موثر ہو اور اعلیٰ حق مالکانہ بیع کیا جائے تو ادنیٰ مالکان سے - اور جب ادنیٰ حق مالکانہ بیع کیا جائے تو اعلیٰ مالکان سے۔

دوم - اُس محال کی جس میں ایسی اراضی یا جائداد واقعہ ہو پتی یا دیگر حصہ کے مالکان سے

سوم - محال کے مالکان سے۔

چہارم - ایسی اراضی یا جائداد کے حق مالکانہ کی بیع کی صورت میں رعیت سے (اگر کوئی ہو) جسکو ایسی اراضی یا جائداد میں حق دخیلکاری حاصل ہو۔

پنجم - کسی رعیت سے جس کو اوس محال کی کسی اراضی زرعی میں حق دخیلکاری حاصل ہو۔ جسکی حدود کے اندر اراضی یا جائداد مذکور واقعہ ہو۔

تشریح - اگر کوئی عورت اوس اراضی یا جائداد کو فروخت کرے جو اوس کو اپنے خاوند یا پسر

برادر یا والد سے اپنی حین حیات تک ورثا میں ملی ہو تو دفعہ ہذا میں لفظ یک جدی رشتہ داران سے مراد اوس شخص کے قریبی رشتہ داران سے ہوگی جس سے اوسکو ورثہ ملا ہو۔

دفعہ ۱۶ – شہر یا قصبہ کی جائداد غیر منقولہ کی نسبت حق شفع متعلق ہوگا۔

(حاشیہ: وہ شخص جس کو شہر یا قصبہ کی غیر منقولہ جائداد میں حق شفع حاصل ہوگا۔)

اوّل – جائداد مذکور کے مشترک حصہ داران (اگر کوئی ہوں) سے۔

دوم – اگر فروخت کسی مکان یا دیگر عمارت کی زمین کی ہو تو ایسے مکان یا عمارت کے مالکان سے۔

سوم – اگر فروخت کسی ایسی جائداد کی ہو جس کا زینہ دیگر جائدادوں کے ساتھ مشترک ہو تو ایسی جائدادوں کے مالکان سے۔

چہارم – اگر فروخت کسی ایسی جائداد کی ہو جس کا بازار کے رخ کا دروازہ دیگر جائدادوں کے ساتھ مشترک ہو تو ایسی جائدادوں کے مالکان سے۔

پنجم – اگر فروخت کسی ایسی جائداد کی ہو جس پر حق آسائش حاصل ہو تو ایسی جائداد کے مالکان سے جس کو جائداد منتقل شدہ پر حق آسائش حاصل ہو اور برعکس اسکے۔

ششم – ایسے اشخاص سے جن کی جائداد غیر منقولہ بیع شدہ جائداد سے ملحق ہو۔

دفعہ ۱۷ – جس صورت میں کہ عدالت بہت سے شفیعان کو مساوی طور پر حق شفع کا مستحق قرار دے تو حق مذکور قابل نفاذ ہوگا۔

(حاشیہ: بہت سے اشخاص کے مساوی طور پر حقدار ہونیکی صورت میں حق شفع کا عمل میں لانا)

(الف) اگر شفیعان بطور مشترک حصہ داران کے دعویداران ہوں تو اون کے مابین ایسے حصص کے تناسب باہمی کے لحاظ سے جو وہ اراضی یا جائداد مذکور میں پیشتر سے رکھتے ہوں۔

(ب) اگر عام اس سے کہ شفیعان حصہ دار ہوں یا نہ ہوں وہ بطور ورثہ دعوے دار ہوں تو اون کے مابین ایسے حصص کے تناسب باہمی کے لحاظ سے جن میں اگر ایسا بیع عمل میں نہ آتا تو بائع کے بلا دیگر ورثاء چھوڑے سے فوت ہو جانے کی صورت میں اون کو اراضی یا جائداد مذکور ورثاء میں ملسکتی۔

(ج) اگر وہ مسلمہ پتی یا محال کے مالکان زمین کی حیثیت سے دعوے دار ہوں تو اون کے مابین اون حصص کے تناسب کے لحاظ سے جو اراضی یا جائداد مذکور کے پتی یا محال

مذکور میں اراضی شاملات ہونے کی صورت میں اون کو ملسکتا۔

(د) اگر وہ بحیثیت رعیت دخیلکار دعوے دار ہوں تو اون کے لئے مابین اون رقبہ جات کے لحاظ سے جن کی نسبت اُن کو حق دخیلکاری حاصل ہو۔

(ہ) کسی دیگر صورت میں ایسے شفیعان کی طرف سے مساوی حصص کے لحاظ سے

اطلاع نامہ بنام شفیعان۔ **دفعہ ۱۹**۔ جب کسی شخص کا کسی ایسی اراضی زرعی یا جائداد غیر منقولہ دیہہ یا جائداد غیر منقولہ قصبہ کو بیع کرنے کا یا کسی ایسی جائداد غیر منقولہ دیہہ جائداد غیر منقولہ قصبہ کے بیعبات کا ارادہ ہو جس کی نسبت کوئی اشخاص حق شفع رکھتے ہوں تو اوس کو جائز ہے کہ وہ ایسے تمام اشخاص کو اوس قیمت کی جس پر کہ وہ ایسی اراضی یا جائداد کو فروخت کرنا چاہتا ہے۔ یا اوس رقم کی جو بابت رہن واجب الادا ہو (جیسی کہ صورت ہو) اطلاع کرے۔

یہ اطلاع نامہ کسی ایسی عدالت کی معرفت دیا جائے گا جس کے اختیار سماعت کی مقامی حدود کے اندر ایسی اراضی یا جائداد یا اوس کا کوئی جزو واقعہ ہو اور اوس اطلاع نامہ کی تعمیل کافی متصور ہو گی۔ اگر یہ اوس گاؤں قصبہ یا مقام میں جس میں اراضی یا جائداد مذکور واقعہ ہو چوپال یا دیگر عام جگہ پر چسپاں کیا جائے۔

اطلاع نامہ منجانب شفیع بنام بائع **دفعہ ۲۰**۔ کسی شخص کا حق شفع زائل ہو جائے گا۔ بجز اس کے کہ وہ شخص اطلاع نامہ زیر دفعہ ۱۹ کی تعمیل سے تین ماہ کے اندر یا ایسے مزید عرصہ کے اندر جو تاریخ مذکور سے ایک سال سے تجاوز نہ کرے جس کی نسبت عدالت اجازت دے عدالت میں ایک اطلاع نامہ بائع یا مرتہن کی تعمیل کے لئے مشعر اس مضمون کے پیش کرے۔ کہ اوس کا ارادہ حق شفع عمل میں لانیکا ہے۔ اس اطلاع نامہ میں یہ امر درج ہونا چاہیئے۔ کہ آیا شفیع قیمت مذکور یا اس رقم کو جو بابت رہن واجب الادا ہو درست تسلیم کرتا ہے یا نہیں۔ اور اگر نہیں کرتا تو وہ کس قدر رقم دینے کے لئے تیار ہے۔

جب عدالت کا اطمینان ہو جاوے کہ اطلاع نامہ مذکور کی بائع یا مرتہن پر باضابطہ تعمیل ہو گئی ہے تو کارروائی دفتر داخل کیجاویگی۔

نالش برائے حق شفع **دفعہ ۲۱**۔ کوئی شخص جس کو حق شفع حاصل ہو بیع یا بیعبات کے تکمیل

پانیکے بعد مجاز ہے کہ حق مذکور عمل میں لانے کے لئے نالش رجوع کرے۔

مدعی کو داخل امانت یا ضمانت کے لئے کہا جاسکتا ہے۔

دفعہ ۲۲۔ (۱) شفع کے متعلق ہر ایک نالش میں عدالت کو لازم ہے کہ تنقیحات کے وقت یا اوس کے پیشتر کسی وقت مدعی کو حکم دے کہ ایسی میعاد کے اندر جو عدالت مقرر کرے عدالت میں ایسی رقم داخل کرے جو حسب الرائے عدالت اراضی یا جائداد کی قیاسی قیمت کے ایک خمس سے تجاوز نہ کرے یا مدعی کو حکم دے کہ وہ بشرط ضرورت حسب الطمینان عدالت ایسے وقت کے اندر جو عدالت مذکور اپنے حکم میں مقرر کرے ایسی رقم بطور ضمانت ادا کرے جو قیاسی قیمت مذکور سے زیادہ نہ ہو۔

(۲) کسی اپیل میں عدالت اپیل ہر وقت وہ اختیارات استعمال کرنیکی مجاز ہوگی جو ضمن (۱) کی رو سے عدالت کو حاصل ہیں۔

(۳) ہر ایک رقم جو زیر ضمن (۱) یا (۲) داخل کیجائے یا جس کے لئے زیر ضمن (۲) ضمانت دیجائے خرچہ کی ادائیگی کیلئے قابل استعمال ہوگی۔

(۴) اگر اندرون میعاد مقررہ عدالت یا ایسے مزید عرصہ کے اندر جو عدالت رقم یا ضمانت مندرجہ ضمن (۱) یا (۲) کے جمع کرنے یا ضمانت دینے کی بابت قاصر رہے تو اوس کا عرضی دعوے یا اپیل وجیسی کہ صورت ہو نامنظور کی جاویگی۔

(۵)۔ (الف) اگر کسی رقم کو جو حسب طریق مذکور جمع کرائی جاوے مدعی واپس لیلے تو نالش یا اپیل خارج کر دی جاوے گی۔

(ب) اگر کوئی ضمانت جو حسب طریق مذکور کسی وجہ سے جمع کرائی گئی ہو کالعدم یا غیر مکتفی ہو تو عدالت کو لازم ہے کہ وہ مدعی کو حکم دے کہ وہ ایسے عرصہ کے اندر جو عدالت مقرر کرے نئی ضمانت داخل کرے یا ضمانت داخل شدہ کی رقم میں اضافہ کرے وجیسی کہ صورت ہو اور اگر مدعی ایسے حکم کی تعمیل سے قاصر رہے تو نالش یا اپیل خارج کر دی جاویگی۔

(۶) قیاسی قیمت کا تخمینہ بابراغراض تحت دفعہ ہذا لگایا جاویگا۔ وہ کسی ایسے فیصلہ پر موثر نہیں ہوگا جو اراضی یا جائداد کی مناسب بازاری قیمت کی نسبت بعد ازاں کیا جاوے۔

تمام شد

3858

شرح قانون رسوم عدالت ہائے ہند یعنی ایکٹ نمبر ۷ ۱۸۷۰ء

معہ شرح قانون تعین مالیت نالشات نمبر ۷ ۱۸۸۷ء

مطبوعہ ۱۹۲۴ء یہ شرح مستند شروح کتب انگریزی مثلاً بابو نرو تم داس صاحب دیسائی بی اے ایل ایل بی - وکیل ہائیکورٹ بمبئی و بابو ڈی - وی سنجیوا راؤ صاحب پلیڈر و رگھو ادل ترچنا پلی (مدراس) و بابو دہنپت رائے صاحب بی اے ایل ایل بی - پلیڈر ہائیکورٹ لاہور و مسٹر ایس کلفرڈ صاحب سابق رجسٹرار ہائیکورٹ لاہور و مسٹر بھاشا چاری بی اے - وکیل ہائیکورٹ نے با ضابطہ فیصلجات و سرکلرات و قواعد و احکامات کے زیر نگرانی لالہ ہوشناک رائے صاحب بی اے - ایل ایل بی وکیل ہائیکورٹ لاہور کے تالیف کی گئی ہے - ہر دفعہ کی تشریح و نظائر فیصلجات اعلیٰ عدالتہائے ہندوستان مثلاً کلکتہ و بمبئی و مدراس و الہ آباد و لاہور و پٹنہ و مدراس و رنگون و اودھ کیسز و سندھ و دیگر قوانین و آئین انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرکے درج کر دی گئی ہیں اور ہائیکورٹ سے لیکر ماتحت عدالتوں تک کی کورٹ فیس لگا دی گئی ہے - اور آخر میں ایکٹ تعین مالیت نالشات معہ فہرست لگا دیا گیا ہی قیمت للعہ

جدید مجموعہ ضابطہ فوجداری یعنی ایکٹ نمبر ۵ ۱۸۹۸ء مشرح

مطبوعہ ۱۹۲۶ء

منظور و مقبول فرمودہ انسپکٹر جنرل بہادر پولیس پنجاب جوڈیشل کمشنر صاحب بہادر صوبہ سرحدی پشاور و صاحب انسپکٹر جنرل پولیس صوبہ سرحدی پشاور - ترمیم شدہ تا مارچ ۱۹۲۶ء .... زیر نگرانی جناب مسٹر برجلال صاحب بیرسٹر ایٹ لا ایڈوکیٹ ہائیکورٹ لاہور (سابق پبلک پراسیکیوٹر) و لالہ ہوشناک رائے صاحب بی اے - ایل ایل - بی وکیل ہائیکورٹ لاہور چھپکر تیار ہو گیا ہے جسمیں مستند قانونی نسخہ جات یعنی شرح مجموعہ ضابطہ فوجداری مؤلفہ مسٹر رلنگ صاحب مسٹر ریسپ صاحب مسٹر سوہنی صاحب و مسٹر مہتر صاحب و فیصلجات بالاترین عدالت ہائے انگلستان و ہندوستان مثلاً لاء رپورٹس انگلستان - انڈین لاء رپورٹ کلکتہ - مدراس بمبئی الہ آباد پٹنہ - لاہور - رنگون - کلکتہ ویکلی نوٹس - کلکتہ لا جرنل و ویکلی رپورٹر - بمبئی لاء رپورٹر - رتن لال کے غیر مطبوعہ فیصلہ جات - مدراس لاء ٹائمز - مدراس لاء ویکلی - مدراس لاجرنل - الہ آباد ویکلی نوٹس - الہ آباد لا جرنل - پنجاب ریکارڈ - پنجاب لاء رپورٹر - پنجاب ویکلی رپورٹر - لاہور لا جرنل - اپر برہما رپورٹ - لوئر برہما رپورٹ - برہما لاء رپورٹ - سندھ لاء رپورٹ سنٹرل پراونسس لاء رپورٹ - کرمنل لاجرنل - انڈین کیسس کونسز نیج رپورٹ وغیرہ وغیرہ اخیر جولائی ۱۹۲۴ء تک درج کرکے از حد مفید بنایا گیا ہے تاکہ کوئی کسر نہ رہے - اور وجوہات اور دلائل ترمیمات جدید کو جو ایکٹ ہذا کے نفاذ کا باعث ہوئے ہیں تفصیلوار درج کیا گیا ہے - کاغذ اعلیٰ قسم کا لگایا گیا ہے لکھائی چھپائی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت مجلد کیفصور میں عہ زائد لئے جاویں گے - جلد نہایت خوبصورت سنہری

شرح مجموعہ تعزیرات ہند یعنی ایکٹ نمبر ۴۵ ۱۸۶۰ء

طبع جدید - ترمیم شدہ تا ایکٹ ۱۸ ۱۹۲۵ء منظور و مقبول فرمودہ ہائیکورٹ بذریعہ چٹھی نمبری ۲۱۵ جی مورخہ ۱۵ جون ۱۹۲۴ء و جناب جوڈیشل کمشنر صاحب بہادر نارتھ ویسٹ پراونس فرانٹیئر صوبہ سرحدی پشاور بذریعہ چٹھی نمبری ۹-۲۵-۲۴۱۴ - ۲۳ جولائی ۱۹۲۳ء و صاحب انسپکٹر جنرل بہادر پولیس پنجاب بذریعہ میمو نمبر 2/23A - 6/P - 7/23 مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۲۳ء پولیس گزٹ پارٹ I و ہائیکورٹ پٹیالہ جس میں مستند قانونی نسخہ جات یعنی شرح مجموعہ تعزیرات ہند مسٹر جان ڈی مین صاحب بیرسٹر ایٹ لاء و آنریبل مسٹر اکینلی صاحب جج ہائیکورٹ کلکتہ و مسٹر رلنگ صاحب جج ہائیکورٹ بمبئی و نیلسن صاحب و ایچ ایس گور صاحب ایم اے ڈی - ایل ایل ڈی بیرسٹر ایٹ لاء و مورگن صاحب و میکفرسن صاحب و رتن لال و دہنجوداس اور ساے لا کمشنران و فیصلجات بالاترین عدالت ہائے انگلستان و ہندوستان مثلاً انڈین لاء رپورٹ الہ آباد و الہ آباد لاجرنل و ویکلی نوٹس الہ آباد ہائیکورٹ رپورٹ و انڈین لاء رپورٹ بمبئی - و بمبئی ہائیکورٹ رپورٹ و بمبئی لاء رپورٹر و انڈین لاء رپورٹ کلکتہ و کلکتہ لا جرنل و کلکتہ لاء رپورٹ و کلکتہ ویکلی نوٹس و ویکلی رپورٹ کلکتہ و بنگال لاء رپورٹ و انڈین لاء رپورٹ مدراس و مدراس ہائیکورٹ رپورٹ و مدراس لاجرنل و مدراس لاء ٹائمس و انڈین کیسز و کریمنل لاجرنل آف انڈیا و اودھ لاء رپورٹ و اپیل و مورز انڈین اپیل و پنجاب ریکارڈ و انڈین لاء رپورٹ لاہور سیریز و پنجاب لاء رپورٹ و پنجاب ویکلی رپورٹر و انڈین جورسٹ و لا جرنل مقدمات مجسٹریان و لا جرنل کونسز نیج رپورٹ وغیرہ وغیرہ درج کرکے از حد مفید بنایا گیا ہے تاکہ کوئی کسر نہ رہے - اور شرح کو موجودہ وقت میں لاثانی بنایا گیا ہے - ابتدائی ضابطہ متعلق ہر جرم کے کہ آیا کون سی عدالت جرم کی سماعت کر سکتی ہے - اور اسمیں کیونکر کارروائیات عدالت اور پولیس ہونگی بڑی صراحت سے درج کیا گیا ہے - اور حوالہ جات ایکٹ نمبر ۱۰ ۱۸۸۲ء کی بجائے ایکٹ نمبر ۵ ۱۸۹۸ء درج کر دیئے گئے ہیں پیشتر اس کے کبھی ایسی شرح اردو انگریزی دیکھنے میں نہ آئی ہوگی قیمت ۵ - مجلد سنہری عہ

مفصل فیصلجات دیوانی

چیف کورٹ پنجاب از ۱۸۶۶ لغایت ۱۸۶۷ مندرجہ پنجاب ریکارڈ قیمت لعہ فی سال عہ

المشتہر دیوان عطر سنگھ مالک آفتاب پنجاب جنرل لا ایجنسی متصل پرانی کوتوالی سٹی لاہور